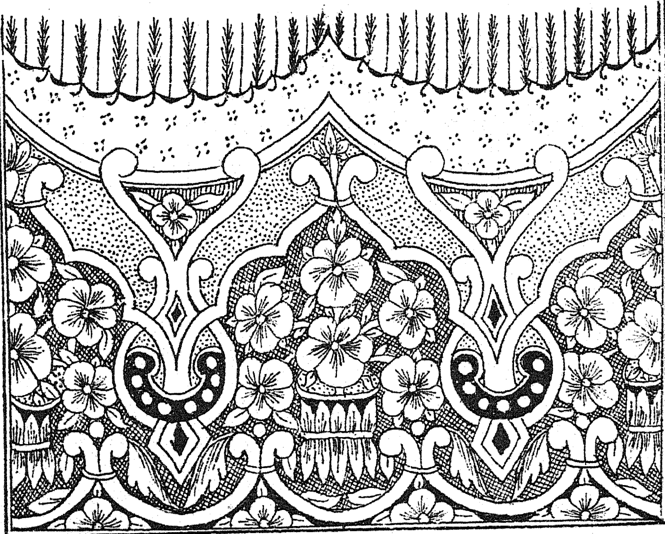
تمت بالخیر



دیباچہ





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

یعنی بیان حال مصنف وسبب تصنیف

حامداً ومصلیاً۔ ملک عرب کی رسم ہے کہ جب لڑائی مین دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے اپنا حسب ونسب بیان کرتے اور رجز پڑہتے ہین۔ چونکہ حق تعالی اسنے مجہہ سے خاکسار کو توفیق شیطان سے بڑے دشمن کے ساتہہ مقابلہ کی عنایت فرمائی اسلئے مناسب ہے کہ تہوڑی رجزخوانی کرون اور بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ نعمات الہی کا جو مجہپر نازل ہوئین ذکر کرون۔ کیا عجب ہے کہ وہ ذکر بہی باعثِ عبرت وتیقظ ہو۔ میرا نام مہدی علی بن سید حمایت علی معروف

بہ سید عمر دراز علی بن سید الٰہی بخش عرف میر مینڈہو بن سید میرن بن سید عبدالرسول
بن سید جلال ہے۔ الحمد للہ والشکر للہ کہ اوسنے مجھے خانۂ سیادت مین پیدا فرمایا
اور ایسے شخص کے ذریعہ سے خلعت وجود عنایت کیا جو بہت سے ذاتی اوصاف حمیدہ
سے متصف اور سیف و قلم دونون کے ہنرون مین فرد تھے جناب جد مرحوم نے انقلاب
روزگار سے بلدہ میرٹھہ مین توطن اختیار کیا تھا اور ایسی حالت تھی کہ والد مرحوم کو ابتدا
عمر مین نوکری کرنے کی ضرورت ہوی۔ لیاقت خداداد عجب چیز ہے۔ وہ بہت جلد
مناصب جلیلہ پر پہونچ گئے مگر اپنے آپکو کمترین بندگان الٰہی مین سے جانتے رہے۔
اور ہمیشہ جود و کرم کے ساتھہ بسر کرکے اپنے بنی نوع سے اوربہی احسانات عظیمہ کرتے
رہے۔ چنانچہ جب غدر ۱۸۵۷ء کا ہوا جناب ممدوح لہار ضلع جالون مین ڈپٹی کلکٹر
اور سب ڈویزنل افسر تھے۔ (وہ علاقہ اب مہاراجہ گوالیار کو مل گیا ہے) باوجودیکہ غدر
مئی ۱۸۵۷ء سے شروع ہوگیا تھا وہان اکتوبر ۱۸۵۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ کچھہ ایسا
طریقہ تھا کہ اوس شورش عظیم مین بہی لوگون نے اونکو ضرر نہ پہونچایا بلکہ بدستور حاکم
مانتے رہے۔ جب اس کمال کا صلہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دینا چاہا تو صرف خلعت قبول
کیا۔ جایداد اس لئے نہ لی کہ جسکی ملتی تھی اوسی کو واپس دلانا حق تھا۔ یہہ خاکسار
اونکا اکلوتا بیٹا ہے۔ چونکہ قدردان کمال تھے میری تعلیم مین بڑی کوشش فرماتے تھے
چار شخص نوکر تھے جو علوم عربی اور دونون مذہب کی کتابین اور انگریزی پڑہاتے اور
خوشنویسی کی مشق کراتے تھے۔ جب مین اونکے ساتھہ ہوتا تھا خود بہی پڑہایا کرتے

رہتے۔ میری ولادت کمال ثروت کے زمانہ مین ہوی تہی اسلئے مجہے زمانہ اور اوسکے حوادث سے اونکی حیات مین بالکل بیخبری تہی۔ مصائب غدر نے جناب مرحوم کی صحت و تندرستی پر بڑا اثر کیا تہا۔ چنانچہ آخر کار ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۶۱ء مطابق ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۷ھ کو اونہون نے انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ غریق رحمت فرمائے آمین بمحمد وآلہ اجمعین۔

اوس وقت میرے اوپر عجب حالت گذرہی۔ مدت تک یقین نہ آیا کہ وہ دار دنیا مین نہین ہین۔ مرنا اونکا محال معلوم ہوتا تہا گویا اس شعر کا ترنم تہا۔ **شعر**

لا تقل مات بموت الاجساد	بل من الدار الی الدار رحل

یہہ صدمہ پہلا تہا جو مجہپر عالم مین گذرا۔ مگر ایسا سخت تہا کہ اگر ایسد کی مدد نہوتی تو سنبہلنا ناممکن ہوجاتا۔ اونکی وفات کا ہونا تہا اور انقلاب کا ہونا۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔ زمین آسمان اور ہوگئے۔ **ع**

تغیرت المودۃ والاخاء	وقل الصدق وانقطع الرجاء

بعض بزرگ تو التفات فرماتے رہے (حق تعالیٰ اونکی مغفرت فرمائے) لیکن عموماً معلوم ہوتا تہا کہ ان تلون تیل نہ تہا۔ مین اوس وقت اس قابل نہ تہا کہ اپنے آپکو سنبہالون۔ عمر ۱۴۔۱۵ سال کے قریب تہی۔ اوسکے بعد سب سے زیادہ نازک یہہ معاملہ پیش آیا کہ بعض بزرگونکی یہہ راے ہوی کہ خاکسار اتنا پڑہ چکا ہے کہ شہر مین سب پڑہے ہوؤن سے زیادہ استعداد ہوگئی ہے تکمیل تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔ اونہون نے اور مصارف کے ساتہہ مصارف تعلیم بہی تخفیف کردیئے۔ ناچار مین بیکار رہنے لگا

لیکن دو اوستاد دونون مذہب کے معلم رہ چکے تہے اسلیئے مذہبی علم کلام کے ساتہہ
مجہے قدرتی طور سے دلچسپی ہوگئی تہی۔ آخرکار اپنے اوقات اس علم کی کتابون کے
دیکہنے مین صرف کرنے لگا۔ بیکار محض نہین رہا۔ دلائل کے دیکہتے دیکہتے یہہ حالت ہوئی
کہ تہوڑے دنون ایک دلیل زور آور معلوم ہوئی پہر وہ دلیل کچہہ دنون بعد کمزور معلوم ہونے
لگی یہانتک کہ بالکل لیس لیشئ نظر آنے لگی۔ اسی اثنا مین ضرورت کی وجہ سے انگریزی
مین ترقی کرنی شروع کی۔ اور جب اتنی انگریزی آگئی کہ مین کتاب انگریزی بلا امداد دیکہہ سکون
تو خیالات مین ایسا تغیر ہوا کہ مذہبی دلائل سب کے سب کمزور معلوم ہونے لگے۔ اسلام
کے متعلق شکوک پڑنے لگے۔ کسی نے معجزہ بیان کیا اور دل مین آیا کہ کسقدر ناممکن ہے
کسی نے قدرت الٰہی کو بیان کیا اور سخت حیرانی ہوئی کہ کسقدر خارج از عقل بات ہے
ابتدا مین مجہے عبادت کی عادت تہی اور طہارت کا شوق تہا۔ وہ ان خیالات نے اسقدر
گہٹا دیا کہ مین جب نہاتا تہا نماز پڑہ کر ایک آدہ دعا پڑہ لیا کرتا تہا۔ ورنہ نماز روزہ سب
چہوٹ گئے۔ گویا کہ توفیق الٰہی نے میری رفاقت ترک کردی۔ ان وساوس مین ہمیشہ
مبتلا اور منہمک رہا کرتا تہا تاہم کتاب دیکہنا نہ چہوڑتا بلکہ آخر زمانہ قیام وطن مین کچہہ اوستاد سے
بطور خود پڑہا کرتا تہا۔ جناب والدہ مرحومہ کو میرے ساتہہ معمولی مہر مادری سے زیادہ شفقت تہی
اسلیئے باوجود ضرورت کے اونہون نے گوارا نہ کیا کہ مین میرٹہہ چہوڑ کر طلب معاش کرون۔
اس مدت مین یہانتک نوبت پہونچی کہ لوگ مجہے ننگ خاندان اور بدترین خلائق جاننے
لگے۔ کوئی روادار نہ تہا کہ یہہ ہمارے پاس آکر تہوڑی دیر بیٹہہ جائے۔ جو والد مرحوم

سے کے سلامی تہے نہین چاہتے تھے کہ میرا سلام لین ۔ یہہ حالت اسطرح ختم ہوی کہ ۲۳ اکتوبر
سنہ ۱۸۶۹ع کو والدہ ماجدہ نے دنیا سے رحلت کی اور اونکے انتقال نے مجہہ مین ایک تازہ تغیر
پیدا کیا وہ تغیر یہہ تہا کہ اونکی آنکہہ بند ہوتے ہی یہہ معلوم ہوا کہ دنیا مین کوئی حقیقی شفیق اور سرپرست
سواے ذات خداوند عالم کے باقی نہین رہا۔ اوس سے تین دن پہلے میرے بڑے
چچا سید کفایت علی سررشتہ دار کمشنری دہلی نے انتقال فرمایا تہا۔ اونسے مجہے بڑی
محبت تہی اور وہ میرے محسن تہے۔ ان دونون موتون نے دل کو پیس ڈالا دنیا آنکہون
مین تاریک معلوم ہونے لگی اور اوس تاریکی مین جب آنکہہ کہلی گویا خدا نظر آنے لگا اندہیرا
اوجالا ہوگیا۔ چہوٹے چچا سید ولایت علی اوسوقت زندہ تہے۔ اللہ تعالی اونکو بہی غریق
رحمت فرمائے۔ اونکو بہی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ ان دونون بزرگون کا فقدان اور اون گہرون
کو جن مین یہہ لوگ رہتے تہے اونمین اونکا نہونا نہ دیکہہ سکے اور قصد حج و زیارات فرمادیا
بہائی سید گوہر علی صاحب کو اللہ غریق رحمت کرے۔ وہ میرے معاملات کے کفیل
باقی رہ گئے۔ اونکی حمایت میرے لیے مثل والد مرحوم کے تہی (اونکی عقل خداداد بہی
مثل والد مرحوم کے تہی۔) گہربار اونپر چہوڑ کر مین نے قصد کیا کہ جناب عم نامدار کو لکہنو تک
پہونچا آؤن۔ جب اون سے جدا ہوا وطن کو واپس جانے کی دل مغموم نے اجازت نہ دی
اسلئے یہ قصد کیا کہ جناب والد مرحوم کی قبر مطہر پر جو کالپی ضلع جالون مین ہے فاتحہ خوانی کرتا چلون
کچہہ اور دن گذر جائینگے ؎

گہر سے گئے روتے ہوے اور قبر کو دیکہا		جب سینہ مین مضطر دل بے صبر کو دیکہا

چنانچہ مین جب جالون مین جہان میرے مادری عزیز بہائی سید ظفریاب علی اور سید
مظفر علی تحصیلدار اور سب انسپکٹر تہے (آخر دسمبر ۱۸۶۹ء) پہونچا اونہون نے
صلاح دی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملنا چاہیئے کیونکہ اب نوکری کر لینی ضرور ہے
یہہ رائے مجھے بہت پسند آئی اسلیئے کہ اوسمین ترک وطن بہی تہا اور کسب معاش بہی
اتفاق تقدیری کی بات۔ صاحب ممدوح اوسوقت کالپی مین رونق افروز تہے۔
چنانچہ مین وہان پہونچا اور بعد فاتحہ خوانی اونسے ملا۔ عرض کرون کہ ان حوادث کو
تین ماہ کا زمانہ ہو لیا تہا۔ اور مین متوجہ الی اللہ ہو چکا تہا۔ مین نے کالپی
پہونچکر توبہ کی اس حالت کا ظہور۔ اور توفیق الہی کی رفاقت۔ سچ ہیہ کہ جو تغیر وسواس
شیطانی کی بدولت ہوا تہا۔ اور توفیق اوٹہالیگئی تہی وہ بہی میری بہلائی کیلیئے
تہا۔ اور یہ بہی۔ کیونکہ اس طریقہ سے ایسا نفع ہوا کہ اگر ناز ونعمت مین بسر ہوے جاتی
ہرگز نہوتا۔ الغرض صاحب ممدوح کے ذریعہ سے مجھکو کشایش رزق ہوی اور بے
شان وگمان ایسی نوکری مل گئی کہ والد مرحوم کے مرتبہ پر پہونچنے کا ذریعہ ہوی جب مین
رخصت لیکر پہر وطن گیا تو مین نے دیکہا کہ وہی لوگ جنکو سلام لینا گران تہا پہر سلامی
بنگیئے دوست پہر دوست ہو گئے لوگ تواضع کرکے پاس بٹہلانے لگے بلکہ حاجت
مانگنے لگے۔ اس حالت نے مجھکو اور متوجہ الی اللہ کیا باوجود ان سب امور کے جو وسواس
پیدا ہو چکے تہے دل مین باقی تہے۔ لیکن پہلے زمانہ مین پیدا ہوتے تہے اب گہٹنے
لگے تہے۔ اب ہر وقت طبیعت مین مقابلہ رہنے لگا اور ۲۵ برس اس حالت مین گذرے

کہ شیطان ایک طرف زور کرتا تھا اور توفیق الٰہی میری کوششونکی رفیق ہوکر دوسری طرف
زور کرتی تھی۔ اس حالت نے مجھہ مین عادت پیدا کردی کہ کسی امر مین تعصب نکرون بلکہ
صبر کرون۔ (کیونکہ دلیل کی بڑی بے وقعتی میرے دل مین سماچکی تھی۔) اوسوقت
راے قائم کرون جب کچھہ ایسی طرح تسکین ہو کہ دل مان جائے۔ سنہ ۱۸۷۱ء مین مجھے
کوچ مین رہنے کا اتفاق ہوا وہان جناب مولوی محمد کریم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر حاکم حصہ
ضلع تھے۔ اونسے مجھکو اکثر باتین کرنیکا اتفاق ہوتا تھا حقیقت مین یہ بزرگ بڑا ہی
راستباز تھا اور بڑی خوبی یہ تھی کہ اخلاق کی کتابون مین جو باتین لکھی ہوی ہین اونپر پورا
عمل کرتا تھا۔ بیشتر ملاقات کا وقت ایسے ہی تذکرون مین صرف ہوا کرتا تھا۔ کبھی وہ
مجھے مدد دیتے تھے کبھی مین اونکو۔ الغرض کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرون
کہ محنت شاقہ کے بعد مین لڑائی جیتا۔ معاملات کو دیکھتے دیکھتے اور ہر بات پر غور کرتے
کرتے یہہ یقین ہوگیا کہ پہلے خیالات اور توہمات بالکل لغو تھے۔ نظر آنے لگا کہ بلا سبب
کچھہ نہین ہوتا اور سبب مین سبب پیدا ہوتا ہے کہ بلا مرضی الٰہی کچھہ نہین ہوتا۔ اللہ قادر
مطلق موجود ہے۔ بندہ فاعل مختار ہے لیکن وہین تک کہ اختیار باطل نہ ہوجائے
اور اسپر بھی اللہ تعالیٰ کے بس مین ہے۔ جو کچھہ شارع علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے
حق ہے۔ معجزات حق ہین۔ الغرض جو کچھہ قرآن و حدیث مین ہے حرف حرف سچ ہے
مین بلا تصنع ناظرین کی خدمت اقدس مین التماس کرتا ہون کہ ایک اے جلدی سے
قائم کرکے پھر اور بات نہ سننا اور ہمیشہ ماہیت اور طریقۂ اسباب سے غفلت کرنا ایسی عادت

ہے کہ وہی مادہ اور سبب سب گمراہیون کا ہوتا ہے - جب انسان اسکا عادی ہوجاتا ہے
توفیق الٰہی رفیق نہین رہتی گویا دل پر مہر ہوجاتی ہے اور آدمی گونگا بہرا ہوجاتا ہے
جو کچھہ مین نے اس عرصۂ دراز مین غور کرکے سمجھا تھا وہ میرے دل مین تھا - اتنی فرصت
نہ تھی کہ اوسے قلمبند کرون کہ شاید کوئی اور بھائی اسی حالت مین مبتلا ہو - اوسے نفع
پہونچے - یہانتک کہ مین جونپور مین متعین کیا گیا - اوس زمانہ مین وہان ایک شخص مولوی
ناصر حسین صاحب تھے (اب مرحوم ہوگئے) اونہون نے ایک کتاب ادب عربی کی
ناصر الادب نام اس قصد سے تصنیف کی تھی کہ اوسے داخل درسیات کرائین تاکہ جو لوگ
بی - اے کے لئے انگریزی کے ساتھہ زبان عربی لین اوسے پڑھین - ایک
جلد اس کتاب کی اونہون نے مجھے بھی عنایت فرمائی تھی - مین نے جب اوسے دیکھا
تو اوسمین سوالات شیطان کا ذکر بطور تعلیم زبان کے مندرج پایا - اور یہہ بھی دیکھا کہ جواب
مین صرف اسقدر لکھا ہے کہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے جائز ہی نہین لابد ہے - مجھے یہہ
جواب اسلئے برا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف شر قلیل کو منسوب کیا ہے - یہہ بھی خیال
ہوا کہ ایسی کتاب مین جو آجکل کے نوجوان طالبعلمون کے لئے تصنیف فرمائی ہے
ان اعتراضات کو نقل فرمانا صحیح نہین ہے - اسلئے کہ یہہ سوالات ایسے عام فریب ہین
کہ ہر شخص اونکا جواب نہین دیسکتا - خصوصاً وہ طالبعلم جو دوسرے علوم مین منہمک
ہین - اونکے لئے یہہ سوالات سم قاتل ہونگے - کیونکہ جب وہ سوالات دیکھین گے اور
جواب نہ پائینگے اثر سوالات مستقر ہوجائیگا - ممکن ہے کہ وہ دین سے انحراف کامل کا

سبب ہو۔ چونکہ مین ان سب امور کو اللہ کی مہربانی سے سوچے ہوے تہا اور شیطان سے ساری عمر لڑکر غالب آیا تہا مناسب سمجہا کہ اون سوالات کا جواب لکہون ۔ شاید جناب اقدس الٰہی کو پسند آئے کہ اس بندہ نے اپنی مثال دوسرون کو اونکے تیقظ کے لئے بتلائی مین نے جونپور مین جواب لکہنا شروع کیا۔ تہوڑا سا لکہا تہا کہ مجہپر حوادث تازہ پڑے (اور ایسے وقت مین کہ فرزند عزیز سید علی واسطے لندن مین طلب علم کے لئے گئے تہے۔ اور برخوردار عزیز سید سلطان الحق بہی مجہہ سے جدا تہے) اور تصنیف پوری نہوی مگر مین شکر الٰہی بجالاتا ہون کہ ان حوادث نے اوس نفع سے بہی زیادہ نفع کیا جو ۱۸۶۹ء مین گذرے تہے ۔ غالباً اون سے بہت سی کمی دور ہوگئی اور اس تحریر کی زیادہ قابلیت پیدا ہوی ۔ جونپور مین نوکری کا کام بہی زیادہ تہا اور آب وہوا بہی اچہی نہ تہی اسلئے پہر ایسا نہوا کہ مین متوجہ تکمیل کتاب ہوتا ۔ یہان تک کہ مظفر نگر بدل آیا ۔ وہانکی حالت بہی قریب قریب جونپور کے تہی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس تصنیف کا پورا کرانا منظور تہا کہ اوسنے تبدیلی مظفر نگر کو ذریعۂ تبدیلی سہارنپور کا گردانا ۔ اور چہاونی کا محکمہ توڑکر روڑکی مین جب حصہ ضلع قائم ہوا تو مجہے وہان پہونچادیا ۔ یہہ جگہہ پرفضا ۔ خوش آب ہوا ۔ تو قدرتی ہے مگر میرے لئے بہت ہی موافق ہوی ۔ چونکہ یہان مکان بہی اچہا ملا اور دو حاکم کے رہنے سے کام بہی مناسب مقدار کا تہا مجہے خیال اوسکی تکمیل کا از سر نو اسطرح پیدا ہوا کہ ایک روز جناب قاضی ناظر حسن صاحب رئیس منگلور علاقہ روڑکی مجہسے ملنے آئے تہے اثناے گفتگو مین اونہون نے ایک قصہ بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب معمولی آدمیون

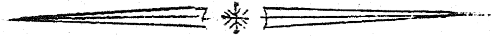
مین سے نہین ہین - بلکہ بلند مرتبہ لوگون مین سے ہین - اسلیئے مین نے انکو وہ اوراق
جو جونپور مین لکہے تہے سنائے - اونہون نے لفظاً اور معناً دونون طرح داد دی
یعنی لفظ بہی کہے اور چہرے سے بہی ظاہر ہوا کہ جو لفظ کہے تہے مطابق اوس
اثر کے تہے جو دل مین پیدا ہوا تہا - یہانتک فرمایا کہ یہہ تو انگریزی مین ترجمہ
ہونے کے قابل ہین تاکہ ممالک یورپ مین مشتہر ہون اس بڑی داد نے میرے
دل مین خیال اوس کے تکملہ کا پیدا کیا - جب مین نے لکہنے کا قصد کیا
تو اوس حالت کے ساتہہ جو میرے اوپر گذری تہی اوس حالت پر بہی غور کرنا
شروع کیا جو میری دیکہتی آنکہون اس ۲۵ برس کے عرصہ مین عام و خاص خلائق
پر گذرے تہے - اوس نے اسلام مین ایک اختلاف پیدا کیا ہے جسکے نتائج ویسے
ہی ہین جیسے اختلاف کے ہوتے ہین - اس لئے ضرور معلوم ہوا کہ اس تصنیف
کو اوس اختلاف کے رفع کرنے کا ذریعہ بہی گردانون - چنانچہ مین نے چہہ مہینے
کے عرصہ مین اس کتاب کو لکہا اور قصد کیا کہ مشتہر کرون - لیکن طبع سے پہلے
اس قصد مین بعض امور مخل ہوے - اجمالی بیان اونکا یہہ ہے کہ چہپوانا بلا اجازت
حکام وقت کے ممکن نہوا - حکام موصوف انتظام طاعون ہردوار مین مصروف ہوگئے
- دو سال کا عرصہ گذر گیا اور یہہ قصد ملتوی ہوتا رہا - تاہم مین نے اس وقت کو
ضائع نہین کیا - کچہہ نہ کچہہ اصلاح و ازدیاد مضامین کرتا رہا - یہانتک کہ عالی جناب
معلے القاب ڈبلیو ایچ ایل امپی صاحب بہادر ضلع سہارنپور کی

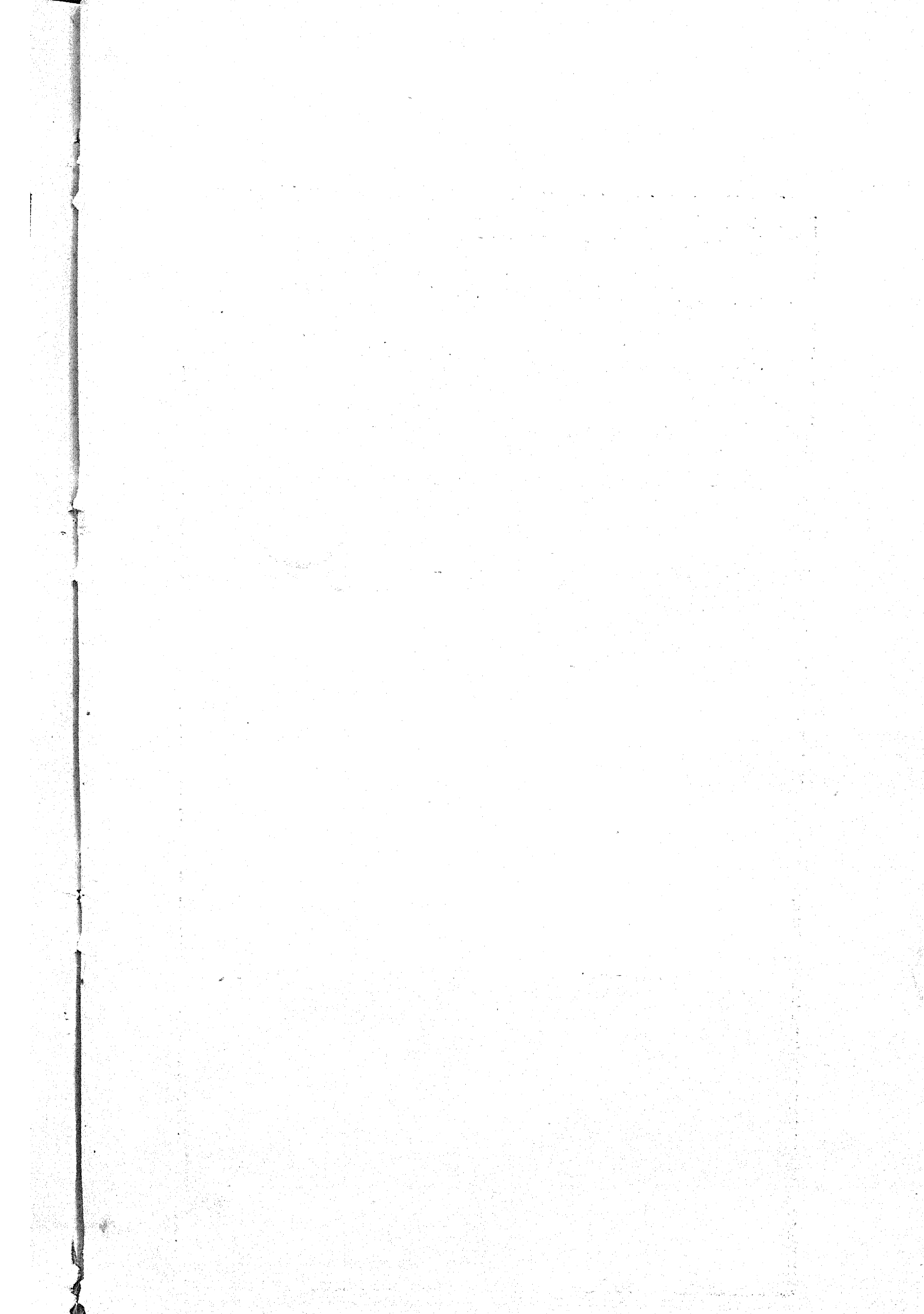
کلکٹری پر تشریف لائے اور اونہون نے اس کتاب کے چھپنے کی اجازت بعد منظوری ضروری کے عطا فرمائی - لازم ہے کہ مین جناب ایسی صاحب کا شکریہ ادا کرون - چنانچہ ادا کرتا ہون - یہہ وہی شخص ہین کہ مین اونکا نام اس دیباچہ مین اظہار احسانمندی کے لئے لکھتا ہون حقیقت مین یہہ بزرگ نہایت ستودہ صفات ہین - حکام انگریزی کی عموماً یہہ حالت ہے کہ اونکی لیاقتین مسلم ہین - اور خوبیان بشتیر حکام کی حیرت انگیز - لیکن ضرور بعض کو بعض پر بہتری مین فضیلت ہوتی ہے یہہ بزرگ اون بعض اور بہت ہی خاص لیاقت کے حکام مین سے ایک ہین جو باعتبار صفات اعلی اس صوبہ مین مشارٌالیہ ہین - حقیقت مین اونہون نے مجھپر احسان کیا ہے اور مین اوسکا اقرار کرتا ہون اور اسلیئے دعا کرتا ہون کہ وہ اس صوبہ کے نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ہوجاوین آمین

معذرت اس کتاب مین بعض مقامات کو ایسے بسط سے لکھا ہے کہ اوسے طول مُمل کہہ سکتے ہین اور تکرار مضامین بہی ہے - یہہ طریقہ اسلیئے اختیار کیا ہے کہ مسائل مبحوث عنہ ایسے ہین کہ اونکے سمجھانے مین بسط کے بغیر کام نہین چل سکتا - علی الخصوص جب کتاب مذاق زمانۂ حال کے مطابق لکہی جائے اسلیئے پہلے دو باب مین حتی الامکان نقلیات سے کام نہین لیا - اوسکے بعد دو باب مین نقلیات سے وہین مضامین کو مدلل اور روشن کیا ہے - پانچوان باب خلاصہ اون مطالب کا مع خاص اون مضامین کے ہے جو جواب کے لیئے ضروری تہے - تکرار اس ضرورت خاص سے بہی جائز رکہا ہے کہ اس بات کی توقع کمتر ہے کہ ناظرین ساری کتاب کو صبر و اطمینان سے پڑہین گے

جب یہ ظن غالب ہو لازم آتا ہے کہ وہ مسئلہ جو بحث خاص کے متعلق ہے اس طریقہ پر ہر مقام مین (خواہ طفلی ہو یا مستقل) ایسا بیان کیا جائے کہ بقدر ضرورت مقام تسکین بخش ہو۔ باوجود اسکے مین اون حضرات کی خدمات اقدس مین جو اس کتاب کو دیکھین التجا کرتا ہون کہ اس خطا اور ساری اور خطاؤن کو جہان معلوم ہون دامن عفو سے پوشیدہ فرمائین۔ اللہ تعالی اجر دیگا۔

سید مہدی علی عفی عنہ } مقام رڑکی محررہ ۹ م ستمبر ۱۸۹۹ء





بسم اللہ الرحمن الرحیم

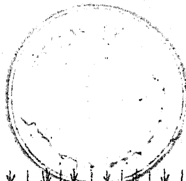
شفاء الجنان من شبہات الشیطان

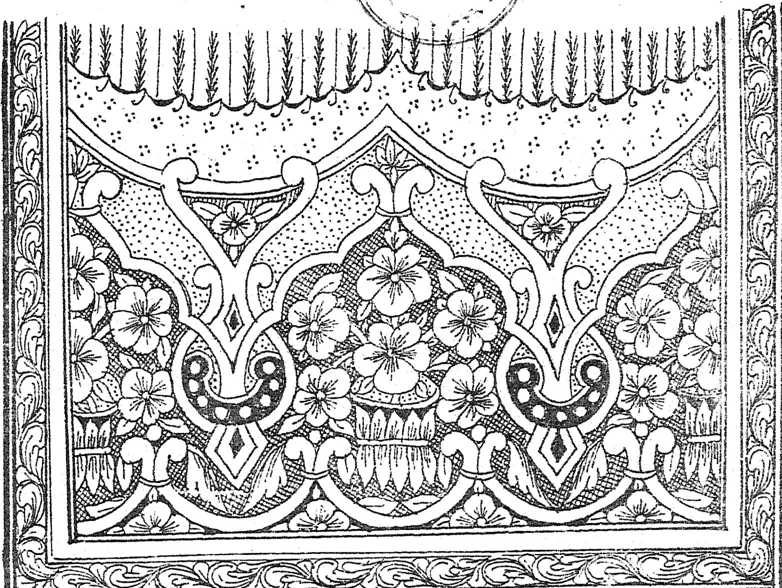
ملقب بہ

شہاب ثاقب

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام قادر علیخان صوفی حلیۂ طبع پوشید

سنہ ۱۸۹۹ عیسوی





بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت

کرور کرور شکر اللہ تعالی کا بنی نوع انسان پر واجب ہے جسنے ہمکو ایسا بنایا کہ ہماری کوئی نظیر دنیا مین نظر نہین آتی - کرور کرور احسان اللہ تعالی کا ہمپر ہے کہ اوسنے مخلوق کو ہمارے فائدہ کے لئے بنا کر ہمکو اونکا حاکم کیا - اے اللہ - ہم اوس شکر کے ادا کرنے سے قاصر ہین - اور اس نعمت کے لئے تجھسے بڑے مالک کے سامنے سوا اسکے کیا کر سکتے ہین کہ سجدہ کرین جو سب سے بڑی منت اور عاجزی و شکر کا طریقہ تو نے ہم مین خلق فرمایا ہے - سجدہ بھی کرین اور تیرے حکم بھی بجا لائین جن حکمون کے پہونچانے کو تو نے جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبی کو بھیجا - اللہ اکبر کیا پاک نبی عنایت فرمایا کہ جب اوسکی خوبیون پر ہم خیال کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمیت کا نمونہ کیا ہے اور تو نے آدمی کو کیا کیا رتبے دیے ہین - اوسکے

ساتہہ تو نے اوسکی آل اور جانشینون مین کیا کیا خوبیان پیدا کین! اون خوبیون نے کیا کیا اثر دکھلایے جنکا فیض آج تک ہم لوگون پر جاری ہے۔ تیرے احسان بنی نوع انسان پر اتنے ہین کہ اونکو ہر وقت تیرے شکر مین مصروف رہنا چاہیے۔ ان نعمتون کے ساتہہ جو تو نے ہمکو دی ہین بڑی نعمت یہ عطا فرمائی ہے کہ ہمکو اپنا بندہ بنایا اور شکر کا آسان طریقہ ہمکو یہ دیا کہ ہم تیرے ہوکر رہین۔ اے اللہ تو نے ہمارے لیے مراتب عظیمہ مقرر فرمائے اور تو نے ہمکو اون تک پہونچنے کا وسیلہ دیا کہ جسقدر عقل کے موافق کام کیے جائین اوسی قدر اون مرتبون پر پہونچتے جائین۔ تو نے اون ذریعون مین اپنی کمال مہربانی سے آسانی دی۔ اپنی توفیق ہمارے ساتہہ رفیق کی۔ کوئی امتحان ایسا سخت ہمارے لیئے نہین رکہا جو ہم سے نہ ہوسکے اور بمقابلہ اوسکے مراتب بہت ہی عظیم بنائے۔ اے اللہ تو نے عزازیل کو پیدا کیا اور اوسکو ہمپر غلبہ نہین دیا۔ باوجود اسکے اوسکے ذریعہ سے جو امتحان لیا اوسکے مراتب بہی بلند فرمائے۔ اے اللہ مین قصد کرتا ہون کہ تیرے شکر نعمت مین اس طرح مصروف ہون کہ اوس مخلوق کی بابت جو دہوکا ہو رہا ہے اور اوسنے جو دہوکے دئے ہین کچہہ لکہون۔ تو توفیق دے۔ تو مدد کر تو راہ نیک دکہلا۔ اور تو اوسے مقبول فرما۔ بمحمد وآلہ الامجاد۔ صلوٰۃ اللہ علیہم الی یوم المعاد وہ دہوکے بہت دنون سے ذکر ہو رہے ہین اور ہر وقت کے مذاق کے مطابق اونکے جواب ہوے ہین مین آجکل کے مذاق کے موافق کچہہ بیان کرنا چاہتا ہون اور اوسکو

یون شروع کرتا ہون کہ پہلے وہ سات دہوکے یعنی سوال بیان کرتا ہون پہر

فہرست اجمالی

جواب کو بہی سات حصون پر تقسیم کرتا ہون -

حصہ اول - تمہید - دلائل کی دقت

پہلا حصہ جسکا نام تمہید ہے - اسمین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح کو سقیم سے پہچاننا کتنا مشکل ہے -

باب اول
حصہ دوم - نظام عالم کی خوبیون کا بیان -

دوسرا حصہ جسکا نام باب اول ہے اوسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے -

باب دوم
حصہ سوم نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

تیسرا حصہ جسکا نام باب دوم ہے اوسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آجکل دلون مین نظام عالم کی متعلق خطور کرتی ہین اور اونکی جوابات کا -

باب سوم
حصہ چہارم - آیات قرآنی متعلق شیطان اور اونکے نکات -

چوتہا حصہ جسکا نام باب سوم ہے اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہے جو متعلق شیطان کے ہین - اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہین - اور بعض اعتراضات کے جوابات کا -

باب چہارم
حصہ پنجم - ساتون سوالات کا جواب اجمالی -

پانچوان حصہ جسکا نام باب چہارم ہے اوسمین ذکر ساتون سوالون کے جواب اجمالی کا ہے -

باب پنجم
حصہ ششم - ساتون سوالات کا جواب تفصیلی -

چہٹا حصہ جسکا نام باب پنجم ہے اوسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے -

خاتمہ
حصہ ہفتم حقیقت شیطان

ساتوان حصہ جسکا نام خاتمہ ہے اوسمین ذکر حقیقت شیطان

تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان۔	کا اور اوسکے وجود کا ہے ۔ اور یہی بیان ہے کہ شیطان کے وجود سے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے ۔ اور اوسکے وجود کے متعلق

تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنیکی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کے تاویلات کرنیکی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

شیطان کے ساتون سوال	وہ سات سوال جنکی نسبت علمانے لکھا ہے کہ شیطان نے

فرشتون سے کیے اور کہا کہ جناب اقدس الہی مین ان سوالات کو عرض کرو اور جواب مانگو۔ یہہ ہین۔ **توضیح** اسد تعالی نے جو جواب دیا اوسکا ذکر باب چہارم مین ہے ۔

پہلا سوال	**پہلا سوال**

شیطان کو کیون پیدا کیا	اِنَّهٗ عَلِمَ قَبْلَ خَلْقِیْ اَیَّ شَیْءٍ یَصْدُرُ عَنِّیْ وَیَحْصُلُ مِنِّیْ فَلِمَ

اسد تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تہا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پہر او سنے خَلَقَنِیْ اَوَّلًا وَمَا الْحِکْمَةُ فِیْ خَلْقِهٖ اِیَّایَ ۔

مجھے پیدا ہی کیون کیا میرے پیدا کرنیمین خصوصاً کیا حکمت ہے ؟

دوسرا سوال	**دوسرا سوال**

تکلیف معرفت کیون دی	اِنْ خَلَقَنِیْ عَلٰی مُقْتَضٰی اِرَادَتِهٖ وَمَشِیَّتِهٖ فَلِمَ کَلَّفَنِیْ بِمَعْرِفَتِهٖ

جبکہ اسد تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجھے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت وَطَاعَتِهٖ وَمَا الْحِکْمَةُ فِی التَّکْلِیْفِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَنْتَفِعُ بِطَاعَتِهٖ اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا کیونکہ اسد کو بندون کی طاعت سے نفع اور انکی نا فرمانی

وَلَا يَتَضَرَّرُ بِمَعْصِيَتِهِ۔

سے نقصان نہین پہونچتا اسمین کیا حکمت ہے؟

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدہ آدم کا کیون حکم دیا

اِذَا خَلَقَنِي وَكَلَّفَنِي فَالْتَزَمْتُ تَكْلِيْفَهُ بِالْمَعْرِفَةِ

جب مجھکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا

وَالطَّاعَةِ وَاَطَعْتُ فَلِمَ كَلَّفَنِي بِطَاعَةِ اٰدَمَ وَالسُّجُوْدِ لَهُ وَمَا الْحِكْمَةُ

اور اوسکی عبادت کرنیلگا اور فرمانبردار ہوگیا پہر علی الخصوص سجدہ حضرت آدمؑ کا مجہے کیون حکم دیا

فِي هٰذِهِ التَّكْلِيْفِ عَلَى الْخُصُوْصِ بَعْدَ اَنْ لَا يَزِيْدُ ذٰلِكَ فِي مَعْرِفَتِي وَطَاعَتِي

اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے؟ کیونکہ آدم کیطرف سجدہ کرنیسے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی

چوتہا سوال

چوتہا سوال

انکار سجدہ سوا رذات الٰہی پر شیطان کو مردود کیون کیا۔

اِذَا خَلَقَنِي وَكَلَّفَنِي عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَلَّفَنِي بِهٰذَا التَّكْلِيْفِ

جبکہ مجھکو عموماً کل احکام کی بجا آوری اور خصوصاً آدم کو سجدہ کا موفرمایا

عَلَى الْخُصُوْصِ فَاِذَا لَمْ اَسْجُدْ فَلِمَ لَعَنَنِي وَاَخْرَجَنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِي ذٰلِكَ

پس اگر مین نے سجدہ نکیا تو پہر مجہپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا مینے کچہہ برا نہین کیا تہا

بَعْدَ اَنْ لَا اَرْتَكِبَ قَبِيْحًا اِلَّا قَوْلِي لَا اَسْجُدُ اِلَّا لَكَ

صرف یہہ کہا تہا کہ سوا تیرے دوسرے کو سجدہ نہ کرونگا۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا

اِذْ خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ مُطْلَقاً وَّخُصُوْصاً فَلَمْ اُطِعْ فَلَعَنَنِیْ وَطَرَدَنِیْ

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً خصوصاً فرمائی مگر مین نے اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کرکے نکال دیا۔

فَلِمَ طَرَّقَنِیْ اِلٰی اٰدَمَ حَتّٰی دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ثَانِیاً وَّغَرَرْتُهٗ بِوَسْوَسَتِیْ فَاَکَلَ

تو پھر مجھے اس طرح کیون چھوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر

مِنَ الشَّجَرَةِ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ مَعِیْ وَمَا الْحِکْمَةُ فِیْ

گیہون کہلا دیا اور پھر انکو بھی جنت سے نکال دیا اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم

ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ لَّوْ مَنَعَنِیْ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَرَاحَ مِنِّیْ اٰدَمُ وَبَقِیَ خَالِدًا فِیْهَا

ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجھسے محفوظ رہتے۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

چھٹا سوال

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھہ سکتے۔

اِذْ خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ عُمُوْماً وَّخُصُوْصاً وَلَعَنَنِیْ ثُمَّ

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور

طَرَّقَنِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَکَانَتِ الْخُصُوْمَةُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اٰدَمَ فَلِمَ سَلَّطَنِیْ عَلٰی اَوْلَادِهٖ

اور نافرمانی پر نکال دیا اور پھر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجھمین اور حضرت آدم مین دشمنی تھی پس مجھکو انکی

حَتّٰی اَرَاهُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَرَوْنَنِیْ وَتُؤَثِّرُ فِیْهِمْ وَسْوَسَتِیْ وَلَا تُؤَثِّرُ فِیَّ حَوْلُهُمْ وَقُوَّتُهُمْ

اولاد پر کیون مسلط فرمایا اور وہ بھی اسطرح کہ مین انہین دیکھتا ہون وہ مجھے نہین دیکھتے میرا وسوسہ

اون مین اثر کرتا ہے اونکی قدرت قوت۔

وَاسْتَطَاعَتُهُمْ فَمَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ لَوْ خَلَقَهُمْ عَلَى الْفِطْرَةِ دُوْنَ مَنْ

واستطاعت مجھین اثر نہین کرتی ہین کیا حکمت ہی؟ کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے

يُحَالُهُمْ عَنْهَا فَيَعِيْشُوْا طَاهِرِيْنَ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ كَانَ اَحْرٰى بِهِمْ وَاَلْيَقُ بِالْحِكْمَةِ

کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا۔ پاک زندگانی عبادت اطاعت کے ساتھہ بسر کرتے

زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا۔

ساتوان سوال
شیطان کو قیامت تک مہلت کیون دی اگر نہ دیجاتی بقاء عالم خیر محض ہوتا

ساتوان سوال

سَلَّمْتُ هٰذَا كُلَّهُ خَلَقَنِيْ وَكَلَّفَنِيْ مُطْلَقًا وَمُقَيَّدًا

یہ سب کچھہ مینے تسلیم کیا کہ مجھے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی۔

وَاِذَا لَمْ اُطِعْ لَعَنَنِيْ وَطَرَدَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتُ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ۔

اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا

مَكَّنَنِيْ وَطَرَّقَنِيْ وَاِذَا عَمِلْتُ عَمَلِيْ اَخْرَجَنِيْ ثُمَّ سَلَّطَنِيْ عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ

مجھے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کرلیا پہر نکالدیا پہر مجھے بنی آدم پر مسلط کردیا

فَلِمَ اِذَا اسْتَمْهَلْتُهُ اَمْهَلَنِيْ فَقُلْتُ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجہی مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجھی مہلت دی قیامت تک

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ

تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اس مین کیا حکمت ہی؟ اسلیے کہ اگر اوس وقت

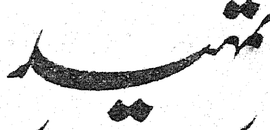
بَعْدَ اَنْ لَوْ اَهْلَكَنِيْ فِي الْحَالِ اسْتَرَاحَ اٰدَمُ وَالْخَلْقُ مِنِّيْ وَمَا بَقِيَ شَرٌّ مَّا

تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر

فِي الْعَالَمِ أَلَيْسَ بَقَاءُ الْعَالَمِ عَلٰى نِظَامِ الْخَيْرِ خَيْرًا مِنْ اِمْتِزَاجِهٖ بِالشَّرِّ۔

عالم مین باقی نہ رہتا۔ کیا عالم کا بقا نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے؟

تمہید



دلائل کی دقت

اس مین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح وسقیم کا امتیاز کتنا مشکل ہے

امور الٰہی مین خوض کرنا کیون منع ہے۔

قبل اسکے کہ جواب ان اعتراضات کا دیا جاے بیان کرنا ایک تمہید کا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بعض خوض کرنیوالون یعنی سوچنے والون کی امور عظیمہ مین مذمت فرمائی ہے اور یہ ایک طرح کی ممانعت ہے وہ ممانعت عوام کے لیے اسی لیے ہے کہ اونکی عقل بہت چھوٹی ہے اور جب وہ عمدہ تدبیرون اور صنعتون کے سمجھنے مین قاصر رہتے ہین تو اعتراضات کرتے ہین اور اون اعتراضات سے گمراہ ہو جاتے ہین اور مفاسد مین پڑتے ہین۔

سلطنت کے رموز ہر شخص کے فہم کے قابل نہین۔

مثال کے طور پر سلطنت اور بادشاہون کا حال قابل غور ہے۔ فارسی کا ایک مصرع مشہور ہے۔ ع رموز مملکتِ خویش خسروان دانند یعنی باریکیان اپنے ملک پر حکومت کرنے کی بادشاہ ہی جانتے ہین۔ ظاہر ہے کہ جو امور ضروری ہین

بادشاہون کو پیش آتی ہین جو ہم کو پیش نہین آتین ۔ انسان جو نتیجہ نکالتا ہے وہ ہمیشہ اون معلومات
پر مبنی ہوتا ہے جو اوسکے پیش نظر ہین ۔ ہر شخص کی معلومات کے وسائل اسقدر وسیع نہین
ہوتے جتنے اون لوگون کے وسیع ہوتے ہین جو بہت سے آدمیون سے معاملہ کرتے ہین
بہت سے ملکون مین پھرتے ہین بہت سی باتین دیکھتے سنتے ہین ۔ پس جو نتائج بڑے معلومات
پر کسی نے نکالے ہین ممکن نہین ہے کہ اونکو وہ شخص سمجھہ سکے جسکو اوسقدر معلومات نہین ہوئے
نتیجہ یہ ہے کہ کم معلومات والا جو بڑے معلومات والے پر اعتراض کریگا غلط بھی ہوگا اور مفاسد
بھی اوسمین بھرے ہونگے یہ مثال پرانے بادشاہون کی ہے جب ایک شخص کے ہاتھہ مین
باگ سلطنت کی ہوتی تھی زمانہ حال مین آپ ملاحظہ فرمایے کہ سلطنت کی باگ واقعا ایسے
چند عقلا کے ہاتھہ مین ہے جنکے معلومات مجموعًا اسقدر زیادہ ہین کہ کسی ایک فرد مین جمع
نہین ہوسکتے ۔ باینہمہ برابر ہم دیکھہ رہے ہین کہ لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین اور یہ
بھی دیکھہ رہے ہین کہ جب اصلی کیفیت اور وجہ کسی خاص عمل کی معلوم ہوتی ہے قائل ہوجاتے
ہین کہ اعتراض غلط تھا اور وہ عمل جو سلطنت نے کیا صحیح تھا جب کبھی ہم قائل نہین ہوتے
اوسکو ہمارا تعصب کہنا لازم ہے اسلیے کہ اس بابت کوئی شک نہین کرسکتا کہ انگریزونکی سلطنت
مین بہت سی خوبیان موجود ہین ہر ایک طریقہ کا انصاف ہوتا ہے ۔ امن موجود ہے بیرونی دشمنون
سے اطمینان ہے مراسلت اور مسافرت کی لاانتہا آسانی ہے ۔ تجارت آزاد ہے پس یہ سب
نتائج جو پیدا ہوے ہین ضرور صحیح افعال کا نتیجہ ہین ۔ آپ خفا نہ ہوجیے کہ مین انگریزونکی تعریف
آپ کے خلاف طبع کرتا ہون ۔ اس بات پر غور کیجیے کہ ہندوستان مین مختلف گروہون پر انسانون

کے یہ لوگ حکومت کرتے ہین۔ آپ انصاف سے مجموعی حالت پر غور فرمایئے کہ ہر گروہ ایک ایسی مناسب حالت مین خوش ہے کہ ایسا کبھی خوش نہ تھا کیونکہ مسلمانون کے وقت مین ہندو ورا ناراض رہتے تھے۔ ممکن نہین ہے کہ اونکے مذہب مین مداخلت ہو اور وہ راضی ہین۔ ہندون کے وقت مین مسلمان ضائع کیے جاتے تھے۔ بہرحال جو لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین وہ ضرور حقیقت حال سے بیخبر ہین اونکو معلوم نہین کہ مختلف گروہون پر حکومت کرنے کے لیے انتظام کے درست رکھنے کیلیے امن باہمی کیلیے اندرونی اور بیرونی دشمنون سے بچانیکے لیے کیا کیا کچھہ کرنا پڑتا ہے اس ناراضی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معترضین قومی سلطنت کے دشمن ہین اور اس سے کیا ہوتا ہے؟ — اپنے پاؤن مین کولہاڑی مارتے ہین اپنا ضرر کرتے ہین

سلطنت کی حالت اور حکمت عالم کی حالت مین فرق ہے۔

یہ مثال سلطنت کے ساتھہ صرف آپ کے سمجھانے اور غور کرنیکے لیے دیجاتی ہے ورنہ یہ مثال حق تعالی کی سلطنت کے ساتھہ کسی طرح صحیح مثال نہین ہے یعنی تشبیہ ناقص ہے۔ اسلیے کہ جتنی بڑی سلطنت اللہ تعالی کی ہے اوسقدر بڑی کوئی نہین ہے۔ اور اوسکی مصلحتین بھی ضرور اسقدر بڑی ہین کہ ہماری سمجھہ مین آنا اونکا ناممکن اور محال ہے۔ بہرحال جبکہ کوئی مثال دنیا کے پیدا کرنیوالے کی حکومت کی مل ہی نہین سکتی اسلیے کہ موجود نہین ہے پس اوسکے جملہ مصالح کا پہچاننا ضرور ناممکن ہے — جسقدر لوگ بیان کرتے ہین۔ بقول ایک عالم مشہور کے ع ہر کس بسر قیاس حرفی گفتند — اپنی چھوٹی عقل کے موافق اوس معلومات پر جو اونکو ہے نتیجے نکالتے ہین جو ضرور محض قیاسی ہونا چاہیے واکثر وہ نتیجے غلط ہونے چاہئین۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم نے جو نکات اور حقائق ارشاد فرمایے ہین وہ اون لوگون کو جو اپنی عقول ناقصہ بھروسہ کیے ہوے بیٹھے ہین اور واقع مین سخت بیخبر ہین ناممکن معلوم ہوتے ہین اور اونکو خلاف عقل اور ناممکن جانکر بعض بعض براومنین سے ہنستے ہین۔

نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

مخلوق کو شناخت ذات خالق نہو سکنے کا بیان۔

ایک روز کا مین ایک واقعہ عرض کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے بال بچون کے ساتھہ کھانا کھانے مین مصروف ہوے دسترخوان بچھا روٹیان آتی جاتی تھین۔ ایک لڑکی دس گیارہ سال عمر کی جو بہت فہین اور غائر فکر کرنیوالی تھی بول اوٹھی کہ ابا جان اللہ کیا چیز ہے۔ اونھون نے جواب دیا کہ بیٹی یہ بات کہ اللہ کیا چیز ہے۔ کوئی نہین بتلا سکتا۔ اسلیے کہ تم دیکھتی ہو کہ یہ روٹی جو پک کر تمہارے سامنے آئی ہے کیا جان سکتی ہے کہ اوسکو جسنے پکایا ہے وہ کیا چیز ہے تم دیکھو کہ روٹی بغیر پکانیوالے کے یہان نہین آتی تو یہ ساری دنیا بغیر بنانے والے اور سخت تدبیر کرنیوالے کے کیسے بن سکتی ہے۔

رموز سلطنت خالق کی بھی شناخت نہین ہو سکتی۔

پھر غور فرمایے کہ انگریز جو سلطنت کرتے ہین وہ ایک سلطنت ہے یعنی ایک ملک مین امن قائم رکھتے ہین اور سلطنت کے متعلق ضروری امور بجالاتے ہین وہ کسی کو پیدا نہین کرتے۔ مرنوالے کو زندہ نہین کر سکتے۔ پانی نہین برساتے۔ ہوا نہین چلاتے۔ سورج چاند نہین بناتے۔ اونکی سلطنت اور اونکے

علم مین اسقدر بڑی خوبی ہے کہ وہ یہ جانتے ہین کہ مثلاً جب سمندر مین ایک خاص قسم کی ہوا پیدا ہو گی تو موسم مین ایک خاص قسم کا تغیر ہوگا۔ مگر یہ امر وہ نہین جانتے کہ وہ کس طرح پیدا ہوگی یعنی وہ اسباب سے نتیجون کے پیدا ہونیکی بابت باخبر ہین لیکن اسباب کے وجوہ سے قطعاً بےخبر ہین۔ پس مجازی سلطنت کے امور مین جب بہت سی عقلین قاصر رہتی ہین تو حقیقی سلطنت کے امور مین کیون تمام عقول قاصر نہ رہین۔

بہلائی اور برائی مین امتیاز کی قوت

ان اعتراضات مین جنکی بابت ہم بطور جواب کچھہ کہنا چاہتے ہین اصل مین یہی سقم ہے کہ لوگون نے اپنے خیال مین اپنی اغراض پر نظر کرکے کچھہ امور اچھے مان لیے ہین کچھہ برے۔ تب یہ اعتراض ہے کہ برے کیون پیدا ہوے۔ اول تو یہ امر بہت بحث کے قابل ہے کہ اونکا اعتقاد نسبت اچھائی اور برائی کے صحیح ہے یا نہین۔ ثانیاً یہ امر دیکھنا چاہیے کہ اچھی چیز کو اچھی چیز اونہون نے کیسے جانا ہے۔ ضرور اسلیے جانا ہے کہ وہ بدی کو جانتے ہین۔ بیشتر یہ اعتراض اون لوگون کا ہے جنہون نے اچھائی کو ایک خیالی بات دل مین ٹھہرالیا ہے۔ جنکو ایسے خیال کے لوگ اچھا سمجھتے ہین اونکی حالت پر غور فرمایئے۔

فقیرون مین جو بہلائی سمجھی جاتی ہے اوس بہلائی کی حالت

فرض کر لیجئے کہ ایک فقیر ہے جسے لوگ بہت اچھا جانتے ہین۔ وہ کیا کرتا ہے۔ رات دن عبادت کرتا ہے۔ کسی سے برائی نہین کرتا۔ آپ غور کیجیئے کہ وہ خود دوسرون کا مال بلامحنت استعمال کرتا ہے۔ یہ کتنا اچھا ہے۔ یہ کہوگے کہ وہ دوسرون کا بہلا کرتا ہے۔ یہ تو ضرور ہی غلط ہے کہ وہ ساری دنیا

کی بھلائی کرتا ہے یا جو شخص اوسکی پرورش کرتا ہے اوسکی حاجتین پوری کرتا ہے - میرا خیال یہ ہے کہ وہ جو عبادت کرتا ہے صرف اپنے آیندہ آرام کے لیے کرتا ہے - حاجت کسی کی اوسکے ہاتھہ مین نہین اور وہ مفت خورہ ہے -

امیرون مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت -

ایک امیر کو فرض کر لیجیے کہ اوسکی لوگ مدح کرتے ہین کہ بہت اچھا ہے - کیا اچھا ہے - بڑا مخیر ہے - بڑا نیک ہے - کیا آپ نے ایسے امیرون کا انجام نہین دیکھا کہ مجلس افروزی کے لیے مصاحب جمع ہوے انتظام سے بیخبری ہوئی قرضہ ہوا - بالآخر خود بھیک مانگی یا اولاد کو اس قابل چھوڑا کہ بھیک مانگین -

حکام مین جو بھلائی سمجھی جاتی اوس بھلائی کی حالت -

ایک کلکٹر کو لیجیے اوسکی تعریف ہے کہ بڑا اچھا ہے - وہ کیا کرتا ہے سب لوگون کی سنتا ہے - اور بڑا رحمدل ہے یعنی مجرمون کو معاف کرتا ہے - کیا بدی کی سزا نہ دینا اچھا ہے - کیا ہر اہل غرض کی بات سننے سے مفاسد نہین پیدا ہوتے -

اللہ تعالی مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت

اسی طرح درباب حق تعالی آپ نے اپنی خیالی نیکی کے موافق سمجھا ہے کہ وہ نیک ہے مگر وہ ایسا نیک ہے کہ کوئی اوسکی دوسری مثال نہین ہے - لیکن وہ زندہ کو مردہ کرتا ہے - جننے کی عورتون کو تکلیف دیتا ہے - وہ جرائم کی سزائین علاوہ اسکے جو آیندہ کے لیے مقرر ہین دنیا مین بھی دیتا ہے پس جو نیکی آپ نے خیال کر رکھی ہے وہ غلط نیکی ہے - آپ اوس خالق کا حال سوچ رہے ہین جو ایک بڑا منتظم ہے اوسمین طرح طرح کے اوصاف موجود ہین جب ایک صفت کو دوسری

صفت سے ملائیگا عقل حیران ہو جائیگی اور ایک صفت دوسری صفت کے متضاد اور مخالف معلوم ہوگی اور آپ کی سمجھ سے باہر ہو جائیگی (لفظ آپ سے ذات قاری یا مخاطب مراد نہیں ہے عامہ خلائق مراد ہیں) اسی لیے یہہ امر ہے کہ جو لوگ قابلیت نہیں رکھتے اونکو اللہ جل شانہ کے امورات مین سوچنا ہی منع ہے۔ اسی لیے مین ناظرین کی خدمت اقدس مین گزارش کرتا ہون کہ اگر آپ کی طبیعت مین زیادہ خلجان کی کیفیت ہو تو آپ ان مباحث مین نہ پڑین اور خیال کرلین کہ وسوسہ شیطانی ہو اور آگے اس کتاب کو ملاحظہ نفرمائین۔

شرح اس بات کی کہ بیان بالا کا مقصود انکار دلائل نہین ہے

ممکن ہے کہ جو کچھ آپ سے مین نے گذارش کیا آپ فرمائین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ دلیل کام کی چیز نہین ہے۔ اور جب دلیل کام کی چیز نہ ہو تو کوئی چیز ثابت ہی نہین ہو سکتی حالانکہ دنیا کا کام دلیل سے چلتا ہے۔ مثلاً جو شخص مکان مین بیٹھا ہو وہ چاندنی چھٹکی ہوئی دیکھکر جان سکتا ہے کہ چاند نکلا ہوا ہے۔ گو اوسنے چاند کو اوس وقت نہ دیکھا ہو۔ جو شخص مرا پڑا ہو اور سینے مین اوسکے زخم ہو جس سے خون اوبلا ہوا ہو آپ جان لینگے کہ یہ زخم اس موت کا باعث ہے اور کسی نے گولی چلائی یا تلوار ماری ہے تب زخم ہوا ہے۔ کوئی زخم کا لگانیوالا ہے۔ اسکی توضیح بھی ضرور معلوم ہوتی ہے۔

امتیاز صحیح وسقیم کی دقت کا بیان۔

پس جاننا چاہیے کہ ہم دلیل سے اور اوسکی صحت سے کب انکار کرتے ہین۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ محض دلیل جو قوت فکر اور معلومات کا نتیجہ ہے قوت فکر و معلومات پر اوسکی صحت اور عدم صحت موقوف ہے اگر آدمی کی عقل وسوقت صحیح ہے

تو دلیل بہی جو صحیح معلومات پر مبنی ہے صحیح ہوگی ورنہ نہین۔

مثال عدم صحت اوس دلیل کی جو آنکہہ سے دیکھکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص جو دنیا مین نہین پہرا اور ناواقف ہے جب موسم گرمی مین ایسے جنگل سے گذریگا جہان ریت کے سوا اور کچہہ نہو جان لیگا کہ تالاب بہرے ہوے ہین۔ یہ نتیجہ غلط ہے گو آنکہہ سے دیکہی ہوی چیز کے متعلق نکالا ہے۔ غلطی اسلیے ہوی کہ اس شخص کو معلوم نہین کہ گرمی مین دور کی ریت بشکل تالاب نظر آتی ہے۔

مثال عدم صحت اوس دلیل جو سنکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال یہہ ہے کہ ایک مجسٹریٹ کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو اس الزام مین ماخوذ تہا کہ اوسنے اپنے آقا کے مال کی چوری کی اور جب اوسپر سختی ہوی تو اوسنے چرایا ہوا مال دیدیا۔ دو آدمیون نے قسم کہاکر بیان کیا کہ اسنے چوری کا مال دیا ہے اور اوس شخص نے بہی قبول کرلیا کہ ہان مین نے مال آقا کا چرایا تہا اور ایک جگہہ چہپا رکہا تہا مین نے دیا ہے۔ مجسٹریٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ چور ہے اور اسکو چوری کی سزا دینی چاہیے۔ اوس دن مجسٹریٹ حکم نہ دیسکا۔ دوسرے دن اوسکے پاس ایک گمنام عرضی آئی اوس مین لکہا تہا کہ یہ شخص جو چوری کرنا اپنی بنسبت قبول کرتا ہے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے کیونکہ چوری آقا کے بہتیجے نے کی ہے اور اوسکے دوست نے اور وہ دونون وہی شخص ہین جنہون نے قسم کہاکر بیان کیا ہے کہ یہ مال قبول کرنیوالے کے دینے سے ملا ہے۔ مجسٹریٹ کو آقا اور ملازم کے تعلق سے شبہہ ہوا اور اوسنے زیادہ تحقیقات کی اور آخر کو دونون نے قبولا کہ درصل چور وہی تہے

جنہون نے قسم کہا کر گواہی دی تہی اور جو الزام مین پکڑا ہوا آیا تہا صرف آقا کے بہتیجے کے
بچانیکے لیے الزام اپنے اوپر لیتا تہا۔ وجہ اسکی یہہ تہی کہ جسکے یہان چوری ہوی تہی نہایت
بامروت تہا چوری اوسکی غیبت مین ہوی تہی اور پولیس والے اوسکے گہر پہونچنے سی پہلے
آچکے تہے اونہون نے مال بہی بہتیجے سے لیلیا تہا اور اصلی کیفیت بہی معلوم کرچکے
تہے۔ اس بہتیجے کی شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی تہی۔ بیوہ بہاوج یعنی چور کی مان نے
خوشامد کی تہی اور مالک نے مروت مین آکر اپنے ایک وفادار ملازم سے کہہ دیا تہا کہ
تم ایک دو برس جیلخانہ مین رہنے کی مصیبت جہیل لو اور میرے خاندان کو بدنامی سے
اور اس بہتیجے کو قید سے بچادو۔ اوسنے قبول کرلیا تہا۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے اصلی مجرم کو
سزا دی اور وفادار ملازم کو چہوڑدیا۔ یہ مثال فرضی نہین ہے ایک مقدمہ ہے جسکی مثل
ایک ضلع مین موجود ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو نتیجہ پہلے دن مجسٹریٹ نے نکالا تہا
وہ غلط تہا اس لیے کہ غلط معلومات پر مبنی تہا گو پہلے دن لاجواب تہا۔

واضح دلائل مین سخت دہوکے ہوسکتے کا بیان۔

یہان تک دلیلون مین وہ ہوکہ ہوتا ہے کہ جو دو مثالین صحیح نتیجہ کی اعتراض مین بیان کی ہین ممکن ہے کہ وہ بہی صحیح نہون۔

جس شخص نے چاندنی سے چاند کو جانا ممکن ہے کہ وہ روشنی کسی دوسرے ستارہ کی ہو
یا کسی بڑی بتی روشنی کا عکس ہو۔ یا بنایا ہوا چاند ہو جیسے مشہور ہے کہ ایک جہوٹے دعویدار
پیغمبری نے نکالا تہا اور وہ شخص جو مرا پڑا ہوا تہا بازیگر ہو۔ خون جو آپنے اوبلا ہوا دیکہا
وہ اوسکے جسم کا نہو اور وہ زخم صرف بنا ہوا ہو جیسے آپ نے عمدہ شعبدہ بازون کو تماشہ

کرتے ہوے دیکھا ہوگا - وہ شخص مرا ہوا ہی نہو دم ساده لیا ہو - زیادہ تر غور کے قابل یہ بات ہے کہ آپ نارنگی کو دیکھکر نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اوسکے اندر سے پہانکین نکلینگی اور اُن پہانکون مین جو زیرہ ہوگا اوسمین رس ہوگا - لیکن اگر موم کی نارنگی کو جیسے بنتی ہے آپ دیکھینگے تو بھی یہی نتیجہ نکال لینگے حالانکہ اوسمین نہ پہانک ہوگی نہ رس - اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ دلیلون کی صحت کا جان لینا اور دہوکون سے بچنا آسان کام نہین ہے گو دلیل حقیقت مین ایک شے مستقل ہے -

علم منطق سے دہوکون کے زیادہ بڑھ جانے کا بیان -

اسی لیے لوگون نے اس باب مین کتابین تصنیف کی ہین اور بڑے بڑے قواعد مقرر کیے ہین جنکی نسبت دعوی کیا جاتا ہے کہ اوس طریقہ پر جو شخص فکر کریگا خطا نہوگی - حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر اوس طریقہ پر فکر کرنیوالے خطا کرتے ہین اتنا وہ لوگ نہین کرتے جو اوس علم سے واقف بھی نہین ہین - ثبوت اسکا یہ ہے کہ جسقدر منطقی لوگون مین اختلاف ہوتا ہے اوسقدر دوسرون مین نہین ہوتا - ضرور ہے کہ ایک نتیجہ صحیح ہو - پس یہان جو ایک ہی امر کی بابت مختلف نتیجے نکالے ہین وہ سب کیونکر صحیح ہو سکتے ہین -

عدالت ہائیکورٹ کی حالت سے دلائل کی دقت اور اشکال امتیاز پر استدلال -

آپ ہائی کورٹ کو ذرا غور سے دیکھیے کہ ایک ہی معاملے مین ایک وقت وہی جج ایک راے دیتے ہین دوسرے وقت دوسری راے حالانکہ اون راے دہندون کے کمال عقل اور کمال قوت فکری کے متعلق کوئی شخص شبہہ نہین کرسکتا - پریوی کونسل مین جب وہ فیصلے جاتے ہین اونکی غلطیان ثابت ہوتی ہین - یعنی دوسرے نتیجے نکالے جاتے ہین - قیاس یون چاہتا ہے کہ اگر کوئی اور مجمع لیا

مان لیا جاے کہ اوسے پریوی کونسل کے احکام کی نظر ثانی کا اختیار دیا جاے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا۔ چنانچہ جو شخص شرع محمدی کے احکام جانتا ہے اوسے معلوم ہے کہ وقف بالوصیت کے معاملات اوس عالی عدالت سے ابتک صحیح فیصلہ نہین ہوئے۔ ایسے ہی امور کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اختلاف راے ایسی آسان شے ہے کہ لوگ اختلاف کرنیوالونکو معذور سمجھنے لگے ہین۔ پھر آپ غور کیجیے کہ کن معاملات کی نسبت علی الاکثر ایسا واقع ہوتا ہے اون معاملات کی نسبت جنمین دستاویزین تحریر شدہ موجود ہین جسٹر ہو چکی ہین۔ قوانین سے پہلے معاملات کے فیصلے کے لیے منضبط ہین۔ نظائر اونکی شرح کر چکے ہین یہان سوچنا اللہ تعالیٰ کے کارخانہ کا مقصود ہے جسمین بدلنے والے قانون اور اختلاف کرنیوالی رائین درماندہ ہین۔ اس بڑے کارخانہ کی مثال دوسری موجود نہین جہان قیاس کام دے۔

دلائل کے دقت امتیاز کے متعلق تجربات کی ایک مثال

دلائل کا ضعف یہان تک میری نظر مین ہے کہ جسقدر مخلوقات ہین بعض ایسی ہین کہ اوسطرح کی مخلوقات مین ایک تجربہ صحیح ہوتا ہے یہی تجربات سب سے مضبوط دلیل ہو جاتے ہین۔ مگر وہی تجربہ اوسی طرح کی مخلوق مین ناکافی و بیچارہ ثابت ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دلیل عموماً مضبوط شے نہین مثال اوسکی یہ ہے کہ آپ غور فرمایے کہ آفتاب کی حرارت اور آگ کا خاصہ یہ ہے کہ برف کو گلا دے اور جبتک وہ برف کو نہ گلاے برف سے جو چیز ڈھکی ہوئی ہو اوسپر حرارت آفتاب کا اثر نہ پہونچے۔ مگر آپ دیکھیے کہ ایسا مضبوط قاعدہ اللہ تعالیٰ جلشانہ کے بعض مصنوعات ہم قسم مین کسقدر ٹوٹا

ہوا ہے - چنانچہ بذریعہ غبارہ جو لوگ بہت اوپر گئے ہین اونھون نے یہ بات دیکھی ہے
کہ کرۂ ارض کے گرد ہوا اسقدر سرد ہے کہ اوسمین پہونچکر آدمی زندہ نہین رہ سکتا - حکما سابق
قائل تھے کہ کرۂ زمہریر ہمارے اوپر ہے اوسپر کرۂ نار ہے اوسکے اوپر آفتاب ہے - معنی
یہ ہین کہ ہم برف سے ڈھکے ہوئے ہین باوجود اسکے وہ برف بھی بحال خود قائم رہتا ہے مگر
گرمیون مین آفتاب کی حرارت اور آگ ہم لوگون کو اسقدر ستاتے ہین کہ بدن پر آبلے پڑجاتے
ہین - یہ عجیب بات ہے کہ تھوڑی سی برف تو اتنے بڑے آفتاب اور آگ کی گرمی کو ایسا
بچالے کہ جبتک اوس سے ڈھکے رہیے بچے رہیے - اور اتنی بڑی سردی کرۂ زمہریر
یا ہوای سردکی کچھہ نہ کر سکے - یہ بات کہ شعاعین ٹیڑھی ترچھی ہوجاتی ہین اور اثر بدل
جاتا ہے زمین پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو گرم کرتا ہے قریب والون کو گرمی پہونچاتا ہے -
مضبوط نہین معلوم ہوتی اسلیئے کہ آگ کے انگارے برف پر ٹیڑھے ترچھے رکھدیجیے اثر
یکسان ہوگا - آخر کرۂ زمہریر سب طرف یکسان محیط ہے اور کسی قسم کی شعاعین ہون
سیدھی یا ترچھی سب برف مین سے ہوکر آتی ہین مگر آپ کے قاعدہ کلیہ کو توڑے ڈالتی
ہین - اسلیئے کہ شعاعین ایسی سرد ہوا مین ہوکر آتی ہین کہ سوای اس مثال کے اور کوئی مثال
دنیا مین نہین ہے جہان آگ کی شعاعین اور لپیٹ بعد ایسے سرد مقام سے مرور کی گرمی کا
اثر رکھہ سکتی ہون جسیقدر وجوہ اسکے حکما نے بیان کیے ہین وہ وجوہ گرمی کے احساس
کے ہین ایسی کوئی مثال نہین بتلائی جسمین گرمی اور سردی باوجودیکہ ایک دوسرے مین
مین نفوذ کرتی ہون بحال خود باقی ہون ہمیشہ یا سردی معدوم ہوجاتی ہے یا گرمی کیونکہ

دونون صریحاً اضداد ہین ۔

اس بیان سے یہ امر ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ گو دلیل ہی پر مدار عالم کا ہے مگر دلائل
مین امتیاز کرنا اور صحیح کو سقیم سے پہچاننا کیسا دشوار کام ہے جسکی وجہ سے عالم ان اختلافات
مین مبتلا ہے کہ حقیقت مین دو آدمی بھی ایک راے کے کم ہوتے ہین ۔

بیان اسکا کہ اللہ تعالیٰ نے دقت امتیاز کو کیونکر رفع فرمایا ہے ۔

میرا خیال یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو جو نبی بھیجنے کی ضرورت ہوئی وہ
یہی تھی کہ لوگون مین ایک ایسا آدمی بھیجنا چاہیے (۱) جو ایسی مضبوط عقل کا ہو کہ اوس پر
صحت دلائل مین امتیاز کرنیکے لیے پورا اعتماد کیا جاوے ۔ (۲) اور اوسکی قوت فکری
ایسی خاص طرح کی بنائی ہوئی ہو جو کبھی غلطی نہ کرے ۔ (۳) اور وہ جان سکتا ہو کہ حقیقت
مین یہ دلیل صحیح ہے اور یہ دلیل غلط ہے ۔ (۴) وہ دلائل کو ایسی واضح باتون سے
ثابت کرے کہ دل مان جاوے (۵) اور وہ دکھلادے کہ اوسمین کیا قوت ہے
یعنی وہ قوت ہے جو اور کسی فرد بشر کے اندر نہین ہے ۔ ضرور ہے کہ اسمین بڑی
آسانی ہو سکتی ہے اور جھگڑا چُک جاتا ہے ۔

اب اون دلائل کو دیکھیے جو اپنے نبی کی زبان سے حق تعالیٰ نے کہلائی ہین
وہ سب چھوٹے چھوٹے ہین نہایت مختصر اور واضح ۔ اور وہ صرف اونہین مطالب کے
لیے بیان کیے گئے ہین جو حق تعالیٰ کی ذات کی شناخت کے متعلق ہین ۔ جب شناخت
ہوگئی اور حق تعالیٰ کے پیغمبر کو پیغمبر مان لیا تو جسقدر احکام بیان ہوے اونمین اکثر
دلیل نہین بیان کی گئی (مثلاً نماز کیون واجب کی ہے ۔ عدد رکعات کیون مختلف ہین

عام فائدہ اور نقصان ہر چیز کی دلیل نہین ہے) اس لیے کہ دلیل کا سلسلہ ہی خطرناک تہا۔ حق تعالیٰ کے وجود کی بابت جسقدر دلائل ہین میرے نزدیک وہ اسقدر ظاہر ہین کہ اگر آدمی انسے انکار کرے تو وہ پانی کے پانی ہونیسے انکار کرسکتا ہے اور آگ کے آگ ہونے سے۔ اسی لیے بعض بڑے علماء کا مقولہ ہے کہ وجود باری تعالیٰ کا مان لینا تو گویا ایک فطری اور طبیعی امر ہے۔

اب مین مقصود اصلی کیطرف توجہ کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ آیندہ جو گذارش کرون آپ کی تسکین اور تفریح کا باعث ہو گو یہہ میرا لکہنا بہی دلیل ہے مگر یہہ بات پائیگا کہ صرف ان چیزون کیطرف توجہ دلائی ہے جنکے موجود ہونے مین اگر آنکہہ کہول کر دیکھیئے تو کوئی شخص شک نہین کرسکتا اور اونکے وہ مصالح بیان کیے ہین جو بہت ہی ظاہر ہین۔

باب اول

باب اول

نظام عالم کی خوبیان

اسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے

نظام عالم کے بیان کی وجہ

اصل مین یہ اعتراضات خلق شیطان اور اوسکے اقتدار کی بابت نہین ہین بلکہ اوس نظام اور حکمت عملی اور صنائع و بدائع الٰہی کے متعلق ہین جو اس بڑے کارخانہ مین موجود ہین جسکی عظمت اور دقائق کنہ ماہیت کا پہچاننا ابتک ہماری سمجہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ان اعتراضون کے دشوار معلوم ہونیکی ہے۔ اس لیئے لازم آتا ہے

کہ کسی قدر بسط کے ساتھہ اس سلسلہ نظام کی خوبیون کا جہانتک ہماری سمجھہ مین آسکتی ہین بیان کیا جائے۔

موجودات عالم مین افراط اور تنوع ہے

پس سب سے اول اجلای بدیہیات سے یہ بات ہی کہ جناب باری تعالی جل شانہ نے جو عالم کو ایجاد فرمایا ہے اوسکی مخلوقات مین بڑا افراط اور تنوع ہے اور باوجود افراط اور تنوع کے اونمین عجیب و غریب نظم ہے۔

افراط کا بیان

افراط کو آپ ملاحظہ فرمایئے۔ ستارون کو دیکھیئے۔ اونکی کثرت کہ وہ گنے نہین جاسکتے ضرب المثل ہے! ہوا کو دیکھیے کہ اتنے بڑے کرہ زمین پر محیط ہے۔ مٹی کو دیکھیے زمین کی وسعت اور فصحت نہایت عظیم الشان ہے اسقدر بڑا کرہ زمین کا ہے کہ ہر جگہہ پہونچنا کسی فرد بشر کا ناممکن ہے۔ پانی سمندر کو ملاحظہ فرمایئے۔ بارش کو دیکھیے۔ دریاؤن کی عظمت اور طغیانی کو دیکھیئے۔ جو چیزین زمین اور آسمان کے اندر ہین اونکو بنظر تعمق دیکھیئے کیا کثرت ہے! مثلاً ذی روح یعنی انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ انسانون کی کثرت ہر بازار مین ہر فوج مین کیسی نظر آتی ہے۔ اور ملکون ملکون مین بھی ہین۔ انکے ساتھہ سواریان۔ بار برداری کے جانور۔ ہاتی۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ خچر۔ اور بہر اور مخلوق۔ لاکھون چڑیاں کرورون چڑیان۔ کیڑے۔ مکوڑون کا تو شمار نہین ہوسکتا! گویا تصور مین بھی تعداد اونکی نہین آسکتی۔ نباتات کو ملاحظہ فرمایئے۔ گویا عدد اونکے حصر کو کافی نہین۔ جمادات کا بھی یہی حال ہے۔

الغرض یہ ایسی بدیہی چیزین ہین کہ زیادہ اشارہ اونکی طرف ضرورنہین صرف اس لیے اونکا ذکر کیا جاتا ہے کہ خیال اونکی افراط پر رجوع ہو کہ کیسی کثرت ہے ۔

تنوع کا بیان

اب تنوع پر نگاہ فرمایئے ۔ ستارے ۔ کتنے چھوٹے بڑے گوناگون اور مختلف خاصیتون کے ہین جنمین سے بہت تھوڑون کا علم ہمکو ہو سکتا ہے کوئی ثابت ہے کوئی سیارہ ہے کسی کی تاثیر یہ ہے کہ گرمی پیدا کرتا ہے ۔ کوئی دانہ پیدا ہونے مین مدد کرتا ہے ۔ کوئی اوسے پکانے مین مدد کرتا ہے کوئی چہرہ کو اُکہاتا ہے وقس علیٰ ہذا ۔

ہوا ۔ متنوع اجزا سے مرکب ہے اختلاف امتزاج سے طرح طرح سے متنوع ہو جاتی ہے جسکا تنوع ہماری سمجھہ مین آسانی سے نہین آتا ظاہر تنوع اوسکا یہ ہے کہ ایک ہوا ہے کہ پانی برساتی ہے ۔ ایک ہے کہ خشکی پیدا کرتی ۔ ایک ہے کہ بیماری پیدا کرتی ہے ۔ ایک ہے کہ بیماری دور کرتی ہے ۔ ایک ہے کہ دل خوش کرتی ہے ایک ہے کہ پریشان کر دیتی ہے مٹی کو دیکھیے وہ بھی مختلف اجزا سے مرکب ہے اور اسلیے اتنے اقسام کی ہے کہ ابتک شمار نہین ہو سکا ہر قطعہ ملک مین مختلف اقسام کی ہوتی ہے ۔ کہین ہیرا پیدا ہوتا ہے ۔ کہین کوئلہ ۔ کہین گنّا پیدا ہوتا ہے کہین گھاس بھی نہین جمتی ۔ کہین سیب پیدا ہوتا ہے کہین امرود ۔

پانی کی طرف توجہ فرمایئے اوسکا بھی ایسا ہی حال ہے ۔ کھاری ہے میٹھا ہے کڑوا ہے ۔ اور صدہا چھوٹے چھوٹے فرق اس عنصر مین ہین ۔

انسانون کو ملاحظہ فرمایئے کہ ان مین کتنا تنوع ہے۔ ہر شخص اپنی صوت کے خاص فرق سے پہچانا جاتا ہے۔

حیوانات مین سے کوئی چیز لیلیجیے۔ بیلون کو دیکھیے۔ اختلاف صورت ورنگ و قد و قامت پر لحاظ کیجیے۔ کوئی اتنا بڑا ہے کہ گاڑی کھینچتا ہے! کوئی اتنا چھوٹا ہے کہ پنجڑے مین رہتا ہے! بندرونکا تنوع مشہور ہے۔ پرندون مین سے اسیطرح کسی چیز کو لیلیجیے۔ مثلاً طوطا۔ سیکڑون طرح کا ہے باعتبار رنگ و قد و ہیئت کے کوئی سفید۔ کوئی سبز۔ کوئی پیلا۔ کوئی سرخ۔ اور کوئی مختلف رنگون پر شامل ہوتا ہے۔

حشرات الارض پر جب متوجہ ہوجیے گا عجب ہوگا۔ سانپ کتنی قسم کے ہین چھوٹے کیڑے کتنے نوع کے ہین۔ تتلیان لاکھون قسم کی ہین۔ پانی اور ہوا اور ہر عنصر کے کیڑے کتنی طرح کے ہین۔

نباتات کے اقسام آپ کو بھی علوم ہین کہ گنتی سے زیادہ ہین۔

جمادات کی بھی یہی حالت ہے۔ اونکے فرق خاصیت پر جب نظر ڈالیے! اور اونہین کے فرق خاصیت پر کیا موقوف ہے ان جملہ اشیاء کی فرق خاصیت پر ذرا توجہ کیجیے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اسقدر تنوع ہے جسکا کوئی شمار نہین۔ اللہ اکبر! بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکے کھانے سے زندہ مردہ ہوجاتا ہے۔ بعض ایسی ہین کہ قریب المرگ تندرست ہوجاتا ہے۔ ایک شے ایسی ہے کہ قبض ہوجاتا ہے۔ ایک ایسی ہے کہ اسہال ہوجاتا ہے۔ ایک چیز جلاتی ہے ایک چیز جلی کو اچھا

کرتی ہے۔ ایک پگھلاتی ہے۔ ایک منجمد کرتی ہے!۔

متنوع ہونا اضداد ہو جانیکی حد کو پہونچا ہے۔

اس تنوع کی کوئی حد نہین ہے اور جب یہ تنوع لاتعد و لا تحصے اشیا مین سے وہ اس رُتبے اور حد پر پہونچ گیا ہے کہ مخلوقات ایک دوسرے کی ضد ہو گیے ہین۔ آگ کو پانی کے ساتھہ کر دیجیے یا آگ بجھہ جائیگی یا پانی بخار ہو کر اوڑ جائیگا۔ آدمی کو شیر کے ساتھہ بند کر دیجیے وہ اسے یا یہ اسے مار ڈالیگا یہان تک اضداد ہین کہ جو چیز ہے وہ اپنا بقا اور نفع چاہتی ہے اور دوسرے سے حاصل کرتی ہے کہ وہی دوسرے کا یا اپنا ضرر ہے اور گویا ہر چیز ضد ایک دوسرے کی ہے

اضداد باوجود اضداد ہونیکے بحال خود ہین۔

باوجود اسکے انمین ایک نظم ہے کہ ہر شے اپنی اپنی جگہہ موجود ہے اور ایسی حالت مین ہے کہ اونکا اثر اونہین پر ابر قرار ہے۔ ان اضداد کے پیدا کرنے مین اور اُنکے ایک مدت تک بحال خود رکھنے مین فی الواقع عجیب صنعت ہے کہ تصور اور بیان اسکے احاطہ سے قاصر ہین۔

اضداد سے کیا عجیب کام حق تعالی نے لیا ہے اور مخلوق پیدا کی ہے۔

یہ خوبی اور صنعت یعنی اونکا پیدا کرنا بحال خود برقرار رکھنا ضرور حیرت مین ڈالتا ہے۔ مگر اس سے بہی زیادہ حیرت اس بات پر نظر کرنے سے ہوتی ہے کہ اضداد سے کیا کام اللہ تعالی نے لیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر کام ہوے ہین اضداد کے ذریعہ سے ہوے ہین۔ ایک مخلوق کی قوت دوسری مخلوق سے جو ضد ہے ملا کر دونون کو محدود کیا ہے اور اوس سے اور مخلوق پیدا کیے ہین اور وہ چیزین جو مخلوق کے کام آئین۔ اصل اشیا مین ایک خاص قوت بڑے زور

شور کی اور نہایت تام اور کامل ہے۔ مثلاً پانی کی قوت۔ کیسے کیسے مضبوط پل توڑ دیتا ہے! قطعات اراضی جنہین لاکھون آدمی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجائین دم مین ادہر سے اودہر کر دیتا ہے۔ مضبوط پتھر ایسے کٹ جاتے ہین جیسے لکڑی چھری سے کٹ جاتی ہے ہوا کی قوت۔ کیسے مضبوط درخت جڑ سے اوکھڑ جاتے ہین۔ کرورون من پانی لیے ہوے بادل اوسپر چلتے ہین!۔ وہی پانی جو ایسا قوی ہے اوسکے ذریعے سے چلتا پھرتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز اوڑے اوڑے پھرتے پارکے رُکے رہتے ہین۔ آگ کی قوت۔ کوہ آتش فشان سے پتھر اسطرح گل کر بہتے ہین کہ جیسے پانی اور شہرون کو تباہ کر ڈالتے ہین! جب آگ زور سے مشتعل ہوجاتی ہے بجھانا مشکل ہوتا ہے اوسی مین لوہا اور ساری دہاتین جو ایسی سخت ہین کہ اکثر چیزین اونسے کٹ جاتی ہین گل جاتا ہے۔ مٹی کی قوت ہر چیز کو گلا کر اپنا سا کرلیتی ہے۔ کیسی سخت سے سخت شے کیون نہو یہہ قوتین غور فرمایئے کتنے زور کی ہین کہ بظاہر اجتماع اونکا محال معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہوا اور مٹی مین کسقدر زور اور اختلاف ہے۔ ہوا ہر وقت متحرک ہے۔ مٹی ہر وقت سکون کی حالت مین ہے۔ آگ ہر وقت جلاتی ہے۔ پانی ہر وقت بجھاتا ہے۔ باوجود اسکے یہہ چارون ایک جگہہ ہین اور یہی مادۂ خلق ہین جنکا نام اربع عناصر مشہور ہے۔ اسوقت کی تحقیقات مین عناصر بہت زیادہ ثابت ہوے ہین۔ اور آگ عنصر قرار نہین پائی۔ اوس بحث سے قطع نظر کرکے ان اربع عناصر یعنی آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی پر غور فرمایئے کہ انہین سے جمادات پیدا ہوے انہین سے نباتات

انہین سے کیڑے ۔ انہین سے چوپایے ۔ نہین سے دوپایے ۔ یہانتک کہ آدمی انہین سے پیدا ہوا ۔ ہر چیز مین دو یا زیادہ چیزون کو کم بیش ملا کر ہر ایک کی قوت محدود کی ہے اور اس قدر متنوع اور با افراط اشیا پیدا فرمائی ہین ۔ کہ سبحان اللہ! ۔

مخلوقات مین قوتون کا تنوع ہے اور وہی مادہ فضیلت ہے اسلیے انسان بہترین مخلوقات ہے

ان مخلوقات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان اونکے اندر افراط ہے اونکی قوتون مین تنوع کا افراط ہے اور وہی کمی بیشی مادہ فضیلت ہے مگر قوت ایک خاص زور کی سب کے اندر موجود ہے ۔ جمادات مین اس قدر قوت ہے کہ جیسے ہین ویسے ہی ہین اتنا خاصہ اون مین ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز اونپر آپڑے اور اونسے ملصق رہے وہ اوسے اپنا سا بنالین ۔ حرکت ارادی اونمین نہین ہے ۔ یہ قوت نباتات مین ہے کہ وہ مٹی کو اپنا سا چندروز کے لیے کرلین اور جلد بڑہین مگر حرکت ارادی اون مین بہی نہین ہے ۔ یہہ مخلوقات اوس مخلوقات اول سے اسلیے افضل ہین کہ مخلوقیت اور تغیر اون مین زیادہ ہے اور وہ زیادہ کام کرتے ہین چنانچہ پہل لاتے ہین ۔ جمادات نہین لاتے ۔ مگر نباتات مین بہی یہ قوت نہین ہے کہ خود حرکت ارادی کرین جنمین یہ قوت ہے وہ جاندار ہین اور اسلیے وہ مخلوق ثانی یعنی نباتات سے بہتر ہین ۔ کیونکہ جس چیز مین ایک خاصہ زیادہ ہو اوس سے وہ بہتر ہوگا جسمین وہ خاصہ نہو ۔ مفردات تو وہ ہین ہی نہین ۔ حرکت سے وہ ضایع ہونے سے بچتے ہین نباتات نہین بچ سکتے ۔ جان والون مین وہ چیزین اون چیزون سے بہتر ہین جنکو اپنی پرورش کا زیادہ مادہ دیا گیا ہے اور دشمن سے بچنے کا بہتر طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہ انسے بہی زیادہ کام کرسکتے ہین ۔

مثلاً کیڑونمین بہہ مادہ کم ہے - اون سے چوپایون مین زیادہ ہے - اون سے انسانون مین
بہت ہی زیادہ ہے - انسانون سے زیادہ یہ مادہ کسی مین نہین ہے - اوراسلیے اون
چیزون مین جو ہمکو دکہائی دیتی ہین انسان سب سے بہتر مخلوق اللہ تعالی کی ہے
اوسکی قوتون کا کوئی مخلوق بہ ضد اد مقابلہ نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ سب پر غالب
ہے - جن سے وہ بناہے اونپر بہی اوسے غلبہ ہوتا ہے - معنی اوسکے یہ ہین کہ اللہ تعالی
نے زمین کی چیزون مین اختلاف مراتب رکہا ہے اور ہر چیز مین تہوڑا یا بہت اپنی حفاظت
اور دفع ضرر کا مادہ بذریعہ اپنی قوت کے دیا ہے - اور اوسقدر وہ مادہ عنایت فرمایا ہے
کہ اوسکے بقار کو اور اوسکی منفعت کو جس لیے وہ پیدا ہوا ہے جبتک منظور رہے
فی نفسہٖ کافی ہو - مثلاً جمادات مین اونکی مضبوطی مادہ دفع ضرر و حفاظت کا ہے -
نباتات مین اونکی افراط اونمین بغیر کمال پر پہونچے ہوے نکا ہونا باعث دفع ضرر و حفاظت
کا ہے - حیوانات مین مختلف ذرائع عطا فرمایے ہین - کسی کو سینگ - کسی کو بہاگنے
کا مادہ - کسی کو ڈنک - کسی کو کچہہ کسی کو کچہہ - آدمی مین سب سے بہتر مادہ عقل ہے
ہم جب اول سے آخر تک نظر ڈالتے ہین تو ہر چیز مین ایسے مادے پاتے ہین اور
انسان مین سب سے کامل - باوجودیکہ اختلاف مراتب جیسا اور تمام مخلوق مین ہے
اس مین بہی ہے پس ضرور انسان بہترین مخلوق اللہ تعالی کا ہے -

اس مادہ فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب -

مادہ فضیلت ہماری نظر سے ہے کیونکہ ہم ناظر ہین یہ نظر غلط نہین
ہے - غور فرمایے کہ خواص اور صفات مین مادہ فضیلت دو چیزین

ہین ایک خاصہ اور صفت کا فی نفسہٖ تام و کامل ہونا۔ دوسرا ایک سے زیادہ خواص اور صفات کا ہونا۔ عناصر مین خاصہ اول زیادہ ہے مخلوق بعناصر مین خاصہ ثانی جہان ترکیب بہ اضداد ہو اور خواص محدود کیے گیے ہون ہر ایک مخلوق با ضداد مین وہ کمال خاصہ کا جو مفرد مین تہا باقی نہین رہ سکتا لیکن اوسمین تعدد خواص کا ہوتا ہے یہ تعدد اوس خاصہ واحد سے یقیناً افضل ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ تیز خاصے ہمارے لیے مضر ہوتے ہین۔ ظاہر مثال یہ ہے کہ جامع آدمی غیر جامع آدمی سے اچھے سمجھے جاتے ہین گو غیر جامع مین ایک فن کامل تر موجود ہو۔ جرنیل ہی ہوتا ہے جسمین سپاہی پن بہی اعلیٰ درجہ کا ہو اور قوت نظم جو سپاہی پن کے خلاف بہی ہے اعلیٰ درجہ کی ہو حق تعالیٰ اسی لیے بہتر ہے کہ اوسمین سارے صفات کمال موجود ہین پس جتنے صفات زیادہ انسان مین ہون وہی زیادہ افضل ہونا چاہیے اور یہی نہونا چاہیے کہ زور کی قوت مفرد مجموعی اور متنوع قوت سے افضل ہے۔ قوت مفرد بہی کام کی ہے اور افضل ہے مگر یہہ اجتماع اور تعدد اوس سے بہی اعلیٰ اور افضل ہے۔ اگر اس طریقہ دلیل کو نہ مانیے تو اسطرح ضرور ماننا پڑیگا کہ عقل آدمی مین افضل ہے اگر عقل نہو جانور کے لیے ہیرے اور پتہر مین فرق نہین ہے عقل وہ چیز ہے جس سے تعدد صفات حاصل ہوتا ہے پس انسان کے افضل المخلوقات ہونے مین شک نہین ہو سکتا۔ یہی نہین ہے کہ ہم اپنے آپ میان مٹہو بنتے ہین بلکہ حقیقت مین افضل ہین ورنہ ہم اور کسی مخلوق کے کام کے ہوتے یہ نہوتا کہ سب ہمارے کام کے ہوتے ہین۔

دوسری طرح یون سمجھیے کہ ہر عنصر ایک کام کا ہے اگر وہی کام باعث فضل ہوتا تو دوسرا نکما اور بغیر فضل کے ہوتا۔ چونکہ دوسرا بھی اپنے موقع پر کام کا ویسا ہی ہے جیسا پہلا تو جہان دو صفتین جمع ہون ایک صفت سے بہتر ہین۔ جہان چار صفات جمع ہون دو صفتون سے بہتر ہین۔ وقس علی ہذا۔ جہان صفات کا مجموعہ ہو اوسمین جسقدر ہر صفت مین کمال ہو وہ زیادہ فضیلت ہے چونکہ سب صفات اللہ تعالی مین جمع ہین وہ سب سے بہتر ہے آدمی مین بعد اللہ کے اسقدر صفات جمع ہین کہ بعد اوسکی ذات پاک کے اوسی مین سب سے زیادہ کثرت صفات کی ہے اس لیے وہی اور سب سے بہتر ہو سکتا ہے یہ صفات کسی دوسرے مین نہین۔ ایک سے دو کا اچھا ہونا روپیہ کی مثال مین بخوبی ظاہر ہے صرف وخدا اچھے نہین جسکی اور وجہ خاص ہے۔ یہہ امر کہ یہ قاعدہ اور ایسے ہی قاعدے سب ہمارے طبعزاد ہین اور اس لیے صحیح نہین غلط ہے۔ آپ کسی دوسرے سے قاعدہ بنوا کر لائیے تب مقابلہ اور حجت فرمائیگا۔ صریح امور مین مجادلہ بیفائدہ محض ہے۔

انسانونکی قوتونکا بیان۔ اب انسانون کی قوتون پر جو عطای الہی ہین غور فرمائیے۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ لوہا ہاتھہ سے توڑ ڈالتے ہین۔ روپیہ سی سخت چیز کے حرف مٹا دیتے ہین۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ملک فتح کر لیتے ہین۔ ہم حکم دیتے اور کوسون تک کی مخلوقات جنکو ہمنے دیکھا بھی نہین ہمارا حکم مانتی ہے اور یہانتک مانتی ہے کہ ہم اپنے بنی نوع کو بھی مثل پشہ کے مار ڈالتے ہین وہ کچھہ بھی مقابلہ ہمارا نہین کر سکتا۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ہم ہر مخلوق کو اپنے بس مین لے آتے ہین چاہے وہ کتنا ہی ہمسے زبردست کیون نہو

ہم ہاتی کو قابو مین کر لیتے ہین - ہم شیر کو مار ڈالتے ہین اوسکو تابعدار کر لیتے ہین - ہم چرندون کے علاوہ پرندون کو ایسا تابعدار کر لیتے ہین کہ جو ہم کہین کرائین اور پہر ہماری ہی پاس چلے آئین یہان تک کہ ہم خود اون چیزون سے جن سے بنے ہین یا وہ ہم مین خاصہ امتزاج سے پیدا ہوی ہین بمقابلہ زور سے کرتے ہین - پانی کو پہیر جاتے ہین آگ کو بجہا دیتے ہین - مٹی کو کہود ڈالتے ہین - ہوا کو روک دیتے ہین - اللہ اکبر! - یہ قوتین اسقدر زور کی اور آزاد ہین کہ ہم جو چاہتے ہین ہو جاتا ہے یعنی مثلاً جب چاہتے ہین لوہا گلا لیتے ہین - جیسا چاہتے ہین اوسے موڑ لیتے ہین یا ایسا نوکدار یا دہاردار کر لیتے ہین کہ جب چاہتے ہین اوس سے جسے چاہین کاٹ ڈالین - پہاڑون مین وزن ہو جاتا ہے وہ بیچ سے کٹ جاتے ہین - جہان کو ہم چاہتے ہین پانی بہتا ہے جہان کو نہین چاہتے نہین بہ سکتا - جتنا نیچا ہو سطح زمین پر آجاتا ہے - ایک پانی اوپر بہا کرتا ہے دوسرا نیچے کو چلا جاتا ہے کیا ممکن کہ ایک دوسرے سے مل جا ئے - ہمنے ایسی عمارتین بنائین ہمنے ایسے باغ لگائے - ہمنے اونمین ایسے آدمی جمع کیے - ہم نے ایسی حکومت حاصل کی کہ ہمکو خیال ہوا کہ ہم ہی خدا ہین یہ بہشت ہے اور سب کچہہ جو دکہلائی دیتا ہے ہمارا ہے - علٰحدہ علٰحدہ تو تون پر نظر کیجیے تو زیادہ حیرت ہو گی - مثلاً ایک دیکھنے کی قوت ہے وہ اسقدر قوی ہے کہ چہوٹی سی آنکہہ اتنے بڑے پہاڑ اور اتنے بڑے ستارونکو جیسے چاند اور سورج ہین دیکہہ سکتی ہے - اگر اس قوت کو بڑہائین تو وہ یہانتک بڑہ جاتی ہے کہ حائل کے باوجود آدمی اوسی طرح دیکہہ سکتا ہے جس طرح بلا حائل ہونے کے -

پہلے لوگ اسے کشف کہا کرتے تھے اور اب قوت مقناطیسی نام ہے۔ ایک قوت
تعقل ہے! اوسکے کرشمے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ عقل یہانتک زور آور چیز بنائی گئی ہے کہ سخت
سے سخت قدرتی ضرورتون پر بعض وقت غالب آجاتی ہے۔ اوسی کی بدولت ہے
جو کچھ ہمکو حاصل ہے۔ ہم غلہ حاصل کرتے ہین۔ ہم کپڑا طیار کر لیتے ہین۔ ہم مکان بناتے
ہین۔ ہم دشمن کو دفع کرتے ہین۔ ہم دوست کی مدد کرتے ہین۔ ہمنے وہ اصول اور
قواعد بنائے ہین جن سے بولنا لکھا جاتا ہے۔ محنت کا معاوضہ ایک جگہہ کہا جاتا ہے
یعنی روپیہ۔ ہمنے کیسے کیسے نازک قاعدے حساب کے بدولت عقل ایجاد کیے! کیسی کیسی
کلین طیار کین۔ کیسی کیسی عجیب خاصیتین دریافت کین۔ جنکے ذریعہ سے کوسون کے فاصلہ
پر آدمی بات کرسکتا ہے اور آن کی آن مین جا پہونچتا ہے!۔

کل مخلوقات کا انسانون کے نفع کے لیے ہونا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک یہ امر ہے کہ جتنی چیزین مخلوق ہوی ہین
اون سب مین نفع ہے اور باوجود اختلاف مراتب ہر چیز ہمارے لیے
نفع رسان ہے گو خلق کرنیکا کام اوسمین زیادہ ہو یا کم۔ یعنی ہمکو کیسے ہی کم درجہ کی معلوم ہوتی
ہو۔ مثلاً جمادات دیکھیے اونمین کتنے منافع ہین؟۔ دھاتین کن کن کامون مین آتی
ہین؟۔ پتھر کن کن کامون مین آتے ہین؟۔ زمین مین سے جو جو چیزین نکلتی ہین
کیا کیا کام دیتی ہین؟۔ مثلاً اگر پتھر کا کوئلہ نہ نکلتا اور ریلون مین لکڑی ہی کا خرچ ہوتا تو نہ ریل کا
کرایہ اتنا سستا ہوتا نہ آپ کو لکڑی اتنی ملتی کہ جاڑون مین تاپ لین۔ یہانتک کہ روٹی
پکالین۔ نباتات مین کتنی قوت ہے؟۔ آپ بوٹیون کی قوتون کو خیال فرمائیے

بعض بوٹیان ایسی ہین کہ انڈے پر لگا دیجیے دن بہر مین بچہ نکل آئیگا کیسی ہی ہات سخت مضبوط ہو گل جائیگی یہ سب قوتین ہمکو نفع دیتی ہین - آدمی کے امراض کی جسقدر دوائین ہین اکثر بوٹیان ہین - زیادتی قوت کی زیادتی نفع کی ہے - **کیڑون** مین کسقدر نفع ہے؟ **شہد** آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ **ریشم** آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ - **پرندون** کا گوشت کسقدر مزہ دار ہے اور اونکے گوشتون مین اور پرون مین سے کتنے منافع حاصل ہوتے ہین؟ - **الغرض** کوئی بُری سے بُری چیز یعنی جو آپکو بُری معلوم ہوتی ہے لیلیجیے اور اوسکے منافع ملاحظہ فرمائیے مثلاً سنکھیا ایک چیز ہے کہ اوسکے کہانے سے آدمی مر جاتا ہے مگر زیادہ کہانے سے مرتا ہے اگر بقدر مناسب کہایے بخار بہی اوتر جاتا ہے اور قوت بہی ہوتی ہے - **فضلہ** آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے مگر اوس سے دیا سلائی کا مادہ اور اوسکے کیڑے سے آنکہہ کی دوا ملتی ہے کہیتون مین ڈالا جاتا ہے قوت پیداوار کی بڑہ جاتی ہے - **مردار خوارون** کا کام صفائی ہے - **سور** کی چربی اوجاع مین آخر علاج بعض مقامات پر ہے **لال سر کا کنکہجورا** سُکہلایئے ناک مین بہونکیے صرع دفع ہو جائیگی - **بچہو** کا تیل آپکو معلوم ہے کس نفع کا ہے - **مکہیان** آپ کو معلوم ہے کہ کیون مخلوق ہوی ہین - یعنی اسلیے کہ ہوا مین جو مرارت ہے اوسکو جذب کرتی ہین اور گرم ملکون مین اسکی ضرورت تہی اور ایسے ہی بہت سے حشرات کی -

اضداد کا خلق برا نہین ہے

اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ خلق اضداد بُرا ہے یا نہین - ظاہر ہے کہ ہرگز بُرا نہین - پہر چارون عنصر پر غور فرمایئے - آگ نہوتی تو روٹی کیسے

پکتی - پانی نہوتا تو روٹی کیسے بنتی - مٹی نہوتی تو روٹی کا غلہ کہان سے آتا - ہوا نہوتی تو غلہ کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ کون پہونچاتا کون اوسکو سکھلاتا - اگر پانی آگ سے نہ ملایا جاتا اسطرح کہ ایک دوسرے کو نہ بجھادے یا ضایع نہ کردے بخار کیسے پیدا ہوتا لوہا بغیر آگ و ہوا و مٹی کے کہانسے آتا بلکہ ہم آپ ہوتے ہی نہین - اتنی ضرورت کی چیزین کہانسے ملتین اور آپ کیسے دنیا بھر مین چلتے پہرتے - بہت موٹی مثال یہ ہے کہ آپ ہر وقت لکہتے ہین قلم اونگلیون مین پکڑتے ہین (۱) ایک اونگلی وہ ہوتی ہے جسپر قلم رہتا ہے (۲) دوسری اوسے حرکت دیتی ہے (۳) تیسری اوسے روک دیتی ہے تب قلم چلتا ہے اور وہان کو چلتا ہے جہان کو آپ چاہتے ہین - اس سے یہ سمجھہ مین آتا ہے کہ خلق اضداد اور اوسکا امتزاج سب سے بڑی ترکیب ہے اور ہر ترکیب مین ہمارا فائدہ ہے اسلیے یہ سب سے بڑی نعمت ہمارے لیے ہے -

وجہ اسکی کہ اضداد مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے -

برائی جو ہمکو معلوم ہوتی ہے وہ اسلیے معلوم ہوتی ہے کہ ہم ان عمدہ اشیاء کو کام مین لانے کے اندر غلطیان کرتے ہین دیکھیے کہانا کیسی اچھی چیز ہے - جب نہین ملتا اور قحط ہوتا ہے لوگونکی کیا حالت ہوتی ہے کہ بچے بیچ ڈالتے ہین درختون کے پتے کہاتے ہین اور جب وہ بھی نہین ملتے مردار کو بھی کہا جاتے ہین اور جب کچھہ نہین ملتا مر جاتے ہین - لیکن وہی کہانا ہے جب زیادہ کہا لیتے ہین بدہضمی اور تخمہ ہوتا ہے سخت تکلیف مین پڑتے ہین اور نکمے رہتے ہین - یہانتک کہ مر بھی جاتے ہین - اسیطرح ہر ایک اضداد کا حال ہے - مثلاً لحاف اچھا معلوم ہوتا ہے

مگر گرمی میں نہیں ۔

اضداد ہونا سبب قریب انعدام ایک دوسرے کا نہیں ہے

پہر غور فرمائیے کہ اضداد ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر چیز اپنی ضد کو معدوم کرے اور چونکہ خلق بذریعہ اضداد ہے تکمیل خلق اور خلق مین جلب منفعت و اخل ہے تو جلب منفعت کے خاصہ سے یہ امر لازم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہر دوسری سے آپ نفع اوٹھانے کی کوشش کرے اور وہی انقطاع دوسرے کے انعدام یا ضرر کا باعث ہو۔ اسکا اثر ضرور ہے چنانچہ آدمی کا آدمی دشمن ہے ۔ جانور کا جانور نباتات نباتات کی دشمن ہین ۔ چنانچہ سایہ مین بڑے درخت کے چھوٹے نہین ہوسکتے بڑے جمادات چھوٹون کو توڑتے ہین وقس علی ہذا باوجود اسکے حیرت ہوتی ہے کہ ہر چیز مین اپنے حفظ اور بقار کا مادّہ دیا گیا ہے جیسا اوپر بیان ہوا ۔ اور عرض کرون کہ جو چیزین زیادہ مضر ہین کمیاب اور دور ہین اور جو چیزین ایسی نہین ہین ہر جگہہ بافراط موجود ہین شیر آدمی سے جدا رہتا ہے ۔ سانپ بہی الگ رہتا ہے ۔ سخت زہر نادر الوجود ہین ۔ پانی اور ہوا اور غلہ ہر جگہہ ہے ۔ مگر یہی نہین ہے کہ دور ہین یا پاس ہی ہین اور پہر بہی بحال خود قائم ہین ۔ یہ نظم واقع مین اعجب العجاب ہے ۔

ان سب امور کا نتیجہ اور یہ کہ جو قوتہائے انسانی جسقدر ہین عطا شدہ ہین

اس سلسلہ پر جو درجہ بدرجہ عطار قوت اور خواص کا ہے جب غور فرمائیگا معلوم ہوگا کہ جتنی قوتین ہین وہ دیدی گئی ہین اور مل چکی ہین اور درجہ بدرجہ اختیار ہے کہ اوس قوت کو کام مین لائیے یا نہ لائیے ۔ اور اوسی اختیار سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ بہی اختیار ہے کہ اوسے اچہی طرح کام مین لائیے یا بُری طرح

چنانچہ ہر چیز کی قوت پر غور فرمائیے - پانی کی - آگ کی - ہوا کی - جمادات کی - نباتات کی - حیوانات کی - ہمکو غرض اسوقت انسان کی قوتون کے دیکھنے سے ہے اور اون پر غور کرنے سے - پس ان بڑی قوتون کو جب ہم آدمی مین دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر قوتین حق تعالی نے عطا فرمائی ہین وہ اس طرح عنایت فرمائی ہین کہ اپنی ذات مین ایک حد تک تام اور کامل ہین ایسی حالت نہین ہے کہ کام کوئی دوسرا کرتا ہو اور وہ آدمی مین ہوکر ظاہر ہوتا ہو جیسے کٹھ پتلی یا کلون کے پرزے ہوتے ہین - اسلیے کہ کوئی وجہ نہین ہے کہ جب اور چیزون مین خواص اور قوتین ہون اور خاصہ لازمی ہون انسان مین وہ قوتین اور خواص نہ ہون نہ خاصہ لازمی ہون آگ مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - پانی مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - ہوا مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - مٹی مین خاصہ اور اوسکے ساتھہ لازم ہو - انسان جب اوسنے کٹھ پتلی کے مثل ہوکر بحس و حرکت ہوجایے سارے خواص اور لزوم جاتے رہین - مادہ عقل بیکار کرنیوالا نہین ہوسکتا جب خاصہ خاصہ ہو اور اوس مین لزوم ہو تو نظر بعمل تاحد خاصہ مختار یا آزاد ہونا چاہیے - مادہ انسانی کی آزادی اس بات سے ظاہر ہے کہ آدمی صحیح اور غلط دونون قسم کے نتیجے نکالتا ہے - چنانچہ یہ نتیجہ بھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالی موجود نہین - اگر انسان مجبور ہوتا - یا کبھی کوئی نتیجہ غلط نہ نکالتا نہ کوئی برا فعل کرتا - یا ہمیشہ غلط نتیجے نکالتا اور ہمیشہ برے افعال کیا کرتا - حالانکہ ایسا نہین ہے - کیا آپ یقین کرسکتے ہین کہ بندہ جو یہہ نتیجہ کبھی کبھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ نہین ہے دنیا ایک مخلوق بحال خود ہے یہہ نتیجہ بھی اللہ کا نکلوایا ہوا ہے نہین

ہوسکتا۔ یہہ کہ اللہ نے لڑکی پیدا کی اور پہر اوسی اللہ نے اس ڈر کے مارے کہ اوسکی شادی کے مصارف کہان سے آئینگے یا کسی کا داماد ہونا اللہ تعالی کو ناگوار ہوگا اوس لڑکی کو مار ڈالا اگر ایسا ہوتا خلق نفرتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آدمی کا فعل ہے اور خواص اور قوتین اوسکی جسقدر اوسکو ملی ہین اوسکی ہین یعنی جتنی ہین اپنی حیثیت مین پوری ہین

دفع دخل اسبات کا کہ اللہ نیکی اور شیطان بدی کرانے والا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بدی شیطان پیدا کرتا ہے اور نیکی اللہ اور اسلیے انسان مثل کل کے ہے تو یہہ سقم لازم آئیگا کہ جب شیطان اور اللہ دونون ایک ہی کل کا چلانا چاہین تو شیطان غالب ہو۔ غلبہ اوسکو ہونا چاہیے جو کل کو بنالے اور شیطان خدا ہو اگر ایسا نہو بدی نہو۔ کوئی وجہ نہین کہ اگر انسان کل کی مثل ہو تو جو کل کو بنالے اوسے اپنے چلانے کو نہ بنالے۔ اگر فرمایئے کہ بعض کلین یعنی آدمی اللہ نے اپنے چلانے کے لیے مخصوص کر لی ہین اور بعض شیطان کے چلانیکے لیے چھوڑ دی ہین تو یہ اوس سے بہی زیادہ غلط ہے۔ اسواسطے کہ ہم دیکھتے ہین کہ بد سے بد آدمی بہی نیک کام کرتے ہین۔ اور نیک سے نیک آدمی سے بہی فعل بد یا افعال بد صادر ہوتے ہین۔ بلکہ عام طور پر یہ حالت دیکہی جاتی ہے کہ ہر آدمی سے بعض اچہے بعض برے افعال صادر ہوتے ہین۔ یہانتک کہ بعض برے خواص بہلائی سے پیدا ہوتے ہین بعض اچہے خواص برائی سے پیدا ہوتے ہین چنانچہ بعض آدمی بڑے خیرات دینے والے ہوتے ہین مگر وہ رشوت بہی بہت سی لیتے ہین۔ بعض مین عادت سلوک اور احسان کرنیکی ہوتی ہے مگر وہ بے موقع احسان کرتے ہین۔ بعض آدمی عشق مجازی کے بعد

خداپرست ہوجاتے ہین۔ اللہ تعالی نے توفیق اور شیطان کے متعلق جو فرمایا ہے وہ اعانت ہے اور اعانت کا یا ترک اعانت کا وعدہ بعد اسباب کے ہے کہ استحقاق اعانت خود اپنے اختیار سے پیدا کیا جاے آپ اوس سے ہوکا نہ کہائیے۔

وجہ اسباب کی کہ افعال مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے اور اوسکا معیار نفع ہے۔

جیسا کہ اضداد کی نسبت مین نے بیان کیا ہے کہ وہ بجاے خود بڑے عمدہ اور نہایت عجیب و غریب خواص کے ہین برائی اونمین غلطی استعمال کی ہے اسیطرح آپ اون افعال پر غور فرمایئے جو انسان سے سرزد ہوتے ہین کہ برے کون سے ہین اور اچھے کون سے ہین اور برائی اون مین کیون پیدا ہوئی ہے شاید سب سے بہتر معیار اور محک یعنی کسوٹی پہچان کی یہہ ہے کہ جو فائدہ دینے والے ہین وہ اچھے ہین جو مضرت اور نقصان پیدا کرنے والے ہین وہ برے ہین۔ جو فائدہ دینے والے نہین ہین وہ خواہ مخواہ نہین دونون مین سے ایک قسم کے ہین فائدہ خواہ اسوقت کا ہو یا آیندہ کا۔ مضرت خواہ اسوقت کی ہو یا آیندہ کی۔ زیادہ غور فرمائیگا تو آخر کو یہین تشریف لے آئیگا۔ مثال عرض کرون۔ ایک ہاتہہ ہلانے کی قوت ہے۔ اپنے سر مین اپنے ہاتہہ سے ایک اینٹ اوٹہا کر مار لیجیے سر مین چوٹ لگے گی شاید خون نکلیگا۔ درد ہوگا زخم ہوگا ممکن ہے کہ وہ سڑ جاے اور مر جایے۔ وہی اینٹ اوٹہا کر ایک بچہو کے مارے اگر وہ مر جاے ایکا دشمن جو آپ کے قریب آرہا ہے اور کاٹنے کو تہا دفع ہو جائیگا۔ یا سانپ کا سر کچل جائیگا اور آپ بڑی تکلیف یا مرنے سے بچ جائیگا۔ اور لیجیے کہ زوجہ سے بحالت سخت ضرورت ایک صحیح بچہ پیدا ہو سکیگا جب تہوڑی سی رغبت سے اوسی فعل کا قصد

ہوگا ایک قوت ضایع ہوگی اور وہ اضاعت ناحق کا ضعف پیدا کریگی - اگر عادت ہوجائیگی
بیحد ضعف ہوجائیگا اگر اولاد ایسی حالتون مین پیدا ہوگی کمزور وقی بسوتی ناک بہتی پیدا ہوگی
سب قوا اوسکے ضعیف ہونگے خصوصًا دماغ نکما ہوگا - اگر عورت محللہ نہین ہے اور فرض
کیجیے کہ وہ کسی دوسرے کی ہے دونون کو ضرر ہوگا ممکن ہے کہ اوسکی ناک کاٹ لیجایے
اور وہ ساری عمر مبتلای تکلیفات رہے اور بلائین دور دور تک سرایت کرین - اگر نہین ہے
اوسکے اخلاق خراب ہون اوسپر سے اعتماد جاتا رہے اور اوسکی ساری زندگی تباہ ہوجایے
آپ ایک ہاتھہ اسلیے ہلاتے ہین کہ مستحق کو دیتے ہین ایک اسلیے ہلاتے ہین کہ پانسہ
پھینکتے ہین - اوس سے آپ کتنی خیر کرتے ہین اس سے آپ اپنے ہارنے کا رنج اوٹھاتے
ہین یا دوسرے کو بلاوجہ ہارنے کا رنج دیتے ہین اور دونون اوقات عزیز ضایع کرتے ہین
جو ہار جیت محض اتفاق پر موقوف و منحصر ہے - آپ غور فرمایئے کہ ہاتھہ ہلانے کی قوت
دینا آپکو اچھا ہے یا برا ہے - آپکو عقل دینا برا ہے یا اچھا ہے - الغرض ان تمام عجیب و
غریب قوتون کا - ان تمام خواص کا جو انسان مین پیدا ہوے ہین دینا اچھا ہے یا برا ہے
آپ ذرا آنکھہ کھولیے تھوڑی سی توجہ فرمایئے - کوئی ذی عقل نہین کہہ سکتا کہ ان قوتون کا
دینا برا تھا جو مصلحت سے بھی عطا ہوی ہین اور جو انعام بھی ہین -

بعض اون قوتون کا بیان جو باعث تکلیف ہوکر مضر معلوم ہوتی ہین

اب مثال کے طور پر اون بعض قوتون کو خیال فرمایئے جو باعث
تکلیف ہین اور بظاہر فی نفسہ بری معلوم ہوتی ہین - انسان کو
ایک مادہ دیا گیا ہے کہ درد کو معلوم کرے - بچہ جب رحم مادر مین ہوتا ہے اوسکا کہنا تاکہ

وہ وہان رہے اور ایک حالت پر آئے ضروری ہے۔ اگر درد معلوم کرنے کی قوت
نہوتی سیخ نکل جاتا اور خبر نہوتی اور وہ مطلب یعنی اوسکا پرورش ہونا فوت ہوجاتا۔
اسلیے درد کی کیفیت کی تمیز دینا ضروری تہا۔ واقع مین درد کے احساس کی قابلیت ایک
بڑی نعمت اور بڑی بخشش ہے۔ اور یہی حال ہر خاصیت کا ہے اگر تفصیل کیجایے تو یہ
بحث ختم ہونے سے رہجایے۔ صرف اسقدر غور کرنا کافی ہوگا کہ اگر درد کا احساس نہوتا
آدمی کا ہاتہہ ٹوٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کون ہاتہہ ٹوٹنے اور کٹنے
کو روکتا۔ پس یہ قوت احساس کیسی ضروری چیز ہے۔ جو بظاہر بری معلوم ہوتی ہے۔
نتیجہ یہہ ہے کہ ہر قوت ایک بڑی نعمت اور ایک بڑی ضروری چیز ہے جسکے بغیر کام نہین
چل سکتا۔ ذراسی اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ قوت احساس اسلیے عنایت ہوی
ہے کہ آدمی کے اعصاب مین قوت صدور افعال کی پیدا ہو ورنہ وہ بے حس ہوتے
مطلقاً قوت ہی نہوتی۔ پس دونون کی ایسی حالت ہے کہ ایک بغیر دوسرے کے ہو ہی
نہین سکتا۔ یہی ایک بڑا نکتہ ہے جو زیادہ غور کے قابل ہے یعنی اگر مادہ حس نہوتا آدمی
مثل کل کے ہوتا۔ کلون کے پرزون پر غور کرنے سے یہ فرق سمجھہ مین آتا ہے۔
چونکہ اونمین حس نہین ہوتا۔ جب ٹوٹ جاتے ہین بے خبر پڑے رہتے ہین بیحس ہونے
کی وجہ سے کلونکی قوت اپنی ذات مین تمام نہین ہے۔ جبتک انسان نہو کل بیکار رہے
چل نہین سکتی۔ نہ پرزہ بدلا جا سکتا ہے۔ وہ محدود کام کے لیے ہے۔ مثلاً کپڑا بننے
کی کل۔ سینے کی کل۔ لوہا بنانے کی کل۔ اوزار بنانے کی کل۔ تولنے کی کل۔

آپ نے منٹ یعنی ٹکسال مین دیکھی ہوگی یہ سب کلین ایک ایک کام کی ہین۔ وہ کل جو
ان سب کلون کو بناتی اور چلاتی ہے ضرور اوسمین ان کلون سے مغائرت اور فوقیت
ہے۔ یہ کلین اسکی بنائی ہوی کل سے کہین ادنی درجہ کی اسلیے ہین کہ ان مین مادہ
حس نہین ہے۔ الغرض اگر انسان مین قوت حس کی نہوتی انسان ایک کل ہوتا اور محض
کل۔ اسلیے قوت احساس دونون کے لیے ہے وہی قوت احساس درد کی قوت ہے
اور وہی قوت صدور افعال کی قوت ہے اور دونون کیسی ضروری اور کتنی بڑی نعمت
ہین اور کیسی ملی جلی ہین کہ جدا نہین ہوسکتین اگر انسان ایسا پیدا کیا جاتا کہ بھلائی کے وقت تو مین
قوت ہو برائی کے وقت وہ قوت جاتی رہے تو بھلائی اور برائی کے افعال کا انسان تابع
ہوتا اور پھر اوسکی مثال جمادات اور بعض حیوانات کیسی ہوتی یا اون خاصیتون کی سی جنپر انسان
خلقۃً مجبور ہے۔ (مثلاً کھانا معمولاً ایک ہی راستہ سے کھایا جاتا ہے۔ فضلہ ایک ہی
راستہ سے دفع ہوتا ہے) اور جو سلسلے آگے گزارش کیے جاتے ہین کہ آدمی کہان سے کہان
ان قوتون کے ذریعہ سے پہونچ سکتا ہے سب جاتے رہتے۔ اس طریقہ خلقت مین
سوای اسکے کہ اختیار ہو دوسری صورت ہی نہین نکل سکتی۔ نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ بھلائی
اور برائی کوئی مجسم شے یا مخلوق الہی نہین ہے جسکو بہت سے لوگون نے اپنے خیال مین
ٹھہرا رکھا ہے صرف نسبت سے اور موقع استعمال قوت سے بھلائی برائی پیدا ہوتی ہے اگر نسبت نہو
برائی کوئی چیز نہین ہے۔

جب مخلوق مین ہین لا ضداد اور متضاد تو تو نیز آپنے غور کیا تو اسبات پر بھی	بیان ہدایت کا کہ کہین ابتدا

چھوٹی معلوم ہوتی ہین چھوٹی تدبیرون کو چھوٹا نہ جاننا چاہیے

غور کرنا لازم ہے کہ انکے ملانے اور اونسے کام لینے کی ترکیبین
ابتدا کیسی چھوٹی معلوم ہوتی ہین اور جمع ہوکر وہ کسقدر عمدہ اور
قوی ہوجاتی ہین اور آثار ونتایج ذرا ذرا سے فرقون سے کسقدر متغیر ہوجاتے ہین ۔
یعنی ایسی حالت ہے کہ اگر اون آثار کو ابتدا بیان کیجیے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک بیحقیقت چیز ہے
لیکن وہی بیحقیقت چیزین ایسے ایسے نتایج انجام کار پیدا کرتی ہین کہ اگر وہ بیحقیقت چیزین نہوتین
کبھی وہ نتایج بزرگ اور منافع سترگ جو عقل کو حیرت مین ڈالتے ہین اور عقل سے باہر ہوجاتی ہین
پیدا نہوتے ۔ نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ ترکیبون کو گو چھوٹی معلوم ہون خواہ بڑی حقیر نہ سمجھنا
چاہیے گو اوسوقت وہ کیسی ہی چھوٹی اور بیحقیقت معلوم ہوتی ہون تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے
کہ آپ علوم کے ابتدائی مراتب پر غور فرمایئے اول لکھنے کو لیجیے ۔ آواز کے ٹکڑے ٹکڑے
کر ڈالے گئے اور ہر ٹکڑے کے لیے ایک نشانی بنائی گئی جسکا نام حرف ہے اور پہر
وہ نشانیان ملائی گئین ۔ اولا ٹکڑا کرنا کیسا ضروری تہا پہر حروف بنانے کیسے ضروری تہے
مگر یہہ سب کیسا بیحقیقت اور ہنسی کے قابل معلوم ہوتا ہے ۔ آ ۔ عا ۔ جا ۔ وغیرہ وغیرہ
مگر بعد مشق اور مرکب ہوجانے کے ملاحظہ فرمایئے کہ اس بہونڈی سی ترکیب سے کتنا ضروری
کام نکلا جو تمام علوم اور فنون اور دنیا مین بسر اوقات کا ذریعہ ہے **حساب**
کو لیجیے ۔ حساب اسطرح شروع ہوا کہ ایک شخص کو منظور ہوا کہ ایک فوج جو اوسکے سامنے
سے گذرتی ہے معلوم کرے کہ کتنی ہے ۔ اوسنے ہر آدمی کے واسطے ایک لکڑی گھڑے
مین ڈال دی ۔ اوسکے بعد اکائی دہائی سیکڑہ بنا اس بنانے سے تمام دنیا کا کام چلا اور ایسا

نفیس علم نکلا کہ بغیر اوسکے کوئی بہی کام نہین ہوسکتا۔ ہر چیز مین حساب کی ضرورت ہے
حروف اٹھائیس ہین۔ دن کے چار پہر ہین۔ بنیے کے یہان سے جنس بغیر حساب کے نہین
خریدی جاتی۔ آدمی حساب کے ذریعہ سے کتنے کام کرتے ہین اور اوسیکے ذریعہ سے
زندہ رہتے ہین دوا بلا حساب کہا جاے مر جائیگا۔ یہہ ایسا امر ظاہر ہے کہ اوس مین
طول دینے کی ضرورت نہین ہے مگر اولاً غور فرمایئے کہ وہ کیسا بیحقیقت سا طریقہ تہا
پہر اور ریاضیات کو ملاحظہ فرمایئے اقلیدس کے اشکال جو ذریعہ تمام عمارات اور ریلون
کے بنانے کا ہین وہ ابتدا غور کیجیے کہ کیسے کیسے سہل قاعدون سے شروع کیا گیا ہے او سکے
حدود اور اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ پر خیال فرمائیے۔ مثلاً ایک علوم متعارفہ مین سے
یہ ہے کہ جتنی چیزین کسی ایک چیز کے برابر ہوتی ہین وہ سب آپسمین برابر ہوتی ہین۔ یہہ کیسی آسان سی بات ہے
مگر ایسی ہی چہوٹی باتین جمع کر لی گئین اور چند اصول جمع کر کے کتنا نفیس اور مشکل علم نکالا
گیا ہے جسکے ذریعہ سے تمام دنیا کی کلین اور عجیب عجیب چیزین ایجاد ہوئین۔ واقع مین
ترکیب کو ایسا دخل ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ آدمی جو ایک دو من سے زیادہ
بوجہہ نہین اوٹہا سکتا ترکیب سے ہزار دو ہزار من اوٹہا سکتا ہے اور اوسی ترکیب مین ایک
اجتماع قوت ہے اوس سے کروڑون من بوجہہ اوٹہایے جاتے ہین۔ مثلث بنا کر
اکثر کام نکالے جاتے ہین اور مثلث ایک دو کیل ٹہوکنے سے بن جاتا ہے۔ کیل کتنی
بیحقیقت چیز ہے۔ یہہ بیحقیقت چیز بعض وقت ایسا نفع دیتی ہے کہ اوس سے جان
بچ جاتی ہے۔ بڑی بڑی ترکیبون کو جانے دیجیے چہوٹی چہوٹی ترکیبون پر غور فرمایئے

آدھ سیر چنے انسان کہا سکتا ہے۔ اوسی آدھ سیر چنون کو بوتل مین کہد بیجیے بوتل پر کپڑا لپیٹ دیجیے اور بوتل کے منہہ مین سکین بہر دیجیے ایک چھوٹا گڑھا بنایئے اور ایک بڑا۔ بڑے گڑھے مین بوتل رکہکر اوپلے بہر دیجیے اور آگ دیدیجیے چہوٹے گڑھے مین جو برتن کہا جاے اوسمین اون چنون کا تیل نکل آئیگا۔ بہلا اوسکو تو کہا جایئے۔ چنا سواے بہوک دور کرنیکے کچہہ اور بڑا کام نہین کرتا مگر یہ تیل بہت سے امراض کی دوا ہو جاتا ہے۔ یہانتک چھوٹی چھوٹی ترکیبون کو اثر ہے کہ اون لوگون کا نتیجہ جو ان تدبیرون پر لحاظ کرتے ہین اون لوگون کے نتیجہ سے جو چھوٹی چھوٹے اسباب پر لحاظ نہین کرتے ایسا مختلف ہوتا ہے جیسا رات اور دن مین فرق اور اختلاف ہے۔ اسکی مثالین لاکھون ہین چنانچہ روزمرہ کے استعمال مین ملاحظہ فرمایئے۔ اوسی مصالحہ اور دال چاول سے ایک آدمی ایسے مزہ کی کہچڑی پکا سکتا ہے کہ کہلایئے تو اونگلیان چاٹتے رہ جایئے ایک ایسی پکاتا ہے کہ زبان پر رکہنے کو جی نہین چاہتا۔ لکڑی اور لوہے کے تختے کو بیٹ کرکے توڑیے آسان یا تہوڑے بوجہہ سے ٹوٹ جائیگا اگر اوسکو کہڑا کرکے توڑیے کئی گنے بوجہہ سے ٹوٹیگا حالانکہ صرف ہیر پہیر سیدہا اور ٹیڑہا کرنیکا ہے بہلا لکڑی تو مضبوط شے ہے انڈا جو ٹہیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے اگر اوسے سیدہا کہڑا دباکر توڑیے وہ بہی تو مشکل سے ٹوٹتا ہے کہٹکنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مین نے اپنی آنکہہ سے دیکہا ہے کہ ایک شخص موم کا تیل بغیر نمک ملایے ہوئے خشت آب نارسیدہ کے ذریعہ سے نکالتے تہے اور موم کی مقدار سے قریب ۱/۲ کے نکلتا تہا اور ایسا نفع کرتا تہا کہ مین نے کسی دوا کو ایسا نفع کرتے ہوے جیسا

دفع اوجاع مین یہ تیل کام کرتا تہا کم دیکہا ہے ۔ یعنی خفیف درد و نہین ایک دفع لگانے
سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ کبہی یہان درد ہوا ہی نہین تہا سخت قسم کے وجاع مین یہانتک کہ جب
وہ خدر پیدا کرین اور اوس حالت مین کہ لقوہ یا فالج کا مادہ ہو اوسکا بکثرت استعمال باعث
استیصال ہوجاتا تہا ۔ مین ترکیب ظاہری اوسکی لکہے دیتا ہون آپ بنائیے ایک قطرہ
بہی تیل کا نہ نکلیگا اور اگر واقف ہوجائیے مختلف آنچ لگا دیجیئے وہ تیل وسیقدر نکل آئیگا
اور ایسا نکل آئیگا کہ ٹہنڈے پانی مین بہی نہ جمے ۔ ترکیب یہ ہے کہ مٹی کی ہانڈی جسمین
دوا ڈہائی سیر چہیما پائے لیجیے اوسکی پیندی پر گڑ کے شربت کا لیپ کردیجیے (یہہ بہی عجیب
ترکیب ہے کہ مٹی کی ہانڈیان سخت آنچ مین چٹک جاتی ہین لیکن جس ہانڈی مین گڑ کے
شربت کا لیپ کردیا گیا ہو صدہا من لکڑی کی آنچ مین بہی نہین چٹکتی) اوس ہانڈی کے
اوپر چولہ کی راکہہ جسکا وزن ڈیڑہ سیر ہو آدہ پاو نمک ملا کر ہانڈی پر کپڑا لپیٹ کر گل حکمت کردیجیے
اوپر اوسکے چینی مین وزن کردیجیے اوسمین پیتل کی ٹیڑہی نلکی لگا دیجیے کہ ایک سرا اوسکا چینی مین رہے
دوسرا تیل مین ہانڈی کے اندر موم کو اسطرح بند کردیجیے کہ پہلے اینٹ کہوہہ کی تہ لگائیے اوسکے بعد موم دیجیے
اینٹ کہوہہ دیجیے وزن اینٹ کہوہہ کا موم سے ڈیوڑہا ہو ہانڈی کے مُنہ سے اینٹ کہوہہ اور
موم تہوڑا نیچا رہے یہ ہانڈی بہٹی پر اسطرح سے رکہی جاوے کہ آنچ بہٹی کی ہانڈی کے
گرد سے نہ نکلے ۔ علاوہ اسکے کانچ کی حالت کو ترکیب کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمایئے
اولا وہ کہاردار مٹی سے اسطرح نکل آتا ہے کہ کچہہ بڑی دقت نہین ہوتی بعد نکلنے کے مختلف
ترکیبون کے ذریعہ سے صاف ہوتا ہے صاف کرتے کرتے اوس سے خوردبین بنائی

جاتی ہے جو اشیاء کو اپنی مقدار سے ہزارون گنا زیادہ دکھلاتی ہے یہانتک کہ انسان کی کہال مین جو باریک روزن ہین جنکو مسامات کہتے ہین اتنے بڑے دکھلائی دیتے ہین کہ اون مین خون بہتا ہوا نظر آجاتا ہے چہوٹے چہوٹے کیڑے نظر آنے لگتے ہین اور اوس سے بڑی بڑی تدبیرین متعلق علاج کے پیدا ہوتی ہین۔ غرض اس بیان سے یہہ ہے کہ جب ترکیبون کو دلیل کے طور پر بیان کیا جاے تو کچہہ مضبوط معلوم نہین ہوتین لیکن حقیقت مین بڑی مضبوط ہوتی ہین۔ چونکہ آپ متوجہ طرف دریافت اور غور اون ترکیبات و صنائع کے ہین جو خلق عالم مین مخفی اور پوشیدہ ہین اور یہ دیکہہ رہے ہین کہ ایسے مدبر کے افعال قابل اعتراض ہین یا نہین اوسکے غور مین اس امر بزرگ سے غفلت نہ کیجیے گا۔

عالم مین ترکیب اختلاف مراتب کا بیان۔

اب اس ترکیب پر غور فرمائیے کہ اختلاف مراتب انسانون مین کیون ہے اور یہ کیا ترکیب ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عقلون مین اور دیگر قوتون مین چہوٹے بڑے ہونیکا فرق ایک بہت بڑی ضرورت سے کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان قوتون کے ساتہہ جب انسان کی تکمیل ہو تو اوسکو ایک اور قوت دینے کی ضرورت تہی یعنی بہت سی انسانی قوتون کو جمع کر کے قوتون کا مجموعہ بنایا جاے اور اونسے ایسے ایسے بزرگ اور ایسے ایسے نفیس کام لیے جائین کہ ایک انسان کی قوت سے گو کیسی ہی بڑی ہو ہرگز نہ ہو سکین۔ یہہ قوت مجموعی اتنی بڑی چیز ہے کہ بقاء حیات اسکے ذریعہ سے ہے اور تمام آرام اسکے سبب سے ہین۔ مان لیجیے کہ حضرت آدم سراندیپ مین وتر ے جو جزیرہ ہے اونکی اولاد بڑہی اور بڑہتے بڑہتے یہان تک بڑہی کہ وہ جزیرہ اونکے مکانکو بہی کافی

نہوا۔ اگر جہاز نہ بنایے گئے ہوتے اور ذریعہ جزیرہ سے باہر جانے کا نہ ہوتا تو خلقت
بڑہتے بڑہتے بھوکون مرجاتی اوس مخلوق کے لیے نہ کھیت ہوتے جو کھانے کا غلہ پیدا کرتے
نہ جگہہ ہوتی جس مین تندرست رہتے اسلیے سمندرون اور بڑے دریاؤن کے پار جانے
کے ذرائع بنانا ایسا ہی ضروری تہا جیسی اور ضرورتین ہین جنپر مدار زندگی کا ہے۔ جہاز کا
بنانا بغیر اجتماع قوتون کے ناممکن ہے کیونکہ بہاری بہاری شہتیر اور بڑے بڑے تختے
جن مین بڑا بوجہ ہے ایک آدمی نہین اوٹہا سکتا نہ درخت سے کاٹ کر لا سکتا ہے۔ قوتون کے
جمع کرنیکی غرض بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ آدمیون مین ایسا امتیاز اور تفاوت رکہا جایے
کہ ایک دوسرے سے بڑا ہوتا کہ چہوٹے بڑونکی اطاعت کرین اور ایک ایک طرحکی قوتین علیحدہ علیحدہ
جمع کیجائین اور علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کی جائین۔

اختلاف مراتب سے بادشاہ بنانے کا لزوم

علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کرانا قوتون کا بغیر دباؤ اور اقتدار
کے نہین ہوسکتا سب سے بڑے دباؤ اور اقتدار کا نام بادشاہت
ہے۔ اگر ایسا نہوتا یعنی کوئی بادشاہ نہوتا تو مجموعی قوتین بہی مجموعًا مجموعًا جدا رہتین اور وہ
اجتماع چونکہ ناقص ہوتا انتظام نہوسکتا۔ غور فرمایئے کہ دو برابر کے آدمی یا جانور ایک دوسرے کے
مطیع نہین ہوتے۔ دو بادشاہ برابر قوت کے ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتے۔
فردًا فردًا قوتون کی ایسی مثال ہے جیسی لکڑیان برابر برابر قوت رکھتی ہین مگر ایک دوسرے کی اطاعت
نہین کرتین اونمین اجتماع بغیر رسی باندہے کے نہین ہوسکتا یعنی تیسری شے کے مجموعًا مجموعًا
قوتون کے اجتماع کی مثال عرب کے قبیلے اور جتہے گئے ہین۔ باوجودیکہ انسانون مین عقل

ہے مگر جلب منفعت کا مادہ جو دوسری بڑی ضرورت سے دیا گیا ہے اسبات کا مانع اور حارج ہے کہ اطاعت بغیر فرق کے کیجایے۔ جب معلوم ہوا کہ اجتماع قوت ایسا ضروری امر ہے اور اتنی بڑی مصلحت سے دیا گیا ہے تو ملاحظہ فرمایے کہ جو عام ناراضی خاصیت جلب منفعت کے سبب سے ہے کہ کیون ہمکو اسقدر زیادہ نہین دیتا اور کیون ہم اپنے سے بہتر نہین ہوے کسقدر غلط ہے۔

بعض انسانون مین بعض کامون کی مناسبت پیدا کرنیکا لزوم

اسی ضرورت پر خیال کرنے سے کہ قوتین جمع کیجائین اس خاصہ کا دینا ضروری ہوتا ہے کہ انسان مین مناسبت بعض کامون سے دی جایے۔ یعنی جب وہ اسکو کرین ایسا اچھا ہو کہ بغیر مناسبت والون سے نہو سکے اور جب ایسے ایسے بہت اچھی مناسبت والون کی قوتین جمع ہون تو عجیب و غریب کام ہون یہی ذریعہ بقای تفاوت کا ہے اور تجارت جو ایسی عمدہ چیز ہے اسی خاصہ سے پیدا ہوی ہے چنانچہ آدمی بعض زور آور بنایے گیے ہین بعض کمزور۔ بعض کو کھیتی کرنیکا سلیقہ زیادہ ہے بعض کو ہتھیار چلانے کا۔ بعض کو حساب سے مناسبت ہے۔ بعض کو روپیہ جمع کرنی سے۔ بعض کو کسی سے نہین ہے۔ بعض کو نثر اچھی لکھنی آتی ہے بعض کو نظم۔ اگر مناسبت نہوتی اتنی ضرورت مبادلہ محنت کی نہوتی۔ اور یہی تجارت کی جڑ ہے۔

مناسبت ہونا دوسری وجہ بادشاہ بنانے کی ہے۔

اس مناسبت و تفاوت سے ایک اور نکتہ سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کامونکی تقسیم کیجایے جیسے روم قدیم کی ابتدائی حالت مین ہوی تو بعض انسانون کے متعلق کھیتی کا کام ہوگا کہ وہ غلہ پیدا کرین۔ بعض کے

متعلق ہوگا کہ وہ کپڑا تیار کرین اسلیے کہ اونکے کامون مین کوئی خلل نہ ڈالے اونکے کہیت اونسے نہ لیلیے اونکے آلاتِ زراعت نہ چھین لے۔ محافظت کی ضرورت ہوگی اس بات کے لیے بہی اور بیرونی دشمنون سے حفاظت کے لیے بہی۔ پس چونکہ غلہ اور کپڑا مدارِ زندگی اور آرام کا ہے بہت سے آدمیون کو یہ کام کرنا پڑیگا۔ اونکی حفاظت بہت سے آدمیون کی قوت جمع کیے بدون نہین ہوگی پس ایسے آدمی درکار ہونگے کہ جنمین زور زیادہ ہو اونکو ہتہیار اچہا چلانا آتا ہو وہ اسی کام کے ہون۔ اگر اون مین یہ خاص مادہ ہو یعنی قوت اور ہتہیار چلانے کا تو تہوڑون سے یہ کام نکل آئیگا۔ اون ہتہیار چلانے والونکی قوت جب جمع ہوجاویے تو بسبب خاصہ جلب منفعت کے وہ ایسے خطرناک ہونے چاہئین کہ وہ سب کا مال چھین لین اور وہی حفاظت ذریعہ ضائع ہونے غلہ اور کپڑے والون کا ہوجاویے۔ اسلیے ضرور ہے کہ کوئی روک ہوتا کہ اونکی اس عمدہ خاصیت کو برمحل اور مناسب موقع پر استعمال لے کرادیے۔ وہ لوگ سوچنے والے اور انصاف کرنیوالے ہونے چاہئین۔ انصاف والے بہی غلطیان خاصہ جلب منفعت و دیگر وجوہ سے کرینگے اور اونکی غلطیان بہی روکنی پڑینگی اوسکے لیے حاکم بنانا پڑیگا جو ہر غلطی کو خواہ کسی کی ہو دور کرے ہر قوت کو جہان ضرور ہے کام مین لاسکے۔ آخر قوت کا جو آدمی ہو وہی بادشاہ ہونا چاہیے۔ اوسی جمہوری سلطنت کا پریسیڈنٹ کہیئے یا پارلیمنٹ کی مدد والا بادشاہ یا کوئی خودسر شہنشاہ۔ ہر صورت مین ایک ایسا شخص لازم ہوگا جو رایون کو قطع کرکے ایک حکم نکالدے اور ختم کردے۔

بادشاہ بغیر غذا کے بناہے	اب دس شخص پر جسکی قوت ایک بشر کی قوت ہے غور فرمایئے۔ بادشاہ

بادشاہ نہین ہوسکتا۔ ہمیشہ اپنی رعایا کی افراد سے بہتر نہین ہوتے یعنی ایسے کہ اون سے
بہتر کوئی آدمی موجود نہو۔ اکثر وزرا بہتر ہوتے ہین۔ جب قوتون کے مجموعے کو دیکھیگا تو
صاف ظاہر ہوگا کہ مجموعی قوتون سے کسی ایک کی قوت ہرگز بڑی نہین ہوسکتی۔ پس ایک
آدمی کیونکر سب کا یا اتنے بہت سے آدمیون کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ دلیل کے لیے
مستثنے حالتون کو چھوڑ دیجیے عام حالتون پر غور فرمایئے۔ آیا یہی بلاوجہ جان لینا اور
اطاعت بلاوجہ بادشاہ بن جانے کا ذریعہ ہوتی ہے یا کوئی دوسرا ذریعہ ہے؟ خاصہ جلب
منفعت اور آزادی کی خواہش ہمیشہ اطاعت کی مخالف ہے پس وہ کون چیز ہے کہ اتنی
قوتون کو اطاعت کی حالت مین باقی رکھتی ہے اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بغیر
اوس مدد کے جو ایک بشر کی قوت سے باہر اور علاوہ ہے نبتا ہے کیونکہ جب ایک چیز کی دوسری
چیز روک ہے بغیر اوس مدد کے جو ان تدبیرون سے باہر ہو ممکن نہین ہے کہ پیدا ہو۔ ایک
شخص کچھہ نہین کرسکتا جبتک اون قوتون سے باہر اور اونکے علاوہ اوسکے ساتھہ دوسری
مدد نہو جو اوسے حالت اقتدار مین باقی رکھے۔ اسلیے سمجھہ مین آتا ہے کہ بادشاہ ہونا صرف
اللہ تعالی کی مدد پر موقوف ہے نہ کسی دوسری چیز پر۔ اور یہہ بڑی دلیل اوسکی ہے کہ
خداوند عالم موجود ہے اور اصلی سلسلہ انتظام کا ان اسباب سے اور بغیر ان اسباب کے
اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ **وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْم**

بادشاہ بنانے کی ایک اور ضرورت کا بیان۔

بادشاہت قائم ہونے کی ایک اور ضرورت ہے اوسکو خیال فرمایئے
کہ جب عمدہ کام تقسیم ہوگیے تو ایسے کام باقی رہ جائینگے جن سے

بڑہی ضرورت کی وجہ سے طبعاً نفرت انسان مین خلق کی گئی ہے وہ فضلہ اوٹہانے کا کام ہے فضلہ سے اسلیے نفرت خلق کی گئی ہے کہ وہ فضلہ ہے اگر نہ نکلے کہانا پینا بند ہوجایے وہی نفرت باعث نکالنے کا ہوتی ہے اوسکے اجتماع و بقا مین ضرر پیدا کیا گیا ہے تاکہ ضرر دفع ہو۔ پس اوسکو کسکے سپرد کرنا چاہیے؟ اور کون سپرد کرے؟ اسکے لیے بہی ایک طرف ضرورت کم عقل دینے کی اور اون مین ایسا مادہ خلق کرنے کی ہے کہ آخر کو وہ نفرت جاتی رہے۔ اور دوسری طرف اسکی ضرورت ہے کہ بعض آدمی مجبور کیے جایئن اور دبایے جایئن کہ وہی کام کرین اوسکو بغیر بادشاہ کے کوئی نہین کرسکتا۔ اوسکے بعد اچہا کام کرنیکے لیے فرصت دینے کا ذریعہ آدمی کے ذاتی کام کردینا یعنی خدمتگاری ہے وہ بہی چونکہ ادنی درجہ کا کام ہے اوس سے نفرت دینا ضروری ہے تاکہ آدمی مین بلندی کی طرف رجوع کرنیکا مادہ پیدا ہو اوسکے لیے بہی دباؤ کی ضرورت ہے جس سے غلامی کا ابتدائً مادہ پیدا ہوا۔ لوگ اس طریقہ کو بہت برا کہتے ہین مگر خیال فرمایئے کہ کسقدر ضروری ہے باوجودیکہ اسمین جو برائی غلطیون سے پیدا ہوگئی تہی اوسکو بہت کچہہ اصلاح کرکے دور کیا گیا ہے مگر اصل غلامی بجال خود موجود ہے۔

بادشاہت کے بعض منافع۔ الغرض جب بادشاہت کا سلسلہ قائم ہوا دیکہیے کہ کتنے کام ہوے سلطنتون نے ہی علوم کی تدوین کی۔ جغرافیہ بنایا۔ تحقیقاتین کین۔ اُنسے علوم حکمت اور فلسفہ اسقدر بڑہا یے کہ اگر سلطنت نہ ہوتی یہ عمدہ اشیا کہان سے آتین لہذا اختلاف مراتب کو ہرگز برا نہ کہیے گو آپ کو بظاہر کیسا ہی برا معلوم ہوتا ہو۔

قوتون کا دفعةً دینا مناسب نہین

اب بعد اسکے غور فرمائیے کہ انسان کو قوتون کا ایکدم سے دیدینا
مناسب ہے یا نہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ خلق کے ساتھہ جو اس عالم کے
بنانے مین اختیار کیا گیا ہے اور اس سے بہتر اور طریقہ ہمارے خیال سے باہر ہے ایسا ممکن
نہین۔ کیونکہ اوسقدر قوتین جسقدر دینی ہین اگر دفعةً مل جاتین یعنی جب مضغہ مین روح پڑی
اوسکو پوری عقل اور قوت اوسی وقت پیدا ہو جاتی تو وہ رحم مین نہ رہتا جیسا اب آدمی تنگ
مقام مین نہین رہ سکتا وہ شرمگاہ مادر کو اوس حالت مین دیکھتا جب اوسے قوت اور تمیز ہوتی
نہ اوسکا رکھنا ضروری ہوتا اور یون ہوتا کہ نطفہ رحم مین ادہر پہونچا اودہر باپ مان سے جدا
نہونے پایا تہا کہ بیٹا باہر آگیا۔ رفتہ رفتہ تغیر اور بڑہنا جیسا بچہ کی نظر سے ضروری ہے ماکی نظر سے بھی
ضروری ہی ورنہ روح پڑ تنگ یا آدمی تہہرا ہوتا اور بڑھ نہ سکتا۔ یا ایکدم سے بڑہتا اور مان
کے اعضا کو سخت نقصان پہونچاتا بظاہر یہ طریقہ بڑا معلوم ہوتا ہے کہ انسان رحم مادر
مین رہکر آدمی کے خون سے پرورش پائے اور جب پیدا ہو ایسا بے بس اور
کمزور ہو اور اوسکی پرورش دوسرون کے ہاتھہ مین ہو اور وہ محنت اپنی قوتون کے بڑہانے
کی اوٹھائے لیکن خلاف اس طریقہ کے اگر خلقت انسان واقع کیجاتی تو انسان انسان
مین تعلق نہوتا انسان کو ان قوتون کا دینا بیکار ہوتا۔ آپ غور فرمائیے کہ اصلی تعلق انسانون
مین بذریعہ ولادت کے ہے اور بعد اوسکے تعلقات اسلیے پیدا ہوتے ہین کہ انسان
دوسرے لوگون کے ذریعہ سے کمال پیدا کرتا ہے اور ذاتی قوتونکے صرف سے جو
عمدہ علوم اور صنائع پیدا ہوئے جو اتنی بڑی ضرورت کے لیے ہین۔ حاصل کرتا ہے

اور انسان کو انسان سے نفع ہوتا ہے کہ یہی مبادلہ محنت کا ہے اگر انسان کو یہ قوتین دفعتہً ملجاتین وہ بیکار اسلیے ہوتین کہ یون ہوتا کہ آدمی بنا بنایا پیدا ہوا اور تھوڑے دنون جیا اور کچھہ کھایا اور پیا اور مر گیا۔ یہ وہی حالت ہے جو چوپایون کی ہے یا جمادات ونباتات کی۔ اگر یون فرض کیجیے کہ صرف تجربہ اوسے باقی ہتا تو یہ فرض ہو نہین سکتا۔ اسلیے کہ پھر لازم آئیگا کہ نمو نہو کیونکہ جب تکمیل قوت اوسی وقت ہو چکی تو ضرورت نمو کی نہین اور یہ ممکن نہین کہ آدمی مین سے آدمی اپنے قد کا دفعتہً نکل آوے۔ یہ امر قاعدہ ظرف و مظروفیت کے خلاف ہے اسکے علاوہ تجربہ سے مادہ عقلی مین ترقی ہوتی ہے جب فرض کرو کہ مادۂ عقلی کی تکمیل ہو چکی تجربہ بھی بیکار اور ناممکن ہوگا۔ جہان اجتماع قوتون کا بڑے منافع کے لیے ہے یہی ذریعے اجتماع قوتون کے ہین اور اونہین مین یہ نفع ہے کہ انسان باقی رہے قوی دشمن اوسے ہلاک نہ کرین۔ خود انسانونکی ضرورتین انسانونکو ہلاک نکرین معنی یہ ہین کہ اگر اسطرح خلق نہ ہوتا بیکار بھی ہوتا۔ بہترین مخلوقات سے بھی نہوتا اور انجام مین ہوتا ہی نہین ہلاک ہو جاتا۔

قوتون کے خود بڑہا لینے کا مادہ دینا ضرور ہے۔

اس طریقہ کے اختیار کرنے سے یہ امر لازم ہوتا ہے (علی الخصوص اس بات پر نظر کرنے سے کہ اختیار دیا گیا ہے) کہ انسان مین ایسی قوت دیجاوے کہ وہ خود اپنی قوتون کو بڑہا سکے۔ اپنی بھی قوتون کو اور جنکو وہ پیدا کرین اونکی بھی قوتون کو اور وہی ذریعہ اسباب کا ہو کہ وہ اپنا شرف دوسرون پر خود ثابت کرین یہ سلسلہ اول دوسرے ذریعہ مین یعنی انسانون کی پرورش کا ہے پایا جاتا ہے ذریعہ پرورش

بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے کہ بچونکی اچھی حفاظت کا دوسرا ثمرہ ہوتا ہے بُری
کا دوسرا۔ مثلاً اگر اولاد کو اول سے وقت پر سونے۔ کھانے۔ اوٹھنے چلنے پھرنے علم اخلاق
کی مطابق افعال صادر کرنیکی عادت ڈالیے وہ اور طرح کے بچے ہونگے۔ اونکی ان باتونکا
انتظام نہ کیجیے وہ بالکل دوسری طرح کے ہونگے۔ اور ایسی حالت ہوگی کہ پھر اونکو مشق اچھے
افعال کی کرانا دشوار ہوگا۔ اگر اونکو مٹھائی کھلایئے ایک خلط زیادہ پیدا ہوگا۔ بچے
ناتندرست ہونگے اور وہ ایام نُمو اور بڑھنے مین ضرر کا باعث ہوگا۔ اونکی اچھی طرح پرورش
کیجیے قوی اور تندرست ہونگے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ جن بچون کے مان باپ یا اوستادون
نے اپنی اولاد یا شاگردون مین اس بات کی پہلے سے احتیاط کی ہے کہ وہ جھوٹ بولنے
کے خوگر نہ ہون یعنی اونکو اسقدر کبھی نہین ڈرایا کہ جھوٹ بولنے کی عادت پڑے ہر قصور مین
معافی اسلیے دی کہ جھوٹ بولنے کی عادت نہو اور سوای جھوٹ کے اور ہنر اکثر دی
وہ سچے ہوگیے اور اوس سچائی نے اونکو مجبور کردیا کہ تمام افعال قبیحہ سے جنکے چھپانے
کے لیے اللہ تعالی نے شرم کا مادہ دیا ہے کہ وہ بھی روک اون افعال کے صدور کی ہو
بچے اور محفوظ رہے۔ اور اِس بات سے جو فوائد ہوسکتے ہین اور وہ محتاج بیان نہین
ہین اونکو حاصل ہوے۔ جنہون نے ایسا نہین کیا اونکی اولاد مین جھوٹ بولنے کی
مشق پیدا ہوی اور اونہون نے تمام افعال قبیحہ کیے یا کم سے کم اون مین نفرت اون
افعال سے جاتی رہی۔ جنہون نے بچون کو رات دن پڑھایا اور اونکی حفاظت جسمانی
نہ کی پرورش مین مذکورہ بالا غلطیان کین وہ ایسے کمزور ہوگیے کہ جب وہ ایک درجہ

کمال پر لکہہ پڑہ کے بہو پنچے اوسے کام مین نہ لاسکے اور سب محنت اکارت ہوگئی زندگی وبال ہوہی - اور جن لوگون نے اسکی حفاظت کی یعنی اونکو ورزش کرائی اور چلنے پہرنے کی بہی مشق کرائی وہ قوی رہے اور ہر کام کرسکے - یاد رہے کہ باوجود اس طریقہ کے انسان مجبور نہیں ہوتا کیونکہ جب اوسکو شعور پیدا ہوتا ہے ان باتونکی تمیز آئی ہے ہر ایک قسم کا جو پیدا ہوے ہین رفع کرنا اوسکے ہاتہہ مین بہی ہوتا ہے اور ابتدائی حالت بطور ایک بخشش کے ہوتی ہے -

وہ مادہ مشق ہے - جب انسان مین سمجہہ آگئی اور قوت بہی ایک حد کی پیدا ہوگئی تو ہم دیکہتے ہین کہ انسانی قوتون مین یہ خاص بات ہے کہ ہر قوت کی اگر مشق کیجائی تو وہ بڑہ جاتی ہے اگر وہ قوت بیکار کیجای تو جاتی رہتی ہے مثال اوسکی یہ ہے کہ ہاتہہ ہلانیکی قوت پنجہ کے ذریعہ سے بڑہ جاتی ہے اور کتنی بڑہ جاتی ہے کہ پنجہ کش کے ہاتہہ کا تہپڑ لٹہ کا اثر پیدا کرتا ہے - ہاتہہ کو اوٹہائے رہنے سے جیسے جوگیون کو آپ نے دیکہا ہوگا کہ ہاتہہ اونچا رکہکر خشک کردیتے ہین گہٹ جاتی ہے اور کتنی گہٹ جاتی ہے کہ ہاتہہ ہلانے تک کی قوت جس سے دشمن کو دور کرنے اور اپنے کام کرنے کی قابلیت ہے جاتی رہتی ہے جیسی قوت ہاتہہ مین ہے ویسی ہی ذہن اور قوای دماغی مین ہے مشکل باتونکو سوچنے کی مشق کیجیے جیسے علم منطق اور حساب اور فلسفہ کے اصول - تو عقل کی قوت بڑہ جاتی ہے نہین تو نہین بڑہتی - الغرض جس طرح ورزش سے اعضا کی قوت بڑہ جاتی ہے اسیطرح علوم پر محنت کرنے سے عقلی قوت بڑہ جاتی ہے - البتہ اوسقدر محنت کہ اصلی قوت فوت ہوجاوے

مضر ہے - کیونکہ قوتون کو محدود کرنا بہی لازمی ہے اگر ایسا نہو تا بڑہنے کی حد نہوتی اور وہ بڑہنا بہی بڑی خرابیونکو باعث ہوتا - کم سے کم یہ ہے کہ سب مین مساوات ہوجاے اور پہر اجتماع قوت نہوا اور وہی آدمی کے انعدام کا ذریعہ ہو -

مشق بذریعہ اضداد ہوتی ہے

جب معلوم ہوا کہ انسانی قوتونمین یہ مادہ ہے کہ جو انسان ایک کام کی مشق کرے وہ کام اون انسانون سے اچہا کرے جنکو اوسقدر مشق نہین ہے خواہ اونہون نے دوسرے کامون مین مشق بہم پہونچائی ہو یا نہین - لازم آتا ہے کہ ہر قوت کے بڑہانے کے وہ ذرائع اور وسائل پیدا کیے جاین جو اونکو بڑہا کر اقصای غایت کمال پر پہونچاوین - چنانچہ وہ وسائل بہی ساتہہ ساتہہ پیدا ہوے ہین جنکا نام اضداد ہے - تفصیل طریقہ ارتقای مدارج کمال کی یہ ہے (۱) قوتہای جسمانی (۲) قوتہای عقلی - قوتہای جسمانی مین ترقی کرنیکے لیے آدمی کو جب ورزش سکہلاتے ہین پہلے ڈنڈ کراتے ہین - پہر اونکی تعداد کو بڑہاتے ہین - جب فقط ڈنڈ پیلنا کافی نہین ہوتا مگدر ہلانا سکہلاتے ہین - اومین پہلے چہوٹے چہوٹے ہلکے ہلکے مگدر پہرانے کو دیتے ہین اوسکے بعد بہاری بہاری یہانتک کہ لوہے کی لیزم کی نوبت پہونچتی ہے - پہر کشتی لڑنا سیکہتے ہین اول اوستاد زور دلاتا ہے اور جب شاگرد قوت مین اوستاد سے زیادہ کمال پیدا کرتا ہے یا اوستاد کا زور دلانیوالا کوئی نہین ہوتا یعنی کمال پیدا ہوتا ہے وہ بلکہم سے زور کیا کرتے اور قوت بڑہایا کرتے ہین - اسی طرح جب پنجہ کی مشق کرتے ہین آدمی سے پنجہ کرتے ہین اور جب قوت مین کمال پیدا ہوتا ہے لوہے کے پنجہ سے پنجہ کرکے کمال کو اقصای

غایت پر پہونچایا کرتے ہین ۔ نتیجہ یہ ہے کہ کمال اضداد سے پیدا ہوتا ہے ۔ پہلے اضداد
ہم جنس سے کمال حاصل کیا جاتا ہے جو ضد بنکر کمال پیدا کراتے ہین پھر اضداد غیر جنس
سے جو بنی بنائی ہوی ضد ہین ۔ بعد اسکے قوتہای عقلی کو لیجیے ۔ جب بچونکی تعلیم
شروع کیجاتی ہے تو اونہین حروف جو بولی کے اجزا ہین سکھلائے جاتے ہین اوسکے
بعد اونکا ملانا ۔ اوسکے بعد عبارت ۔ تب قاعدے زبان کے ۔ تب اوس زبان کے
علوم سکھلاتے ہین ۔ اسمین پہلے آسان قواعد پھر مشکل سکھلاتے ہین ۔ یہانتک کہ جسقدر
اوس علم مین آگہی باعتبار قابلیت متعلم کے ہوسکتی ہے ہوجایے ۔ جب قوت عقلی ایک حد
کمال کو اس مشق کے ذریعہ سے پہونچ جاتی ہے تب انسان معاملات مین ڈالا جاتا ہے
اور وہ تجربہ کرکے اقربا اور اغیار سے عقل کو بڑہاتا رہتا ہے ۔ قوت جسمانی ایک حد تک
بڑہتی ہے مگر قوت عقلی کے بڑہنے کی ایسی حالت ہے کہ اوسکے اندر کوئی حد نہین لگائی
جا سکتی ان دونون قوتون مین یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ قوتہای جسمانی کے لیے
اضداد جنس و غیر جنس دونون موجود ہین جنکا بڑہنا محدود ہے لیکن قوتہای عقلی کے لیے ضد
غیر جنس کوئی نہین جسکا بڑہنا محدود نہین اگر فرض کیا جایے کہ جسمانی قوتین جنکی عقل حاکم ہے
اضداد ہین تو یہ اضداد ویسے اضداد نہین ہین جیسے لوہا انسان کے لیے کیونکہ
خواہشہای نفسانی جب بُری طرح کام مین لائی جائین قوای جسمانی کی دشمن ہوتی ہین ۔
اگر فرض کیا جایے کہ انسان جب دشمن ہو ضد ہے اور حیوان جب دشمنی کرے ضد
انسان ہے یہ بھی صحیح نہین ہے اسلیے کہ وہ اضداد بھی قوای جسمانی کے ہین کیونکہ اثر

جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف عقل کا دشمن بلاتعلق جسم کے بھی ہونا ضرور ہے جو
سوای عقل کے اور کسی چیز کا دشمن نہو۔ یہ امر معلوم ہوچکا ہے کہ اقصای غایت کمال بغیر مقابل
غیر جنس کے نہین ہوتا اسکے بعد غور کیجیے کہ قوای عقلی بڑی چیز ہین یا قوای جسمانی مسلم ہے
کہ عقل بڑی چیز ہے جو باعث امتیاز انسان اور حیوان وغیرہ کا ہے۔ اوسکے لیے دلیل
بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہین۔ پس آپ غور فرمایئے کہ قوای جسمانی کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کے وسائل اور ذرائع تو وہ چیزین ہون جو مضاد اور مخالف قوای جسمانی
کی ہین جیسے لوہا کہ آدمی اوس سے قتل ہوتا ہے۔ یا لکڑی جو آدمی کو کچل ڈالتی ہے مگر
عقل کے اقصای غایت کمال پر پہونچانیکے ذرائع اون مین محدود ہون جو عقل نے خود بنائے
یا ضد اور مخالف عقل کے نہین بلکہ عقل کے محکوم ہین۔ یہ قیاس صحیح نہین ہوسکتا کہ ادنی
خاصیت کی چیز کے لیے اعلی ذریعے تکمیل قوت کے ہون اور اعلی کے لیے اوسی قدر
اور ویسے ہی اعلی نہون۔ ادنی چیز جو محدود رہتی ہے اپنی قسم مین اعلی مرتبہ کی ہوجائے
لیکن جو ایسی اعلی قسم کی چیز ہے اور کون اعلی وہی جو باعث فخر و امتیاز ہے اور جسکی ترقی مین
کوئی حد نہین لگائی جاسکتی اعلی سے اعلی نہو سکے یہ غلط ہے۔ ترکیبون کی باریکیون کو
یہان ملحوظ رکھیے۔ پس ضرور عقل کے لیے ایسی کوئی چیز ہونی چاہیے کہ جب اوس ضد
غیر جنس سے عقل مقابلہ کرے اور وہ محض دشمن عقل ہو تو عقل مین وہ کمال پیدا ہو کہ بدون
اوس مقابلہ کے پیدا نہو سکتا ہو وہی شیطان ہے اور ذریعہ عقل کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کا ہے۔

مشق کا معیار اور اوسکی شناخت امتحان ہے۔

اسی طریقہ پر کہ انسان بذریعہ استعمال اضداد کے کامل بنتا ہے غور کرنیسے یہ بات لازم آتی ہے کہ جسقدر زیادہ استعمال اضداد کیا جاوے اوسی قدر زیادہ کمال پیدا ہو اور یہی وجہ انسان کی دوسرے انسانون پر ترجیح کی ہو اسکے لیے ضرور ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ذرائع دشوار سے دشوار ہون کہ جو دشواریون پر غالب آوے وہ سب سے بہتر ہو جو نہ آوے اوسنے بہتر نہو۔

دنیاوی امتحان۔

دنیاوی مثال اسکی وہ امتحان ہین جو دنیا مین آدمیون نے مقرر کر لیے ہین۔ آپ خیال فرمایئے کہ بچون کو پہلے ایک سی کتابین پڑہاتے ہین جو لڑکے ذہین اور محنتی ہوتے ہین اونکو یاد کر لیتے ہین جو نہین ہوتے وہ یاد نہین کر سکتے۔ یاد کرنیوالے آگے بڑھ جاتے ہین نہ یاد کرنیوالے پیچھے رہ جاتے ہین۔ پس محنتی اور ذہین ہونے کی شناخت کے لیے امتحان ہے۔ پھر آگے بڑھ کر اور امتحان ہوتے ہین جو ذریعہ شناخت کمال کا ہین یہانتک کہ ایک سلسلہ امتحانون کا قائم ہو گیا ہے اونہین مین سے وہ امتحان بھی ہین جنمین شرط یہ ہے کہ لڑکے ایسون کے پرورش کیے ہوے ہون جنہونے لڑکپن سے استعمال عمدہ خواص کا سیکھا ہے اور وہ ذہین اور محنتی اور اچھے ہوے بدون ایک مدت معین مین وہ امتحان نہین دیسکتے۔ وہی لوگ ہین جنکو حکومت ملتی ہے اور وہ ضرور ثابت کرتے ہین کہ اپنی خلقی اور ذاتی قوت کے ذریعہ سے اور باعتبار صحیح استعمال اضداد کے برتر ہین۔ اونمین بلکہ پیدا ہو چکا ہے کہ قوتون مین انسان کی جو زور ہے اونکی عقل اوسپر غالب ہے وہ اپنی خواہشون کو روک سکتے ہین۔ یہ طریقہ

اوس بڑے طریقہ ایجاد سے نکالا گیا ہے جو اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات مین اختیار کیا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائینگے تو معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ امتحان کا ایسا ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا تھا۔ تاہم یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت ہی مشکل امتحان سول سروس کا بہتر سے بہتر دنیاوی آدمی بنانے کا ذریعہ نہین ہے اسلیے کہ اس گروہ مین بھی گو بہت کم ہون برے ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ہمارے سامنے ہین کہ سولین کی موتوفی کی نوبت آئی کیا آپ شک کر سکتے ہین کہ ذاتی تنغم مین فاحش غلطیان نہین ہو سکتین۔ یہ مقام بڑی بحث کا ہے اور جب بحثون کو تمام کر لیجیے تو اس سے یہ بات سمجھ مین آئیگی کہ عقلی قوت کا ضد جواب تیار کیا ہے یعنی دنیاوی علوم کافی نہین ہین کوئی اور ملکہ اور مادہ ہونا چاہیے جو انسان کو روکے رہے اور غلطی کبھی نہونے دے۔ یہ بات بہت نازک ہے اور اگر زیادہ غور فرمائیگا تو زیادہ سمجھ مین آئیگی خصوصًا دینی مثال سے ظاہر ہوگی۔

دینی امتحان۔ دینی مثال دینے سے پہلے کچھ اوسکے امتحان کی تشریح کرنی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کے امتحان یہ ہین کہ آدمی لکھایا جاوے پڑھایا جاوے اور اوسکو بذریعہ علم اخلاق اپنی خواہشون کا اوسقدر روکنا بتلایا جاوے کہ جو دنیا کے لیے ضروری ہے۔ دین مین مقصود ایک خالق عالم کا پہچاننا اور اوسکی عبادت کرنا ہے اور پھر اوسکی عبادت مین اپنے آپ کو ختم کر دینا۔ پس بعد علوم ضروری کے جو ذریعے اور وسیلے شروع شناخت کے ہون یا بغیر اونکے آدمی کو ایسی مشکل بحث مین پڑنا ہوتا ہے

کی جہان نہیں اہوتا ہے - آدمی فطرتی طور پر اللہ کیطرف متوجہ ہوتا ہے مگر جب اسکے
اوسپر غور کرے کہ اس پیچیدہ نظام کا سمجھنا اور اپنے آپ میں ایسا مادہ پیدا کرنا کہ صحیح راستہ پر
چلا جاے ضرور ہوتا ہے تاکہ وہ دکھلا دے کہ اوسنے اپنے آپ کو بڑے اور عمدہ کاموں کے
لائق بنا لیا ہے اوسکی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے کہ قوتون کو اسقدر روک سکے کہ اونہین
نیست و نابود کر ڈالے - اوسکا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بلا مین پڑے مگر مالک کے نہ بھولے
اوسکی یہانتک اطاعت کرے کہ بلا مین خوش رہے اور پھر جب اوسپر افاضہ علوم و
کمالات ہوجاے اور اوسمین ایک وہ کمال جو کسی اہل دنیا مین نہین ہے پیدا ہو جاے
تو بھی وہ اسبات کو نہ بھولے کہ مین بندہ ہون کارخانہ قدرت اللہ تعالی کا اتنا بڑا ہے
کہ مین بندہ ناچیز ہون - باوجود اسقدر بلندی کے وہ اور بلندی کیطرف رجوع کرتا رہے
اور ہمیشہ اپنے آپکو ناچیز اور اوسکا گنہگار بندہ سمجھتا رہے - یہ مراتب طے کرے تو وہ
امتحان مین کامل العیار ہوا اور اوسکے کمال کے بعد ہی اوسکا زمانہ راحت کامل کا شروع
ہوجاے - دیکھیے وہ امتحان کتنا سخت ہے اور اوسکے پاس شدہ کیسے عمدہ ہین
وہان کوئی مثال نہین ملتی کہ اچھے اور برے دونون ادن لوگون مین ہون -

دین کے امتحان لیسے ہوئے لوگون کا ذکر یعنی حضرت عیسی اور جناب سید الشہدا -

دینی امتحانون کی مثال گروہ انبیا و اوصیا ہین جنمین سے اسوقت
خاص قابل ذکر حضرت عیسی علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام
ہین - حضرت عیسی علی نبینا و علیہ السلام طفلی سے نبی ہوے یہ خاص مدد اللہ تعالی کی تھی
اونھون نے ہمیشہ عبادت مین بسر کی دنیا کو چھوڑ رکھا ہمیشہ مصائب مین ثابت

قدم رہے - اونکے معتقدین خاص قائل ہین کہ اسی کام مین جان فدا کی اور سولی پانے
کی سی سخت بلا قبول کر لی - اوسکے ذریعہ سے اونکو حیات ابدی حاصل ہوی - سولی
پاتے ہی اونکا زمانہ راحت شروع ہوا جناب امام حسین علیہ السلام ابتداء عمر مین منصوب
بہر امامت نہین ہوے نہ وہ مثل حضرت عیسی علیہ السلام کے تنہائی پسند تھے لیکن اونکو
امور دینی کے لیے جتنی سختیان خیال مین آسکتی ہین سبکا مقابلہ کرنا پڑا یعنی گرمی کی
شدت کا - بہوک کا - پیاس کا - پیارے بچون اور عزیزون اور لائق مصاحبون
کے اپنے سامنے قتل ہونے کا - اور اوس حالت یاس مین لڑنے کی ضرورت کا
اوس اندیشہ کا کہ بعد مین عیال لوٹے جائینگے بے حرمتی ہوگی - اضاعت مال کا -
اور سب سے بعد اپنی جان کا - دیکھیے کہ ان کمال مرتبہ کی سختیون کا مقابلہ آنحضرت
نے کس زور شور اور خوبی سے کیا کہ کوئی مثال اوسکی دنیا کی تاریخ مین نہین ہے - آنحضرت
کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونمین اپنی قوتون کے روکنے کا اسقدر
تام اور کامل مادہ حاصل ہو چکا تھا اور اتنی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ قوتون کو روکتے
روکتے اونکو نیست و نابود کر سکین یعنی اپنی مرضی سے شہید ہون اپنی مرضی سے شہید ہونیکا ثبوت یہ ہے
کہ اڑائی بیعت پر تھی اگر مرضی سے شہادت نہ ہوتی بیعت کا اقرار کر دیتے بمجرد اقرار کلمہ
مصائب سے نجات ہو جاتی - اقرار اسلیے نہین کیا کہ بیعت کرنیسے جو مفاسد ہوتے
حقیقت مین قابل رضا کے نہین تھے - پس ضرور ہوا کہ سلامتی چھوڑ کر ہلاکت کو اختیار
کرین - یہ سچ ہے کہ دنیا مین خودکشی ہوتی ہے - سپاہی جان دیتے ہین - لوگ روپیہ کے

ایسے ہلاکت مین پڑتے ہین لیکن اون لوگون کے افعال ہین اور جناب امام حسین علیہ السلام کے افعال مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خودکشی نافہمی اور ذریعہ اوس رنج کے دور کرنیکا ہوتا ہے جسکا علاج قدرت مین خودکشی کرنیوالے کے نہین ہوتا۔ رنج مین انسان مثل پاگل اور مجنون کے ہوجاتا ہے مجنون کے افعال قابل استدلال نہین ہوسکتے۔ سپاہی جو جان دیتے ہین وہ خوبی ہے مگر اس خوبی مین اور سپاہیون کی خوبی مین یہ فرق ہے کہ اونکو امید و بیم دونون ہوتے ہین۔ یہان سوا بیم اور ہر طرح کے دنیاوی نقصان کے کوئی امید نہ تہی۔ سپاہی اکثر مجبور ہوتے ہین یہان کوئی جبر سوای ضرورت دین کے نہ تہا۔ ضرورت دینی یہ تہی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کرکے اسلام کو جاری فرمایا تہا اور وہ اسلام کیسا اسلام تہا کہ اوسکے ذریعہ سے اعلی سے اعلی مرتبہ قوت صدور افعال حسنہ اور خداپرستی کا پیدا ہوتا تہا حقیقت مین معدوم ہوجاتا اور نام بہی اوسکا روی زمین پر باقی نہ رہتا کیونکہ تاریخی حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید ایک نہایت بدافعال شخص تہا اور مسلمان نہین تہا۔ واقعہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ اسبات کی دلیل قاطع ہین کہ وہ دشمن اسلام تہا۔ ایسے آدمی کے خلیفہ اسلام تسلیم ہوجانے سے اسلام مین ایسی برائی کا بیج بویا جاتا کہ آئندہ چلکر اسلام کو بیخ و بن سے اوکہاڑ دے۔ چنانچہ بعد ایسی قوت پا نیکے کہ اوسوقت کسی مسلمان مین اوس سے قوت مقابلہ باقی نہین رہی تہی پہلا کام اوسنے خاندان نبوت کے برباد کرنیکا کیا۔ دوسرا خانہ نبوت کے خراب کرنیکا۔ تیسرا خانہ خدا کے نیست و نابود کرنیکا یہانتک کہ وہ خود نیست

ونابود ہو گیا۔ ضرر اوسکا جسقدر ہونا چاہیے تہا صرف اسلیئے نہین ہوا کہ امام حسین علیہ السلام
کی مخالفت نے جڑ لگا دیا۔ جتنے مسلمان اوسوقت موجود تہے اون سب مین سے صرف امام
حسین علیہ السلام نے اس ضرورت کو جان لیا اور جو کچہہ اس شر عظیم کے دفع کرنے مین
ہو سکتا تہا وہ سب کچہہ کیا۔ الغرض ایسی حالت مین کہ شل دوسرون کے مصائب عظیم
سے بچ جانا خود امام کے ہاتہہ مین تہا حضرت نے اپنے اوپر یہ سختیان گوارا کین۔ دیکھیے
کہ حضرت مین کتنی بڑی قوت صدور افعال حسنہ اور حمایت اسلام کی تہی۔ اس قوت کا
اظہار اوسی حمایت کی وجہ سے ضرور تہا وہ ہوا۔ اور کیسا سخت امتحان اونسے لیا گیا اور
وہ کیسے اوسمین کامل العیار نکلے۔ فرمایئے کہ وہ امتحان سول سروس اور ہر دنیا کے امتحان
سے مشکل تہا یا نہین۔ اور اونکا رتبہ اقلاً ہر دنیا کے آدمی سے جو اوسوقت موجود تہے بہتر
ہونا چاہیے یا نہین۔ آپ غور فرمایئے کہ جو ذرائع اس امتحان کے تھے وہ کیا تھے۔
اگر عرب نہوتا گرمی کی یہ شدت نہوتی۔ آفتاب نہوتا تو گرمی نہوتی۔ پانی نہوتا تو پیاس
نہوتی۔ غلہ نہوتا تو بہوک نہوتی۔ دشمنون کی کثرت نہوتی تو بے بسی نہوتی۔ قاتل
نہوتے تو شہادت نہوتی تحو فرمایئے کہ عرب کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ آفتاب کا پیدا کرنا
برا ہے؟ نہین۔ پانی کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ غلہ کا پیدا کرنا برا ہے؟ نہین۔ دشمنون
اور قاتلون کا پیدا کرنا بھی برا نہین ہے۔ اسلیے کہ وہ بھی تو اوسی جنس و نوع مین سے
ہین جسمین امام علیہ السلام تہے۔ وہی بشر ہی تو تین دشمنون مین تہین جو امام مین تہین پس
جیسے ان اضداد کے پیدا کرنے مین جنکو آپ برا نہین سمجھتے برائی نہین ہے اون اضداد

مین بہی جنہین آپ بُرا سمجہتے ہین بحیثیت خلقت بُرائی نہین ہے۔ کوئی حجت اللہ تعالی
پر اور کوئی الزام نہین ہے۔ الزام اونہین اپنی قوتون کو بُری طرح استعمال کرنیکی مشق اور اپنی
غلطیون سے حاصل ہوا تہا مگر بغیر اونکے وجود کے امام کو رتبہ شہادت کا ملنا ممکن نہین تہا
نہ ان کمالات کے اظہار کا۔ جیسا امام کا پیدا کرنا تہا ویسا ہی انکا۔ اور کیسا ضروری تہا
اسی طرح شیطان کا پیدا کرنا حضرت آدمؑ کی ساتہہ ضروری تہا۔ وہ مراتب جو امام حسین علیہ السلام
کو بعد اس امتحان کے حاصل ہوے ہونگے قیاس یون چاہتا ہے کہ سختی جب سب سے
زیادہ تہی مراتب بہی سب سے زیادہ تہے۔

ایک مثال لطیف اور بیان اسکا کہ دین کے امتحان دینے ہو نیکے کیا مراتب ہو سکتے ہین۔

اس مثال پر غور فرمایئے مشہور ہے کہ ایک بادشاہ شکار کو نکلا۔
ہرن کے پیچہے اوسنے گہوڑا دوڑایا اور اسقدر دور ہو گیا کہ لشکر
اوس تک نہ پہونچ سکا۔ شام ہو گئی اور وہان ہوی کہ جنگل مین پہاڑون کے سوا کوئی
چیز ماکولات اور مشروبات سے نہ تہی وہ بادشاہ سرگردان اور حیران ہوا اور اس عادت سے
کہ ہمیشہ تنعم مین بسر کرے سخت مصیبت مین مبتلا ہو کر قریب بہلاکت پہونچ گیا۔ اوسوقت
بادشاہ کو پہاڑی پر ایک مکان نظر آیا جسکے دیکہنے سے ایسی راحت ہوئی جیسی مایوسی مین
جان بچنے سے ہوتی ہے۔ بادشاہ وہان گیا چونکہ شکاری لباس مین تہا اوسے مالک
مکان نے جو ایک پُرانی بڑہیا تہی نہ پہچانا کہ یہ کون ہے بادشاہ نے اوس سے پانی طلب
کیا مگر پانی موجود نہ تہا اوس ضعیفہ نیک نہاد نے اپنی ایسی بکری کا دودہ بادشاہ کو دیا کہ
وہی بکری صرف اوسکا مالِ دنیا تہا۔ بادشاہ کو اوس بہوک پیاس مین اوس تہوڑے سے

دودہ نے عجیب راحت دی ۔ بادشاہ گھوڑے سے اوترپڑا دودہ پیا بڑہیا سے حال
پوچھا تو اوسنے بیان کیا کہ میرے ایک لڑکا ہے وہ ہر روز محنت کو بستی مین جو یہاں سے
دور ہے جاتا ہے اور شام تک جو پیدا کرتا ہے وہی قوت لایموت کا ذریعہ ہوتا ہے بادشاہ
منتظر رہا کہ وہ آیے تو بہوک دور ہونے کا سامان ہو ۔ وہ لڑکا بڑہیا کا اوس روز معمول
سے زیادہ دیر مین آیا اور جب آیا خالی ہاتھہ آیا ماں سے بیان کیا کہ آج مزدوری نہین ملی
بڑہیا کو حیرانی اور بادشاہ کو سخت پریشانی ہوی ۔ بڑہیا اپنے بیٹے کو الگ لے گئی اور
صلاح کی کہ مہمان بہوکا رہنا نہین چاہیے اسکی کیا تدبیر ہوسکتی ہے آخر کو دونون نے
اوسی بکری کو ذبح کیا جنگل کی لکڑیاں توڑین اور آگ جلا کر اوسے بہونا لڑکا چشمہ سے
پانی لایا اوس گوشت کو بادشاہ کو کہلایا اور پانی پلایا کہال بکری کی بادشاہ کو بچھادی
اور سُلا دیا صبح ہوتے ہی بادشاہ کا لشکر ڈہونڈہتا ڈہونڈہتا بادشاہ تک پہونچ گیا اوسوقت
بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑہیا اور اوسکے بیٹے کو ساتھہ لے آئین ۔ گہر لا کر دونون کی مہمانداری
کی اور تین روز تک بڑی تعظیم اور تکریم سے کہا بعد تین دن کے بادشاہ نے اپنے
ارکین سلطنت کو جمع کیا اور پوچھا کہ بتلاؤ اس عورت اور مرد کا مجھے انصافاً کیا بدلہ دینا چاہیے
اس بات پر غور کرو کہ مجھے اُس پانی اور گوشت کی ایسی ضرورت تہی کہ بدون اُسکے مرجاتا
اور پہر یہ ساری سلطنت میرے لیے نکمی ہو جاتی **شعر**

ہمین کیا جو قبرون پہ ریلے رہے ‏ ‏ کہ ہم اوسکے اندر اکیلے رہے

اوس حالت مین ان دونون نے تمام مال جو وہ رکہتے تہے میرے اوپر تصدق کیا ہے

اور مجھے دیدیا ہے اور نیز اوس حالت مین کہ کسی بڑے نفع کی توقع مجھہ سے نہ تھی کسی نے
کچھہ بتلایا کسی نے کچھہ کہا آخرکار بادشاہ نے کہا کہ چونکہ یہ دونون میری بقاء انتفاع سلطنت ہین
کا باعث ہوے ہین اور زندگی کا جواب یہ ہے کہ مین انکو سلطنت کے انتفاع کا فرد جکیا ہون
اس مثال پر حال امام علیہ السلام کو غور فرمایئے کہ جس شخص نے اپنی اولاد۔ اپنا مال یعنی
آبرو۔ اپنی جان۔ یعنی اونکے پاس جو کچھہ تھا وہ اسی لیے صرف کر دیا کہ اللہ کا دین
باقی رہے اور خداشناسی کے طریقے اور ذرائع ضائع نہو جائین خدا جو سب سے بہتر بدلا دینے
والا ہے اوسکا کیا بدلہ دیگا۔ ضرور اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ساری خدائی کا اختیار اوسکو ہو وہ
دین کا بادشاہ ہو۔ اور بعد ان مراتب کے اوسکو وقت سزا و جزا پورا اختیار خلق پر دیا جاے
اس سے یہ بات بھی سمجھہ مین آتی ہے کہ بادشاہونکی تعداد کی زیادہ ضرورت نہین مگر بادشاہ
بنانے کی ضرورت بھی اہم ہے۔ اسلیے دشمنون کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے اور اونکی کم۔

شہادت کی ضرورتکا مختصر بیان

یہان اور ایک نکتہ قابل بیان ہے کہ شہادت ایک ایسی ضروری
چیز ہے کہ جسکے بدون کام نہین چل سکتا وہی ذریعہ غلبہ کا ہے اور قوتون کے روکنے کا
اسلیے کہ جبتک دشمن دفع نہ کیے جائین غلبہ نہین ہو سکتا وہ بھی انسان ہین بغیر مرے مارے
کیونکر دب سکتے ہین۔ ایسی ضروری چیز کے لیے دیکھیے اسلام نے کیا کام کیا ہے
اور کمال یہہ ہے کہ قول ہی سے نہین بتلایا خود اوس شخص کے نواسہ نے جو بانی اسلام تھا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعل سے اور خود حاصل کر کے بتلایا ہے۔ کیا اب آپ اسلام اور اوسکے
بانی کو یون کہہ سکتے ہین کہ وہ محض حصول حکومت کے لیے سب کچھہ کرتا تھا نہین اوسنے

ایسی تعلیم دی تہی کہ محض دین کے لیے جان دی جاتی ہے خواہ حکومت ہو یا نہو۔ یہہ
دکہلانا دیکہیے کیتنی بڑی ضرورت سے ہے اور شہادت امام حسین کیا چیز ہے۔

بعض شبہات کا دفعیہ

بعض لوگ جو اس کمال کے مرتبہ کی منقصت اور استخفاف کرتے
ہین۔ افسوس ہے کہ وہ کسقدر اصلی ضرورتون سے نا واقف ہین۔ مثلاً بعض لوگون
کو مین نے کہتے ہوے سُنا ہے کہ شہادت حضرت مسلم اسکا باعث ہوی کہ حضرت نے
یہ مصائب اپنے اوپر گوارا فرمایے۔ کیا ہزارون بادشاہون کو آپ نے شکست پر
دیکر صلح کرتے ہوے نہین دیکہا! اگر خاص سبب نہوتا حضرت صلح کر لیتے۔ اس قول
کے معنی یہہ ہین کہ بانی اسلام اور اوسکے ایسے لواحق مین اصلی نیکی باعث ان افعال کے
صدور کا نہین تہی۔ غصہ اور دوسری چیزین تہین۔ حالانکہ ہمارے افعال اونکے اسکے
خلاف ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ہندہ کا معاملہ اس غصہ کا سبب تہا مختصر قصہ اوسکا یہہ ہے
کہ ہندہ نے خانۂ نبوت مین پرورش پائی تہی اور جناب امام علیہ السلام کے نکاح مین آئی
تہی وہ بہت خوبصورت تہی یزید کو جب اوسکی کیفیت معلوم ہوی درپے ہوا کہ وہ میرے
نکاح مین آیے معاویہ صاحب نے جناب امام علیہ السلام کو لکہا کہ آپ اوسے طلاق دیدیجیے
کہ یزید اوس سے نکاح کرلے وہ غصہ ور ہے اوس سے اور آپ سے عداوت ہونا بہتر
نہین ہے۔ امام علیہ السلام نے طلاق دیدیا۔ یہہ بات غور کے قابل ہے کہ جو شخص
اپنی عورت کو طلاق دیدے اسلیے کہ بغیر ضرورت سخت کے اور بغیر کمال مرتبہ مین ضرورت
کے ظاہر ہو جانے کے کچہہ نہین کرنا چاہیے یعنی لڑنا اور تلوار کا معاملہ۔ وہ کسقدر اپنے

نفس پر قابو رکھنے والا ہوگا۔ جو شخص اس عار کو گوارا کرلے کیا وہ ان تکالیف بیعت کی عار کو گوارا نکرلیتا اگر محض ضرورت دین کے لیے نہ لڑتا۔ دیکھیے ایسے خیالات کسقدر لغو ہین۔ کیا ایسا شخص حضرت مسلم اور ایک عورت کے لیے یہ تکلیفین گوارا کریگا ہرگز ہرگز نہین۔ ضرور مہالک مین نفس کو ڈالنا منع ہے مگر شہادت جب ایسی ضرورت سے ہو منع نہین ہوسکتی فرض ہوجاتی ہے۔

ممکن ہے کہ یون کہا جایے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔ یعنی اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین مت ڈالو جناب امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر ہلاکت خود اختیار فرمائی خلاف حکم خدا کیا۔ یہ صریحاً غلط ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے ہلاکت کو منع فرمایا ہے شہادت کو منع نہین فرمایا بلکہ اوسکا حکم دیا ہے۔ یہ شبہہ ہلاکت اور شہادت کے معنی مین فرق نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ہلاک۔ ہلوک۔ مہلکہ تہلکہ سب کے معنی نیست ہوجانے کے ہین۔ شہادت جس کسی کو نصیب ہوتی ہے اوسکی نسبت خود اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ترجمہ۔ اونکو مرے ہوئون مین شمار نکرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہین اور کہاتے پیتے ہین معنی یہ ہین کہ شہید ہلاک نہین ہوتا یعنی نیست۔ دوسرا لباس یعنی جسم پہنکر ہماری نظرون سے چھپ جاتا ہے اور اس حیات سے بہتر حیات اوسکو حاصل ہوجاتی ہے۔ کہاتا پیتا چلتا پھرتا ہے۔

جب دونون ارشاد الہی کو ملایے کہ ایک طرف قتال کا حکم ہے اور مرنے مارنے کا

دوسری طرف ہلاکت مین اپنے آپ کو ڈالنے کی ممانعت ہے تو صاف معنی یہہ
ہوتے ہین کہ جب ہلاکت بیفائدہ ہو ہلاکت ممنوع ہے جب اوسمین دین کا نفع ہو شہادت
واجب ہے چنانچہ شیخ سعدی بہی فرماتے ہین - مصرعہ توم ودر دہان اژدرہا -
کیونکہ اوس وقت ہلاکت بے نفع محض ہوگی - خداوند عالم نے کتمان ایمان مومن آل
فرعون کی تعریف فرمائی ہے - اسلیے کہ اگر کتمان نہوتا ہلاکت بے نفع واقع ہوتی -
شہادت جناب سید الشہدا مین دین کا نفع ہی نہ تہا باقی رہنا دین کا اوسپر موقوف تہا - پس
وہ ہلاکت نہوئی جو ممنوع ہے اعلیٰ درجہ کی شہادت ہوئی جسکا حکم ہے اور واجب ہے
باقی رہا مواقع استعمال کا جاننا - ظاہر ہے کہ جو شہادت قبول کرے اور ایسا ہو وہ مواقع
استعمال کو یقیناً ہمسے بہتر جان سکتا ہے اور لازم ہے کہ جانے - الغرض واقعہ
جناب امام حسین علیہ السلام ایسا صاف واقعہ ہے اور اسلام اور ہر نیکی کا ثبوت ایسا صاف
ہے جسپر کوئی اعتراض نہین ہوسکتا - کوئی دوسرا واقعہ ایسا صاف نہین ہے -

سزا مقرر ہونے کی وجہ -

بعد اسکے اسباب پر غور فرمائیے کہ آیا یہی کافی ہے کہ انسان جب
قوتون کے عمدہ اور برمحل صرف کرنیکی مشق کرے باعث ترجیح ہو - یا قوتون کے اس مشق
کی طرف راغب کرنے کے لیے کسی دوسری چیز یا ترکیب کی بہی ضرورت ہے - ظاہر ہے
کہ سخت ضرورت ہے - اسلیے کہ انسان مین جو قوتین ہین وہ ایسی تیز ہین کہ آدمی اونکے
برلانے مین اسقدر بے سوچے سمجھے کام کرتا ہے کہ مضرتین اونکی بہت زیادہ ہین - مثلاً
قتل کرتا ہے - چوری کرتا ہے وقس علیٰ ہذا - قتل سے جو مضرتین ہین وہ ظاہر

ہین یعنی انسان جو اللہ نے ایسی عمدہ شے بنائی ہے معدوم ہوتا ہے اوسکے معدوم
ہونے سے اکثر اوقات ایک گھر کا انتظام بگڑ جاتا ہے۔ عورتین بیوہ ہو جاتی ہین
بچے ناتربیت یافتہ رہ جاتے ہین۔ چوری کسے جو مضرتین ہین ظاہر ہین۔ آدمی
دوسرے کا مال جو ایسی محنت سے پیدا ہوتا ہے بغیر استحقاق کے لیلیتا ہے۔
بعض وقت چوری ہو جانے کی مضرتین مثل قتل کے ہوتی ہین۔ جیسے عرب مین پانی
یا لندن مین گرم کپڑے چرا لینا بعض صورتون مین۔ پس قوتون کے بے محل استعمال
سے روکنے کے لیے سزا کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ قوتون مین
تیزی دی گئی ہے اور ہر برے اور اچھے کام کی مضرتین اور منافع ہر وقت پیش نظر نہین
رہ سکتے۔ بعض مضرتین ایسی نازک ہین کہ وہ باعتبار استعمال قوت مضرت نہین ہین بعض
وقت وہ مضرت اس لیے ہو جاتی ہین کہ آدمیون کی قوت کے جمع ہونے مین ہارج اور مانع
ہوتی ہین یعنی میل جول کے حصول۔ پس اونکے لیے کسی تیسری چیز کی ضرورت ہے
جو انسان کو بتلایا کرے اور پیش نظر رکھا کرے کہ یہ کام برا ہے اور اسکے کرنے سے
خرابی پیدا ہوگی اور وہ بھی روک افعال بد کی ہو جسکا نام سزا ہے۔ مثالین اوسکی یہ ہین
(۱) انسان کے لیے پیشاب کرنا لازمی چیز ہے اور اوسکا جاری کرنا تندرستی کا مدار ہے
مگر مجمعون مین جیسے میلے اور بازار مین بول کرنا منع ہے اسلیے کہ وہ بیحیائی ہے۔
بیحیائی اسلیے مضر ہے کہ اوس سے افعال قبیحہ آخر کو پیدا ہوتے ہین۔ علاوہ بران
زیادتی پیشاب سے ایسی بدبو پیدا ہوتی ہے کہ ہوا کو بگاڑ دیتی ہے اور آخر کار وہ مجامع

کے متفرق کر دینے کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب ہوتا ہے۔ ذاتی ضرورتین اسکی طالب ہین مگر مجامع کی ضرورتین اسکی مانع ہین۔

(۲) غصہ کرنا چھوٹے بچون کے ڈرانے کے لیے کہ تعلیم مین مار پیٹ کی ضرورت نہو اچھی چیز ہے۔ غصہ مادہ اپنی ذلت سے روک کا ہے جسکو حمیت کہہ سکتے ہین۔ طعن کرنا جب طالبعلمون کی غلطی کی وقت مناسب پر روک ہو نہایت آسان ترکیب اصلاح کی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ مجمعون مین یہی دونون چیزین کیسی مضر ثابت ہو سکتی ہین۔ آپ غصہ فرمایئے دوسرے کو بھی غصہ آجایے لڑائی ہو طرفین کے طرفدار شریک ہون اور کشت و خون ہو جایے۔ گو ہر روز ایسا نہین ہوتا۔ طعن کرنے کی بھی یہی حالت ہے کہ لوگ طعن کر جاتے ہین اور کچھ نہین ہوتا۔ غصہ مین جب زور ہوتا ہے مصالح اوسکے پیش نظر نہین رہتے۔

(۳) سچائی اور راستی جب معاملت دوسرے سے ہو لازمی ہے ورنہ کوئی کام نہین چل سکتا یعنی اگر سچائی نہوتی نوٹ کیسے چلتا۔ ہنڈی کیسے جاری ہوتی اور یہ آسانی روپیہ کے بھیجنے اور رکھنے کی کیسے پیدا ہوتی۔ حالانکہ سچائی کے فائدے ہر وقت پیش نظر نہین رہتے بلکہ آسان طلبی اور راحت کی خواہش مقتضی ہوتی ہے کہ جھوٹ بولیے اور مال اوڑا کر بفراغت بسر فرمایئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہین اور ہو سکتے ہین کہ قوت اونکی اونکو بعد اس ترکیب کے یعنی اچھے افعال کی مشق باعث ترجیح ہونے کے ضرر نہ پہونچا سکی۔

جزا کا بیان۔ اس طریقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کا بنانا لازم ہے
جب وہ لازم ہوا اوسکے جانب مقابل پر پہر غور کیجیے کہ جب سزا مقرر کیجایے افعال نیک
کے لیے جزا کا بنانا بہی ضرور ہوتا ہے پہر زیادہ غور فرمایے کہ انسان کا سخت امتحان مین
ڈالنا اور اوسکا پڑنا اور ہمیشہ نیک افعال کرتے رہنا اوسکو کس رتبہ کی جزا کا مستحق بناتا
ہے اور آیا ہر فعل کی جزا اسے دنیا مین مل جاتی ہے وہی اوسکی کافی جزا ہے؟ ظاہر
ہے کہ نہین ہے کیونکہ اس صورت مین افعال نیک کی تعداد شمار سے زیادہ ہوگی۔
ہم دیکھتے ہین کہ اوس مقدار کی جزا نہین ملتی بلکہ ہزارون بڑے بڑے افعال نیک
کی بہی نہین ملتی خصوصاً جب آدمی ملک کے لیے مثلاً جان دیدے اوسے اسکی جزا
کچھہ بہی نہین ملتی علاوہ اسکے جزا کا بنانا اسلیے بہی ضرور ہے کہ سزا روک ہے۔ ترقی
افعال حسنہ کا ذریعہ نہین ہے۔ اور یہ امر ضرورت جزا کو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ لاجواب
ہے حقیقت مین سزا اور جزا دونون کا مقرر کرنا ترکیب کا تعدد ہے اور مختلف صورتون
مین تکمیل تدبیر لازم شئی ہے کیونکہ نتیجہ اختیار دو چیزین ہین نیکی اور بدی یا بہلائی اور برائی
نیکی مین دو چیزین ہین ایک بقدر اپنی ضرورت کے دوسری اپنی ضرورت سے زیادہ اگر سزا
مقرر ہوتی اور جزا نہوتی بعد اپنی ضرورت کے زیادہ نیکی کے کام کرانیکا کوئی ذریعہ نہوتا
اور وہ بیفائدہ ہوتی اور اوس صورت مین انسان قریب قریب حیوان مطلق کے ہو کر
بیفائدہ ہو جاتا۔ یعنی اورون کے کام کا معنی یہہ ہین کہ اختیار کو اچہا بنانے کی لیے
کوئی تدبیر ایسی نہین ہے کہ اللہ تعالی نے اوٹہا رکہی ہو اور نہ کی ہو۔ سزا بہی بنائی

اور جزا بھی کہ دونون ملکر تو اچھا کام کرائین بغیر اسکے تدبیر مکمل نہ تھی۔

سزا اور جزا ہر فعل مستحق سزا اور جزا کی ہونی چاہیئے۔

جب یہ دونون امر سمجھہ مین آگیے تب یہ غور فرمایئے ضرور ہے کہ سزا اور جزا ایسی ہون کہ ہر فعل مستحق سزا کے لیے سزا ہو۔ اور ہر فعل مستحق جزا کے لیے جزا۔ ورنہ کوئی وجہ نہین کہ بعض افعال سزا سے باقی رہین بعض کی سزا ہو بعض کی جزا ہو بعض کی نہو۔

دونون کے لیے قاعدہ ہونا چاہیے۔

اب دنیا مین جو سزائین ہین اونپر غور فرمایئے کہ وہ صرف ایک طریقہ سے دی جاسکتی ہین۔ یعنی اونکے لیے مقرر کرنا قاعدہ کا ضرور ہے قاعدہ مقرر نہ کرنے کی برائیون کو ملاحظہ فرمایئے۔ فرض کیجیے کہ چوریون اور زنا کی سزا کا قاعدہ مقرر نہ کیا جاتا تو یون نہوتا کہ جو شخص چاہتا کہہ دیتا کہ فلان شخص نے میرے مال کی چوری کی۔ جو چاہتا کہہ دیتا کہ اوس شخص نے اوس عورت سے زنا کیا حالانکہ شاید اوس ذریعہ سے وہ خود چوری کرنا چاہتا ہو یا خود زنا کا طالب ہو۔ اسلیے یہ قاعدہ مقرر کرنا ضروری ہوا کہ گواہ کے بدون کوئی سزا نہ دیجایے۔ یہان تک کہ ہر معاملہ کے لیے قاعدہ مقرر کرنا ضرور ہوا ہے چنانچہ لین دین کے لیے تحریر کیا جانا دستاویز کا لازم کیا گیا ہے ورنہ اعتماد صحت معاملہ کا اوٹھہ جائیگا جو چاہے دعوی کر دیگا اور دوسرے کا مال حاصل کرلیگا۔ الغرض قاعدہ کے بدون کام نہین چل سکتا۔

قاعدون کا کافی نہونا۔

اب قاعدہ مقرر کرنیکی دوسری شق پر غور کیجیے قاعدہ ہی ہزارون جگہہ انصاف ہونیکا مانع ہے۔ ہزارون جگہہ بے انصافی کرنیکا سبب ہے۔ لیکن

اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مقرر کیے بدون جو مضرتین پیدا ہوتی ہین
وہ اوس مضرت سے جو قاعدہ مقرر کرنے پر ہوتی ہین بہت ہی ادنی درجہ کی
ہین۔ انگریزی قوانین کی نسبت بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان مین اس
سے بڑی خرابی پیدا ہوی ہے۔ اسقدر جہوٹ کا رواج ہوا ہے کہ لوگون سے جہوٹ
کی برائی جاتی رہی ہے۔ یہانتک کہ اب زبان زد عوام وخواص ہے کہ صاحب یہ عدالت
تہوڑا ہی ہے کہ جہوٹ بولین۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اسواسطے کہ انگریز اہل اسلام
کے معاملات وراثت و ازدواج وغیرہ کے شرع کے موافق فیصلہ کرتے ہین اور ہندون
کے ہندوؤن کے شاستر کے مطابق۔ عام معاملات اپنے قوانین کے موافق جو اون
اصولون پر مبنی ہین جو باستثنا بعض مسائل جزئی کے خلاف شرع و شاستر نہین ہین۔
اس سے ظاہر ہے کہ یہ جہوٹ کے رسوخ کی وجہ نہین ہے۔ البتہ میرا خیال یہ ہے کہ انگریزی
قوانین اس ملک کی عام رعایا کے لیے زیادہ نازک ہین۔ علاوہ اسکے اوس قانون کے
متعلق کرنے والے وہ ہین جنکے دماغون مین وہ نزاکتین مرتکز ہین اور وہ خود بہی نازک
فہم ہین کہ بعض اوقات سیدہے سادے معاملون کو اسقدر نزاکت سے سوچتے اور فیصلہ
کرتے ہین کہ وہی غلطی کی جڑ ہوتی ہے۔ ایسی غلطی ضرور ہونی چاہیے اسلیے کہ جہان
نزاکت معاملے مین موجود نہین اوسمین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبہی رسم ورواج سے عدم
ممارست بہی اسکا سبب ہوتا ہے جسکی مثال ملا عبدالرحمن جامی کی حکایت ہے۔

امیر خسرو ایک ہندی شاعر تہے اونکا ایک شعر ہے ؎

گر مہ شود براو ستارہ شود بری	باخوانِ نعمتِ تو کند کی برابری

ملا صاحب چونکہ ایرانی تھے بڑا اور بڑیون کو نجانتے تھے کسی نے اس شعر کے معنی پوچھے تو ملانے جو طبع آزمائی کی تو تین سو معنی کہے اور سب غلط تھے۔ آخر کار برسون کے بعد معلوم ہوا کہ بڑا اور بڑی ہندوستان کے دو کھانون کے نام ہین اونسے تشبیہ دی ہے۔ ان دونون امر کا اثر رعایا پر یہ ہوتا ہے کہ وہ معاملات بہی جیسے اور سارے امور حماقت یا شرارت سے کرتے ہین بے سوچے سمجھے کر گذرتے ہین۔ جب چارہ جوئی کی ضرورت ہوتی ہے تب یہ خیال ہوتا ہے کہ معاملات مین نزاکتین پیدا ہونگی اونکو سوچتے ہین اور بقدر فہم سوچ سوچ کر رخنون کو بند کرنا چاہتے ہین۔ اس سے بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور جہوٹ بولنے اور بلوانے کے تقریبًا ہر مقدمہ مین ایسے خیالات ہوتے ہین۔ اگر مدعی کو کم ہون مدعا علیہ کو زیادہ ہوتے ہین۔ اگر مدعا علیہ کو کم ہون مدعی کو زیادہ ہوتے ہین۔ اسلیے کوئی مقدمہ جبتک رخنے بند نہون نہین چلتا۔ پس حقیقت مین یہ قصور قانون اور اوسپر عمل کرنیوالے حکام کا نہین ہے بلکہ اصول تقرر قانون کا ہے اور بعض عمدہ تدابیر کرنے کا۔ جلنسے چارہ نہین۔ علاوہ بران جہوٹ بولنے کی عادت کچہہ جدید نہین ہے بعض لوگون کو یہ اعتراض ہے کہ قوانین انگریزی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک گروہ قانون پیشیون کا پیدا ہوگیا ہے اور انصاف کی قیمت اتنی گران ہوگئی ہے کہ گرانی اوسکی ہر جگہہ پہونچنے کو مانع ہوا اور مجرمون کو قانونی نزاکتین سزا سے بچادیتی ہین یہ امور بہی سقم قانون کا نہین ہین بلکہ اوسی اصول تقرر قاعدہ کا سقم ہے۔ الغرض

اس حالت پر غور کرنے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قاعدہ کی بغیر کام نہین چل سکتا۔ اور قاعدہ گو کتنا ہی آسان ہو باعث نا انصافی کا بھی ہے۔ اوسمین جسقدر عمدگی نزاکت کی ہو وقت بڑہ جاتی ہے اور یہہ ایسا امر ہے جسکا علاج قوت بشری سے باہر ہے۔

بیان اوس ذریعہ کا جس سے ہر فعل کی سزا جزا ہو گی یعنی عقبیٰ

جب یہ بات معلوم ہوی کہ قاعدہ کے باوجود ہر گناہ کی سزا نہین ہو سکتی اور دنیا مین ہر فعل مستحق جزا کی جزا نہین مل سکتی تو لازم آتا ہے کہ ایسے ذرائع پیدا کیے جائین کہ ہر گناہ سزا پاے اور ہر فعل صلوب جزا۔ میری راے مین وہ سوای اسکے کہ عقبیٰ کا وجود مانا جاے دوسرے طریقہ سے نہین ہو سکتا اور چونکہ اوسمین تاخیر ضروری ہے ورنہ اختیار اختیار نہ رہے اوسمین دونون کا اعلیٰ درجہ پر ہونا بھی لازمی ہے ورنہ قریباً بے اثر ہو گی۔ سزای عقبیٰ و جزای آخرت ماننے سے انسان کی روح کا بقا لازم آتا ہے اور خداوند عالم کا وجود اس ترکیب پر خیال کرنے سے کسقدر ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کا بیان

تناسخ کا مسئلہ میری سمجھہ سے باہر ہے (۱) جب مین مقابلہ کرتا ہون یعنی ایک اعتقاد یہ ہے کہ انسان کی روح پیدا ہوی دنیا مین آئی اور افعال کے مطابق اوسکو سزا یا جزا ملی اور معاملہ ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتقاد یہ ہی کہ روح قدیم ہی اور بار بار دنیا کی بھٹی مین آئی اور جوش کہاتی رہتی ہی اور ہمیشہ کہاتی رہیگی کبھی یہ معاملہ ختم نہوگا تو اعتقاد تناسخ ایسا غلط معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کسی دلیل کے بیان کی حاجت نہین۔ (۲) اوسکے یہ معنی ہین کہ جیسے کٹ پتلی کے تماشے والے کے پاس چند کٹ پتلیان ہوتی ہین اسی طرح اللہ تعا

گئی ہیں چند روحیں ہیں تماشہ والا بعض کٹ پتلیوں کو ایک طرح کے کپڑے پہنا کر ایک
تماشہ کے لیے نکالتا ہے اور بعد تماشہ کے چھپا دیتا ہے۔ اور یہی کام دوسرے
تیسرے تماشہ کے لیے کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالی چند روحوں کو ایک لباس جسمانی
پہنا کر نکالتا ہے پھر چھپا لیتا ہے۔ اوسکا تماشہ ختم ہو جاتا ہے اللہ تعالی کا ختم نہیں
ہوتا۔ یہ تو فعل عبث ہوا۔ اسلیے کہ آخر کسکو اللہ تعالی یہ تماشہ دکھلاتا ہے۔ کوئی
ہے جو مثل تماشہ دیکھنے والے کے ہو۔ کٹ پتلیوں کو اس سے کیا نفع۔ (۳)
اوس آدمی کو سزا دینا جسے اپنے گناہ معلوم نہیں یا بعد گناہ کی سزا کے یا بعد افعال نیک
کی جزا کے اوسکو دوسری حالت میں بھیجنا یا مطلقاً پھر دنیا سے امتحان گاہ میں بھیجنا
اور برابر بھیجتے رہنا بلا نتیجہ محض ہے۔ کیونکہ اوس سے وہ کچھہ متنبہ نہیں ہو سکتا۔ ہم روز
دیکھتے ہیں کہ اس خیال کا نفع کچھہ نہیں ہے یا اسقدر کم ہے کہ بمقابلہ اوس تکلیف کے
جو دنیا کی ہے کچھہ نہیں۔ بلکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی ظالم ہے یعنی اپنے
تماشے کے لیے تمام عالم کو اس بلا میں مبتلا کر رکھا ہے (۴) روح اور مادہ اگر قدیم
ہوں تعدد قدما لازم آئیگا اور وہ باطل ہے درحقیقت یہ اعتقاد اوسی وقت قائم ہو سکتا
ہے کہ دنیا قدیم ہو۔ ورنہ نہیں۔

وجود روح اور بعد موت کے روح کی بقا کا بیان۔

روح کے وجود کی نسبت اربعہ عناصر پر غور کرنے سے بخوبی معلوم
ہوتا ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے جسمیں پانی اور ہوا اور آگ ملائی
گئی ہیں۔ پانی کا کام یہ ہے کہ باعث امتزاج کا ہو۔ ہوا کا کام یہ ہے کہ قوت متحرکہ

پیدا کرے - آگ کا کام یہہ ہے کہ اوس قوت متحرکہ کو کام مین لاوے یعنی ہوا نہوتی
تو چلنے پھرنے کی قابلیت نہوتی - آگ نہوتی تو وہ چیز نہوتی جو اوس چلنے پھرنے کی
قابلیت اور قوت کو کام مین لاتی - یعنی انبعاث یا وِل پور WillPower
جب انسان مرجاتا ہے تو مٹی اور پانی باقی رہ جاتے ہین حرکت کی قوت اور اوس قوت کا محرک باقی نہین رہتا
اب یہ امر غور کے قابل ہے کہ یہ دو چیزین جو علیحدہ ہوگئین اون دونون مین ایسی
علیحدگی ہوی کہ اپنے اپنے مقام پر چلی گئین - یعنی ہوا ہوا مین جا ملی و آگ آگ
مین - یا دونون مین امتزاج باقی رہا - اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ حیوانون مین
مادہ عقل نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین آگ اور ہوا کا امتزاج اوس
طریقہ کا نہین ہے جیسا حیوان کا ہے اب غور کرنا چاہیے کہ انسان کوئی کام اسطرح
کرتا ہے اور کرسکتا ہے یا نہین کہ جو طریقے ادراک اور عقل مین آنے کے بذریعہ جسم
کے ہین بدون اوسکے وہ کام ہو جاوے مطلب یہہ ہے کہ ادراک بذریعہ حواس خمسہ
کے ہوتا ہے یعنی سُننا - دیکھنا - چھونا - چکھنا - سونگھنا - انکے بغیر بھی ادراک ہوتا ہے
یا نہین - اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہوتا ہے اس لیے کہ قوت مقناطیسی کے
بڑھانے سے جب آدمی عامل اور معمول بن جاتے ہین تو معمول ایسی جگہہ کی خبر لاتا ہے
جسکو حواس خمسہ سے تعلق نہین ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان دونون چیزون
یعنی آگ اور ہوا کا امتزاج انسانی روح مین بالکل دوسری طرح کا ہے - ہم انسان کی موت
کا قیاس حیوان کی موت پر کرتے ہین لیکن یہان وجہ فرق کی موجود ہے - اس لیے

روح انسانی قابل بقا بعد موت کے ہے۔

خواب دیکھنے سے روح کی وجود پر استدلال اور خیالات حکماء کی نسبت خواب کی تردید۔

علاوہ اسکے انسان خواب دیکھتا ہے۔ انسان کے خواب مین روح وہ کام کرتی ہے جو صرف روح کا ہے اوسکی بابت خیالات حکمائ کا ذکر ضرور ہے وہ کہتے ہین کہ انسان مین ایک مادہ آرام کرنیکا ہے خون دماغ کے اعصاب مین ٹھہر جاتا ہے اور اسلیے اعصاب کام کرنے سے معطل ہوجاتے ہین۔ چونکہ اعصاب تمام جسم مین ہین اسلیے پہلے دماغ بے خبر ہوتا ہے پھر باقی جسم بے خبر ہوجاتا ہے اور آدمی آرام مین آجاتا ہے۔ جب جاگنے کا وقت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت آرام کرچکتا ہے تو خون رفتہ رفتہ دماغی اعصاب سے ہٹنا شروع ہوتا ہے بعدہ اور جسم کے اعصاب سے اور جب بالکل ہٹ جاتا ہے تب آدمی جاگ اٹھتا ہے۔ چونکہ مقام التعقل دماغ ہے اور تصورات مین ہر ممکن اور ناممکن چیز آتی ہے۔ لیکن جاگتے مین حواس کے ذریعہ سے تجربہ اور ادراک صحیح کرنیوالا قوت متخیلہ کا ہوتا ہے سوتے مین نہین ہوتا لہذا اوس عرصہ مین کہ دماغ کے اعصاب جو سب سے پہلے کام کے قابل ہوتے ہین اپنا کام شروع کردیتے ہین اور اوسوقت کردیتے ہین جبکہ روکنے والا اور انکا کوئی نہو تب آدمی کے ایسے امور خیال کے اندر آتے ہین جو محض خیال اور ناممکن ہین اور وہی خواب ہے اور خواب اسلیے کوئی منتج شے نہین ہے یعنی جس سے کوئی فائدہ یا نتیجہ پیدا ہوتا ہو۔

لیکن اگر غور کیجیئگا تو یہ بات پائیگا کہ یہہ دلیل اس خیال پر مبنی ہے کہ حواس خمسہ

کے علاوہ جبکا ادراک معمولی طور پر ہوتا ہے کوئی دوسرا ذریعہ اور کوئی دوسری شے
موجود نہین جسکے ذریعہ سے ادراک ہو۔ غلطی اسکی اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگر
ایسا ہوتا ہر جاگنے کے پہلے ایک خواب دکھلائی دیا کرتا حالانکہ ایسا نہین ہوتا۔ علاوہ
اسکے غلطی یہ ہے کہ اعصاب مین قوت ادراک اسقدر تیز ہے کہ اتنا کم وقفہ ہوتا ہے
جسے کہہ سکتے ہین کہ وقفہ نہین ہوتا مثلاً بدن پر ہاتھہ رکھیے فوراً دماغ مین خبر پہونچتی
ہے کہ ہاتھہ رکھا۔ قصد کیا اور ہاتھہ ہلا۔ پس یہ توقف جو خوابون مین ہوتا ہے
خلاف اوس طریقہ کے ہے جو اعصاب کے کام کرنے کا ہے۔ یہ امر کہ خون رفتہ رفتہ
ہٹتا ہے اس اعتراض کو اسلیے نہین توڑتا کہ بدن مین سونے کے وقت سیلان خون کا بند
نہین ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ سوای دماغ کے باقی بدن مین خون نہین ٹھہرتا اور اعصاب
جسم کے بحال خود رہتے ہین لازم ہے کہ خون دماغی اعصاب اور اونکی جڑ سے جسوقت
ہٹے فوراً تمام بدن جاگ جاۓ دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ خیال اگر خیال
محض ہو دکھلائی نہین دیسکتا کیونکہ آنکھہ ذریعہ دیکھنے کا ہے وہ اگر جاگ گئی ہے
ایک چیز حواس خمسہ سے جاگ چکے پس تصیح کرنیوالا خیال کا موجود ہو گیا۔ آپ نے
مانا ہے کہ حواس خمسہ تصیح خیال کرتے ہین آنکھہ سب سے بڑا ذریعہ اس تصیح کا ہے۔
قطع نظر اسکے جتنے خواص انسان مین رکھے گیے ہین اونکو سب مانتے ہین کہ نہایت
عجیب و غریب صنائع اون مین موجود ہین۔ پس اس صنعت کے وجود کو بلا وجہہ ماننا
بدلیل ہو سکتا ہے نہ بلا دلیل کیونکہ مثال اسکی ایسی ہے کہ اگر کسی کل کا ملاحظہ فرمائیے

اور اوسکو نہ سمجھیے تو اوسیوقت آپ کو بعضے پرزے بیکار معلوم ہونگے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کل کی نسبت کسی پرزے کے بیکار ہونیکا خیال آپ اس لیے نہین کرتے کہ کلون کے موجدون کو عاقل اور باکمال جانتے ہین مگر انسان کی سی کل کے بعض خاصیتون کے بیکار ہونیکا آپ یقین کرتے ہین اسلیے کہ آپ اوسکے موجد کے باکمال ہونے سے بے خبر ہوجاتے ہین۔ آپ خواب مین ارواح سے ملاقات کرتے ہین اور وہ ارواح ایسی چیزین بتلاتی ہین کہ انسان کی خیال کے متعلق نہین ہے۔ مثلاً بعض چیزین جو زندگی مین کسی نے مخفی رکھی تہین اوسے مرے ہوے کی روح نے بتلا دی ہین۔ حکماء نے غالباً یہ قیاس بعض حیوانون کو سونے مین آوازین دینے سے کیا ہو جیسے گھوڑا۔ اوسکے خواب مین اور انسان کے خواب مین فرق ظاہر ہے گھوڑے کبھی جاگنے کے قریب آواز نہین کرتے لہذا وہ مقدمہ جاگنے کا نہین ہے حکماء کی دلیل پر غور کیجیے وہ اوسے مقدمہ جاگنے کا کہتے ہین۔ علاوہ اسکے عقل انسانی اور عقل حیوانی مین جو فرق ہے وہ بہی ظاہر ہے۔ ہمکو کیا معلوم ہے کہ روح حیوانی کیسی ہے قرآن مجید مین خواب کا وجود شدومد سے مذکور ہے۔ یہان استدلال مین ارشادات شرعی پر اسلیے نظر نہین کی گئی کہ یہ بیان عقلاً سوچنے کا ہے۔ پہر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی چیزون کے غلط ہونیکا ایسا مضبوط خیال دلمین بٹھلا لیا اور راسخ کرلیا گیا ہے کہ گو ناقل کیسا ہی معتبر ہو اوس خیال کے آدمی اوسکو جھوٹا کہہ دیتے ہین۔ چنانچہ وجود روح کے انکار سے ایسی چیزون کی تکذیب لازم آتی ہے کہ اگر تکذیب کیجایے تو بڑا علم نکما قرار پاجایے۔

تاریخی ثبوت خواب کی صحت کا فتوح الشام سے۔

وہ علم تاریخ کا علم ہے اسلیے کہ تاریخ مین لکھا ہے کہ فلان واقعہ یون ہوا۔ تاریخ فتوح الشام مین علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب قلعہ حلب کا مسلمانون نے محاصرہ کیا کئی مہینے گذر گیے مگر وہ قلعہ فتح نہوتا تہا۔ یوقنا اوسوقت حاکم حلب تہا اور بڑا مدبر اور دلیر آدمی تہا وہ موقع ڈہونڈہا کرتا تہا اور جب مسلمانون کو غافل پاتا چہاپا مارا کرتا تہا۔ اسوجہ سے مسلمان تنگ آگیے تہے اور حیران تہے یہ خبرین سنکر واسس ابو الہول نے مدینہ طیبہ سے قصد حلب کا کیا اور جب سردار لشکر اسلام کے پاس جنکا نام حضرت ابو عبیدہ تہا پہونچے اور اونسے ملاقات ہوی اونہون نے واسس سے پوچہا کہ تم بزرگ منش آدمی معلوم ہوتے ہو تمہارا دل اس قلعہ کے فتح ہونے کے باب مین کیا کہتا ہے؟ واسس نے جواب دیا کہ اسی سفر مین مین نے ایک خواب دیکہا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انشاء اللہ تعالی فتح ہوگی خواب یہ بیان کیا کہ مین نے دیکہا کہ میری قوم آگے چلی گئی ہے اور مین اونکے نشانِ قدم دیکہتا ہوا جلدی جلدی چلا جاتا ہون جب اونکے قریب پہونچ گیا تو دیکہا کہ میری قوم کے آدمی حیران و پریشان کہڑے ہوے ہین مین نے پوچہا کہ آگے کیون نہین بڑہتے اونہون نے جواب دیا کہ دیکہو سامنے پہاڑ ہے اوسکے پار جانے کا راستہ نہین ملتا۔ مین نے کہا کہ یہہ شگاف نظر آتا ہے چلو اسمین ہوکر نکل چلین۔ اونہون نے جواب دیا کہ اس شگاف مین ایک بہت بڑا اور خونخوار اژدہا رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ اوسنے بڑے بڑے دلیرون کو ہلاک کر دیا ہے۔ مین نے کہا کہ آؤ اوسپر ایکدم سے جا پڑین۔ مار ڈالینگے

اونھون نے جواب دیا کہ اوسکے منہ سے آگ کے شرارے نکلتے ہین ۔ کوئی
پاس نہین جا سکتا میں نے کہا کوئی راستہ ایسا ڈہونڈہو کہ اوسکے پیچھے سے جا کر
مارلین ۔ اونھون نے جواب دیا کہ یہہ بھی ممکن نہین ہے اسلیے کہ قد اوسکا اتنا بڑا ہے
کہ پیچھے جانے کی راہ نہین ۔ یہہ سنکر مین خود گیا اور تلاش کی تو ایک راستہ ملا کہ بہت
ہی دشوار گذار اور تنگ تھا مین اوسمین بڑی محنت سے پہونچا اور منتظر وقت رہا یہانتک
کہ آہستہ آہستہ اژدہے کے پیچھے پہونچ گیا اور اوسے مارڈالا یہہ دیکھکر میری قوم بھی میرے
پاس پہونچ گئی مگر وہ بھی بڑی وقت سے پہونچی ابوعبیدہ اس خواب کو سنکر بہت خوش
ہوے اور سب مسلمانون کو بلوا کر یہ خواب سنوایا ۔ وہ سب بھی بہت خوش ہوے سبنے
یقین کرلیا کہ یہہ مژدۂ فتح ہے چنانچہ واقع مین تھا ۔ وامس محاصرہ مین شریک ہوگیے
اور تعبیر اس خواب کی یہ ہوی کہ قلعہ انہین کی ایسی ہی تدبیر سے فتح ہوا کہ جسکے معنی یہ ہین کہ
اس خواب مین بتلادیا گیا تہا کہ قلعہ یون فتح ہوگا ۔ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ سینتالیس دن
جب محاصرہ کو وامس کے پہونچنے کے بعد بہی گذر گیے اور اونکی بہی کوئی تدبیر
کارگر نہوئی تو وامس نے ابوعبیدہ سے کہا کہ اب مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے
وہ یہ ہے کہ ۳۰ آدمی مجھکو دیجیے ہم سب لوگ یہین چھپ رہین گے اور آپ لشکر کو یہانسے
اتنی دور ہٹالیجائیے کہ قلعہ والے یون سمجھین کہ مسلمانون نے محاصرہ اوٹھالیا چنانچہ
ایسا ہی ہوا ۔ یہہ وہ بات تھی جو خواب مین دیکھا تھا کہ وامس آگے بڑھ گئے اور راستہ
ڈھونڈھ کر نکالا ۔ الغرض جب رات ہوگئی وامس نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ

چپکے چپکے چلے آؤ یہہ لوگ پہاڑ کے نیچے تک پہونچے - واثلہ نے ساتھیون
سے کہا کہ کوئی آدمی پکڑ لاؤ کہ اوس سے راستہ پوچھین کوئی جانے پر راضی نہین ہوا
اور واثلہ خود گئے اور کئی دفعہ کر کے چہہ آدمی پکڑ لائے اون مین خرابی یہ نکلی کہ وہ
نہ انکی زبان سمجھتے تہے اور نہ یہ اونکی یہہ وہ بات ہے کہ راستہ ڈہونڈہنے مین دقت
پیش آئی - آخر کو ایک ایسا شخص پکڑا آیا جو زبان عربی جانتا تہا ایک آدمی اور وہ
عربی دان راستہ بتلانے پر راضی ہوئے واثلہ نے دو ساتھی ابو عبیدہ صاحب
کے پاس بہیجدیے کہ ہم صبح کو جب دروازہ کہولین اور لڑائی ہو تو آپ داخل قلعہ ہو جائیے
واثلہ اٹھائیس ساتھیون کو لیکر خود بکری کی کہال اوڑھ کر چلے یہانتک کہ اون دونون
راہبرون نے پشت قلعہ کی دیوار تک پہونچا دیا - یہہ قلعہ خواب مین اژدہا دکہلایا گیا
تہا واثلہ اس طرح قلعہ پر چڑہے کہ خود بیٹھہ گیے اور سات آدمی اپنے اوپر یکے بعد
دیگرے چڑہائی اور جب ساتون ایک دوسرے پر چڑہ چکے اور کہڑے ہوے تو قلعہ کی دیوار کے برابر ہو گئے
سب سے اوپر کا آدمی کنگنی پکڑ کر قلعہ مین کود گیا - برج کے پہرہ والے کو نشہ شراب مین
مست پایا اوسکی ٹانگ پکڑ کر نیچے گرا دیا دو اور پہرہ والے بہی بیہوش ملے اونکو قتل
کر دیا اور رسی دائین ڈالکر اپنے ساتھیون کو اوپر کہینچ لیا آخر کار صدر دروازہ پر پہونچ گیے
خوب تلوار کی - اس اثنا مین حضرت ابو عبیدہ بہی مع لشکر کے آ گیے اور قلعہ فتح ہو گیا
- یہہ وہ بات تہی کہ خواب مین دکہلایا گیا تہا کہ قوم بہی بعد کو پہونچ جائیگی - اگر آپ اس
مثال مین کوئی شک کرتے ہون تو واقدی کا دوسرا واقعہ سنئیے جسمین شک کی

گنجایش نہین معلوم ہوتی وہ یہہ ہے کہ وہی یوقنا جو مسلمانون کا ایسا سخت دشمن تہا
اور دشمنی اوسکی یہانتک بڑہی ہوی تہی کہ محاصرہ حلب سے پہلے جب اوسنے لڑائی کا
قصد کیا تو یوحنا نے اپنے حقیقی بہائی سے صلاح پوچہی اوسکی رای لڑنے کی نہوئی یوقنا
اتنا سخت تہا کہ اتنی سی بات پر یوحنا کو قتل کرڈالا مگر وہی یوقنا بعد فتح حلب فوراً مسلمان
ہوگیا زبان یوقنا کی رومی (گریک) تہی مسلمانون نے اوسکے اسلام کا خوب اعتبار نہ کیا
جب حلب سے فراغت حاصل ہوی تو مسلمانون نے انطاکیہ کا قصد کیا اور یوقنا کے
دل کو ٹٹولا تو یوقنا نے مسلمانون سے عربی زبان مین باتین کرنی شروع کین اور ایسی
عربی بولتا تہا جیسے ٹہیٹ عرب۔ حالانکہ فتح حلب کو اتنے دن نہ گذرے تہے کہ زبان
آجاتی عربون کو تعجب ہوا اور یوقنا سے دریافت کیا کہ تمہاری زبان ہم رومی جانتے
تہے عربی کب سیکہہ لی یوقنا نے جواب دیا کہ مین نے آج رات کو ایک شخص نورانی
کو خواب مین دیکہا جنہون نے اپنا نام محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا مین اونپر
ایمان لایا اور اونسے خواہش ظاہر کی کہ مجہے زبان عربی آجاتی آنحضرت نے اشارہ
کیا مین جو اوٹہا تو کامل عربی دان تہا۔ اس خواب کی برکت سے جو یوقنا کی قلب
ماہیت ہوی اور اوس اشارہ خواب نے جو آئینۂ قلب یوقنا کی جلا کردی یہ تہی
کہ یوقنا جیسا مسلمانون کے لیے مضر تہا ویسا ہی مفید ہوگیا۔ اس مقام پر یہہ امر
قابل غور ہے کہ ایسا شخص صرف مفتوح ہوجانے سے ایسا ہوسکتا تہا اور ایسی نفرت
اسلام کی دفعتہً دل سے جاسکتی تہی یا نہین؟ ظاہر ہے کہ جبتک کوئی خاص وجہ نہو

عام طور سے ایسا نہین ہوتا۔

ثبوت خواب تاریخ ہند سے — شمس العلما مولوی ذکاءاللہ صاحب نے تاریخ ہند مین بحوالہ

تاریخ بیہقی لکھا ہے۔ کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ مین منزل خاکستر مین وہ

فروکش ہوا اور یہان صدقہ وخیرات مین بہت کچھہ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر پانچ

چھہ آدمیون سے ایک جگہہ کو کھودنے کے لیے حکم دیا جب اونھون نے کھودا تو ایک

لوہے کی میخ نکلی آخر سبکتگین نے اوسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اوترا اور بہت

رویا اور جا ہی نماز منگا کر دوگانہ شکر الہی ادا کیا جب لوگون نے اس حال کا سبب

پوچھا تو اوسنے کہا کہ یہہ قصہ نادر سنو کہ جب آقا کی مین ملک مین تھا مجھے اور بارہ اور

غلامون کو جو میرے ہمراہ تھے جیحون سے پار اوتار کر شہر قان مین وہ لیگیا اور اسجگہہ

سے گورکانان مین لایا یہان کے پادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور

پانچ اور غلامون کو نہ خریدا پھر نیشاپور کی راہ مین مرورود اور سرخس مین چار غلام او

اوسنے بیچے اور مین اور ایک اور غلام باقی رہے۔ مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے

اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ان کے نیچے زخمی ہو چکے تھے

جب مین یہان خاکستر مین آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہوگیا اسپر میرے آقا نے مجھے بہت مارا

اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نیشاپور مین جو کچھہ تیری قیمت ملیگی مین

وہی لیکر بیچ ڈالونگا اسی غم مین مین سوگیا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اونھون نے مجھے

بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھہ بہت

لشکر ہوگا اور تو اوسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو جب یہ پایگاہ بلند تجھہ کو نصیب ہو تو
خلق خدا کے ساتھہ نیکی اور انصاف کرنا مین نے اوٹھکر غسل کیا اور پچاس رکعت
نماز پڑہی اور اس میخ کو لیکر یہان نشانی کے لیے گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا
مجھہ سے یہہ میخ مانگی جب مین نہ دیسکا تو اوسنے تازیانون سے مجھے خوب مارا اور پھر سخت
قسم کھائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچڈالونگا نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا
وہان البتگین نے مجھے اور میرے دو یارون کو خرید لیا جس سے اس درجہ پر پہونچا کہ تم
دیکھتے ہو۔ یہہ حکایت بہی بڑی دلیل صحت خواب کی ہے جو گہری گڑی ہوئی میخو نکی
طرح مضبوط ہے اور دل مین ایسی بیٹھتی ہے کہ نکل نہین سکتی۔

ابتدائی روم قدیم کا ذکر۔ علاوہ اسکے ہر تاریخ مین ایسے ایسے واقعات مذکور ہین جو عقل
انسانی سے باہر ہین اگر ہر اوس واقعہ کو جو خیال مین نہ آئے جہوٹ مان لیجیے تو جو شخص ایک
بات مین جہوٹا مانا جاے کوئی وجہہ نہین ہے کہ دوسری بات مین نہ مانا جاے مثلاً تاریخ
روم قدیم کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہیڑیا ر اسیلس اور جبلیس کو بحالت شیرخوارگی
بلکہ پیدا ہوتے ہی اوٹہا لیگیا اور اوسنے اونکی پرورش کی۔ یہہ ایسا واقعہ ہے کہ عقل
مین نہین آتا۔ چونکہ روم کی تاریخ لکہنے والا بہی اوسی خیال کا ہے کہ غیر معمولی باتون کو جو
محض قدرت الٰہی سے واقع ہوتی ہین نہ مانے اسلیے وہ حیران ہے اور لکہتا ہے کہ یہ
واقعہ اس لیے گویا کہ مانا جاتا ہے کہ نشانِ سلطنت کلہی تہا کہ ایک تصویر بنائی جاتی تہی
جسمین ایک بہیڑنی دو بچون کو دودہ پلاتی ہے اور اس لیے ایسا مضبوط ہے کہ انکار

نہین ہوسکتا اس لیے ذکر کیا گیا۔

اودہ مین مچھلی ہر مکان پر بنانے کا ذکر۔

اسی طرح اودہ مین یہہ بات مشہور ہے کہ نواب آصف الدولہ کی گود مین مچھلی دریا سے اُچھل کر آ گئی۔ یہہ امر بھی عقل سے باہر ہے اسواسطے کہ مچھلی کشتی سے ڈرتی ہے اور ڈر کے مارے دور بھاگ جاتی ہے پس اوسکا خود گود مین آنا ناممکن ہے اور یہہ تاویل کرنا کہ ڈر کے مارے کوئی مچھلی کبھی اوچھلی ہو اور کشتی مین آ پڑی ہو صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ یہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے مان لیا جائے کہ روٹی ناک سے کھائی گئی لیکن اس خلاف عقل بات کا ثبوت یہ ہے کہ صوبہ اودہ مین یہہ رسم ہوگئی ہے کہ ہر بڑے دروازہ پر مچھلی کی تصویر بناتے ہین گویا کہ سلطنت اودہ کا نشان مچھلی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسی کا معجزہ مُردہ زندہ کرنیکا ہے۔ اوسکا انکار کرنا یہہ معنی رکھتا ہے کہ تمام قوم عیسائیونکی جو اسوقت تک دنیا مین بڑی کثرت سے آباد ہے اس واقعہ کو بیان کرتی ہے اور بالکل جھوٹی ہے میرے نزدیک یہہ امر جو حضرت عیسی سے سرزد ہوتا تھا جھوٹا نہین ہے جو اوسکو خلاف عقل مانتا ہے اوسکی عقل صحیح نہین ہے

مُردہ جلانا ثبوت وجود روح ہے۔

مردہ کو زندہ کرنا دلیل اس بات کی ہے کہ روح کا وجود ہے وہی تعلق اونہین معلومات کے ساتھہ اگر آگ اور ہوا اپنے اپنے مادہ مین جا کر ملجاتین اور اوس خاصیت سے جو بعد امتزاج پیدا ہوئی ہے خالی اور علیحدہ ہوجاتین۔ تو پھر اونکا عود ساتھہ ان معلومات کے نہین ہوسکتا تھا۔ نئی روح بنتی وہی روح نہ آتی۔ کیونکہ جب اربع عناصر الگ الگ ہوگئے تو اون سے ایک نئی چیز پیدا ہوسکتی ہے وہی پرانی

چیز نہین ہو سکتی۔

وجود روح کا ثبوت انسان کی حالت سے۔

اسبات پر غور کرنے سے کہ انسان مین تغیرات ہوتے ہین ایک اور دلیل اسطرح وجود روح کی کہ بعد فنای جسم باقی رہے بار یک طور سے سمجھہ مین آتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ فرض کیجیے کہ انسان کی زندگی تین حصون پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ بڑہنے کا جسے ایام نمو کہتے ہین دوسرا حصہ بڑھکر ایک حالت پر ٹھہر جانے کا جسے سن وقوف کہتے ہین۔ تیسرا حصہ قوتون کے گھٹنے کا جسے پیری یا ایام انحطاط کہنا چاہیے کہ وہی مقدمہ فنای جسم کا ہے۔ اگر یہہ مانا جاے کہ روح ایسی چیز نہین ہے کہ جسم سے جدا ہونیکے بعد باقی رہ سکے تو یہ ماننا پڑیگا کہ روح امتزاج اربع عناصر کا خاصہ ہے یعنی طبیعی اور قوتین اعضای انسانی کے اندر اس امتزاج سے پیدا ہوتی ہین دماغ مین قوت عقل پیدا ہوتی ہے۔ یہہ فرض ظاہر طور سے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ قواے جسمانی کے ساتھہ نمو اور وقوف اور انحطاط عقل کا نہین ہوتا اگر قوت عقل محض دماغ کی قوت کا نام ہوتا تو ہمیشہ ساتھہ ساتھہ اعضا کے بڑہا گہٹا کرتی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ قوت اعضا جب گھٹ جاتی ہے قوت عقل بڑھ جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے وجود کا ابتدائی ذریعہ خارج مین آنیکا تو ضرور جسم ہے مگر بعد مین روح ایسی چیز ہو جاتی ہے کہ اعضا کے ضعف کو اوس سے تعلق نہین ہوتا اور نہ عقل بھی ایسی ہی ہوتی۔ ممکن ہے کہ یون اعتراض کیا جاے کہ قواے دماغی تو اعضا کے ساتھہ ساتھہ بڑھتے گھٹتے ہین مگر عقل کے زور کو دوسری قوتین یعنی خواہشین پردہ مین رکھتی ہین

جب وہ کمزور ہوجاتی ہین اونکا پردہ اوٹھہ کر عقل مین زور معلوم ہونے لگتا ہے حقیقت مین
عقل اعضائی دماغی کے ساتھہ بڑہتی ہے کیونکہ جب انسان زیادہ بوڑہا ہوجاتا ہے تو مسلوب الحواس
ہوجاتا ہے۔ یہہ غلط ہے اسلیے کہ یہہ استدلال اوس حالت سے ہے کہ گویا آدمی مر گیا
موت کے بعد جیسا ہم روح کو نہین پاتے ایام سلب حواس مین بہی نہین پاتے۔ اوسکا یہہ
فرق اوقات نوم سے بخوبی سمجہہ مین آتا ہے سوتے مین روح موجود ہوتی ہے مگر بیکار
رہتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی مر اپڑا ہے ایام سلب حواس مقدمہ اوس سونے
کا ہے جس سے انسان اوسیوقت جاگ سکیگا جب خدا چاہے۔ دوسری طرح فرق حالت
جنون پر غور کرنے سے سمجہہ مین آتا ہے جنون مین بہی حواس مسلوب ہوتے ہین بعد صحت
پہر حواس آجاتے ہین۔ پس معنی یہہ ہین کہ جیسے قوت عقل کے لیے سونا اور جنون پردہ
ہین سلب حواس بہی پردہ ہین یہہ نہین ہے کہ قوتین جسمانی خواہشونکی اور جسم کی عقل کا
پردہ ہین پردہ صرف اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ روح و عقل کا ادراک جبتک وہ جسم مین رہتے ہے
حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ حواس اعضا کے خواص ہین اعضا کے ساتھہ اون کے
خواص مین ضعف لازمی ہے۔ پس وہ ذرائع کا انعدام ہے اصلی شی کا انعدام نہین ہے خواہشین
پردہ عقل کا اگر اسطرح ہوتین جسطرح اس اعتراض مین مذکور ہے تو عقل فی نفسہ نہ بڑہتی۔
خواہشین عقل کا پردہ نہین ہوتین بلکہ عقل جانا کرتی ہے کہ خواہشون کے زور سے یہہ
غلطی ہورہی ہے۔ پس جبکہ انحطاط قوت دماغی کے باوجود عقل بڑہتی ہے لازم آتا ہے
کہ وہ چیز بہر لعضا کی قوت سے جدا ہوکر مادہ باقی رہنے اور کام کرنے کا پیدا کرلیتی ہے۔

یا ہمیشہ اوسمین وہ مادہ موجود ہوتا ہے جو تمیز نہین ہوتا۔

روح کا ضد سوای شیطان کوئی نہین ہوسکتا۔

اگر روح کا وجود ماننا چاہیے اور یہ کہ روح عقل کا جسم ہے اور وہ ظاہری جسم کی قوتون سے علحدہ بہی کام کرتی ہے تو اوسکا ضد سوای شیطان کے دوسرا نہین ہوسکتا اوسوقت کے لیے کہ جب قوتین اعضا کی گھٹ جائین اور عقل بر ہے استعمال اضداد کے قاعدہ سے اوسکو محنت اور ورزش کے طور پر بڑہانے کے لیے شیطان کے کام ذریعہ ترقی کا ہوسکتے ہین دوسرا نہین ہوسکتا ایسی علی قوت کا ضد نماننا اور شیطان کے وجود سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے۔

تکبر کا بیان۔

جب انسان مین قوت ویجا ہے اور انسان اپنی عجیب وغریب حالت کو دیکہے تو لازمی خاصہ اوسکا یہہ ہے کہ اوسمین صفت تکبر پیدا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ایسا ہوتا ہے پہلوانون مین جب زور زیادہ آجاتا ہے تو رفتار تک اونکی مستانہ ہوجاتی ہے اور وہ بالکل اپنی ہستی سے بے خبر ہوتے ہین۔ جوش جوانی مین انسان اندہا ہوتا ہے اور اوسکو کچھہ نہین دکہلائی دیتا۔ جوانی دیوانی مشہور ہے اور ایک شاعر نے اس مضمون کو بہت اچہا نظم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ شعر

اچہا ہوا شباب کا عالم گذر گیا	اک جن چڑہا ہوا تہا کہ سر سے اوتر گیا

اوسی مدہوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہین ہزارون گہر اور ریاستین تباہ ہوگئین۔ بہت سے اشخاص نے جب دیکہا ہے کہ ہم مین یہ طاقت ہے کہ جو چاہین آن کی آن مین ہوجاہے۔ صدہا انسان قتل ہوجائین۔ گہر لوٹ لیے جائین ملکون کی صورت متغیر

کردی جاوے تو ایسی خود پرستی پیدا ہوئی ہے کہ اون لوگون نے دعوی خدائی کیا ہے۔
صفت تکبر سخت ترین مضرات مین سے ہے سب سے زیادہ برائی اس صفت مین یہ ہے
کہ جو صفات انسان مین پیدا ہو سکتی ہین تعداد اونکی اسقدر زیادہ ہے کہ تمام عمر اگر معمولی
انسان جملہ کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہین ہو سکتا۔ پس صفت تکبر جو انسان کو
بتلاتی ہے کہ مین سب سے بڑا ہون وہ آدمی کو ارتقای مراتب کمال سے باز رکھتی ہے
یعنی وہ ایسی سخت غلطیان کرتا ہے جو اپنے لیے بھی سخت مضر ہون اور دوسرون کے
لیے بھی اس لیے انسان کے واسطہ ایسے ذرائع پیدا کرنے چاہئین کہ جو اس صفت
خبیث سے محفوظ رکھین۔

ذرائع دفع تکبر کا ذکر بعض خاص حالتون مین اور شیطان کے وجود کا لازم ہونا۔

اب خیال کیجئےگا کہ بعد اسکے کہ انسان ایک حد پر پہونچ جاوے اور اوسمین کمال پیدا
ہو جاوے جسمین سے ایک کمال یہ ہے کہ طبیعی ضرورتون پر غالب آجانے
کی اوسکو مشق ہو جاوے اور اوسمین ملکات قدسی اور مشق صدور افعال حسنہ کی پیدا ہو جاوے
تو اوسکو یہ خیال ہونا کہ مین دوسرون سے بہتر ہون صحیح واقعہ اور صحیح خیال ہوگا لیکن وہی خیال
ہر وقت موجب تکبر ہو سکتا ہے اگرچہ صحیح ہو۔ خداشناسی اور خداپرستی سب سے بہتر ذریعہ
انسان کے اقصای غایت کمال پر پہونچنے کا ہے۔ مان لیجے کہ ایک بڑا گروہ انسانون کا
اسکا قائل ہو چکا ہے۔ تو اب غور کیجے کہ اوس کمال پر پہونچنے کے بعد جبکہ قوتین مغلوب ہو چکین
تو وہ کون ذریعہ ہے کہ انسان کو تکبر پیدا نہونے دے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذریعہ یہ ہے
کہ ایک ایسا دشمن ہو جسمین سب سے بڑی طاقت دہوکہ دینے کی اور بہلا دینے کی اور خدا سے

پھیر دینے کی اور افعال قبیحہ کی طرف دعوت کرنیکی موجود ہو اور وہ بغیر روک ٹوک کے ہر وقت قابو پا سکتا ہو تا کہ باوجود ملکات قدسی کے ہر وقت انسان ڈرتا رہے کہ مبادا غلطی ہو جاوے اور یہی خوف بقاء کمال اور ترقی کا طرف کمال کے ذریعہ ہو۔ ایسا ذریعہ اگر غور کیجیے واقع مین فضل الٰہی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضروری ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا وہی وجود شیطان کا ہے۔

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسری طرح سے

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسرے الفاظ مین یون ہو سکتا ہے کہ جو وجود مالک تام ہو اور ملکیت اوسکی بڑے زور شور کی ہو اور اوسکی ملکیت کا پہچاننا ہی سب سے بہتر ذریعہ مختلف قوتون کے مغلوب کرنیکا اور بہت بڑی بڑی برائیون سے بچنے کا ہو تو اگر قوت دیجاوے اور اوسمین اختیار دینے ہاتھہ مین باقی نہ رکھا جاوے تو وہ خلاف اوس مالکیت کے ہوتا ہے جو اوس وجود عظیم جل شانہ کو حاصل ہے۔ جہان ہم قوتون مین غور دیکھتے ہین یہہ بات پاتے ہین کہ باوجود آزاد اور قوی قوت موجود ہونیکے کوئی قوت کا ایسا نہین ہے کہ ہر وقت مین بڑی قدرت کا اقتدار اوسکے ساتھہ نہو تا کہ وہ مالک کے بس مین رہے۔ یہہ بس مین رکھنا بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ خود یہ خیال کہ ہم اوس کے بس مین نہین ہین مادہ سرکشی و نافرمانی پیدا کریگا آپ کسی قوت کو لیلیجیے اور کسی حالت پر غور فرمایئے ہمیشہ قدرت الٰہی کا اقتدار ساتھہ رہتا ہے مثلاً بادشاہ جب لڑائی مین مصروف ہو اور ہزارون جانین ہلاک کر رہا ہو ایکدم سے اوسکی زبان بند ہو سکتی ہے۔ آدمی بڑی بھوک مین روٹی کہاتا ہو گلا بند ہو سکتا ہے۔ ذرا سا درد پیدا ہو کر ہاتھہ بیکار ہو سکتا ہے

سرمین درر دہوکر عقلی قوت معطل ہوسکتی ہے پس غور فرمایئے کہ جہان سب قوتین و کل اور
بس مین اللہ تعالی کے ہین جب آدمی پورا مرتبہ کمال پر پہونچ جاوے تو کیونکر ہوسکتا ہے
کہ وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہوجاوے اور او سکے لیے مادہ سرکشی پیدا ہنوے دینا اقتدار
قدرت سے جدا ہوجاوے۔ اگر ایسا ہنوتا یہہ نہوتا کہ ترقی نا محدود ہے۔ وہ تدبیر سوائے
وجود شیطان کے دوسری نہین ہوسکتی۔ اگر آپ اون نکات اور کیفیت عبودیت پر جو اپنی
ہستی کو بے حقیقت سمجہا کر آدمی کو سب سے زیادہ مفید بناتی ہے غور فرمائیگا تو معلوم
ہوگا کہ شیطان ایک بڑی ضروری چیز ہے۔ جب ہم یہہ بات دیکھتے ہین کہ اللہ جل شانہ
کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے خواہ ہم اوسکا تصور کرسکین یا نہ کرسکین تو ماننا چاہیے
کہ جو چیز نہ ہوتی وہی کمال قدرت کا نقصان ہوتا جس سے ذات باری تعالی منزہ ہونی
چاہیے کیونکہ وہ کمال اعلی درجہ کا غور کرنے سے ثابت ہے۔

باب دوم

باب دوم

نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب۔

اسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آج کل دلو نمین نظام عالم کے متعلق پیدا ہوگیے ہین

جب مصالح نظام عالم پر جو بقدر اپنے فہم کے مین نے بیان کیے ہین آپ نے غور کیا
مناسب ہوگا کہ اون شبہات کی طرف توجہ فرمایئے جو نظام مذکور پر دلون مین پایے

جاتے ہین اور مضرات سمجھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ قوتہاے نفسانی اور شیطان سے برائی زیادہ ہوی۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ ان قوتون کا دینا اور شیطان کا پیدا کرنا اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی بڑے مصائب مین پڑنیکا اور ساری خرابیون کا سبب ہوا۔ اور نتیجہ برا ہوا یہہ شبہہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ اور کاہل آدمیون کو اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ درماندہ ہوتے ہین۔ وہ مآل کو نہین سمجھتے کہ اگر قوتین انسان مین اور اختیار اونکے صرف مین لانیکا جہانتک ہے نہ ملتا۔ تو ہم مین اور حیوانون مین۔ ہم مین اور درختون مین۔ ہم مین اور پتہرون مین فرق نہوتا۔ اگر قوتین دیجاتین اور اونکا اوسکا نیولا پیدا نہ کیا جاتا تو بہی انسان اور حیوان مین کچہہ فرق نہ ہوتا۔ عالم مین نظام نہوتا یا ایسا فرق ہوتا کہ قابل اعتداد و اعتنا نہو۔ تہوڑی دیر کے لیے حیثیت دین سے قطع نظر فرما کر باعتبار دنیا افعال جوارح انسانی پر جو بوجہ عطاے قوت صدور افعال صادر ہوتے ہین توجہ فرمائیے اول تعداد مخلوق انسانی کو لیجیے۔ پہر اونکی عمر کو۔ پہر افعال کو جو اعضا کے ذریعہ سے صادر ہوتے ہین کسی ایک عضو کے افعال پر خیال کو رجوع فرمائیے۔ سب سے مقدم آلہ کام کرنیکا ہاتہہ ہے۔ دیکھیے کسی ایک آدمی نے مدت العمر مین کتنی مرتبہ ہاتہہ ہلایا ہوگا۔ غالباً تعداد اوسکی حصر و شمار سے افزون ہو۔ ان افعال مین بعض وہ افعال ہونگے جو انسان اور حیوان مین مشترک ہین تاہم بیشتر تعداد اون افعال کی ہوگی جو انسان کے لیے مخصوص ہین جیسے لکہنا۔ غلہ پیدا کرنا۔ کہانا تیار کرنا۔ اوسکا انسان کیطرح کہانا۔ کپڑا پیدا کرنا۔

کا غذ پیدا کرنا شیشہ آلات بنانا - لوہا بنانا اور لاکھون چیزین تیار کرنا - افعال انسانی
مین با امتیاز فرمایئے کہ کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا فعل جائز تہا - کتنی دفعہ ہاتھہ ہلانا عمل ناجائز
اوسوقت غالبًا شک باقی نہ رہیگا کہ عطاے قوت ہاے انسانی ایک عجیب و غریب نعمت ہے
اور شکایت کتنی غلط اور ناشکری ہے - اگر تنقیحات جرائم پر توجہ مبذول فرمایئے تو ظاہر
ہوگا کہ اونکا حساب انسانون کے عدد پر کیا جاتا ہے یعنی مردم شماری پر - افعال انسانی
پر نہین تاہم وہ ہزاروان حصہ یا کچھہ کم زیادہ ہوتے ہین - کتنے معاملات وہ ہین جو کچہریون
مین نہین اتے - کتنے وہ ہین جو آتے ہین - کتنے آدمی ہین جو مع مال و زن و فرزند صبح
کو خوش و خرم اوٹھتے ہین - کتنے ہین جو چورون کے ظلم سے مبتلاے فریاد و تظلم ہوتے
ہین - دنیا کی وہ ترقی جو حیرت انگیز ہے کس عمل سے ہے - پس ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ
شبہہ کاہلی کا ہے یا کسی اور چیز کا - اور غلط ہے یا نہین - اگر یہہ خیال باعتبار دین
ہے - (جو حقیقت مین نہین ہے) اور اس لیے ہے کہ ادیان مختلف ہوگیے - کفر زیادہ
ہوگیا - تو واضح رہے کہ کفر و اختلاف ملل بوجہ عقل کے ہے - عقل ایسی نعمت ہے کہ
اوس سے بہتر اور کوئی نعمت انسان کو عطا نہین ہوی - اوسکا شرف ظاہر ہے اگر
اتنی بڑی نعمت سے آپ اسلیے اجتناب کرنا چاہتے ہین کہ آپنے غور نہین کیا اور بدیہیات
سے یعنی وجود صانع سے انکار کر دیا ہے تو یہ قصور معطی کا نہین - ذرا انصاف فرمایئے
کیونکہ یہہ کہنا اون بچون کے خیال سے کم نہین ہے کہ پڑہنے لکہنے کی محنت تکلیف دہ
ہے - اوس سے بچنا چاہیئے - دین کو اگر باعتبار اعتقاد مسلمانون کے نہ لیجیے تو جو مسلمان

نہین ہین اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہین اور انکی تعداد زیادہ ہے اور اسلیے تعداد افعال
جوارح بہی زیادہ ہے - اگر باعتبار اعتقاد اسلام کے لیجیے تو زمانہ کو باعتبار اعتقاد اسلام
کے مدتون پر منقسم فرمایئے - اسلام نے قرار دیا ہے کہ زمانہ اچہے افعال کا اور عموم
اسلام کا زمانہ عموم ضلالت سے زیادہ ہوگا - اور یہہ بہی قرار دیا ہے کہ بعد اسلام مسلمان کا
ہر فعل مسلمان کو مستحق ثواب بناتا ہے - چنانچہ کہانا - پینا - اولاد - اونکی پرورش -
اور جملہ افعال جو گناہ نہون - اور سلیے اللہ تعالی کی غفاری - پس افعال زمانہ قلت اسلام
اور افعال زمانۂ عموم اسلام دونون کو ملایئے اور دیکہیے کہ افعال حسن باوجود اسکے تعداد
مین بہت زیادہ ہین اور جو اعتراض دلون مین اس حکمت پر پیدا ہوتا ہے کسقدر غلط اور فضول ہے
باعتبار دین ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت انسان کو اقصای غایت کمال پر
پہونچانے کی مقتضی ہوی ہے - اور حاکم ارض و مافی الارض بنانے کی - حکومت کے
لیے سوای ارضیات اور محکوم پیدا کرنے کی ضرورت ہے - پس خیال کرنا چاہیے کہ
خوف بد اعمالی حکام سے کسی کو حاکم نہ بنانا اچہا تہا یا بنانا اچہا تہا ضرور اچہا تہا - جو بداعمالی
کرتے ہین یہان یا وہان سزا پاتے ہین - اب دونون اعتبار یعنی دنیا اور دین کی
نظر سے خیال فرمایئے - کیا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ اس ڈر کے مارے کہ آپ زیادہ
کہائینگے بہوک نہ دی جاتی اور ذریعہ پرورش بدن کا اور اوسکے بقا کا آپ سے
لیلیا جاتا اسلیے کہ چلنے پہرنے کی قوت دینے سے چوری کے لیے جانا ممکن ہوگا
یا آنکہہ دینے سے نظر بد کا ممکن ہوگا - ہاتہہ پاؤن اور آنکہہ نہ دیجاتی - اسلیے کہ نیت

خراب ہوگی عقل نہ ملتی - یہہ قصور انسان کا ہے کہ اچھی قوت کو برے طور سے کام مین لاکر اسد تعالی کی ناشکری کرتا ہے کیونکہ اوسنے یہہ نعمتین صرف آپ کو کامل بنانے کے لیے دی ہین اور اپنی قوت سے انتہای مرتبہ کمال پر پہونچنے کیلیے جو اسے سوچیگا برا نہ کہیگا پھر آپ سمجھیے کہ جہان محنت نہین ہوتی کچھہ نہین ہوتا - یہی ذریعہ بڑے مراتب حاصل کرنیکا ہے مثل مشہور ہے جہان شہید نہین بادشاہت نہین - جہان کسرت نہین پہلوان نہین جہان ہتھیار نہین سپاہی نہین - پس اسلیے کہ شہید ہونگی اسلیے کہ محنت سے پسینہ آجائیگا تھک جائیگا ہاتھہ پانون دوچار کے ٹوٹ جائینگے کیا محنت اور طریقہ محنت کو برا کہا جا سکتا ہے یا اوسمین برائی ہے ؟ نہین ہے - اور نتیجہ برون کے لیے برا ہے اچھون کے لیے اچھا ہے - زیادہ غور فرمایئے کہ قلت اور کثرت ایسی چیزین نہین ہین کہ وجود اونکا خارج مین دکھلائی دیتا ہو بلکہ یہ دونون صفتین ہین جو صرف مقابلہ سے پہچانی جاتی ہین مثلاً ایک سے دو زیادہ ہین - ایک قلیل ہے دو کثیر - اسیطرح ایک سَو کے مقابلہ مین دو سَو کثیر ہین اور ایک لاکھہ کے مقابلہ مین دو لاکھہ اور اسیطرح - لیکن ایک سو سے ایک قلیل ہے اور ایک ارب سے ایک لاکھہ قلیل ہے - اس سے ظاہر ہے کہ ہر قلیل ممکن ہے کہ دوسرے کثیر کے مقابلہ مین قلیل ہو مگر اپنے سے قلیل کے مقابلہ مین کثیر ہو - تاہم اب یون ہوتا ہے کہ اپنی مقیاس کی حیثیت سے اطلاق قلت اور کثرت کا کیا جاتا ہے یہی وجہہ ہے کہ بدی کثیر سمجھی جاتی ہے کیونکہ بدی کی ایسی حالت ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ ایک مچھلی دریا کو گندہ کردیتی ہے - ضرور جسقدر بدی عالم مین ہے

وہ کثیر معلوم ہونی چاہیے کیونکہ تنہا ایک آدمی کو ایک بدی سے اوس قدر تکلیف ہوتی ہے جسقدر
ہزارون نیکیون سے آرام نہین ملتا۔ میرے خیال مین یہی معنی زمانہ کی شکایت کے ہین۔ جہان
ایک بدی سے تکلیف ہوتی ہو ہزارون بدی سے نیک بندون کو ایسی تکلیف ہونی چاہیے
کہ چلا اوٹھین۔ چنانچہ بدی سے نفرت کا پیدا کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تاکہ نیکی کی طرف
جانیکا مادہ پیدا ہو۔ ایک نفیس آدمی کو بیت الخلا مین بند کر دیجیے جہان آدمی رفع حاجت
کرچکا ہو وہ نفیس آدمی تحمل نہ کر سکیگا (اگرچہ آلودہ مقام سے عرض و طول بیت الخلا کو
کچھہ نسبت نہو) الغرض در اصل یہی بات ہے کہ مناسبت سے مصارف کو قوتہای
انسانی کے جب دیکھیگا معلوم ہوگا کہ غلط مصرف صحیح مصرف کے بہ نسبت اقل قلیل تھے
یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ صنائع بزرگ و حکمتہای سترگ مین بعض پہلو مضرت کے ہوتے
ہین اون مضرتون کے سبب سے اونکو اور اونکے موجدون کو برا نہین کہہ سکتے۔ بلکہ
صنعت دیکھکر اوسکے کمال کا اقرار کرتے ہین۔ مثالین اسکی محتاج بیان نہین ہین جیسے
قانون کی مضرتین بعض جگہہ قانون فریعہ عدم انصاف کا ہوتا ہے۔ کنوان کھودنا آخر
اوسمین کوئی گر پڑتا ہے۔ نہر بنانا۔ اوسمین لوگ ڈوب جاتے ہین۔ بنبع لوٹ جاتا ہے
صدہا بیگھہ کی فصل ضائع ہوجاتی ہے۔ نہر سے رطوبت بڑھ گئی اور ضرر پہونچا یا ریل
بنانا۔ ہزارون آدمی ریل کے نکلنے سے بیکار ہوگیا ہے جنکی بسر اوقات صرف کرایہ یا برداری
وغیرہ پر تھی۔ لیکن ان چیزون کو اسلیے برا نہین کہہ سکتے کہ اونکے منافع مضرتون سے بدرجہا
زیادہ ہین۔ اسپر بھی عجیب و غریب فرق یہہ ہے کہ اسد تعالی کی حکمت خلق اور انسان کی

حکمت خلق مین یہ فرق ہے کہ جناب ایزد متعال چونکہ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اور اضداد
پیدا کر کے اونمین وہ نظم جو اونکے بقا کے لیے ضروری ہے پیدا فرماتا ہے اوسکی ذات پر
اس قسم کا الزام بھی عائد نہین ہو سکتا کہ بڑی صنعتون مین تھوڑے ضرر بھی ہین۔ اوسکے
افعال جو متعلق بشر کے ضرر کے ہین وہ سزای جرائم یا تدابیر عالم ہین۔ وہ جسکو چاہتا ہے
ہر حال مین بچا لیتا ہے۔ انسان جو ایسے کارہای بزرگ کرتا ہے چونکہ بتدریج اوسکی اوسی
صنعت مین محدود ہوتی ہے اور ضرر کو دفع کرنا انسان کی قدرت مین نہین ہے اسلیے
انسان ذمہ داری سے بری نہین ہوتا۔ انسان کے معمولات مین استحسان کثرت و قلت
منافع و مضرت سے ہونا محدود ہے۔ یہان مثال ذیل پر غور فرمائیے۔ ایک شخص کو
مکان بنانا ہے وہ اوسمین سب چیزین بنائیگا۔ تہخانہ۔ بالاخانہ۔ دالان۔ شہ نشین۔ مالخانہ
دہلیز۔ باورچیخانہ۔ آبدارخانہ۔ غسل خانہ۔ پاخانہ۔ اوس شخص کو جسنے اینٹین بنائین اختیار
ہے کہ جس اینٹ کو جہان چاہے لگائے۔ چھت مین یا پاخانہ مین۔ اگر اوسکا جی چاہے
اور تفریح کے لیے خانہ باغ لگائے یقیناً اوسے اختیار ہوگا کہ وہ سبزہ بیگانہ کو اوکھاڑ ڈالے
۔ پھولون کے گلدستے بنائے۔ درختون کی شاخین اونکے خوبصورت کرنے کو کاٹ
ڈالے پرانے درخت اوکھاڑ ڈالے۔ پانی بہانے کے لیے دیوارون مین روزن رکھے
اس سے ضرور اینٹون کی حالت مین فرق ہوگا۔ ہر اینٹ جوڑنے کے لیے چھیلنی پڑیگی
تاکہ خوبصورت شکل آئے بعض محراب کے لیے کاٹی جائیگی۔ تو اینٹ یا درخت یہہ کہین
کہ مالک نے کاٹنے کا فعل برا کیا اور سوالی یا اعتراض کو بنا کر وہ اون ظلمون کا باعث

ہوا جو اینٹون یا درختون پر گذرے اور بڑا ظلم کیا تو کتنا غلط ہوگا۔ تصرف مالکانہ اور ظلم
مین کچھہ فرق فرمائیگا یا نہین۔ بعض بزرگون نے اس مثال کو اس بات کے ثبوت مین لکھا ہے
کہ نظام عالم من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے گو باعتبار ہر جزو کے بہتر سے بہتر نہو مجھہ کو اس
رائے سے اتفاق نہین ہے۔ معمار عمارات کی صنعت مین اور معمار عالم جلشانہ کی صنعت مین یہ فرق
ہے کہ [illegible] اینٹون کو اچھے برے مقامات مین لگا دیتا ہے معمار عالم جبتک اجزای
عالم کو خود برا یا بھلا ہو جانے کا موقع نہین دیتا بھلی یا بری جگہہ مین نہین لگاتا پس نظام جیسا
من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے من حیث الجزو بھی بہتر سے بہتر ہے یہان ہر چیز وہین ہے
جہان اوسے ہونا چاہیے اگر سیرگاہ ہوتی جیلخانہ نہوتا سلطان کا کارخانہ عمارت ناممکن تھا
حقیقت مین صنائع عالم کو حویلی سے تشبیہ دینا جبکہ غرض ہو بہتر مثال نہین ہے۔ کم
سے کم ایک شہر سے تشبیہ دینا چاہیے تھا۔ اس مثال پر بھی غور فرمایئے کہ بادشاہ ہزارون
آدمی کو لڑنے اور جان دینے کے لیے نوکر رکھتے ہین جسکا اونکو معاوضہ دیتے ہین۔
تعجب ہے کہ عہ عہ روپیہ تنخواہ جان لینے کی دیجایے اور جو مالک کہ در اصل کھانے
پینے کو ہر وقت دے وہ کچھہ استحقاق نہ رکھے کہ جس مصلحت سے چاہے آدمی کو بنائے
ایک اور عجیب فرق باوجود اسکے صنائع الہی مین یہہ ہے کہ اوسنے یہہ بھی ارشاد فرمایا ہے
کہ ہمنے انسان کو جب ان قیدون مین ڈالا تھا تو اوس سے اور سب مخلوق سے پوچھہ لیا
تھا کسی نے یہہ بوجھہ حکومت کا جو عقل و اختیار سے پیدا ہوا ہے اوٹھا لینا قبول نہ کیا
انسان نے قبول کیا پس اب تو بلا تشبیہ یہہ صورت ہوگئی جیسے کوئی آدمی کسی آدمی کو

نوکر رکھے اور بتلا دے کہ تمکو جان دینی ہوگی اسی لیے نوکر رکھتا ہون - فرمایئے کہ اسکے جب کوئی شخص نوکری قبول کرے نوکر رکھنے والا کیونکر ملزم ہوا - بلا تشبیہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی نسبت صحیح نہین ہے غالب جان دی ہوئی اوسی کی تھی * حق تو یہہ ہے کہ حق ادا نہوا - الغرض اللہ نے عالم کو مظہر تمام عجیب و غریب قدرتون کا بنایا ہے - اگر وہ تمام حجت بہی نہ کرتا اور ایسی [illegible] اختیار تہا کہ جس چیز کو جس کام مین چاہے لایئے اپ تو وہ بدلہ دیتا ہے - [illegible] سکے کہ عالم مظہر قدرت سے ہے قدرت ایزدی منزہ ہی نہین ہے - لائق ہزار ہزار شکر کے ہے نتیجہ کی برائی اوسوقت معلوم ہوگی جب آنکھہ بند ہو جائیگی اور ہم [illegible] اتب نبرگ کو پائینگے - کیا یہہ خیال صرف اون لوگون کا نہین ہے جو وجود انسان کو دنیا تک محدود سمجھتے ہین اور سخت بے خبر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ دوسرے طریقہ پر خلق ہونا ممکن تہا اور محال کا بیان -

اسی کے ساتھہ یہہ شبہہ دل مین آتا ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے وہ اسطرح پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تہا کہ اتنی بہی برائی نہوتی - لیکن یہہ غلط ہے - غلطی یہہ ہے کہ خداوند عالم کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے اور اختیارات درجہ بدرجہ ہین - اس قسم کی شکایت ہر مخلوق کی طرف سے ہو سکتی ہے - مٹی کہہ سکتی ہے کہ مجھے اوڑنیکی قدرت کیون نہ دی ہوا کہہ سکتی ہے کہ مجھے سکون کیون نہ دیا - پانی کہہ سکتا ہے کہ مجھہ مین جلانے کی خاصیت کیون نہ ہوئی - آگ کہہ سکتی کہ مین ٹھنڈے اثر کی کیون نہ پیدا کی گئی - جمادات کہہ

سکتے ہین کہ ہم نباتات کیون نہ ہوے نباتات کہہ سکتے ہین کہ ہم حیوانات کیون نہ ہوے۔
اگر سب کو راضی کیا جائے تو یہہ معنی ہونگے کہ ایک ہی چیز پیدا کیجائے۔ اوسوقت
تنوع اور صنعت مختلف کا وجود معدوم ہوگا۔ یہہ صریحًا غلط ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی
کہتا ہی باوجودیکہ اپنی شرافت دیکھتا ہے کہ مین بلا اختیار کیون نہ پیدا کیا گیا یا میری حالت
ایسی کیون نہ ہوئی کہ جب مین چاہتا بدی کی قابلیت مجھسے سلب ہوجاتی۔ یعنی میری
حالت مثل حیوانات اور کیڑون اور نباتات و جمادات کے ہوتی معنی اس اعتراض کے
غور کرنے سے یہہ پیدا ہوتے ہین کہ محال ممکن کیا جاتا۔ اسلیے کہ انسان کا یہہ چاہنا کہ
جب مین چاہتا مجھسے بدی کی قابلیت سلب ہوجاتی عین طلب اس بات کی ہے کہ
اوس کے افعال مین اختیار و جبر دونون جمع ہوجائین اور یہہ امر ہو نہین سکتا اس لیے
کہ یہہ جمع بین الضدین ہے اور اجتماع ضدین محال ہے۔ اس بات مین لوگ بہت
بحث کرتے ہین کہ اللہ تعالی جل شانہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ میرے نزدیک
ضرور قادر ہے لیکن محال کا محال قرار دینا ایک قاعدہ ہے جو بغیر کسی سخت ضرورت
اور وجہ کے نہین توڑا جاتا اور اوسکا عمومًا توڑنا اس عالم اسباب کے لیے خلاف مصلحت
ہے۔ مگر اللہ تعالی باستثناء اوس حالت کے کہ کسی کو خاص حالت مین قدرت دیدے
اس اختیار کو اپنے ہاتھہ مین رکھتا ہے اگر ایسا نہو انتظام باقی نہ رہے سزائین ناممکن
ہوجائین اور حق تعالی پر الزام خلف وعدہ کا لازم آئے۔ مثلًا اگر اونٹ سوئی کے ناکہ سے
نکل جاتا تو آپ مست ہاتی سے اپنی حفاظت کیسے کرتے۔ کیونکہ وہ وزن دیوار سے

مکان مین چلا آتا۔ اگر بوجہہ نہونے ہوا سب کو اوڑائے اوڑاے پہر اگر تی کوئی چیز بجائے خود برقرار نہوتی
۔ رسی اگر گلا نہ گہونٹتی پہانسی کیسے لگتی ۔ آگ نہ جلاتی تو عذاب الہی کیونکر ہوتا ۔ پس دفع
ضرر اور جلب منفعت کا (برائی دور کرنے اور بہلائی حاصل کرنیکا) ان ممنوع اور مضاد اشیاء
مین صرف طریقہ یہہ ہے کہ مصلحت اوسکی اسباب کی مقتضی ہو کہ محال ممکن نہو جائے۔
بڑی چیز بڑی حالت مین چہوٹی چیز سے نہ نکلے۔ پانی نشیب مین بہے۔ بغیر اسباب ظاہر
کچہہ نہو۔ ہمارے علماء نے محال کو دو قسم پر منقسم فرمایا ہے۔ ایک محال عادی
دوسرا محال عقلی۔ محال عادی جیسے کوئی آدمی پہاڑ کو نہین اوٹہا سکتا۔ محال عقلی جیسے
ایک چیز حادث اور قدیم دونون نہین ہو سکتی۔ دو اور دو پانچ نہین ہو سکتے۔ یہان
جو کچہہ مین نے گزارش کیا ہے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ ہمارا محال ہمارے لیے محال
نہین۔ مقصود یہہ ہے کہ یہہ جو کچہہ ہے ہماری نظر سے ہے اور ہمارے لیے ہے۔
اور وہ وہ قاعدہ ہے جو اوس قاعدہ سے نکالا گیا ہے جسکو تمام مخلوقات اور اوسکے نظام
مین جناب باری تعالے نے مرعی رکہا ہے۔ جب بحث اللہ تعالی کی ذات سے
کیجائے کہ وہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ تو میرا اعتقاد یہہ ہے کہ اللہ تعالی مین سب
قدرت ہے اسلیے کہ اگر محال عادی کے یہہ معنی لیے جائین کہ مثلا اللہ تعالی نے یہہ
قاعدہ بنایا ہے کہ آدمی جسمین صرف اسقدر طاقت دی گئی ہے کہ وہ دو چار من بوجہہ
اوٹہالے پہاڑ کو جسمین گنتی سے زیادہ وزن ہو نہین اوٹہا سکتا۔ جبتک آدمی کی یہی طاقت
رہے پہاڑ کا اوٹہانا محال ہوا۔ ضرور اللہ تعالی اس قاعدہ کو نہین توڑتا۔ مگر آدمی کے

جثہ مین طاقت پہاڑ اوٹھانے کی دیکتا ہے اور اگر چاہے یہہ قاعدہ بھی مقرر کرسکتا ہی
کہ اسی طاقت کا آدمی پہاڑ اوٹھا لیا کرے جیسے یہہ قاعدہ مقرر ہے کہ برتن مین جو چیز ہو
جبتک برتن نہ کھلے یا نہ ٹوٹے وہ چیز برتن سے باہر نہین آسکتی حالانکہ ہمنے دیکھا ہے کہ باہر
آگئی برتن نہ کھلا نہ ٹوٹا۔ ورنہ خرق عادت اور معجزہ کیا ہو معنی اس سب کے یہہ ہوے
کہ محال عادی صرف ہمارے لیے محال ہے خداوند عالم کی قدرت کاملہ سے ہرگز باہر
نہین۔ باقی رہا محال عقلی وہ ایسا امر ہی نہین جو فی الحقیقت کوئی شے ہوسکے آپ
غور کیجیے کوئی شے ایک وقت مین معدوم و موجود ہوسکتی ہے؟ حادث و قدیم کیا ایک
چیز ہوسکتی ہین؟ واجب و ممکن کیا ایک چیز ہونگے۔ کوئی عدد ایسا ہوسکتا ہے کہ نہ زوج ہو
نہ فرد۔ یا کوئی معدود ایسا فرض کیا جاسکتا ہے کہ وہ زوج بھی ہو فرد بھی۔ یہہ وہ باتین
ہین جو عند العقل شیئیت (کوئی چیز ہونا) کی حد سے خارج ہین ان مین خود قابلیت اسکی نہین
ہے کہ قانون قدرت کے کلیون سے اونکا کچھہ تعلق ہوسکے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہین
کہ خدا اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہین لیکن اتنا خیال نہین کرتے کہ خداوند عالم
جسکو پیدا کریگا وہ مخلوق اوسکا ہوگا وہ واجب الوجود کہان ہوگا وہ اپنے وجود و بقا مین
مستغنی غیر سے کب ہوگا وہ مثل باری تعالی جل شانہ کے کہان ہوسکتا ہے یہ محض وہم ہونے
کی بات ہے۔ تھوڑے سے التفات سے اسکا باطل ہونا بالکل ظاہر ہوجاتا ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالے نے قوتین محدود کیون دی ہین

بعد اسکے یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ محدود قوتین اللہ تعالی نے کیون عنایت فرمائی ہین۔ وجہ اسکے بھی ظاہر ہین۔

اول یہہ کہ اگر قوتین نامحدود ہوتین تو سلسلہ اطاعت اور عبدیت کا باقی نہ رہتا بلکہ آدمی خدا ہوتا۔ اور یہہ ممکن نہین لہذا نامحدود ہونا قوتون کا بہی ممکن نہین۔ انسان کے بہتر سے بہتر بننے کا ذریعہ خداشناسی ہے نہ خود خدا ہونا۔ دوسری یہہ کہ مضر تین اوسکی قابل برداشت نہوتین یعنی انسان پہاڑون کو توڑ ڈالتا زمین کو کہود ڈالتا جسوقت اوسکا جی چاہتا ایسے کام کرتا جو اورون کے لیے مضر ہین خصوصًا بقای اضداد کو اور پہر کوئی چیز بجای خود باقی نہ رہتی سارا انتظام بگڑ جاتا واقع مین اس سے زیادہ قوت کا دینا بڑے ظلم کا باعث ہوتا۔ تیسرے اگر قوتین نامحدود ہوتین تو ترکیب واقع نہوتی کیونکہ اب اتنی قوتین حاصل ہین جو جمع ہو سکتی ہین۔ قوت عقلی کے فرق پر آپ اس مثال سے غور کیجیے کہ ہر عقل اگر برابر ہوتی فرد ور مزدوری کے لیے کبہی نہ ملتے کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ تہوڑی سی محنت سے بڑا نفع حاصل کرو جب ہر شخص کو عقل یہی بتلایا کرتی کیسے ریل کی سڑک اور نہر بن سکتی کہ ہزارون من مٹی اور پتہر کون ڈہوتا اور کہودتا۔ قوتون کا زور اور خودغرضی ڈیڑہ آنہ یومیہ پر کام نہ کرنے دیتی۔ اگر یون کہیے کہ جب کام نہوتا عقل والے بہی مزدوری کرتے جیسے اب ضرورتون مین کرتے ہین تو غلط ہوگا کیونکہ بڑی سے بڑی عقل کو لیجیے اوسکو تعمیل بنا سیئے اب بعض عقلین زور کی اتنی بڑی بڑی ایجاد کرتی ہین کہ لاکہون آدمی اونکی تکمیل کرتا ہے سب کے سب اتنی ایجادین کرتے تو سب کی تکمیل کے لیے آدمی کہان سے آتے لہذا سب معطل اور بیکار رہتین ایک بہی پوری نہ ہوتی۔

جواب اس شبہ کا کہ علم کیون محدود ہی — **ایک شبہہ** یہہ ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے مصنوعات کا علم کامل کیون

نہین دیا۔ اس سے بہی بڑی خرابی پیدا ہوی ہے علم کا محدود رکھنا نہایت بڑی مصلحت سے ہے پہلی وجہ اوسکی یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی عقل باوجود اسکے کہ بہت بڑی ہے پہر محدود ہے۔ اتنے بڑے کارخانہ کا علم بہی اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ عقل محدود مین نہین آسکتا۔ دوسری وجہ یہہ ہوسکتی ہے کہ اگر علم ہر چیز کا دیدیا جاتا تو ترکیب نوع انسان کے خلاف ہوتا اور وہ حالت نہ رہتی کہ انسان اپنی قوت بازو سے مراتب بزرگ تک پہونچے تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے بقا کے ذرائع ایسے پیدا کرسکتا ہے کہ جبتک چاہتا زندہ رہتا۔ مرنا کوئی نہین چاہتا۔ اور یہ بہت بڑی برائی ہے۔ کیونکہ انسان اوسوقت تک زندہ رکہا جاتا ہے جبتک اوسکا زندہ رکہنا بہت سی مصلحتون سے ضروری ہے۔ ایک یہ ہے کہ اورون کے لیے جگہہ ہو جسکی ایک مثال بادشاہین۔ اگر بادشاہ زندہ رہتے تو اونکا کوئی جانشین نہوتا اور اوس کے قائم مقام نفع سلطنت سے محروم رہتے۔ سواے بادشاہون کے اور مخلوق اگر ہمیشہ زندہ رہتی یعنی یہ ہوتے کہ دنیا ایک دفعہ پیدا ہوجاے خلق کرنیکا کام جاری نہ رہے دوسرے یہ ہے کہ انسان امتحان گاہ مین پڑا رہے۔ ظاہر ہے کہ جیسے برے افعال کی دنیا مین قواعد کی وجہ سے سزا نہین ہوسکتی۔ ایسے ہی وجوہ سے جزا بہی دنیا مین بعض افعال کی خصوصاً خداشناسی کی کافی نہین ہوسکتی۔ موت کے بعد جزا کا وقت شروع ہوتا ہے اور امتحانون سے فراغ پاکر جو ایسے سخت ہین نتائج سے متمتع ہونیکا۔ پس انسان بغیر موت کے ہمیشہ امتحان مین پڑا رہتا یعنی تکالیف دنیا

ہین اور مقام امتحان مین ہی پڑا رکھنا ظلم ہے۔ تیسرے یہ ہے کہ بُرون کی بُرائی دور ہو۔ یعنی بعد موت اونکی سزا کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بُرے آدمیون کا باقی رکھنا بعض وقت اس مصلحت سے ضرور ہوتا ہے کہ جب انسان اپنی قوتون کو بری طرح استعمال کرکے اپنی ذات کو شے مضر ثابت کرے تو اوسکی قوتین دوسرونکی سزا کا باعث ہوتی ہین۔ سزا سے آدمی دنیا مین ذلیل ہوجاتا ہے۔ بعض سزائین اس لیے ایسی بنانی ضرور تہین کہ ذلت نہو اور آدمی اگر جونک اوٹھے اور افعال نیک کرنے لگے تو ذلت اوسکی آیندہ کی ترقی کے لیے حارج نہو لیکن جب بُرون کا مجموعہ محض نکما ہوجاتا ہے تو دیکہا جاتا ہے کہ وہ معدوم کردیے جاتے ہین۔ اونکا معدوم کرنا بڑی ضروری چیز ہے۔ بعض وقت ایسی ضرورت ہوی ہے کہ کل ایک دفعہ معدوم کردیے گیے مثال اوسکی شہر پامپیای ہے۔ آپ دیکھیے کہ قبل ولادت حضرت عیسیٰ عم کے کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے یہ شہر دفعتہً نیست و نابود کردیا گیا تہا۔ اب جو آثار اوسکے نکلتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اسقدر اخلاق مین اہل شہر کے خرابی پیدا ہوی تہی کہ محش تصویرین حالت مخصوص کی عام استونون اور دیوارون پر اونہون نے لگائی تہین اوس سے قیاس کرنا چاہیے کہ اور اخلاق اہل شہر کے کتنے بُرے ہونگے۔ عجیب اضطراب و اختلاف ہوگا کوئی کسیکی نہ سُنتا ہوگا۔ ہر عیب ہنر ہوگیا ہوگا۔ تمام مردم شماری اولاد زنا ہوگئی ہوگی اور ایسی حالت پہونچی ہوگی کہ اصلاح نہو سکتی ہو۔ اس حالت مین ملاحظہ فرمایے کہ موت اور بندون کا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مین رہنا اور محدود ہوجانا قوتون

اور علم کا کتنا ضروری ہے اور وقت مناسب تک ہی باقی رکھنا کتنا لابد ہے جو بہتی
وجہہ یہ ہو سکتی ہے کہ اگر علم محدود نہ ہوتا تو منجملہ اوسکے ایک علم غیب کا ہوتا علم غیب
دینا بہت مضر ہے کیونکہ اوس سے نظم عالم باقی نہین رہ سکتا مثلاً اگر معلوم ہو جاے
کہ روپیہ بعد جمع ہونیکے لٹ جائیگا تو کوئی اوسے جمع نہ کرے۔ جب معلوم ہو جاے
کہ فلان بچہ بعد تکمیل کے بدفعال ہوگا کوئی اوسے پرورش نہ کرے۔ ایک جانب یہ ہو
دوسری جانب پر خیال فرمایے چورون کو جب علم غیب ہو کوئی روپیہ باقی نہ رہے
جسے وہ لوٹ نہ لین۔ جو بدآدمی ہون وہ نیک بچونکو زندہ نہ رہنے دین۔ اسیطرح
اگر علم غیب کی وجہ سے علم اپنی موت کا حاصل ہو جاے تو کتنی بُرائی ہو۔ ملاحظہ فرمایے
کہ جس شخص کو پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے اور بے اختیاری موت اوسکے سامنے
ہوتی ہے اوسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہو جاتے ہین کہ اونسے کوئی
کام دنیا کا نہین ہوتا۔ اگر موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہی شخص جسے معلوم ہوتا کہ مین آج
نہ مرونگا لڑائی کے لیے نکلتا شہادت اور مغلوبیت معدوم ہو جاتی جسکے بدون بادشاہت
نہ بنتی قوتون کے لیے روکنے کا ذریعہ حاصل نہوتا۔ موت سے ڈر اس ضرورت سے
رکھا گیا ہے کہ وہی لوگ بہت سے جرائم اور قتل نفوس کی ہے یہہ اعتراض محدود
ہونے علم کا ناشکری ہے۔ اسلیے کہ ہمارے علم کی قلت باعتبار مجموع علم کے
ہے مگر باوجود اسکے ہمارا علم اسقدر بڑا ہے کہ جتنے علوم ہین ایک آدمی اونکے حاصل
کرنے پر قادر نہین ہو سکتا۔ چنانچہ مثال اوسکی یہ ہے کہ لندن کے کتبخانہ شاہی مین

اسقدر کتابین ہین - کہ اگر چار سو صفحے ایک کتاب کے ہر روز ایک آدمی پڑہے تو چار سو
برس مین بہی سب کو نہین پڑہ سکتا جو چیزین ہمسے مخفی ہین اگر اونکے خفا کی مصلحت پر
غور فرمایئے تو اتنی بزرگ ہے کہ ہمکو ہر خفا کا شکر گزار ہونا چاہیے - مثلاً اگر وباؤن کی وجہ
معلوم ہوجائے تو اونکی ایسی روک ہوسکے کہ کبہی وبا نہ آیا کرے - بظاہر یہ اچہا معلوم
ہوتا ہے مگر حقیقت مین بُرا ہے اسلیے کہ اگر وبائین نہون ایام امن مین جیسا اس سلطنت
مین ہے مخلوق کی تعداد اسقدر بڑہ جاے کہ سامان کہانے پینے کا بہم نہ پہونچے اور
بجاے اسکے کہ وباء مین ہزار دو ہزار مرتے ہین اوسوقت سب کے سب مرجائین - ہلاکت
عام ہوجائے چنانچہ اب بہی زندگی گرانی کی وجہ سے غربا پر سخت ہے اور یہ گرانی لازمہ
مردم شماری بڑہ جانیکا ہے - جو اچہی سلطنت ہے وہ رعایا کا آرام چاہتی ہے وبا سے
بچاتی ہے اگر قادر ہوتی اتنا بچاتی کہ کوئی نہ مرتا اسلیے بچانیکا ذریعہ سلطنت کے ہاتہہ
مین نہین دیا گیا تاکہ وہ الزام سے پاک رہے - اس بیان سے یہ امر بہی معلوم ہوگا کہ
جو کچہہ مین نے گزارش کیا ایسا ہے کہ اون ترکیبون پر جو آثار سے معلوم ہوتی ہین توجہ
دلائی ہے اصل وجوہ ممکن ہے کہ اس سے بہت بہتر ہون اور ضرور بہتر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا -

ایک شبہہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا - جواب اسکا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق جتنی تقریرین
بیان ہوسکتی ہین خلاصہ اونکا یہ ہے کہ پیدا ہونے مین منافع ہین - اور وہی منافع وجہ
خلق کے ہوسکتے ہین - اگر خلق عالم پر قیاس کیا جاے تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جہان

قوت ہوگی وہ اپنا کام کریگی - ہوا مین جو قوت مسخر کہ ہے وہ اپنی حرکت میں مصروف ہے - آگ مین جو قوت ہے وہ ہر وقت اوس سے ظاہر ہوتی ہے اور آتش پرستون کے یہان آگ ہر وقت لکڑی کو کہاتی ہے - پانی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوسکا ظہور ہے - مٹی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوس سے روئیدگی ہوتی ہے - اسیطرح جب خداوند عالم مین قدرت خلق ہے اور مخلوقات پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے تو اوس قدرت کا ظہور بہی ضروری ہے - البتہ یہ فرق ظاہر موجود ہے کہ مخلوق چیزون مین جو قوتین ہین اور جنکو عنصر کہتے ہین خواہ وہ چار ہون یا زیادہ سب بسبیل اضطرار کام کرتے ہین یعنی ممکن نہین کہ آگ مین گرے اور جل نہ جائے - پانی مین پڑے بہہ نہ جائے - جب بچون کے اعضا مین قوت آنی شروع ہوتی ہے خواہ مخواہ ہاتہہ پاؤن کو ہلایا کرتے ہین لیکن اوس بڑی قوت مین جو ان قوتونکی پیدا کرنیوالی ہے یہہ خوبی ہے کہ وہ اون قوتون کو اوسی وقت صرف کرتی ہے جب چاہتی ہے - چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ چاند - سورج زمین اور اربع عناصر جتنے خلق ہوچکے ہین خلق ہوچکے - روز روز نئے نہین پیدا ہوتے اگر خالق مین قدرت خلق اضطراری ہوتی تو ہر مخلوق کے خلق کا کام بہی ہمیشہ جاری رہتا اس سے ظاہر ہے کہ اوس خالق عالم مین روک کی بہی قوت ہے جو مخلوق قوتون مین یعنی مجرد قوت یا عنصر مین نہین ہے - اور یہ دلیل اسکی ہے کہ اضطرار نہین ہے - اور جب اضطرار نہو خلق بغیر مصلحت کے نہین ہوسکتا - اللہ تعالی جلشانہ

ہو ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے جن و انس کو اطاعت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے
معنی اوسکے یہ ہین کہ اونکا کام بندگی اور اطاعت کرنا ہے - یہہ معنی نہین ہین کہ مطیع
نہوتے تو وہ مطاع نہوتا اور یہہ علت خلق ہے - یہہ تو اپنے اوپر قیاس اور غلط ہے
کیونکہ ذات خداوند عالم محتاج نہین اور یہہ احتیاج ہے مطیعون کے ہونیسے ہمارا رتبہ
برڑھ جاتا ہے - اوسکو ہماری اطاعت یا غیر اطاعت کی احتیاج نہین نہ اوسکا رتبہ
بڑہتا ہے - کیونکہ رتبہ دوسرونکے مقابلہ مین جنکے اوسقدر مطیع نہین ہین بڑہ سکتا ہے
اور انسان اقران و امثال مین وقار حاصل کرسکتا ہے - اسد تعالی کا کوئی مثل نہین
اوسکی عظمت کی انتہا نہین - الغرض حکم اطاعت وجہ خلق کی نہین ہے وہ کریم ہے
اور وجہ خلق محض کرم ہے -

نتیجہ شبہہ بالا کا دہریت ہی - یہہ وہی شبہہ ہے جسنے لوگون کو یہہ دہوکا دیا ہے کہ دنیا ایک
چیز بحال خود موجود ہے جسکی ابتدا اور انتہا معلوم نہین اور اسلیے نہ کوئی اسکا خالق ہے
نہ دنیا کے بعد کچہہ ہے میرے نزدیک یہہ خیال اوس خرابی سے پیدا ہوتا ہے کہ
جب کثرت صنائع بدائع الہی پر غور کرتے کرتے عقل تکمی ہوکر بیکار اور ایسی حیران
ہوجاتی ہے کہ بالکل تہک رہتی ہے اوسوقت وہ حیرانی خالق عالم کی طرف رجوع کرنے
سے مانع ہوجاتی ہے اور آدمی یہہ خیال کرتا ہے کہ اصلی خالق انکا کوئی نہین ہے ضرور
یہ غلط ہے اور جیسا مین نے شروع رسالہ مین بیان کیا ہے ایسا خوض ممنوع ہے -
پھر گذارش کرتا ہون کہ کسی کارخانہ کو دیکہہ کر آپ یقین کرلیتے ہین کہ اس کارخانہ کو

آدمی نے بنایا اور ساتھہ ہی اوسکے یقین ہوتا ہے کہ بنانیوالے مین اس صنعت تہا جتنا اوس کارخانہ کے دیکھنے سے آپ نے سمجھا ہے مگر کارخانہ کے صنایع افسوس ہے کہ آپ دیکھہ کر یہہ خیال کرتے ہین کہ صنعتین تو بے انتہا ہین مگر صانع اونکا کوئی نہین ۔ یا بعد بنانے کے بیدخل ہے افسوس ہے کہ ایسے امر واضح سے غفلت ہوتی ہے اور یون خیال ہوتا ہے کہ جو ایسے صنایع پر قادر ہے وہ محض علت العلل ہے اس مقام پر بعض صنایع کارخانہ عالم کا جو دلیل روشن وجود اور ہمیشہ قادر مطلق ہونے واجب الوجود کے ہین بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ **حکیم سبحان علیخان مرحوم** نے اس مقام کو بڑے زور سے لکھا ہے لہذا اوسیکا حاصل ترجمہ لکھنا کافی ہوگا ۔

تقریر حکیم سبحان علیخان جسمین بیان صنائع بدائع عالم کرکے وجود واجب الوجود پر استدلال کیا ہے

حکیم صاحب فرماتے ہین کہ صاحبان عقل پر پوشیدہ نہین ہے کہ دین کی جڑ یہہ ہے کہ اللہ تعالے کے موجود ہونے کا یقین کامل حاصل ہو ۔ اہل تحقیق کے نزدیک آدمی تقلید کے ذریعہ سے یعنی دوسرون کی پیروی سے درجہ ایمان پر نہین پہونچتا بلکہ وہ عدم ایمان ہے پس اللہ تعالی جلشانہ کے وجود کا اذعان اپنی تحقیق سے ہونا چاہیئے ۔ یہہ بات ضرور ہے کہ آدمی کی جیسی عقل ہوگی ویسی ہی اوسکی دلیلین ہونگی موٹی عقل کے لوگ موٹی باتون سے ۔ باریک عقل کے لوگ باریک دلیلون سے سمجہین گے ۔ اس فرق سے اصل ایمان مین فرق نہین ہوسکتا جس شخص کو

…نا ہے اس لیے کہ اب بھی سرد چیزین مانع ہضم ہوتی ہین پس وہی مادہ یادہ
…رت اور آتش طبخ ہے۔

حکیم صاحب۔ بچہ مان کے پیٹ مین اسطرح رہتا ہے کہ منہ بچہ کا مان کی
پشت کی طرف ہوتا ہے تاکہ اعضای رئیس شریف یعنی دل اور جگر اور معدہ محفوظ رہین
اگر کوئی صدمہ مان کے پیٹ پر پہونچے تو بچہ کی پشت پر کہ سخت ہے پہونچے اور بچہ کو
اثر اور ایذا نہو یہہ عجیب حکمت ہے۔ یہہ حکمت اور وہ حکمت جو بچہ کے پیٹ سے باہر آنے
مین ہے ایسی عجیب و غریب ہین کہ آدمی کی عقل سے باہر ہین یعنی یہہ ادراک و پہچان
بچہ کو کون دیتا ہے کہ جہان بچہ کی بناوٹ پوری بن چکی فوراً قصد کرتا ہے کہ باہر کھلے
میدان مین نکل آئے پھر اوسے یہ کون بتلا دیتا ہے کہ جیسا مان کے رحم مین تہا ویسا
نہ نکل سکونگا جب پانون جوڑے رہینگے تو تنگ جگہہ سے نکلنا مشکل ہوگا اور اگر ہاتہہ اوپر کو
اوٹھہ جاینگے تو بھی نکلنے مین دقت ہوگی بلکہ نکلنے کا احتمال خفیف ہوجائیگا چنانچہ اگر
کبھی حسب ظاہر بوجہ ضعف کے اور در اصل بسبب مشیت قادر مطلق کے ایسا ہوتا ہے
اگر بچہ ہلاک ہوجاتا ہے مگر وہ جسے خدا نہ چاہے نہین ہوتا۔ پس جب بچہ باہر آنیکا قصد
کرتا ہے تو کون اوسکو پھیر دیتا ہے کہ وہ اولٹ کر سر اپنا نکلنے کی طرف لے آوے
تاکہ جب سر نکل آیے تو ہاتہہ بندہے ہوے اور پاؤن جوڑے ہوے نکلین کہ یہی
پھیر لینا بچہ کا درد زہ کہلاتا ہے اور جب اس حرکت سے جسکی عادت نہین ہے تکلیف
ہوتی ہے ٹھہر جاتا ہے۔ اس سبب سے درد ٹھہر ٹھہر کر آیا کرتے ہین۔ ٹھہر کر پھر جب

بچہ حرکت کرتا ہے پھر درد ہوتا ہے ان سب باتون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ

حرکتین جو بچہ اپنے ارادے سے کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی پہچان اور سمجھہ

رکھتا ہے۔ غور کیجیے کہ بچہ کو یہہ ادراک اور سمجھہ کسنے عطا فرمائی ہے یہی حال پرندون

کے بچون کا ہے۔ جہان خلقت بچہ کی تمام ہوی کھلے میدان مین آنے کیلیے

انڈے کے چھلکے کو چونچ سے توڑ ڈالتا ہے اور نکل آتا ہے یہہ ادراک کہان سے

آیا؟۔ یہہ تو صرف خالق عالم کے دینے سے ہوسکتا ہے۔

اور فائدون اور حکمتون کو جو اعضای ظاہر و باطن مین ہین کون پورا بیان کرسکتا ہے دیکھیے

کہ دانتون کے ہی اندر کتنی کتنی حکمتین پوشیدہ ہین یعنی جو نکہ داڑہین پیسنے کے واسطے

بنائی گئی ہین سل بٹہ کی صورت مین بنائی گئی ہین تاکہ اچھی طرح پیسنا واقع ہوسکے لیکن

کیلے یا کچلیان واسطے توڑنے سخت چیزون کے بنے ہین اور اسلیے گاجر کی سی شکل

کے ہین تاکہ ایک سرا او نکا نوکدار ہو اور اوس چیز مین جسکا توڑنا مقصود ہے آسانی سے

گھس جائین۔ یہی وجہ ہے کہ جن جانورون کی غذا گوشت ہے اور اونکو ہڈیان زیادہ

توڑنی پڑتی ہین اونکے منہ مین کیلے زیادہ ہوتے ہین سامنے کے دانت کہ مطلب

اونکا ہوا کاٹنا ہے اور کاٹنا دوسری چیزون کا اسلیے وہ چوڑے مثل دیوار کے اور

تیز مثل تلوار کے بنائے گیے ہین۔ فائدے معدے اور رحم مین خشونت پیدا کرنے

کے تاکہ جن چیزون کو رکھنا چاہین پکڑ لیا کرین اور پھیپڑے کے چھتے کی شکل ہونے

کے تاکہ اوسکے اندر ہوا چلی جاے اور نکل آئے کیونکہ وہ زندگی کے لیے لازمی ہے

طبیب بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جب آدمی بیمار ہوتا ہے
اوران فائدون مین خلل پڑجاتا ہے کیا کیا ضرر افعال مین ان اعضا کے پیدا ہوتے
ہین۔ یہانتک ہر عضو مین فائدہ ہے کہ پیشانی کی لکیرین بھی بیکار نہین ہین۔ اگر
پیشانی مین چین نہ ہوتی ہمیشہ پسینہ ٹپکتا اور آنکھہ کے اندر آجاتا اور اسکا کٹنا آنکھہ کے
فعل کا ہارج ہوتا اور اوس حالت مین دیکھتا تو تکلیف ہوتی۔ اللہ تعالی کے فضل
نے پیشانی کی چینون مین یہہ کام کیا ہے کہ پسینہ اون مین جمع ہوتا رہتا ہے جب
زیادہ ہوجاتا ہے انسان پونچہہ ڈالتا ہے ایک بہت باریک حکمت جو اطبا سے
معلوم ہوی یہہ ہے کہ عورتون مین رحم جسکا کام صرف بچہ پیدا کرنا ہے ابتدای عمر
مین مقدار معین سے بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے فائدہ اوسکا یہہ ہے کہ بچپنے مین
جو مادہ اس عضو کے بڑہانے مین صرف ہوتا بیکار صرف ہوتا پس اوسکا حصہ بھی
دوسرے اعضا کے بڑہانے مین صرف کیا جاتا ہے اور جب بدن قریب حد کمال
کے پہونچتا ہے اور اوسکے کام مین آنیکا وقت آتا ہے چونکہ اور اعضا کو اسقدر احتیاج
بڑہنے کی نہین رہتی اسلیے جلدی سے اوسمین نمو آجاتا ہے اور بڑا مادہ بڑہنے کا
اوسمین صرف ہوتا ہے۔ راقم مین کہتا ہون کہ چھاتیون کی یہہ حالت ہر شخص نے
دیکھی ہے۔ اگر رحم پہلے سے بڑھ جاتا تو بلوغ اس سے پہلے ہو جاتا۔ بلوغ کے
دیر مین ہونیکا نفع یہہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا انسان ممکن تہا کہ جنے سے بھی چھوٹے
ہونے لگتے۔ پہر حکیم صاحب فرماتے ہین کہ اون بہت سی لیلون مین سے

جو اللہ تعالی کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی یہانتک کہ اس بات کی کہ قدرت کی انتہا نہین ہے ایک دلیل آدمیونکی صورت کا فرق ہے - یہہ عجیب و غریب بات ہے کہ تمام اعضا آدمیون کے خاص طول و عرض کے ہوتے ہین اون مین سے ایک چہرہ ہے کہ عرض اوسکا بہت ہی چہوٹا ہوتا ہے کروڑون آدمی ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین لیکن صورتون مین اسقدر فرق ہوتا ہے کہ ایسی مشابہت کہ تہوڑا سا بہی شبہہ پہچان مین نہو نہین ہوتی - باوجود اسکے کوئی عضو اتنا بڑا چہوٹا نہین ہوتا کہ حد سے باہر نکل جائے قیاس عقلی چاہتا ہے کہ اگر اور آدمیون کی صورتین ایک سی نہون تو دو بہائیون کی صورتین جو ایک مان اور باپ سے پیدا ہون اور ایک ہی ملک مین رہتے ہون اور ایک ہی سی غذا کہاتے ہون ضرور ایک سی ہون اور اگر کوئی نجومیون کی تقلید کرے اور سمجہے کہ جو بچہ اوس ایک وقت مین پیدا ہو جب ستارون کا جوڑا ایک پڑے تو وہ دونون ایک صورت کے ہونے چاہئین مگر نہین ہوتے یہانتک کہ جوڑوان بچے کہ جنکا نطفہ ایک وقت مین قرار پاتا ہے اون مین بہی فرق ہوتا ہے اگر مشابہت بہی ہوتی ہے تو ایسی نہین ہوتی کہ پہچان مین نہ آئے - ظن قریب بہ یقین یہہ ہے کہ جب سے حضرت آدم ع کی اولاد پیدا ہونی شروع ہوی ہے باوجود فرق زمانہ کے دو آدمی بہی ایک صورت کے پیدا نہین ہوے - اس بات کی تائید کہ شکلون کے اختلاف کی کوئی حد نہین اسبات سے ہوتی ہے کہ جب ہم پرانی تصویرین دیکہتے ہین کوئی تصویر ایک دوسرے کی مثال ایسی نہین ہوی کہ ایک کی صورت دوسرے سے جدا نہو - راقم صورت ہی جدا

نہین ہوتی ہر عضو مین باریک فرق ہوتا ہے چنانچہ ہاتھہ کی لکیرون مین سے انگوٹھے
کا نشان زمانہ حال مین لیا جاتا ہے اور جونسٹھہ ہزار آدمی کا ایک دوسرے سے ابتک
نہین ملتا نہ امید ہے کہ کبھی ملیگا۔ جل شانہ۔ اگر خلقت کا ذریعہ محض نیچر ہوتی یہہ فرق کون
کرتا اور کیون ہوتا۔ پھر حکیم صاحب فرماتے ہین اسی طرح سے اور قریب اسکے
آوازون کا فرق ہے۔ کہ وہی گلا جسکا عرض اور شکل ایک طرح کی ہوتی ہے ایک
طرح سے ہوا اندر پہونچا کر آواز کو پیدا کرتا ہے تاہم آواز ایک آدمی کی دوسرے آدمی
کی آواز سے جدا ہوتی ہے یہانتک کہ جب ملاقات ہوجاوے اور باتین ہوتی رہین
گو تھوڑے دن ہون ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی آواز اسطرح پہچانی جاتی ہے
کہ غلطی کم ہوتی ہے۔ پس اگر سارے عالم کے حکیم اگلے پچھلے جمع ہون اور عمرین غور
اور فکر کرنے مین صرف کردین تو کوئی سبب اسکا سوای اسکے نہین نکلیگا کہ اگر شکلون مین
ایسی مشابہت ہوتی کہ ایک سے دوسرا نہ پہچانا جاتا نظام عالم کا برہم ہوکر اوس سے بڑے
بڑے فساد پیدا ہوجاتے چونکہ مشابہت آوازون کے ساتھہ ساتھہ مشابہت
شکلون کی ہے پس حکیم مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے اتنے آدمیون مین کہ سارے
عدد انکے گننے کے لیے کافی نہین ہین صورتون اور آوازون مین فرق پیدا کیا ہے لیکن
جتنی برائیان صورتونکی مشابہت مین زیادہ تھین اور بہ نسبت اوسکے مشابہت آواز مین کم
تھین آوازونمین مشابہت کا تفرقہ بہ نسبت صورت کے تفرقہ کے کم رکھا ہے یہانتک کہ
بہائم اور طیور مین بھی بخیال ضرر صورتون کا فرق کیا ہے حکیم لوگ یعنی فلسفی حیوان اور

طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہین (جسکا نام آج کل نیچر رکھہ لیا ہے) اور خداوند عالم
کو اسکا مدبّر نہین جانتے اگر یہان ذکر کرنا صرف ہی طور پر منظور نہوتا تو تفصیل سے بیان
کیا جاتا کہ کیا غلطی انکے فہمون مین ہے - کیونکہ یہہ بات بہت عجیب ہے کہ اسکا اقرار
کرتے ہین کہ طبیعت جو کچھہ کرتی ہے اللہ کے حکم سے کرتی ہے - کاش وہ لوگ
اس بے فائدہ توسط کو یعنی طبیعت کے اوٹھا دیتے - اسی طرح عجیب صنعت خطون
کے فرق مین معلوم ہوتی ہے یعنی آدمیون کے لکھنے مین - دو آدمیون کا خط بہی ایک
دوسرے کے مشابہ نہین ہوتا - وہ خط انسان جسکی مشق کرتا ہے دوسری چیز ہے - ہمارا
مطلب اوس خط سے ہے کہ بعد سیکھنے کے جب لکھنا آجاتا ہے اور آدمی لکھتا ہے
اوسکی مصلحتین اوسی طرح کی ہین جیسی ابہی بیان کی گیئن - یہہ خاصہ بہی اللہ کے قلم نے
انسان مین لکھا ہے یعنی ایجاد فرمایا ہے - اسیطرح سے وہ قوت کاریگری کی ہے جو اللہ
تعالی نے چہوٹے جثہ کے پرندون مین پیدا فرمائی ہے - جیسے شہد کی مکہی اور بیا
اگر تمام عالم کے ریاضی دان صناع اور کاریگر متفق ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرین تو شہد کا
چہتہ اور بیے کی جہونجہہ نہ بنا سکین گے - بعض جانور ایسے ہین کہ جو گہر نہین بناتے
اور اونکے انڈے دینے کا وقت مخصوص ہوتا ہے جب وہ وقت آتا ہے گہونسلا بنا
لیتے ہین - جیسے چیل - کوّے - ظاہر اور بدیہی ہے کہ سوای الہام مدبر کائنات
کے اور کوئی ذریعہ نہین ہے جس سے اونکو علم اس بات کا ہو کہ اب وقت انڈے دینے
کا ہے اور بچہ نکالنے کا - اونکے لیے مکان بنانا چاہیے - یہان تک کہ وہ جانور جنکو

پا لیتے ہین اونمین بہی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو نرم
چیزین جو نیچ سے چن کر کابک مین رکہہ لیتے ہین اور ایک نرم بچہونا بنا لیتے ہین۔ ضرور
یہ چیزین علم الہامی سے ہین چنانچہ شیخ رئیس یعنی بوعلی سینا نے شفا کی کتاب النفس
مین علم کو تین قسمون پر منقسم کیا ہے۔ کسبیات[1]۔ تجربیات[2]۔ الہامیات[3]۔ اور مثالین
الہامیات کی اسطرح پر دی ہین کہ جیسی ہمنے بیان کی ہین۔ مثلا بہاگنا بکری کا بہیڑیے
سے بغیر اسکے کہ اوسے پہلے کبہی تجربہ کیا ہو یا اوس سے کوئی ضرر اوٹہایا ہو۔ یا بچے کا
پیدا ہوتے ہی دودہ پینے لگنا اور جبتک طاقت پوری نہو اور کہڑا ہونا سیکہے نبچے کا
ستون یا تخت کو جو کچہہ اوسکے پاس ہو پکڑ لینا۔

ظاہر ہے کہ یہہ حرکات ارادی جو خیال کے تابع ہین بدون اسبات کے کہ اونکو پہلے
سے جانتا ہو اور خیال کر سکتا ہو سوای الہام کے کہان سے آسکتی ہین۔ راقم الہام
خاصہ طبیعت نہین ہو سکتا ورنہ عام ہوتا یعنی بکری کا بچہ بہیڑیے ہی سے نہ ڈرا کرتا اپنے ہر
دشمن سے ایک سا ڈرا کرتا۔ حکیم صاحب۔ اسیطرح وہ بہت سے جانور ہین جنکا جوڑا
ایک نہین ہوتا اور نر بچے کی تربیت مین شریک نہین ہوتا جیسے مرغ۔ بط۔ اللہ تعالی
اونکے بچے مین یہہ طاقت دیتا ہے کہ بچے نے جہان انڈا توڑا اور باہر نکلا اوسی وقت
دانہ چگنے اور کہانے لگا اگر ایسا نہوتا فقط مادہ سے تربیت نہ ہو سکتی حکمت اسکی یہہ ہے
کہ اس ترکیب ولادت سے جانور بہت سے بچے اور انڈے دے سکتا ہے۔ اونکے
جسم پر اتنے بال و پر موجود ہوتے ہین کہ جو اوسوقت سکے ڈہکنے اور محفوظ رکہنے کے لیے

ضروری ہین - کیونکہ دوسرے جانورون کی طرح اوسکا محافظ کوئی نہین ہوتا - چنانچہ
اون جانورون مین جنمین نر اور مادہ دونون بچے کی تربیت مین مصروف ہوتے ہین - ہم
دیکھتے ہین کہ اونکے بچے ایسے پیدا ہوتے ہین کہ خود اونمین حرکت کرنے کی طاقت نہین
ہوتی - نر اور مادہ اپنے پوٹہ سے نکال کر اونکو بہراتے ہین اور وہ اکثر دو ہی انڈے
دیتے ہین اونکے بچون پر پر نہین ہوتے لیکن وہان بہی گوشت پر جلد اتنی مضبوط وہکی ہوتی
ہے کہ تنکون کا بچہونا جو اونکے نیچے بچہا ہے اوس جلد کو زخمی نہ کرے - اسی طرح اون
جانورون مین جنکا جوڑا معین ہے یعنی مادہ سوای اپنے نر کے دوسرے سے جفتی
نہین کہاتی یہہ مادہ بہی تعجب انگیز ہے - چنانچہ کنجشک کی جب مادہ مرجاتی ہے تو وہ
دوسری چڑیا کر لاتا ہے - بچہ تماشا دیکہنے کے لیے چڑیا کو پکڑ کر چہپا دیتے ہین نر
تہوڑی دیر مین دوسری چڑیا کر لاتا ہے - جب مادہ آگئی نیچے پکڑی ہوی چڑیا کو چہوڑ دیتے
ہین اوسوقت چڑیون مین لڑائی ہوتی ہے چڑا کچہہ دخل نہین دیتا اور دوسری چڑیا تہوڑی
دیر کے بعد بہاگ جاتی ہے - اس کہیل مین اسد کی عجب حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس
نر کو اتنی جلد کہان سے مادہ مل جاتی ہے پہر اوس مادہ کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس
نر کے پاس مادہ نہین ہے اور اس دوسری مادہ کو کہان سے علم ہوجاتا ہے کہ پہلی مادہ کا استحقاق
مجہسے زیادہ ہے اور چپ چاپ چلی جاتی ہے - الغرض ظاہر ہے کہ یہہ سب الہام اللہ تعالے
کا ہے ان سب افعال ارادی کو فلاسفہ طبیعت کی طرف منسوب نہین کرتے -

چرند اور پرند ہرچند مکلف نہین ہین تاہم منافذ طیور کے کہ اونمین بسبب چہوٹے ہونے

جثہ کے اور نیز بسبب تنوع کے کہ وہ بہی دلیل بسط قدرت کی ہے ایک ہوتے ہین چرندون
کے دو ہوتے ہین لیکن دونون مستور ہوتے ہین وہ یہون ہین یہہ کہان ہین جو آلۂ تناسل کہال
کے اندر ہوتے ہین اور نیز جلد نہین ہوتی ورنہ فضول ہوتے فضول کو صنائع حکیم مین ہرگز
مدخلت نہین - باوجود اسکے وہ محض بہی نہین ہوتے بخلاف انسان کے کہ ستر اوسکا
محض متعلق عقل کے ہے اوسمین غلاف پیدا کرنا فضول ہوتا - اگر جلد نہوتی ہمیشہ متاذی ہوتا
باوجود اسکے جلد باریک اور ذکی الحس دی گئی ہے تاکہ مانع تلذذ نہ ہو - مین نے
ایک عجیب تماشا اپنی آنکہہ سے دیکہا کہ سوچنے والی نظر بہی اوسکی وجہ دریافت کرنے
سے حیران تہی وہ یہہ تہا کہ چڑہتی جوانی کے دنون مین جب میرے بزرگ جو آسودہ حال
تہے لیکن اون دنون مین تنگ دست ہوگیے تہے نواب سعادت علیخان مرحوم کے دربار
مین کہ مین اونکے ساتہہ تہا حاضر ہوے - نواب صاحب مرحوم نے ایک ہاتی کا بچہ جو بادہ
تہا لوگون کے دکہلانیکے لیے منگایا اوس بچہ کے پاخانہ کا راستہ نہ تہا فقط پیشاب کا
راستہ تہا - وہ بچہ جب اوسے سوای بہنے والی چیزون کے دوسری چیز کہانے کو دیجاتی
تہی جیسے گنا یا روٹی - اون سکو وہ بچہ خوب چباتا تہا اور چبا چبا کر عرق چوس لیتا
تہا اور باقی کو اسطرح گرادیتا تہا جیسے آرہ کے دونون طرف ہوکر برادہ نکلتا ہے بلکہ
برادہ سے بہی زیادہ باریک کرکے گراتا تہا - اس حال کو جتنے وہان سو دو سو آدمی حاضر
تہے سب نے دیکہا ہے - اب فرمائیے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ امضا ادراک اور بہی
پوری سمجہہ اوسے کیونکر نصیب ہوی کسنے بتلایا کہ اگر مین موٹی چیزین کہا جاؤنگا تو کہان سے

نکلیگی وہ راستہ نہین ہے ۔ اسلیے صرف بہنے والی چیزین کہانی چاہئین تاکہ فضلہ اوسکا
پیشاب کے راستہ سے نکلجاے ۔ عام ہاتہیون مین جو طبیعت اور عقل حیوانی ہے اوسکا
مقتضا یہ نہین ہے ۔ ایک فرد کی طبیعت کو فعال ارادی نہین کہہ سکتے ۔ اسی
طرح نباتات کے پیدا کرنے مین بہی عجیب طرح کی صنعت الہی ظاہر ہوتی ہے ۔ چنانچہ
کتاب شفا کے عنصریات ملاحظہ فرمائیے اسی ایک نکتہ مین جو بیان کیا جاتا ہے
ہزارون طرح کی اللہ تعالی جلشانہ کی صنعت ظاہر ہوتی ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ بیج
کتنے چہوٹے ہوتے اور اونسے درخت کتنے بڑے بڑے پیدا ہوتے ہین بڑہنے
کا مادہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہی پانی اور مٹی ہے اور پانی اور مٹی کا مزہ ایک سا ہے
باوجود اسکے کیسے کیسے میٹہے پہل جیسے انگور ۔ اور کیلا اور انجیر اور رانبہ اور رطب اور کہٹے
جیسے لیمون و املی پیدا ہوتے ہین ۔ غور کیجیے کہ یہہ اختلاف مزون کا کہان سے آتا ہے
یہہ بہی تو نہین ہے کہ جو مزہ بیج کا ہو وہی پہل کا ہو بلکہ اکثر بیج کا مزہ پہل کے مزے سے
خلاف ہوتا ہے ۔ چنانچہ یہہ امر اون درختون سے جنکی شاخ لگائی جاتی ہے اور درخت پیدا
ہوتا ہے بہت ظاہر ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے یہہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالے
کے موجود ہونے کا علم اور اوسکا جان لینا فطرت نوع انسان کی ہے یعنی جیسے بکری
کی فطرت بہیڑیے سے ڈرنا ہے وہی فطرت اللہ تعالی اسکے وجود کو پہنچا دیتی ہے نہایت
درست اور صحیح ہے راقم حروف کے نزدیک جو انکار کیا جاتا ہے وہ فطرت کا
انکار ہے اور اس سبب سے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی بعض وقت ایسا اسباب مین مبتلا ہوتا ہے

کہ سبب کے سبب سے غفلت ہوجاتی ہے - مثال اوسکی یہہ ہے کہ جیسے بکری مین
بھیڑیے کی نفرت ہے اسی طرح انسان مین شیر کی ہے لیکن تماشا کرنیوالون کو آپ نے
دیکھا ہوگا کہ آدمی شیر سے کشتی لڑتے ہین اور اونکے ساتھہ کھیلتے ہین اور نفرت طبیعی
وفطری جاتی رہتی ہے یہانتک کہ بلی اور کبوتر ایک جگہہ رہتے ہین - ہرن آدمیون سے
مانوس ہوجاتے ہین ایک دوسرے کی نفرت جاتی رہتی ہے - لیکن جیسا یہہ مثالین فطرت
کے قاعدے کو حقیقت مین نہین توڑتین بلکہ وہ بھی اسباب خارجی کے ذریعہ سے ایک
بات پیدا ہوتی ہے - اسی طرح بعض آدمیون کا وجود خالق کو نہ ماننا فطرت کے قاعدے
کو معدوم نہین کرتا - بلکہ اسباب کی فکر مین پڑجانے سے اوس فطری مادہ پر پردہ پڑجاتا
ہے جیسے شیر اور ہرن اور بکری پر مانوس کرنے سے پڑجاتا ہے - پھر حکیم
سبحانعلیخان صاحب فرماتے ہین - اس بات کی دلیل کہ علم اللہ تعالی کے وجود
کا فطری ہے ایک حال گونگے لوگون کا ہے - گونگا چونکہ سن نہین سکتا علوم عقلیہ حاصل
نہین کرسکتا لیکن اگر اوس سے بھی اشارہ سے پوچھیے کہ یہہ سب چیزین کسنے بنائی ہین
تو وہ بھی ایسا جواب دیگا جس سے ظن قریب بہ یقین ایسا حاصل ہوگا کہ وہ بھی اللہ تعالی کے
وجود کو جانتا ہے مثلاً اوپر کو آنکھہ اوٹھائیگا اور ایک اونگلی سے اشارہ اللہ تعالی کی وحدت کا کریگا
یہانتک کہ بعضے اہل ادراک کا قول یہہ ہے کہ علاوہ اون چیزون کے جو آسمانی کتابون
مین لکھی ہین بعضے آثار سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ چوپایون اور جانورون کو بھی اللہ تعالی
کے وجود کا ادراک حاصل ہے چنانچہ مین نے ایک تاریخ مین دیکھا ہے کہ ایک سال

ایران کے ملک مین ایسا قحط ہوا کہ گھاس کا تنکا بہی جنگل مین دیکہنے کو باقی نہ رہا تو سارے وحشی مثل ہرنون وغیرہ کے بڑی بیچارگی کی نگاہ سے آسمان کیطرف دیکہا کرتے تہے یہانتک کہ پانی برسنے لگا اور اسکا کچہہ تعجب نہین ہے ۔

سید کرار حسین راقم کے بہتیجے ہین ۔ اسد اونکو خوش رکہے ۔ اونہون نے جب یہہ مقام دیکہا تو فرمایا کہ مین نے یہہ تماشا جسکو حکیم صاحب نے کسی تاریخ مین لکہا دیکہا خود دیکہا ہے ۔ اور اسقدر مشہور ہوگیا ہے کہ زبان زد خاص وعام کہنا چاہیے وہ یہہ تہا کہ ضلع جالون مین جب ۱۸۹۷ء مین سخت قحط ہوا تو پانی نایاب ہوگیا ۔ تالاب خشک ہوگیے ۔ کنوئین سوکہہ گیے ۔ اور وہ گہرے بہی ہین ۔ ندیان ضلع کی سرحد پر ہین باقی بہنے والی ندیان اندر ضلع کے نہین ہین ۔ ۔ ۵۰ میل تقریباً ضلع کا عرض ہے آبادی کم ہے ۔ وہان کی آبادی کے مقام تہوڑے ہین اور دور دور واقع ہین ۔ صحرائی جانور مثل ہرن ونیل گای کے وہان بکثرت ہین ۔ جب ان جانورون کو پانی نملا تو اونپر یہ حالت گذرتی تہی کہ آبادی کے پاس آجاتے تہے ۔ آبادی مین جب آدمی دیکہتے تہے جان کا خوف ہوتا تہا ۔ اسلیے غول کے غول آبادی کے پاس کہڑے ہو جاتے تہے ۔ گویا کہ آدمیون سے طلب آب کرتے ہین ۔ اور جب آدمی نہ دیتے تہے تو برابر آسمان کیطرف دیکہتے تہے اور معلوم ہوتا تہا کہ اللہ تعالی سے سوال آب کرتے ہین ۔ جب یہ جانور ڈرتے ہین آسمان کیطرف نہین دیکہا کرتے ۔ راقم الغرض اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور دنیا کی ساری تدبیرین ہر وقت اللہ

جل شانہ کے ہاتھہ مین ہین اور جتنے کمالات خیال مین آسکتے ہین سب اوسنے بہت زیادہ عالم مین موجود ہین طبیعت اور نیچر کو خالق ماننا غلط ہے اصل امر یہ ہے کہ یہہ سوچنا کہ اوس مالک نے ہمکو اور عالم کو کیون پیدا فرمایا ابتدا سے غلط ہے اوسکی مصلحت صحیح وہی جانتا ہے جسنے پیدا کیا۔ ہمکو صرف اپنے مصالح پر نظر کرنی چاہیے اگر اپنے مصالح کے اعتبار سے نظر کیجائے تو روشن ہے کہ ہمپر حد سے زیادہ مہربانی اور کرم فرمایا ہے جو ہمکو پیدا کیا ہے۔ اور اختیار دیکر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ جناب ایزد متعال نے وجہ خلق عالم کی ارشاد نہین فرمائی۔ صرف یہہ فرمایا ہے کہ ہمنے عالم کو کھیل کے طور پر نہین بنایا۔ میری نظر مین معنی اوسکے یہہ ہین کہ بڑی حکمت کے ساتھہ بنایا ہے جو بیان نہین کیجاتی۔ جب وہ بیان نہین کیجاتی۔ کیونکہ مصلحت نہین تو وجہ اختیار حکمت بہی نہین بیان کیجاتی۔ البتہ ہمکو جان لینا چاہیے کہ حکیم جب وہ کام کرنا اختیار کرے جسمین حکمت ہے تو اختیار کرنیکی ایک وجہ حکیم کا حکیم ہونا بہی ہے۔ زیادہ اس سے وجہ ڈہونڈہنے کی ہمکو ضرورت نہین۔ واللعلم عند اللہ۔

جواب اس شبہہ کا کہ اسباب معرفت اس سے زیادہ واضح کیون نہین بنائے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالی انے اپنی ذات کے پہچاننے کے اسباب اس سے زیادہ ظاہر کیون نہین بنائے تاکہ گمراہی اور اختلاف نہوتا۔ وجوہ اسکے بہت ہین۔ اول تو یہہ امر ہے کہ سب سے بڑا ذریعہ یہہ ہوتا کہ وہ دکھلائی دیتا۔ دیکھنا اللہ تعالی کا سر کی انکہوں سے ناممکن ہے اسلیے کہ اسکے لیے بسبب ظاہر ناظر و منظور مجسم ہونے چاہئین۔ میری غرض

یہان بحث رویت سے نہین ہے مطلب یہ ہے کہ چشم سر سے رویت ناممکن ہے۔
بیبنیدگان آفرینندہ را۔ نہ بینی مرنجان دو بینندہ را۔ کیونکہ اوس جناب مقدس کے
انوار ذات کی نسبت یہہ خیال ہے کہ آدمی باوجود اسقدر قوت کے اوسکو اگر دیکھتا باقی نہ رہتا
چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نور دیکھا بیہوش ہوکر گر پڑے تھے۔ یہانتک
بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر جناب امیر لڑائیون مین مصروف نہو جاتے تو انوار معرفت اوس
جناب سے اسقدر ظاہر ہوتے کہ سینے لوگون کے اونکا تحمل نہ کر سکتے اور پھٹ جاتے۔
پس جب انوار معرفت کا یہہ اثر ہو رویت انوار ذات اقدس الٰہی انسان کو باقی نہین رکھہ سکتی۔
ثانیاً یہ امر ہے کہ اسپر بھی فرائع اوسکی شناخت کے اتنے بہت ہین کہ میرے تیرے دیکھ ظاہر سے ظاہر ہین۔
اور اوس مقدار مین ہین جو اس نظام عالم کو باقی رکھنے کے لیے پورے کافی ہین **ثالثاً** اگر اس سے
بھی زیادہ ظہور ہوتا ہدایت اور غیر ہدایت امر جبری ہو جاتا اور پہر اختیار باقی نرہتا اختیار کے لیے
طریقہ کا اختیار کرنا ضروری ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون یہ امر پاتا ہون کہ صراط مستقیم جسپر چلنے کا حکم ہے
بالکل اوسکی حالت ایسی ہے جیسے امتحانی سوال ہوتے ہین۔ مثال اوسکی یہ ہے۔ **سوال** تیتر آگے تیتر
تیتر۔ تیتر کے آگے تیتر۔ تیتر کے پیچھے تیتر۔ تیتر کے آگے دو تیتر۔ تیتر کے پیچھے دو تیتر ابتلاؤ
کتنے تیتر تھے **جواب** تین تھے۔ اس سوال مین تین ہوتا تیتر کا ظاہر ہے مگر بیان اوسکا
اسطرح کیا ہے کہ وہ ایک سوال ہوگیا۔ بظاہر اوسمین خفا ہے حقیقت مین ذرا بھی خفا نہین
ہے یہہ امر جو بیان کیا گیا ایک اصول مہتم بالشان ہے کہ اسکو یاد رکھنے کے بعد
اگر تحقیق دین حق فرمائیگا دھوکا نہوگا۔

باب سوم

باب سوم

آیات و نکات و جواب اعتراضات متعلق بحث شیطان و اختیار انسان کے۔

اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہوگا جو متعلق شیطان کے ہین اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور بعض اعتراضات کے جواب کا

خلاصہ اون مضامین کا جو ابتک بیان کیے گئے۔

اسوقت تک جو کچھہ مین نے بیان کیا خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے جل شانہ وعم نوالہ موجود ہے۔ اوسنے جو کچھہ پیدا فرمایا ہے تہوڑا نہین بہت پیدا کیا ہے۔ اوسکی مخلوقات مین بہت ہی قوت اور نفع ہے۔ ہر چیز کا جدا نفع اسقدر بڑہا ہے کہ چیزین ایک دوسرے کی ضد ہوگئی ہین۔ اضداد کو ملا کر پہر اور مخلوق پیدا کی ہے اور کام لیا ہے۔ منجملہ اون مخلوقات کے جنکو اضداد سے بنایا ہے ایک انسان ہے اس مخلوق مین عجیب عجیب قوتین جسمانی اور عقلی عطا کی ہین اور اون قوتون کے یکجا کرنے اور بڑہانے کی قوت دی ہے جو بات اور کسی مخلوق مین نہین ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور جیسے خلقت انسان کی اضداد کی ترکیب سے ہوی ہے بڑہنا قوت انسانی کا بہی اور حد کمال پر پہونچنا استعمال اضداد سے ہوتا ہے یعنی استعمال اضداد روک قوت کی بہی ہے اور بہت طریقے روک کے اللہ تعالی نے بنائے ہین کہ وہ بہی ضروری ہین وہ اضداد جنکا استعمال قوت انسانی کو بڑہاتا ہے اور قوت بڑہ جاتی ہے تو پہر بہی قوت مین ترقی کرنیکے لیے گنجایش باقی رہتی ہے اوسوقت جو اضداد استعمال ہوتے ہین وہ ایسے قوی ضد ہوتے ہین جن کو غیر جنس کہتے ہین۔ انسان مین قوت عقلی سب سے بہتر قوت ہے جو باعث

اشرف انسان ہے اور اوس بہت قوت کا ضد غیر جنس شیطان ہے۔ ترکیبون[14] مین
باریکیان ہوتی ہین۔ بہت[15] سی باریکیون پر خیال کرنیسے یہہ طریقہ ایجاد سب سے بہتر ثابت
ہوتا ہے کوئی برائی نہین۔ بدی[16] اور برائی کیا ہے۔ غلط استعمال اضداد کا۔[17] اور وہ انسان
کی ذات تک محدود ہے۔ اللہ[18] تعالی کی ذات کے لیے نہ کوئی ضد ہے نہ برائی ہے
[19] اوسکا جواز نقصان مخلوق تصرف مالکانہ اور لازمہ مخلوقیت ہے برائی نہین ہے عقل[20]
و روح کا ضد جو شیطان ہے وہ ایک باریک مگر اعلی سے اعلی درجہ کی ترکیب انسان کو اوصاف
غایت کمال پر پہونچانیکی ہے۔ اور دوسرے[21] ایسے بڑے کام ہونگے کہ اگر وہ نہوتی انسان فرشتون
سے بہتر نہ ہو سکتا۔

وجہ ذکر آیات درست باب ہذا۔

یہہ وجہ خلق شیطان کی ہماری سمجھہ مین آنیکے قابل ہے اور ایسی ہے
جسمین در اصل بتشک آیات و احادیث سے نہین ہے۔ چونکہ وجود شیطان کا اور نوعیت
اوسکی قوت کی ارشاد الہی سے ظاہر ہوئی ہے لازم آتا ہے۔ کہ وہ اکثر[1] آیات قرآنی بھی ذکر
کیجائین جسمین بیان شیطان کا ہے[1] اور اونکے[2] نکات بھی بیان کیئے جائین۔ اور یہ بھی
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح نظام عالم کے متعلق اعتراضات لوگون کے دلون مین
اور وجوہ سے پیدا ہو گئے ہین وہ شبہات بھی جو قریب قریب اونہین شبہات کے ہین مگر
نظر بمضامین آیات پیدا ہوے ہین بیان کیے جائین۔

اور جوابات دیے جائین۔ اوسوقت فرق معلوم ہوگا کہ بیان بشری بیان بشری ہے
اور بیان الہی بیان الہی ہے۔ اور ایسے شبہات نہایت غلط ہین۔

آیۃ اول

پارہ اول سورہ بقر رکوع سوم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ترجمہ۔ اور اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین
(اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون۔ (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین مین ایسے شخص
کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلائے اور خونریزیان کرے (اور اگر بناتا
ہے توہمکو بنا کہ) ہم حمد (وثنا) کے ساتہہ تیری تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہین۔ خدا
نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے اور آدم کو سب کے نام
بتلادئے پہر اونکو فرشتون کے روبرو پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے مین)
سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتادیا ہے
اوسکے سوا ہمکو کچہہ معلوم نہین تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب
خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون کو اُنکے نام بتاؤ۔ جب آدم نے فرشتون کو اونکے
نام بتادیے تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا کیون ہمنے تمسے نہین
کہا تہا کہ آسمانون اور زمینون کی سب مخفی چیزین ہمکو معلوم ہین۔ اور جو تم (اب) ظاہر
کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چہپاتے تہے (وہ) ہمکو (سب کچہہ معلوم ہے
اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے جہکو (سجدہ کرو) تو شیطان کے سوائے
سب (کے سب) جہک پڑے (اور سجدہ کیا)۔ اوسنے نہ مانا اور شیخی مین آگیا
اور نافرمان بن بیٹہا اور ہمنے (آدم سے) کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت مین بسو
اور اوسمین جہان کہین سے تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ پیو مگر اوس درخت (گندم)

کے پاس مت پہٹکنا (ایسا کروگے) تو تم آپ اپنا نقصان کروگے۔ پس شیطان نے
اونکو وہان سے (بہلا پہسلا کر) اوکہاڑ دیا۔ (آخرکار) جس مزے مین تہے اوس سے
اونکو نکلوا چہوڑا۔ اور ہمنے حکم دیا کہ تم (سب) اوتر جاؤ تم ایک کے دشمن ایک۔
اور زمین مین تمہارے لیے ایک وقت (خاص تک) ٹہکانا اور ساز و سامان ہے۔
پہر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکہہ لیے۔ (اور اون
الفاظ کی برکت سے) خدا نے اونکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک تو بڑا ہی درگذر کرنیوالا
مہربان ہے (جب) ہمنے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہانسے اوتر جاؤ تو (ساتہہ
ہی یہہ بہی سمجہا دیا تہا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگون کے پاس کوئی ہدایت پہونچے
تو (اوسپر چلنا کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے اونکو (آخرت مین) نہ (توکسی بات
کا) ڈر ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح پر) آزردہ خاطر ہونگے۔ اور جو لوگ نافرمانی کرینگے
اور ہماری آیتون کو جہٹلائینگے وہی دوزخی ہونگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ دوزخ ہی
مین رہینگے۔

پارہ (۸) سورۂ اعراف رکوع (۱) آیت ۲۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ
اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا
فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ

أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا
أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا
وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا
مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا
تُخْرَجُونَ ۝ ترجمہ اور ہم ہی نے تمکو (یعنی تمہارے باپ آدم کو) پیدا کیا اور پھر
تمہاری (یعنی تمہارے باپ آدم کی) شکل بنائی۔ پھر ہمنے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم
کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنیوالون مین (شامل نہوا) خدا نے

ابلیس سے) پوچھا کہ جب ہمنے تجھکو حکم دیا تو آدم کے سجدہ سے تجکو کون چیز مانع ہوی
وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) مجھکو تونے آگ سے پیدا کیا ہے اور اوسکو
خاک سے۔ (اسپر خدانے) فرمایا (کہ تجھکو یہہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر
(کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہان سے)
نکل باہر ہو کہ ذلیلون مین کا ایک ذلیل تو بہی ہے۔ لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب)
لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹہا کہڑے کیے جائینگے اوسدن تک کی مجھے مہلت دے
(خدانے) فرمایا کہ (منظور) تجھکو مہلت دی گئی (اسپر شیطان) بولا کہ جیسی تونے
میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے رستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹہون توسہی پہر
اوپر اگر اُن کے آگے سے آون اور اونکے پیچھے سے (آون) اور اونکے داہنی
طرف سے (آون) اور اونکے بائین طرف سے (آون) اور جس طرح بن پڑے
اونکو بہکاکر (رہون) اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکرگزار نہین پائیگا۔ (خدانے) فرمایا
کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار راندۂ درگاہ (ہے) بنی آدم مین سے جو تیری
پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجہسے اور اون سے یعنی تم سب سے جہنم بہردینگے۔
(اور ہمنے آدم سے کہا کہ) ای آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) بہشت مین رہو اور جہان
سے چاہو کہاؤ (پیو) اور اس درخت (گندم) کے پاس نہ جانا (ایسا کروگے) تو تم
اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو
بہکایا تاکہ اونکے پردہ کرنے کی چیزین جو (اونکی نظر سے) مخفی تہین (یعنی اونکا آگا

بیچہا) وہ اونہین کہول دکہلایے۔ اور (آدم سے) لگے کہنے کہ تمہارے پروردگار
نے جو اس درخت (کے پہل کہانے) کی تمکو مناہی کردی ہے تو ہو نہو اسکا سبب
یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو) تم دونون فرشتے بن جاؤ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے)
رہو اور اون سے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ بلا شبہہ مین تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض دہوکہ
سے انکو (درخت ممنوع کے کہانے کی طرف) مائل کرلیا۔ تو جون ہی اونہون نے
درخت (کے پہل) کو چکہا۔ تو دونون کے پردہ کرنے کی چیزین اونکو دکہلائی دینے
لگین اور لگے بہشت کے پتون کو اپنے اوپر چپکانے۔ اور اونکے پروردگار نے
اونکو ڈانٹا۔ کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت (کے کہانے) کی مناہی نہین کی تہی اور (کیا) تمسے
نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے۔ یہہ دونون لگے کہنے کہ اے ہمارے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا۔ اور اگر تو ہمکو معاف نہین فرمائیگا اور ہمپر رحم نہین کریگا
تو ہم بالکل برباد ہوجائینگے (اسپر خدا نے) فرمایا کہ (تم میان بی بی اور شیطان تینون
بہشت سے) نیچے اوتر جاؤ تم مین ایک کا دشمن ایک اور تم (بنی آدم) کو ایک وقت خاص
(یعنے مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا اور (تمہارا) سامان (زیست) بہی ہین مہیا ہے
(خدا نے یہہ بہی) فرمایا کہ زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور اوسمین مروگے اور اوسی مین سے
(قیامت کے دن دوبارہ) نکال کہڑے کیے جاؤگے۔

آیۂ سوم

پارہ (۱۳) سورۂ ابراہیم رکوع ۳

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا
تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ۔ اور جب (اخیر) فیصلہ ہو چکیگا (اور لوگ شیطان کو الزام دینگے) تو شیطان
کہیگا کہ خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تہا (سو اوسنے پورا کیا) اور وعدہ تمسے مین نے
بہی کیا تہا مگر مین نے تمہارے ساتہہ وعدہ خلافی کی۔ اور تم پر میری کچہہ زبردستی تو تہی
نہین۔ بات تو اتنی ہی تہی کہ مین نے تمکو (اپنی طرف) بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا۔
تو اب مجہے الزام نہ دو بلکہ اپنے تئین الزام دو۔ (آج) نہ تو مین تمہاری فریاد کو پہونچ سکتا ہون
اور نہ تم میری فریاد کو پہونچ سکتے ہو۔ مین تو (سرے سے) مانتا ہی نہین کہ تم مجہہ کو اس
سے) پہلے (دنیا مین) شریک (خدا) بناتے تہے۔ اسمین شک نہین کہ جو لوگ
نافرمان ہین اونکو قیامت کے دن بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

آیۃ چہارم

پارہ (۱۴) سورہ حجر رکوع (۲)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا
مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝
اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا

تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ○ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○

ترجمہ۔ اور ہم ہی نے کالے (اور) سڑے ہوے گارے سے جو (سوکھہ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور (اے پیغمبر) اوسوقت کو یاد کرو جبکہ تمھارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین کالے اور سڑے ہوے گارے سے جو سوکھہ کر کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنیوالا ہون۔ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین اپنی طرف سے) روح پھونک دون تو تم اوسکے آگے سجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے سب کے سب (آدم کے سامنے) سربسجود ہوگئے۔ مگر ابلیس۔ کہ اوسنے سجدہ کرنے والون کے شمول سے انکار کیا (اسپر خدا نے) فرمایا کہ ای ابلیس تجھہ کو کیا (وجہ مانع) ہے کہ تو سجدہ کرنیوالون مین شامل

نہین ہوتا - وہ بولا مین وہ نہین کہ ایسے شخص کو سجدہ کرون جسکو تو نے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہو (سو کھہ کر) کنکھن بولنے لگتا ہے (خدا نے) فرمایا (کہ سجدہ نہین کرتا) تو وہان سے نکل باہر ہو کہ تو راندہ (درگاہ) ہے اور روز قیامت تک تجھپر پہٹکار پڑہی برسا کریگی (شیطان نے) کہا کہ ای میرے پروردگار (خیر) تو مجھکو اوس دن تک کی مہلت دے جبکہ (آدمزاد قیامت مین دوبارہ) اوٹھا کر کھڑے کیے جاینگے (خدا نے) فرمایا کہ (اچھا) روز (قیامت کے) وقت معلوم تک کی تجھکو مہلت دی گئی (شیطان نے) کہا ای میرے پروردگار جیسے تو نے میری راہ ماری ہین بہی دنیا مین (سازو سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکھاؤن اور ان سبکو بہکاؤن تو سہی - مگر ان مین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ میرے بہکائے مین آنیوالے نہین ہین (خدا نے) فرمایا کہ (بس) یہی (خالص بندگی کی) ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آ) پہونچتی ہے جو ہمارے بندے (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچہے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لیے (ہمارے ہان سے آخری) وعدہ جہنم کا ہی ہے - کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے - ہر دروازہ مین سے داخل ہونیکے لیے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی الگ

آیہ پنجم

پارہ (۱۴) سورہ نحل رکوع - ۱۲ - آخر آیہ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى

الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ○ ترجمہ - تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسون) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو - جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہین اُنپر شیطان کا کچھہ قابو نہین (چلتا) اوسکا قابو تو اونہین لوگون پر (چلتا) ہے جو اوسکے ساتھہ ارتباط رکھتے اور جو (اوسکو) شریک خدا ٹھہراتے ہین -

آیہ ششم

پارہ (۱۵) سورہ کہف رکوع ۶

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ

ترجمہ - جبکہ ہمنے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے چونکہ وہ قسم جنات مین سے تھا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بھاگا تو (لوگون) کیا ہمکو چھوڑکر ابلیس کو اور اوسکی نسل کو (اپنا) دوست بناتے ہو - حالانکہ وہ تمہارے (قدیمی) دشمن ہین -

آیہ ہفتم

پارہ (۱۶) سورہ مریم رکوع (۵)

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ○ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ○ ترجمہ - (اے پیغمبر) کیا تمنے اسبات پر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اونکو اُکساتے رہتے ہین - تو (اے پیغمبر) تم ان (کافرون) پر (نزول عذاب کی) جلدی نہ کرو - ہم اونکے لیے

(روزِ قیامت کے آنے کے بس دن) گن رہے ہیں۔

آیۃ ہشتم

پارہ (۱۶) سورہ طٰہٰ آخر رکوع (۵) و رکوع (۶)

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ ۝ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ ۝ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ۝ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ۝ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ۝ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ۝ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ۝ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ۝ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۝ ترجمہ اور ہم نے اون

سے) پہلے آدم سے (درخت گندم کے نہ کہانیکا) ایک عہد (وپیمان) لیا تہا تو
آدم (اوسکو) بہول گیے اور ہمنے اون (کے ارادہ) مین استقلال نہ پایا اور جب
ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب ہی نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس
کہ اوسنے انکار کیا۔ تو ہمنے (آدم سے) کہا کہ آدم یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری
بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری
شامت آجاوے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے
رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو اور نہ دہوپ
اوٹہاتے۔ پہر شیطان نے آدم کو پہسلایا (اور اُسنے) کہا کہ آدم کہو تو تم کو ہمیشگی کا
درخت بتادون (کہ جسکو کہا کر سدا جیتے رہو) اور ایسی سلطنت جو (کبہی) پرانی نہو (یعنی
اوسمین کسیطرح کا ضعف نہ آئے)۔ چنانچہ دونون (میان بی بی) نے درخت (ممنوع)
کا پہل کہا لیا تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت)
کے پتے اپنے اوپر چپکانے اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ
ہوگئے پہر (آخر کار) اونکے پروردگار نے اونکو نوازا اور اونکی توبہ قبول کی اور (اونکو
اپنی اطاعت کا) رستہ دکہادیا۔ (جب آدم نے نافرمانی کی) تو خدا نے شیطان اور آدم
سے فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوترجاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا
پہر اگر تمہارے پاس ہماری طرفسے ہدایت آئے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ (راہ راست
سے) بہٹکیگا۔ اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی

ضیق مین گذریگی - اور قیامت کے دن (بہی) ہم اوسکو اندہا (کرکے) اوٹہائینگے وہ کہیگا ای میرے پروردگار تونے مجہکو اندہا (کرکے) کیون اوٹہایا - اور مین تو (دنیا مین) دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا یہی قرین انصاف ہے (دنیا مین) ہماری آیتین تیرے پاس آئین مگر تونے اونکی کچہہ خبر نہ لی اور اسی طرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی - اور جو شخص (حد اعتدال سے) بڑہ چلا اور اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان نہ لایا ہم اوسکو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہین اور آخرت کا عذاب (دنیا کے عذاب سے) بہت ہی سخت اور دیرپا ہے کیا لوگون کو اس سے ہدایت نہ ہوی کہ اونسے پہلے ہمنے کتنی جماعتون کو ہلاک کر مارا (اور اب) یہ لوگ اونہین کے رہنے سہنے کی جگہون مین چلتے (پہرتے) ہین - اور جو لوگ عقل والے ہین اونکے لیے اس بات مین قدرت خدا کی بہتیری نشانیان (موجود) ہین

آیہ نہم

پارہ (۲۳) سورۂ ص رکوع (۴)

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ○ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ○ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ○ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ○ ترجمہ۔ اور جبکہ کہا تیرے پروردگار نے فرشتون سے کہ ضرور مین بنانے والا ہون ایک آدمی مٹی سے تو جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اپنی روح اوسمین پھونک دون تو تم اوسکے لئے سجدہ مین گر پڑنا چنانچہ سب ہی فرشتون نے سجدہ کیا۔ مگر (ایک) ابلیس نے کہ شیخی مین آگیا اور نافرمان بن بیٹھا خدا نے (ابلیس سے) پوچھا کہ ای ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتھون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون چیز مانع ہوئی کیا تو شیخی مین آگیا؟ یا تو بڑے لوگون مین سے ہے؟ (وہ) بولا (کہ اوسکو سجدہ کیونکر کرون) مین اوس بہتر ہون۔ مجھکو تونے آگ سے بنایا۔ اور اوسکو تونے مٹی سے بنایا فرمایا تو یہان سے نکل (باہر ہو) کہ تو (ہماری بارگاہ سے) راندہ گیا ہے اور روز جزا تک تجھپر ہماری پھٹکار رہیگی (وہ) بولا اے میرے پروردگار مجھکو اوس دن تک کی مہلت دے کہ جب سب لوگ اوٹھا کر کھڑے کیے جاوینگے۔ فرمایا کہ پھر تو مہلت دیے ہوؤن مین سے ہے جنکے ہوے وقت کے دن تک (وہ) بولا تو مجھے بھی تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) مین جو تیرے خالص بندے ہین اونکو چھوڑ کر ان سبکو ضرور گمراہ کرونگا فرمایا تو سچ یہہ ہے اور سچ ہی مین کہتا ہون کہ مین ضرور تجھسے اور جو لوگ تیری پیروی کرین اون سب سے جہنم کو بھر دونگا۔

نکات — یہہ آیات مثل تمام قرآن مجید کے معجزہ ہین۔ سب کچہہ ان آیات مین اللہ تعالی نے بتلادیا ہے کہ عالم کے خلق کی ابتدا کیونکر فرمائی ہے۔ آدمی کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ شیطان کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ خیر و شر کی ابتدا کیونکر ہوی۔ دنیا مین شیطان کا کام کیا ہے۔ اور اطاعت شیطان کا انجام کیا ہے۔ مین بعض نکات کی طرف آپکو متوجہ کرتا ہون۔

بیان نکات

نکتہ اول۔ آیات مذکورہ کا مضمون مجموعًا کیا ہے۔

نکتہ (۱) جناب باری تعالی نے سورۂ بقر کی آیتون مین ان امور کی کہ (۱) خلق حضرت آدم و بنی نوع بشر کی غرض کیا تہی۔ اور (۲) اوسکو فرشتون نے کیا سمجہا تہا اور (۳) حق تعالی نے انکی کیونکر تسکین کرکے سجدہ کرایا۔ جسقدر تفصیل فرمائی ہے اور آیتون مین نہین فرمائی۔ لیکن آیات سورۂ مذکور مین تفصیل ان امور کی نہین فرمائی۔ کہ (۱) حضرت آدم کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ (۲) شیطان کو کس چیز سے بنایا۔ (۳) وہ فرشتہ ہے یا جن۔ (۴) اوسنے سجدہ نہ کرنیکے لئے کیا حجت پیش کی۔ (۵) حضرت آدم کو درخت منہی عنہا سے ممانعت کی کیا وجہ تہی۔ (۶) حضرت آدم مین وہ کون بات تہی جسکی وجہ سے کہانا درخت منہی عنہا کا ممکن ہوا۔ (۷) اوس دہوکہ مین آنے سے کیا نقصان پہونچا (۸) انکی توبہ کن الفاظ سے قبول ہوی۔ (۹) شیطان کا کام کیا ہے۔ یہہ امور اور آیتون مین ارشاد فرمائے ہین اور تفصیل مین کمی بیشی ہے۔ یہہ امر دلیل اسکی ہے کہ تکرار نہین ہے۔ بلکہ جس موقع

پر جس جس امر کا ذکر ضروری تھا وہی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور جس جس کا نہین تھا تعلقاً او جمالاً اگر سب
آیات کی تفصیل جمع کیجایے تو بیان اُمور بالا کا آیات منقولہ مین اسطرح معلوم ہوتا ہے۔ اور اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون
(تو فرشتے) بولے۔ کیا تو زمین مین ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پھیلایے اور خونریزیان
کرے (اور اگر بناتا ہے ہمکو بنا) کہ ہم حمد (وثنا) کے ساتھہ تیری تسبیح وتقدیس کرتے رہتے
ہین۔ خدا نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے۔ ہم ہی نے کالے
(اور) سڑے ہوئے گارے سے (جو سوکھہ کر کھنکھن بولنے لگتا ہے) آدم کو پیدا کیا اور
ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور ہم ہی نے
جب آدم کو پیدا کیا او شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پھونک دی تو فرشتون سے
کہا کہ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین (اپنی طرف سے) روح پھونکدون تو تم
اوسکے آگے سر بسجود گر پڑنا (جب پیدا کر چکے) آدم کو سب کے نام بتا دیے۔ پھر اونکو فرشتون
کے روبرو پیش کرکے فرمایا اگر تم (اپنے دعوے مین) سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ۔
بولے تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے اوسکے سوا ہمکو کچھہ معلوم نہین۔ تو ہی جاننے
والا (مصلحت کا) پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون
کو اونکے نام بتا دو۔ جب آدم نے اونکو نام بتا دیے تو خدا نے (فرشتون کیطرف مخاطب
ہوکر) فرمایا۔ کیون ہمنے تمسے نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کی سب مخفی چیزین ہمکو
معلوم ہین اور جو تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چھپاتے تھے (وہ)

ہمکو (سب کچھ) معلوم ہے اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو (سب کے) سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنیوالون مین (شامل) نہوا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا (خدا نے ابلیس سے) پوچہا کہ ای ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتہون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجہے کون چیز مانع ہوی۔ کیا تو شیخی مین آگیا۔ کیا تو بڑے لوگون مین سے ہے وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اوسکو خاک سے۔ اوسپر خدا نے فرمایا کہ (تجھکو یہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر (کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہانسے) نکل باہر ہو کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بہی ہے لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب) لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹھا کہڑے کئے جائینگے اوس دن تک کی مجہے مہلت دے (خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجھے مہلت دی گئی۔ اسپر (شیطان) بولا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے راستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹہون تو سہی پہر ادہر ادہر اکر اونکے آگے سے آون اور اونکے پیچہے سے (آون) اور اونکی داہنی طرف سے آون اور اونکی بائین طرف سے (آون) دنیا مین (ساز و سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکھاؤن اور جس طرح بن پڑے اونکو بہٹکا کر رہون اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکر گزار نہ پائیگا۔ مگر انمین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین خدا نے) فرمایا کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار و راندۂ درگاہ (ہے) اور روز قیامت تک تجہپر بہٹکار پڑی رہا

کریگی - بنی آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلا شبہہ (تجہسے اور اونسے یعنی تم سب سے) جہنم کو بہر دینگے - خالص بندگی کی ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آ پہونچتی ہے جو) ہمارے بندہ (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین - ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچہے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لئے (ہماری یہانسے آخری) وعدہ جہنم کا بہی ہے کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے ہر دروازہ (مین سے داخل ہونے) کے لئے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی اور (ہمنے آدم سے کہا کہ) اے آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) باغ بہشت مین بسو اور اوسمین جہان تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ (پیو) مگر اوس درخت (گندم) کے پاس مت پہٹکنا (ایسا کروگے) تو تم اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجائے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو - اور نہ دہوپ اوٹہاتے (ہو) ہمنے اس درخت کے نہ کہانے کا آدم سے ایک عہد و (پیمان) لیا تہا پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو بہکایا کہ اونکے پردہ کرنیکی چیزین جو (اونکی) نظر سے مخفی تہین (یعنی اونکا آگا پیچہا) وہ اونہین کہول کہلائے پہر آدم کو شیطان نے پہسلایا (اور آدم سے) لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت (کے) پہل کہانے کی تمکو مناہی کردی تہی تو ہو نہو اسکا سبب یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو)

تم دونون فرشتے بنجاؤ ۔ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو۔ اور ایسی سلطنت ملے کبھی پرانی نہو (یعنی اوسمین کسی طرح کا ضعف نہ آیے) اور اوسنے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلا شبہہ تمہارا خیرخواہ ہون ۔ غرض دہوکہ سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانیکی طرف) مائل کرلیا۔ اور وہ عہد و پیمان کو بہول گیے اور آدم کے ارادہ مین ہمنے استقلال نہ پایا اور دونون میان بی بی نے درخت ممنوع کا پہل کہا لیا ۔ تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت) کے پتے اپنے اوپر چپکانے ۔ پس آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے ۔ اوسوقت اللہ تعالیٰ نے اونکو ڈانٹا کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت کے (کہانے) منا ہی نہین کی تہی اور کیا تمسے نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کُہلا دشمن ہے ۔ اور خدا نے (شیطان اور آدم سے) فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوتر جاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا ۔ اور تم بنی آدم کو ایک وقت خاص (یعنی مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور تمہارا سامان (زیست) بہی وہین مہیا ہے اوسی مین مروگے اور اوسی مین سے نکال کہڑے کیے جاؤگے پہر اگر تمہارے یعنی بنی آدم کے پاس ہماری طرفسے ہدایت آوے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ راہ راست سے بہٹکیگا اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی ضیق مین گذریگی اور قیامت کے دن بہی ہم اوسکو اندہا کرکے اوٹہائینگے ۔ وہ کہیگا کہ اے پروردگار تونے مجہکو اندہا کرکے کیون اوٹہایا مین تو دنیا مین دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا

یہی قرین انصاف ہے - دنیامین ہماری آیتین تیرے پاس آئین مگر تونے اونکی خبر
نہ لی اور اسیطرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی - چنانچہ دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ جب جزا و سزا
کا معاملہ ہولیگا تو لوگ شیطان کو الزام دینگے تو شیطان کہیگا کہ میری تم پر زبردستی نہ تہی الخ
جب حضرت آدم اور حوا کی نسبت یہہ حکم ہوا تو آدم و حوا نے اپنے پروردگار سے معافی
چاہی اور آخر کار معذرت کے چند الفاظ اپنے پروردگار سے سیکہہ لیے اور کہا -
رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور اسد
تعالی نے ان الفاظ کی برکت سے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو نوازا اور اونکو اپنی حاجت
کا رستہ دکہایا چونکہ ابلیس کو تاقیام قیامت مہلت دی گئی اور وہ کفار کو بہکاتا ہے -
جب حق تعالی اسے جناب پیغمبر عم نے درخواست نزول عذاب کی فرمائی تو جناب اقدس
الہی سے ارشاد ہوا کہ اے پیغمبر کیا تمنے اسپر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرونپر
چہوڑ رکہا ہے - کہ وہ اونکو اوسکاتے رہتے ہین اور پہر اور مقام پر صاف بتلادیا کہ جب
قرآن پڑہو شیطان کے وسوسون سے پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان رکہنے والے
اور اپنے پروردگار پر بہروسہ رکہنے والے ہین اونپر شیطان کا کچہہ بس نہین چلتا اوسکا قابو
اونہین لوگون پر ہے جو اوسکے ساتہہ ارتباط رکہتے ہین اور جو اوسکو شریک خدا ٹہراتے

نکتہ دوم - عالم کے خلق کی ابتدا اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا پیدا ہونا -

نکتہ (۲) جب زمین کو پیدا فرمایا اور اسمین اپنا خلیفہ بنانا چاہا -
اور اوسے سوکہے ہوے گارے سے پیدا کیا اور اتنا اچہا بنایا
کہ فرمایا - دونون ہاتہہ سے بنایا اور اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی

طرف منسوب فرمائی۔ جب یہ ارادہ ظاہر کیا فرشتون نے آدم کے عیوب بیان کیے
اونکی تسکین فرما کر اونکو حکم سجدہ دیا اس ارشاد سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہین۔

بیان ضرورت خلق خلیفہ

اوّل یہ کہ خلیفہ بنانے کی ضرورت تہی ورنہ حکیم مطلق اس
تدبیر کو اختیار نفرماتا کیونکہ عادت الٰہی نظر بتکمیل یون جاری ہوی ہے کہ دنیا مین جوکچہہ ہو
اسباب کے ذریعہ سے ہوا کرے۔ اسباب بغیر ضرورت کے توڑے نہ جائین۔ ضرورت
مذکور ہمارے فہم کے مطابق یہہ ہے کہ جہان اضداد ہون اور اضداد ایک دوسرے کو
ضد ہونے کی وجہہ سے معدوم کرین۔ اور بجاے خود وبحال خود رکہنا بہی اونکا ضرور
ہو۔ تو اونکے اندر ایک منتظم ہونا چاہیے کہ قبل از وقت ایک ضد دوسری ضد کو معدوم
نہ کر دے۔ جب معدوم کرنیکا قصد کرے اوسے اوسکے ضررون سے بچاے اور بلا
دیگر ضرر کو روک دے۔ یہہ کام حاکم قوی کا ہے جسے سزا کا اختیار ہو۔ اور وہ بغیر پوری
قدرت کے وجود مین نہین آسکتا۔

خلیفہ کیسا ہونا چاہیے۔

دوسرے۔ یہہ کہ خلیفہ ایسا ہونا چاہیے کہ جسپر اللہ کا خلیفہ
ہونا صادق آسکے۔ جب وہ بشر ہو تو باوجود بشریت اوسمین وہ قوتین موجود ہون جسکے سبب
سے اوسپر اطلاق اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ہو سکے۔ اور جب وہ حاکم تمام زمین کا
اور کُل کا حاکم بطور خلیفۃ اللہ کے ہو۔ یعنی نہ حاکم فقط انسان کا۔ تو اوسکی حکومت
تمام زمین اور زمین کی سب چیزون پر ہو جسمین عناصر اربعہ داخل ہین۔ ہوا اوسکے تابع
ہو۔ پانی اوسکا تابع ہو۔ جو جو چیزین ارضیات مین داخل کہتی ہین اوسکی محکوم ہون۔

جو جو منتظم ارض ہین اوسکے تابعدار ہون - جنات اوسکے مطیع ہون - چرند پرند حیوانات ونباتات اوسکا حکم مانین - چنانچہ یہہ قوت وحکومت ہر نبی کو حاصل تہی - ظہور اوسکا حضرت سلیمان عم مین تہا لیکن معجزات دلیل وجود قوت کی ہر نبی مین ہین ورنہ معجزہ شمس وشق قمر وغرق فرعون وفتح احزاب نہوتے - گو حکم الہی اوسمین شامل ہو -

بنی آدم پر بہی اوسے خلیفہ ہونا چاہیے -

تیسرے - اللہ تعالی نے جب یہ قصد ظاہر فرمایا فرشتون نے آدمی کے عیوب بیان کیے اللہ تعالی نے یہہ نہین فرمایا کہ آدمی ایسے نہونگے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود ایک شخص کا پیدا کرنا نہ تہا بلکہ نوع بشر کا جنمین سے خلیفہ بہی ہون اور باعتبار نوعیت ہر شخص مین قابلیت حکومت کی ہو - چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ کوئی فرد بشر اس مادہ سے خالی نہین - ہر آدمی اپنے گہر کا بادشاہ ہوتا ہے اور ہر ایک مین کچہہ نہ کچہہ حکومت کا مادہ موجود ہے تاہم اوسمین ایسے بہی ہون کہ قتل وخونریزی کرین - اس سے یہہ بہی لازم آتا ہے کہ جہان ارض کی حکومت مطلق کے لیے نوع بشر کا پیدا کرنا مقصود تہا اپنے بنی نوع پر بہی اوسے حاکم بنانا مقصود تہا خصوصاً اوس حالت مین کہ اسباب زندگی نوع بشر کے زمین سے مہیا کیے جائین -

خلیفہ ہمیشہ موجود ہونا چاہیے

چوتہے - جب وجود خلیفۃ اللہ فی الارض کا ضروری ہو تو لازم آتا ہے کہ ایسا خلیفہ ہر وقت زمین مین موجود رہو - ورنہ جب نہوگا وہ امور جو اس ضرورت کے پورا کرنے سے واقع ہوئے ہین سب درہم وبرہم ہوجائینگے - ان چارون امر

امور ذیل منتج ہوتے ہین۔

وجہ سجدہ ملائکہ۔

اول۔ یہہ کہ خداوند عالم نے فرشتون سے جو حضرت آدم کو سجدہ کرایا اوسکی وجہ یہہ تہی کہ مطابق ارشادات الٰہی کے فرشتے مدبر ارضیات و فلکیات کے ہین۔ مثلاً آفتاب زمین پر نور پیدا کرتا ہے جس سے آنکہہ کام دیتی ہے۔ اور اوسے بہت سے منافع پیدا کرتا ہے اوسکے مدبر فرشتے ہین۔ اور اسیطرح اور ستارے۔ تو لازم ہے کہ مدبران ارض و فلک اسکے محکوم بنایے جائین۔ اول طاعت سجدۂ تعظیمی ہے۔ اور اسلیے حکم سجدہ لازم اور نہایت ضروری تہا۔

انسان کا بہترین مخلوقات ہونا

دوسرے۔ یہ کہ انسان اشرف المخلوقات اسلیے ہے کہ (۱) غرض اصلی اوسکے بنانے کی خلیفۃ اللہ ہونا ہے (۲) اوسمین وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اوسکا جسم دونون ہاتہہ سے بنایا ہے یعنی نہایت عمدہ۔

انسان کا صرف روح و جسم سے مرکب ہونا۔

تیسرے یہہ کہ ارشاد الٰہی کے مطابق انسان مین روح اور جسم ہے۔ روح بحیثیت انسان اور روح بحیثیت حیوان اور عقل و نفس جدا چیزین نہین ہین۔ جسم مین روح داخل ہوکر بذریعہ جسم منتفع یا متضرر ہوتی ہے۔ اور افعال روح و جسم مین ایک خاص تعلق ہے۔

خلیفۃ الارض اسوقت کون ہے

چوتہے یہہ کہ جب خلیفۃ اللہ فی الارض ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اسوقت بہی موجود ہے۔ شیعہ حضرت امام مہدی کو خلیفۃ اللہ فی الارض

جانتے ہین۔ اہلسنت مین سے بیشتر حضرات قائل ہین کہ اقطاب و ابدال کے ہاتھہ مین وہ حکومت ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھہ مخصوص ہے مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جس دن زمین مین اللہ کا خلیفہ نہو گا زمین اور اوسکی مخلوق باقی نہ رہیگی۔ ضرور نہین ہے کہ وہ اپنا اقتدار ظاہری ہمیشہ پورا عمل مین لایے ورنہ دنیا امتحان گاہ نہ رہیگی پس وہ مطابق مصالح کے اپنا کام کرتا رہیگا۔ نیز ضرور نہین ہے کہ خلیفۃ اللہ نئے احکام جاری کرے ممکن ہے کہ وہ کسی نبی کے احکام جاری کرے مگر خلیفۃ اللہ ہو۔ جاوسکی یہہ بہی ہے کہ احکام مصالح پر بدلتے ہین۔ چنانچہ منقول ہے کہ جناب رسول خدا درباب نکاح کے تاکید فرماتے تہے اوسی اثنا مین ارشاد فرمایا کہ ایک وہ زمانہ آئیگا کہ نکاح نہ کرنے کی تاکید کیجائیگی۔ لوگون نے پوچہا وہ کب ہوگا ارشاد ہوا کہ جب عورتون کے احکام کی تعمیل باعث ضرر فی الدین ہو۔ پس ایسی صورتون مین احکام ایک ہی نبی کے جاری کرنیکے لیے بہی خلیفۃ اللہ کا ہونا ضرور ہوتا ہے ورنہ یہہ فیصلہ کرنا کہ وہ ضرورت آج ہے یا نہین ہمارا آپ کا کام نہین نہ اوس فیصلہ پر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ضرورت بدل جانے سے آج حکم بدل گیا۔

نکتہ سوم۔ فرشتون کے اعتراض اور جواب کی شرح

نکتہ (۳) اللہ تعالی نے جب اپنے ارادہ کو فرشتون پر ظاہر فرمایا تو اونہون نے کہا کہ تو ایسے کو پیدا فرمائیگا جو زمین مین خونریزی اور فساد کرے۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ اونکا جواب دیکر حکم سجدہ دیا۔ امور ذیل قابل توجہ و التفات ہین۔

فرشتون کو عیب بنی نوع بشر کے کیسے معلوم ہوئے۔

اول یہہ کہ فرشتون کو یہہ امر کیسے معلوم ہوا کہ انسان خونریزی اور فساد کریگا۔ وجہ اسکی تخمیر و کیفیت بعد تخمیر سے ظاہر ہے یعنی یہہ کہ اللہ تعالی نے طینت حضرت آدم کو تخمیر فرمایا۔ تخمیر مین طین (یعنی مٹی) کے پانی کا شمول اور ہوا کا شمول ضرور ہے۔ کیونکہ پانی کے بغیر تخمیر نہین ہو سکتی۔ اور پانی کے شمول کے بعد ہوا مادہ تخمیر کو پیدا کیا کرتی ہے۔ بعد تخمیر پہر اوسکو سکہلایا کہ وہ کہنکہن بولنے لگا۔ یہہ ازدیاد شمول حرارت و نار ہے۔ پس یہہ بیان ترکیب ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی خلق اضداد خاک و آب و ہوا و آتش سے ہوی۔ اضداد کا خاصہ یہہ ہے کہ ہر ضد اپنی ضد کو معدوم کرے معدوم کرنے کی کوشش نتیج فساد ہے اور خود انعدام نتیجہ خونریزی پس یہہ امر فرشتون نے تخمیر سے سمجہا تہا۔

فرشتون کا دعوی اور اوسکا فیصلہ

دوم یہہ کہ فرشتون نے جو عیب انسان کا پیش کیا حق تعالی پر بہی اعتراض تہا۔ اوسکے ساتہہ اونہون نے اپنی خوبی بیان کی تہی کہ ہم تحمید و تقدیس کرتے ہین۔ یہہ اپنے دعوی کا پیش کرنا تہا۔ ہمیشہ دعوی مین وجہ ترجیح بیان کیجاتی ہے اور اعتراض مدعی علیہ پر شامل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مین مودبانہ اعتراض حاکم پر بہی جو معیوب نہین۔ لیکن دوسرے کو برا کہنا باوجود اسکے کہ اپنے دعوی کے پیش کرنیکا وقت ہو اعلی درجہ کے آدمیون کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔ تاہم یہانتک مضائقہ نہین۔ لیکن فرشتون کے دل مین کچہہ اور بہی تہا۔ کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جو ظاہر کرتے ہو اور جو چہپاتے تہے۔ اعتراض اور اپنا دعوی چہپایا نہین تہا۔ پس وہ کیا ہو سکتا ہے؟

اوس مین اولاً یہہ امر قابل توجہ ہے کہ وہ امر قابل چہپانے کے ہونا چاہیے
ثانیاً چہپانے والے فرشتے ہین اس لیے وہ بہی ہو سکتا ہے کہ فرشتے
دل مین اپنے مرتبہ کو اتنا بلند سمجہتے ہون کہ اوس سے زیادہ رتبہ اون
کے خیال مین نہ ہو لیکن حق تعالی کو قادر جان کر اوسے ظاہر نہ کر سکتے
ہون ۔ یہہ قابل علاج تہا ۔ ان تینون (یعنی اعتراض اور دعوی اور
خیال مخفی) کا جواب اللہ تعالے نے جو کچہہ دیا بیان اوس کا یون فرمایا ہے ۔
کہ جب پیدا کیا اور اون کی شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پہونک
دی آدم کو سب کے نام بتایے پہر اون کو فرشتون کے روبرو پیش کر کے
فرمایا ۔ کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو ہمکو اون کے نام بتاؤ ۔ بولے
کہ تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتایا ہے اس کے سوا ہم کو کچہہ معلوم
نہین ۔ تو ہے جاننے والا مصلحت کا ۔ جب آدم نے اون کو نام بتادیے
تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ۔ کیون ؟ ہم نے تمسے
نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کے مخفیات تم کو معلوم نہین ۔
اس مین **جواب اعتراض** یہہ ہے کہ آدمی مین وہ روح ہے
جو منسوب الی اللہ ہے فرشتون مین نہین ۔ اور تردید دعوی مع دوسرے
جواب اعتراض کے یہہ ہے کہ مقصود اصلی ایسے برگزیدہ
انسانون کا پیدا فرمانا ہے جو بہ نسبت فرشتون کے ہر اعتبار

سے بہتر ہونگے اور اونپر اعتراض کرنا یا ترجیح ڈہونڈہنا نہایت غلط ہوگا دلیل اسکی یہہ ہے کہ فرمایا ہے جنکے نام تعلیم فرمائے تہے وہ زمینون اور آسمانون کی مخفیات تہے اگرچہ وہ چیزین یعنی غیر ذوی العقول ہون تو ظاہر ہے کہ صرف نام جاننا کوئی بڑے فائدہ کی چیز نہین ماہیت بتلا دینے کے بعد نام بتلا دینے کا ذکر نہین - اگر ہر چیز کی ماہیت بتلا دیجاتی گندم کے درخت کی بہی بتلادی ہوتی - اس صورت مین شیطان نہ کہہ سکتا کہ مین آپ کو درخت خلد بتلاؤن - اس سے لازم آتا ہے کہ مراد مخفیات سے ایسے انسان تہے جنکا نام لے دینا کافی تہا - اونکے حالات نور وغیرہ اونکی خوبی کی ایسی دلیل روشن تہی جسکے ساتہہ کسی اور دلیل کے انضمام کی ضرورت نہ تہی - نہ وہ فساد کر سکتے تہے نہ خونریزی - بڑی دلیل اسکی یہہ ہے کہ اعتراض نوع بشر پر تہا اور مطابقت سوال کے جواب کے ساتہہ ضرور ہے - (یہہ ضرورت بدیہی ہے) **انتباہ** - جن لوگون نے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کا ترجمہ کرنے مین کلہا کی ضمیر کا ترجمہ باضافہ لفظ چیز کیا ہے صحیح نہین ہے - ضمیر کا ترجمہ ضمیر کرنا کافی تہا - اسیطرح جن لوگون نے کہا ہے کہ پہاڑ اور زمین کی چیزون کے نام بتلائے اور دکہلائے وہ بہی خوب صحیح نہین ہوتا - کیونکہ نہ وہ مخفیات تہین نہ اونکے پیش کرنیکی ضرورت تہی وہ تو سامنے تہین - نہ اوس سے تطبیق سوال کے جواب سے ہوتی تہی - اگر وہ بہی کثرت علم کے اثبات مین دکہلائی گئی ہین چندان خلاف مقصود نہین ہے مگر لازم ہے کہ اونمین اعلی درجہ کے انسان بہی شامل ہون **جواب خیال مخفی** کا یہہ سب امور ہین لیکن نازک جواب اسبات سے نکلتا ہے کہ یہہ

انکار نہین فرمایا کہ بعض انسان ایسے ہونگے جیسے تم کہتے ہو لیکن ہماری یہہ قدرت ہے
کہ ایسون مین ایسے ہونگے جو تمسے بہتر ہون - ان سب کا علاج سجدہ تہا -

سجدہ کی دوسری ضرورت

سوم - ضرورت سجدہ اب صاف روشن ہوگئی - جسکو سعدی کا
شعر خوب بتلاتا ہے ؎

ہر کہ گردن بدعوی افرازد		خویشتن را بگردن اندازد	

یعنی جو طمع حصول حکومت ارض مین فرشتون سے وہ افعال سرزد ہوے تہے جو اونکی شان
کے خلاف تہے اوسکی پاداش یہی تہی کہ سرنیچا کرین - اور یہہ علاج ہے -

فرشتون کے اس ذکر سے مخاطب کرنے کے وجوہ -

چہارم - یہہ ارشاد فرشتون سے - صلاح پوچہنا نہ تہا جسکی اللہ تعالیٰ
کو ضرورت نہین ہے - جب یہہ نہو اصلی وجہ سوچنی چاہیے کہ
فرشتون کو اس ذکر کے لیے اور سجدہ کے واسطے کیون مخصوص فرمایا تہا ؟ اسکے وجوہ تین
معلوم ہوتے ہین (۱) یہہ کہ فرشتون کو محکوم خلیفۃ اللہ فی الارض کا بنانا تہا - جیسا
بیان ہوا - سجدہ کرانا بڑا مطیع بنانا ہے (۲) یہہ کہ ترفع سے بوی تکبر آتی ہے تکبر وہ چیز
ہے جسکو مخلوق کے لیے حق تعالیٰ سخت ناپسند فرماتا ہے - اور وہ متکبر کے لیے سخت مضر بہی ہے
یہانتک کہ ترفع بہی - اوسکا دور کرنا ہادی کیلیے نہایت ضرور ہوتا ہے - (۳) یہہ کہ تعلیم
اسما کی تکمیل قصد نصب بخلافت تہی - اور جب حکم سجدہ دیا وہ منصوب بخلافت کر دینا تہا -

وجہ ترجیح انسان کی فرشتون پر

پنجم - یاد رہے کہ وجہ ترجیح انسان کی امتزاج اربع عناصر کے
ساتہہ روح کا وجود ہے اور وہی ترکیب قابلیت حکومت ارض کی پیدا کرنا ہے - جو فرشتون

مین نہین۔ اسی لیے وہ حاکم ارض نہین بنایے گیے۔

مصلحت فرشتون کے خلیفہ نہونے کی۔

ششم تفصیل اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ فرشتون نے اقرار کیا کہ تو ہے جاننے والا مصلحت کا۔ میرے نزدیک وہ مصلحت یہہ ہے کہ زمین کا حاکم زمین مین سے ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ اوسمین بآرام بسر کر سکے۔ اگر فلکیات کے ساکن کو زمین مین اوتار کر سکونت زمین کا حکم ہوتا چونکہ خلاف طبیعت وخلقت ہوتا وہ اوسکے لیے عذاب سخت تہا۔ اور بے وجہ اللہ تعالی ایسا نہین کر سکتا جو سقم حاکم ارض کے حاکم ارض ہونے مین ہو سکتا تہا وہ یہہ تہا کہ قاعدہ یون جاری ہوا ہے کہ کوئی جزو اپنے کل پر غالب نہین آسکتا۔ پس کوئی شخص مخلوق بارض ہی حاکم کل زمین کا نہین ہو سکتا۔ یہہ سقم اسطرح رفع کیا گیا کہ اوسمین وہ روح ڈالدی جو اپنی طرف منسوب ہوا اور اوسکو وہ علم دیا جو فرشتون سے زیادہ ہو۔ فضل اور ترجیح علم کی ظاہر ہے۔

روح منسوب الی اللہ مخصوص حضرت عیسی نہین ہے۔

ہفتم یہہ ہے کہ جو روح اللہ کی طرف جو حی وقیوم ہے منسوب ہو ظاہر ہے کہ اوسمین بقا زیادہ ہوگا۔ یہہ عطا حضرت عیسی کے ساتہہ مخصوص نہین ہے۔

نکتہ چہارم ذکر اوس وجہ کا جو اللہ تعالی نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی بیان فرمائی ہے۔

نکتہ (۴) اس ارشاد سے کہ شیطان نے سجدہ نہ کیا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا اور جنات آگ سے پیدا ہوئے ہین ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان جنات مین سے ہے۔ فرشتہ یا ہمزاد نہین ہے۔ اور وجہ سجدہ نہ کرنے کی خود خداوند

عالم نے بتلائی ہے اور گویا خود اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جانتا تہا
کہ شیطان سے اتنی بدی واقع ہوگی کیون پیدا فرمایا۔ اور جب جانتا تہا کہ وہ اطاعت
نہ کریگا حکم سجدہ کیون دیا" وہ وجہ اور جواب یہہ ہے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا تہا اسلیے
اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا شرح اس جواب کی یہہ ہے کہ اولاً یہہ غور کرنا چاہیے
کہ مخلوق الہی مختلف عناصر سے بنی ہے اور ہر ایک مین سے وہ خواص جو اصل عنصر مین ہین
زائل نہین کیے گیے۔ آگ کا خاصہ یہہ ہے کہ جب ادنی سبب ہوتا ہے بہڑک اوٹہتی ہے
یہہ خاصہ بہی اوس سے دور نہین کیا گیا تہا۔ کیونکہ جب دور کیا جاتا تو اوس عنصر سے اوسے
پیدا کیون کیا جاتا۔ لیکن جیسا تمام مخلوق مین دیکہا جاتا ہے کہ مخلوق بہ عنصر مین ایک دوسری
بات پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح شیطان مین یہ دوسری بات پیدا کی گئی تہی کہ وہ اس عام خاصہ
کو یعنی بہڑک اوٹہنے کو روک بہی سکے۔ چنانچہ روکنے کی قوت کا وجود اسبات سے ظاہر
ہے کہ اوس سے مدت تک عبادت کرائی گئی تہی۔ ورنہ بہڑک اوٹہنا خلاف اطاعت ہے
اگر یہہ قوت روکنے کی نہوتی تو کبہی اطاعت نہ کرتا۔ اس سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جہان اوسے
اپنے مادہ کے روکنے کی قوت دی تہی اوسکی مشق بہی کرادی تہی۔ پس جب بہڑک اوٹہنے کا موقع
بعد روکنے کی قوت اور اوس قوت کی مشق کے بہی بہڑک اوٹہے تو صاف معنی یہہ ہین کہ
شیطان نے اوسے نہین روکا۔ یہہ قصور پیدایش کا اور اسلیے کوئی الزام اللہ تعالی پر نہین ہے
علی الخصوص اوسوقت جبکہ اشتعال مذکور بڑا کارآمد ہو جسکا نتیجہ نظم عالم ہے۔ ثانیاً غور کرنا
چاہیے کہ حکم سجدہ اوسکے لیے ضروری تہا یا نہین۔ چونکہ حاکم فی الارض حاکم جنات کا بہی ہو نا ضرور

ہے اور شیطان فرشتوں کے ساتھہ تھا اغلب ہے کہ حاکم جنات ہو۔ پس جتنا فرشتوں
کے لیئے حکم سجدہ ضروری تھا جسکی وجہ بھی بیان کیگئی شیطان کے لیئے اوس سے بھی
زیادہ ضروری تھا۔ کیونکہ شیاطین مین مادہ عدم اطاعت زیادہ تھا اور اونکا ترفع تکبر مذموم تھا

نکتۂ پنجم
وجہ مہلت دینے کی قیامت تک

نکتہ (۵) اس ارشاد سے کہ قیامت تک مجھے مہلت دے
اور وہ دی گئی ایک دقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خداوند عالم جانتا ہے
کہ یہہ نافرمان ہے تو کیوں مہلت دی۔ مگر وہ دقت تھوڑے سے غور کرنیسے حل ہوجاتی ہے
(۱) یعنی ذریعہ اور ابتداءً وجود مین آنے نافرمانی کا (جو مورث شر ہے) شیطان تھا۔
چونکہ ہر چیز اضداد سے پہچانی جاتی ہے اگر بدی نہو یا ختم ہوجایئے تو نیکی اور خیر پہچانی
نہ جاتی۔ جب نیکی کی شناخت مین تقابل شامل ہو تو حقیقت مین وجود شیطان اس حیثیت
سے دلیل خیر ہے (۲) اوسکی صدہا سال کی عبادت کا بدلا کچھہ نہوتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بدلا
دینے والا ہے وہ کیونکر ایک سوال بھی بعد اتنے دنون کی بندگی کے پورا نہ کرتا خصوصاً
جب اوسمین ایسی مصلحتِ عظیم موجود ہو۔ (۳) اللہ تعالیٰ کفر کے سبب سے کسی کو
مار نہین ڈالتا جب مار ڈالنا خلاف طریقۂ مقررہ کے ہوا وسوقت یہہ سوال پورا نہ کرنا مستلزم
عجز تھا کیونکہ اوس سے یہہ بھی نکلتا کہ اللہ تعالیٰ مین قدرت اوسکے جواب دینے کی نہین۔
یعنی تدبیر کا تدبیر سے۔ اب یہہ جواب دیا گیا کہ ہر برائی کار آمد ہے۔ (۴) دنیا نہوتی
جنت ہی ہتی اور جو انعام الٰہی بذریعہ دنیا مین آنکے حاصل ہوتے ہین یعنی خلافت ارض
وغیرہ نہوتے۔ جسکی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نکتہ ششم
شیطان کا پہلا کام اور وجوہ تحریک اکل گندم۔

نکتہ (۶) اس ارشاد سے کہ شیطان نے کہا کہ پھر اونکو بہکاؤنگا اونکے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے اور اونکی داہنی طرف سے اور اونکی بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکاکر رہون۔ اور ان سب امور کے پورا کرنے کے لیے اوسنے گندم کہلانے کی تحریص کی تاکہ عورتین ظاہر ہوجائین۔ نکات ذیل سمجھہ مین آتے ہین۔ **اول** درخت گندم کے کہانے کی تحریک سے جسکے کہانے ہی عورتین ظاہر ہوگئین ظاہر ہے کہ یہہ خاصہ درخت گندم کا ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ گیہون کی روٹی کو فولاد کا پیٹ چاہیے **دوسرے** یہہ کہ شیطان نے جو کہا کہ آگے سے آؤن اور پیچھے سے یہہ دلیل اسکی ہے کہ سب سے بڑا دخل شیطان کو اون معاملات کی نسبت ہے جنمین عورتین کو دخل ہے اور آنکھین بہی آگے ہوتی ہین اور منہہ بہی جو بڑا راستہ ہے **تیسرے** یہہ جو کہا ہے کہ داہنے سے آؤن اور بائین سے ان دونون طرف آدمی کے کان ہوتے ہین۔ ٥

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

چوتھے یہہ جو کہا ہے کہ اور جسطرح بن پڑے اونکو بہکاکر رہون۔ ظاہر ہے کہ داہنی طرف جگر اور بائین طرف طحال اور دونون طرف گردے ہین۔ غذا جب جزو بدن ہوتی ہے انبعاث کی قوت گردون سے پیدا ہوتی ہے اور جب معدہ سے ابخرات پیدا ہوتے ہین دل پر اثر ہوتا ہے۔ یہہ سب ذریعے دخل شیطان کے ہین۔ **پانچوین** قوت حیوانی مادۂ خلق ہے جب وہ قوت مصرف صحیح مین کارآمد ہوتی ہے آدمی پیدا

ہوتا ہے اور وہی ذریعہ انبیا اور اوصیا رسے اشخاص کے وجود مین آنیکا ہے اور
کسقدر ضرور ہے اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اگر وہ قوت مصرف غیر صحیح مین ضائع کیجائے
مورث تمام فسادات کی ہے۔ ساتویں قوت حیوانی کا اصل مادہ حرارت ہے لیکن
حرارت صرف یہی کام نہین کرتی۔ اوس سے غصہ بھی بڑھتا ہے۔ غصہ کرنا بھی ایسا ہی
ہے۔ جب موقع پر آئے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ورنہ آدمی وقت ضرورت جان نہ دیسکتا۔
اور نیز غیرت کا مادہ پیدا نہوتا۔ (چنانچہ ہیجڑون مین یہ مادہ سلب ہوجاتا ہے) جب
غصہ بے محل آئے اوسی سے تمام فسادات پیدا ہوجاتے ہین۔ ساتوین چونکہ انبعاث
قوت حیوانی کا بذریعہ حرارت کے ہے اور اوسی سے قوت غضب بڑھجاتی ہے اسلیے
شیطان نے اسی ایک کام کو کیا جس سے اوسکے سب مطلب حاصل ہوگیے۔ آٹھوین
ان سب امور سے یہ امر مثل آفتاب نصف النہار کے روشن ہے کہ اس مادہ کا در اصل پیدا
کرنا کسقدر ضروری تہا اور جب وہ اطاعت شیطان سے مصرف غیر صحیح مین ضائع ہو
اوسکی سزا کا مقرر کرنا کسقدر ضروری تہا جسکا بیان الفاظ مختصر مین یہ فرمایا ہے۔ بنی
آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ تجہہ سے اور اون سے جہنم کو بہر دینگے۔ اور یہ امر بہی ایسا
ہی روشن ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے اس سبب سے کہ یہہ قوت باوجود ایسے عمدہ ہونے
کے ونارت سے خالی نہین کیونکہ محض حیوانی قوت ہے اشرف المخلوق کی قوت متعلق
شرافت کے نہین ہے۔ اسکو ایسی طرح پیدا کیا کہ اتنی بہی نسبت خلق شر کی اوسکی ذات مقدس
کی طرف نہین ہوسکتی۔ اگر اس مقام پر توجہ فرمائیگا بجاے اسکے کہ شبہات الزام پیدا ہون عجیب

و غریب صنعت ظاہر ہوگی اور لازم ہوگا کہ سجدہ شکر بجالایئے۔

نکتہ ہفتم
شیطان کا دوسرا کام اور عموماً اوسکا اضلال۔

نکتہ (۷) شیطان نے جو کہا ہے کہ سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون مگر تیرے خاص بندہ کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین ہین۔

نہ اونپر زور ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہہ بہکانا ہر فرد بشر کے لیے عام ہے خاص بندون مین اور عام بندونمین اثر کا فرق ہوتا ہے۔ عوام بہکانے مین آجاتے ہین اور اسطرح آتے ہین کہ اونپر شیطان غالب ہوجاتا ہے۔ خواص مغلوب شیطان نہین ہوتے۔ چاہے بہولے سے ہو کہ مین آجائین یا نہ آجائین۔ عموماً اس کوشش کا اور مدد الٰہی کا ذکر آیہ ذیل مین صاف ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اور ہمنے تمسے پہلے کوئی ایسا رسول نہین بہیجا اور نہ کوئی ایسا نبی کہ اوسکو یہہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اونہون نے تمنا کی شیطان نے اونکی تمنا مین ڈالا یعنی وسوسہ یا فتور پہر خدا نے اوس چیز کو جو شیطان نے ڈالی تہی دور کرکے اپنی آیتون کو مضبوط کردیا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جب اس ارشاد کو ارشاد پارہ ۱۶ سے۔ یعنی شیطان کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر چہوڑ رکہا ہے کہ اونکو اُسکاتے رہتا ہے"۔ ملا ئیے تو صاف معلوم ہوگا کہ شیطان کے وجود مین یہہ حکمت ہے کہ شیطان کی کوشش اچہون کے زیادہ مضبوط یعنی عمدہ کردینے کا سبب ہوتی ہے۔ وہی کوشش بُرون کے لیے دنیا مین زیادہ منہمک

کر کے اونکو بحیثیت دین خراب کر دینے کا سبب ہوتی ہے مگر بحیثیت دنیا ایسے منافع پیدا ہوتے ہین جو نہایت بزرگ ہین۔

نکتۂ ہشتم
حضرت آدم اکل گندم سے عداد بندگان خاص سے نہین نکلے۔

نکتہ (۸) اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے خاص بندے ہین اونپر تو تیر اکسی طرح کا زور نہین ہے حضرت آدم عم بسبب کہانے گندم کے خاص بندون کی شمار سے (دو اما یا چند روزہ) نکل گیے یا نہین ہمین امور ذیل قابل التفات و توجہ ہین۔ (۱) وجہ ممانعت کیا تھی (۲) کیونکر حضرت صفی اللہ نے گندم کہایا۔ (۳) اونکے فعل کو اللہ تعالیٰ نے کن الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ (۴) اونکی سزا اور شیطان کی سزا مین کیا فرق ہے۔ اور وہ حقیقت مین سزا ہے یا نہین (۵) وجہ توبہ کیا تھی۔

وجہ ممانعت۔

امر اول کی بنسبت کئی امر قابل غور ہین۔ (۱) اول یہہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ان سب کے معنی یہہ ہین کہ وجہ ممانعت یہہ تھی کہ اگر گندم کہاوگے جنت سے لازماً نکل جانا پڑیگا اور اون نعمتون سے جو جنت مین ہین محروم ہوگے۔ اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو اور مصیبت مین ڈالوگے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ زمین بنایا تھا زمین مین جانا اونکا لازم تھا تو کیون اونکو منع کیا اور کیون گندم کے

نہ کہانے کا عہد لیا۔ دونون امور کے ملانے کے بعد وجہ اسکی سوائے اسکے اور کچھہ نہین ہوسکتی کہ کمال شفقت وعنایت ظاہر ہوا ور ذات اقدس الہی ہر خیالی الزام یا شکایت سے بری رہے۔ یاد رہے کہ نوع بشر نے امانت کا بوجہہ اوٹہانا خود قبول کیا تہا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ۔ ہمنے دکہلائی امانت آسمانون کو اور زمین کو اور پہاڑون کو پہر سبنے قبول نہ کیا اوس کو اوٹہاوین اور اوس سے ڈر گیے مگر اوٹہا لیا اوسکو انسان نے۔ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ اس بار امانت اوٹہا لینے کے سبب سے بنا تہا اور مشیت الہی اوسکے زمین پر جانے کی اسلیے مقتضی ہوی تہی کہ خود اوسنے زمین پر جانا چاہا تہا لیکن امتحان مین پڑنا نوعی مضرت سے خالی نہین ہوتا اسلیے جتنے طریقے زمین پر جانے کے تہے اون سب کی نسبت بار بار تاکید کے ساتھہ ممانعت کیگئی تہی کہ اگرچہ رتبے بڑے ہین تکلیف بہی بڑی ہے۔ اس ممانعت کی کمال شفقت ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جب کسی کا بیٹا ہمت سے زیادہ کام کرنا چاہے تو قصد کے وقت باپ کا دل دکہہ جاے اور اوسپر ملامت اور ممانعت کرے اور جب وہ کر گذرے تو بڑی جزا دے۔ اسی لیے جب آدمی نے بار امانت اوٹہا لینا قبول کیا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی شیر کا مقابلہ کرے جسوقت لڑنے جاے ضرور وہ نڈر اور نادان ہے لیکن اگر شیر کو مارلے ظاہر ہوگا کہ وہ اعلی درجہ کا

آدمی ہے۔ اس امتحان سخت مین پڑنا جسمین آدمی بڑا شیر کے مقابلہ سے کم نہین (۲) ممانعت یہہ تھی کہ اس درخت کے پاس مت پھٹکنا ایسا کروگے تو تم اپنا نقصان کرلوگے۔ ایسا نہو کہ ابلیس تم دونون کو جنت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاے اور بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ نہ تم بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو نہ پیاسے نہ آفتاب کی گرمی اوٹھاتے ہو۔ اس ممانعت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ وجہ ممانعت امتحان گاہ مین جانا اور نفع حال کا مفقود ہوجاتا تھا (اگرچہ اوسمین بڑے منافع آیندہ کے خطرہ کے ساتھہ موجود ہون) اسلیے وہ صرف اوسی قسم کی صلاح نیک بتلاتا ہے جسکی مثال ابھی دی گئی۔ دوسری مثال اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی مستحقین بہشت کی نسبت فرماتا ہے۔ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا۔ یعنی اور جو بیہودہ مشغلون کے پاس سے ہوکر گذرین تو کریمانہ گذر جاتے ہین۔ اگر کوئی اسطرح نہ گذرے گنہگار نہین۔ ممانعت اسلیے ہے کہ اسطرح نہ گذرنا موجب آفات ہوگا کیونکہ ایسی صورتون مین احتمال غلطی کا بیشتر ہے اور جب غلطی ہوگی اوسکی باداش ہوگی۔ نہ گذرنے کی کوئی باداش نہین۔ یہہ امر ضرور ہے کہ ہر حکم الہی نفع انسانی مین محدود ہے لیکن منافع کے اقسام پر لحاظ کرنیکے بعد اقسام احکام مین ہمیشہ فرق ہوا کرتا ہے۔ جو افعال مورث ایسے منافع کے ہین کہ مضرت اونمین نہین ہے۔ یا مورث ایسے مضرت کے ہین کہ مضرت زیادہ اور غالب ہے اونکی نسبت احکام اور طرح کے ہوجاتے ہین۔ جو ایسے نہین ہوتے۔ صرف فضل و عدم فضل کا فرق ہوتا ہے دوسری طرحکے۔ حسب مصطلحات فقہا یہ ہین۔ واجب اور فرض وہ ہے جسکا کرنا ثواب ہو۔ نکرنے مین عذاب ہو۔

مستحب اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے ترک مین عذاب نہین ۔ مکروہ وہ ہے جسکے نہ کرنے مین ثواب ہے کرنے مین عذاب نہین ۔ حرام وہ ہے جسکے کرنے مین عذاب ہے ترک مین ثواب ۔ یہہ طریقہ ممانعت خود دلیل اسبات کی ہے کہ گندم کہانا حرام نہین ہے ۔ بلکہ مورث فقدانِ بعض راحت موجودہ کا ہے جسکو ثواب اور عذاب سے کچہہ تعلق نہین ۔ کیونکہ ایسا مادہ جو باعث خلق ہو پیدا کرنا حرام نہین ہوسکتا ۔ نہ وہ جنت مین حرام تہا نہ دنیا مین ۔ جنت مین حرام نہونے کی دلیل یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم سے نظر بکمالِ شفقت تاکہ بہول نہ جائین گندم نہ کہانے کا عہد لیا تہا معاہدہ کی امور جائز مین ضرورت نہین ہوا کرتی ۔ اوسمین صرف ممانعت کیجاتی ہے ۔ اور مرتکب کو سزا دیجاتی ہے ۔ معاہدہ جائز مین ہمیشہ ایک فعل جائز بدل دوسرے فعل جائز کا ہوتا ہے ۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ محتاجِ دلیل نہین ۔ اگر عذاب و ثواب متعلق کیے جائین اور اصطلاح کی بنا پر دیکہا جاوے تو اکل گندم مکروہ ہوگا نہ حرام ۔

کیونکر حضرت آدم نے گندم کہایا ۔

امر دوم کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونون میان بی بی کو بہکایا اور پُسلایا اور قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلاشبہہ تمہارا خیر خواہ ہون ۔ غرض وہ دہوکہ سے اونکو درخت ممنوع کے کہانے کی طرف مائل کرلیا ۔ اور وہ عہد کو بہول گیے اور ہمنے اونکے ارادہ مین استقلال نہ پایا ۔ اس سے امور ذیل سمجہہ مین آتے ہین ۔ (۱) کہ حضرت آدم نے جو گندم کہایا وہ سہو عہد تہا اور دہوکا ۔ جو چیز سہو سے واقع ہو یا دہوکہ سے قابلِ پاداش نہین ۔ ایک مثال اوسکی

یہہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مان سے نکاح کرلے جبکہ وہ جانتا نہو کہ یہ میری مان ہے اور
اور بعد قربت اوس سے اولاد پیدا ہو تو وہ شخص قابل بازپرس نہین ہے - اسلیے کہ مان
ہونا اوسکا بہولا ہوا تہا - دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اگر کوئی حاکم شیطان صفت
گواہون کے بیان حلفی پر اعتبار کرکے دہوکہ سے بیگناہ کو سزا دے مجرم نہین اسلیے
کہ وہ دہوکا تہا - باقی رہا یہ امر کہ ممانعت بہی بہول گیے تہے یا نہین - چونکہ ممانعت اور عہد
ساتہہ ساتہہ تہے لازم ہے کہ ممانعت و عہد دونون کو بہول گیے - یہہ اعتراض پیدا ہوتا ہے
کہ درخت ممنوع اونکو بتلاکر جتلا دیا گیا تہا اسلیے عام قیاس مقتضی اسکا ہے کہ جب وہ اوسکو دیکہتے
ہونگے ممانعت یاد آجاتی ہوگی اور اوسکے ساتہہ ہی عہد بہی - جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ قیاس
وہی کرسکتا ہے جو حالات انسانی سے غفلت کرے - کیونکہ موت ایسی چیز ہے جسکا یقین
اسقدر ہے کہ کسی دوسری چیز کا ایسا یقین نہین ہے - یہان تک کہ نام اوسکا یقین ہو گیا
ہے - قیاس اسکا مقتضی ہے کہ آدمی جب اپنے آپ یا دوسرے کو دیکہے موت یاد آجائے
لیکن آدمی اوسکو ہر وقت بہولا رہتا ہے - اگر بہول مین نہ رہتا لازم ہے کہ کوئی کام دنیا کے
سامان کا نہ کرتا - پس یہہ کہنا کہ جب حضرت آدم درخت گندم دیکہتے ہونگے ممانعت یاد
آجاتی ہوگی اور عہد بہی انسانی سہو کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ہے - یہہ کہین ارشاد نہین
ہوا کہ جس دن شیطان نے دہوکا دیا اوسی دن گندم کہا لیا تہا - بلکہ خود سہو دلیل طول مدت
کی ہے - مذاق شرعی کے مطابق ایک نہایت چسپان مثال یہہ ہے کہ آدمی روزہ
رمضان المبارک کی نیت کرے جو ایک عہد ہے اور پہر بہولکر کہانا کہالے اور نیت

اوسوقت تک یاد نہ آئے جبتک سیر ہو اس سہو سے وزرہ ساقط نہین ہوتا (۲) وہ عزم جو اللہ تعالی نے نہین پایا وہ کیا ہو سکتا ہے؟ یا یہہ کہ جو ارادہ مستقل نسبت گندم کے تہا اوسپر بقا نہوا۔ یا یہہ کہ عزم عام طور پر نہ پایا گیا۔ امر اول یعنی عدم استقلال نسبت ترک گندم کے اس عزم مین مراد نہین ہو سکتا۔ اسلیے کہ اوسمین تو سہو شامل ہو گیا۔ جب سہو مستوجب باداشت نہین کرتا اوسپر اطلاق عدم عزم کا بہی نہین ہو سکتا۔ پس متعین ہے کہ مراد عموم عزم سے ہے۔ اب خاص جناب آدم صفی اللہ کے معاملہ مین دیکہنا چاہیے کہ عموم عدم عزم کا نتیجہ کسی خاص فعل سے نکالا ہے یا تمام افعال سے؟ کوئی فعل اوسوقت سے پہلے جب یہ معاملہ ہوا سوا اسکے حضرت آدم نے نہین کیا تہا کہ اللہ تعالی نے جب بار امانت اوٹہانے کو یعنی حکومت و اختیار کو جملہ مخلوق سے کہا تو یہہ بار نوع بشر نے قبول کیا۔ حضرت آدم اونکی اصل تہے۔ پس یہی فعل ذریعہ اس نتیجہ کا ہو سکتا ہے اور وہ اسطرح نکالا جا سکتا ہے۔ کہ جب حضرت آدم جنت کے آرام مین رہے تو اونہون نے بچانا چاہا کہ اب مین پر جسکے وہ خلیفہ ہوے تہے جاوین۔ اور اونہون نے یہہ چاہا کہ تکلیف امتحان مین نہ پڑین (۳) انسان مین سہو کا مادہ ہے۔ یہہ مادہ خاصہ اوس طریقہ کا ہے جو اللہ تعالی نے انسان کے پیدا فرمانے مین اختیار فرمایا یعنی خاک و آب و آتش وہوا مادہ خلق انسانی ہین۔ یہہ چارون چیزین اضداد ہین۔ جب ایک ضد کا عمل غالب ہو جاوے لازم ہے کہ دوسری ضد کے عمل کو یا زائل کرے یا کم کرے۔ قوت حافظہ متعلق دماغ کے ہے۔ دماغ اوسوقت تک صحیح ہے جب تک چارون اخلاط مناسب

حالت مین ہین - حب حالت مناسبت مین نہونگی قوت حافظہ مین ضعف ہوگا وہی سہو ہے - ایک صورت یہہ ہے کہ یہہ قوت محدود ہے جب تمام قوت حافظہ دوسری چیزون مین مصروف کردیجاوے - اون چیزون مین جسمین صرف ہوے سہو نہوگا باقی مین سہو لازم آئیگا انسان مین سہو کا مادہ رکہنے کے مصالح بہت ہی عظیم ہین - (۱) اسکو یا سہو کہیے یا بہولاپن اگر نہوتا انسان انسان نہوتا خدا ہوتا - کیونکہ وہ روح اوسمین موجود ہے جو منسوب الی اللہ ہے - وہ اطاعت نکرتے - یہی مادہ اطاعت کرکے انسان کو بندہ بناتا ہے (۲) اگر آدمی کو کبہی غفلت نہوا کرتی تو وہ آرام نہ کرتا اگر آرام نہ کرتا مرجاتا اسلیے کہ اضداد جب اپنا عمل کرنے مین مصروف ہون تو روک ایک دوسرے کو تہکا دینے والی ہوجاتی ہے - (۳) اگر غفلت یا سہو نہوتی آدمی کی مصروفیت دنیا مین نہوتی یا اور طرح کی ہوتی جو خلاف اس نظام کے تہا - دنیا کے تمام کامون اور اختلاف مراتب مین خلل پڑتا (۴) انسان ایسا سرکش ہوتا کہ بدی اوسکے روکنے سے باہر ہوجاتی اوسکا دینا مصلحت کے بالکل خلاف تہا - پس جب یہہ خاصہ لازمی ہوا اور ایسے مصالح سے بنایا گیا ہوا اوسکے بموجب اگر کسی شخص سے کوئی عمل ہوجاوے ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے -

فعل اکل گندم کے متعلق الفاظ الہی کی شرح -

امر سوم - کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا ہے - ایسا کروگے تو اپنے اوپر ظلم کروگے - ایسا نہو کہ تم دونون کو شیطان نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاوے - اور فرمایا ہے کہ تو اپنے پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے - پس آدم نے

اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے اصل الفاظ یہہ ہین - فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِینَ - فَتَشْقٰے - عَصٰے - فَغَوٰے -

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِینَ مین ظلم سے اپنے نفس کا ظلم مراد ہے جو نوعیت ممانعت سے ظاہر ہے یہہ لفظ قصہ حضرت آدم ہی مین استعمال نہین فرمایا بلکہ قصہ اول یعنی بار امانت اوٹہانے مین بہی استعمال فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا - ظاہر ہے کہ انسان نے اوسوقت کوئی فعل جو دوسرے پر ظلم ہو نہ کیا تہا اور اگر وہ باعتبار طبیعت کے دوسرون پر ظالم ہوتا حق تعالی بار امانت اوسکو دینے کے لیے پیش نکرتا چنانچہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِینَ - یعنی ہماری خلافت ظالمون کو نہین ملتی - پس یہہ لفظ حضرت آدم کو شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا -

فَتَشْقٰے کے مادہ کا لفظ قصہ قبول دعای حضرت زکریا مین بہی ہے وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا - اسلیے جو ترجمہ ہے بہت صحیح ہے کہ بے بہرہ ہوگیے اور بے نصیب - یعنی اون فوائد اور مزون سے جو جنت مین تہے محروم ہوگیے - یہہ بہی خلاف بندہ خاص ہونیکے نہین ہے - عصے کا ترجمہ نافرمانی ہے - اسکے معنی گناہ مستوجب سزا کے بہی ہین اور اوس نافرمانی کے بہی جو مستوجب عقاب نکرے - اب یہہ غور کرنا چاہیے کہ جب گناہ بسبب سہو کے ہو جسمین گناہگار ماخوذ نہین ہوتا تو ان سب الفاظ کا اطلاق متعلق گناہ مستلزم عقاب کے ہوگا یا صرف اوس گناہ کے جو خلاف مصلحت ہونیکی وجہ سے موجب تکلیف ہو اور عقاب نہو؟ نوعیت فعل خود دلیل اسبات کی ہے

کہ معنی اول کے سوا دوسرے معنی مراد نہین ہوسکتے۔ لیکن باتہہ ہی اوسکے یہہ امر
ہے کہ آخر پہر بہی کیون ایسے الفاظ استعمال ہوے ظاہر وجوہ اوسکے یہہ ہین کہ مرتکب
اس فعل کے حضرت آدم صفی اللہ تہے اور بڑے رتبہ کے تہے یعنی خلیفۃ اللہ فی الارض۔ عالم
باکمال ایسے بزرگ کا وہ فعل جو خلاف بتلائی ہوی مصلحت کے ہوا اوسکی شان سے بہت
بعید ہے۔ یہہ امر کہ بڑے مرتبہ کی یہ بات تہی جو ارشاد الہی سے ثابت ہے اسلیے کہ
حق تعالی فرماتا ہے فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ تفسیر جلالین مین تفسیر اسکی یہ لکہی ہے کہ بسبب
اوس غرور کے جو شیطان کو تہا اوسنے حضرت آدم کو اوس منزلت سے گہٹا دیا جو اونکو
اوسوقت حاصل تہی یعنی پہلے اس سے سہواً بہی کوئی ایسا فعل نہوا تہا پس یہہ بہی خاص
بندون کے شمار سے نکل جانا نہین ہے اسلیے کہ اسمین شک نہین ہوسکتا کہ مراتب
بزرگ جنکو ملتے ہین اونکے مشکلات بڑہ جاتی ہین ع جنکے رتبہ ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے۔
چنانچہ دیکہیے کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اگر ایک اخبار مین کسی بڑے افسر کی نسبت ایک خبر
مشہور ہوجاتی ہے کہ اوسنے کوئی فعل خلاف شان کیا اوسکو واجب ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو
صاف کرے۔ اگر صاف نہین کرسکتا اوس مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے۔ یہانتک یہہ امر
زور سے جاری ہے کہ بڑے آدمی جب کوئی ذرا سی ذلت مین مبتلا ہوجاتے ہین جو اورون
کیلیے کچہہ نہین ہوتی۔ مثلاً پارلیمنٹ مین کسی کی بات مسترد ہوجاوے تو وہ فوراً پارلیمنٹ مین
نشست چہوڑ دیتا ہے اور عہدے سے مع اپنے متعلقون کے علیحدہ ہوجاتا ہے
جو اونسے کم رتبہ کے افسر ہوتے ہین۔ یہانتک کہ نواب معلی القاب لفٹننٹ گورنر جب اونکی

رپورٹین نامنظور ہوتی ہین وہ چپکے بیٹھے رہتے ہین اونکو برداشت کرتے ہین یہی حال دین کے
اصحاب مراتب بزرگ کا ہے چنانچہ حضرت یوسف ؑ کے قصہ مین ارشاد ہوا ہے کہ جس
شخص کی نسبت حضرت یوسف نے سمجہا تہا کہ اسکے سبب مخلصی ہوجائیگی اوس سے
کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا بہی تذکرہ کرنا کہ مین ناحق قید ہون تو شیطان نے اوسکو اپنے
آقا سے اسکا تذکرہ بہلادیا تو یوسف کئی برس قیدخانہ مین رہے معنی یہہ ہین کہ اتنی سی
استعانت بشر سے حضرت یوسف کی شان کے خلاف تہی اسلیئے ناپسند ہوی اور اونکو
تکلیف قید مین پڑا رہنا پڑا۔ اہل دنیا ہمیشہ اہل دنیا کی استعانت کرتے ہین اور اسباب
پیدا کرتے ہین۔ اونکو اتنا بڑا ضرر یا کوئی ضرر نہین ہوتا شبہہ نہو کہ شیطان نے یہہ
کام اچہا کیا اسلیے کہ اوسکا یہہ فعل بہی اچہا نہ تہا کیونکہ سزا اوسکے ہاتہہ مین نہ تہی۔ مگر چونکہ وہ
ہر بزرگ کو دق کرتا ہے اوسنے اوسی کے مطابق عمل کیا تہا اللہ تعالی نے روک اوسکی
اسلیے نہ کی کہ یہہ فعل حضرت یوسف کا پسندیدہ نہ تہا۔ اس مقام کو اوس مقام سے مقابلہ
فرمایئے کہ اللہ تعالی نے قصہ حضرت یوسف مین فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالی کی برہان نہ دیکہتے
تو وہ اوس عورت کے ساتہہ ارادۂ بد کرتے چونکہ وہ فعل عصیان مستوجب بازداشت تہا اسلیئے وہان
مدد کی گئی اور برہان کہلائی گئی یہہ امر بہی قابل توجہ ہے کہ شیطان کی برائی کار آمد ہوی نسبت
معاصی انبیاء کے اور معاصی عامۂ خلائق کے ایک باریک فرق قابل ہمیشہ یاد رکہنے کے
ہے کہ انبیاء ہمیشہ مراتب عرفان مین ترقی کرتے ہین بعد ترقی مرتبہ اولی اونکو اپنی شان کے
خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اوس حالت کو عصیان جانکر طلب مغفرت کرتے ہین۔ اونکا ہی

گناہ ہے جو تقرب کا گناہ ہے۔ ہمارا گناہ حقیقت مین مستوجب پاداش ہے۔ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت جو حکم استغفار ہوتا تہا وہ یہی تہا۔ ان سب امور سے ظاہر ہے کہ وہ فعل چونکہ فی نفسہ مثمر تکالیف تہا (یعنی امتحانگاہ مین آنا جسمین نوعے ضرر تہا اور اندیشہ کہ بہت سے امتحان مین کامل العیار نہ نکلینگے) اسلیے اوسپر اطلاق عصیان کا ہوا۔ اور اگرچہ وہ فعل بسبب سہو کے ہوا فی نفسہ نافرمانی تہی۔ ان دونون امر یعنی فعل اور سبب مین فرق کرنا چاہیے سبب سے ذمہ داری کی نوعیت بدل جاتی ہے فعل کی ماہیت نہین بدلتی۔ چنانچہ وہ فرق دونون مثال مذکورہ مین ظاہر ہے۔ نکاح مذکورہ مین جو اولاد ہوگی وہ حلال کی اولاد نہوگی۔ اور فعل کی برائی باقی رہیگی گو بسبب برات ذمہ کا ہوگا۔ مثال حاکم مین بیگناہ کے قید ہو جانے سے متعلق ذات اسیر کی جو برائی ہوی وہ بزرگ اور باقی رہنے والی ہے۔ گو ذات حاکم کی بری ہے۔

غوی کے معنی گمراہی ہین اوسکے دوسرے لفظ راستہ سے بہٹک جانا ہے اوسمین وہی امر شامل ہے جو عصیان مین ابہی بیان کیا گیا۔ یہہ لفظ بہی شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا۔

بیان فرق سزاے حضرت آدم و شیطان۔

امر چہارم کی نسبت کیفیت سزا پر توجہ ضرور ہے۔ اللہ تعالی نے جو کیفیت سزا حضرت آدم کی اور شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ خدا نے شیطان اور آدم سے فرمایا کہ تم دونون بہشت سے نیچے اوتر جاؤ۔ تم مین سے ایک کا ایک دشمن رہیگا۔ جو سزا خاص حضرت آدم کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ تمکو ایک وقت

خاص یعنی مرتے دم تک زمین پر رہنا ہوگا اور تمہارا سامان زیست بہی ہین مہیا ہے۔ جو
سزا خاص شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے۔ کہ تجکو یہہ سزا شیخی ہے۔ تو بہشت سے اوتر
کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بہی ہے پہر حکم ہوا کہ روز قیامت تک تجپر پہٹکار پڑی رہیگی
اور ہم تجسے اور تیری پیروی کرنیوالون سے جہنم کو بہر دینگے۔ اسمین یہ فرق ظاہر موجود ہے
کہ حضرت آدم کو نہ وہ اما دنیا مین رہنے کا حکم ہوا نہ اونپر راندہ درگاہ ہونیکا اطلاق ہوا
نہ اونکو جہنم کے عذاب کا بسبب متابعت شیطان کے اسلیے کہ اونکا فعل سہوًا تہا۔
شیطان نے چونکہ یہہ سب امور دیدہ و دانستہ کیے تہے اوسکے لیے یہہ سب سزائین
تجویز ہوئین کہ ہمیشہ زمین پر رہے ہمیشہ ملعون رہے۔ بعد ختم دنیا جہنم مین رہے۔
اس فرق مین یہہ اور نازک فرق ہے کہ حضرت آدم کا زمین پر آنا نتیجہ گندم کہانے کا تہا
جسکے خاصہ ہونیکا بیان کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ جب فضلات انسان سے جاری ہون اور لادت
حیض و نفاس کے ساتہہ ہو انسان جنت مین رہنے کے قابل نہین رہتا۔ پس جو چیزین خاصۂ
لازم ہون اور عذاب مقررہ الٰہی نہون وہ سزا نہین ہین۔ نتائج ہین او معنی یہہ ہین کہ برائی
نام بہی سزا نہ تہی وہ نقصان تہا جو خود کر لیا تہا جیسے کوئی چاقو ہاتہہ مین لیلے اور بیخیالی
مین اوسوقت ہاتہہ کٹ جایے جب کوئی بزرگ منع کر چکا ہو۔

کیفیت دوجہ توبہ۔

امر پنجم کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے۔ توبہ ایسے
امر کے لیے کرنا جو اپنے نفع غیر منسب مین محدود ہوا در سہوًا اوسکا ارتکاب ہوا ہو۔ (۱) نشانی
کمال عبودیت و فرمانبرداری کی ہے (۲) ذریعہ حصول کمال عنایت آقا کا ہے۔ اور یہہ دونون

ایسے ہی لوگون سے ہوسکتے ہین جنکی صفات اقصای غایت کمال کے ہون - یہہ دونون امر نوعیت بیان توبہ سے مثلِ آفتاب روشن ہین - چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ حضرت آدم اور حوّا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور اپنے پروردگار سے معذرت کے چند الفاظ سیکہہ لیے - ان الفاظ کی برکت سے اللہ تعالی نے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو نواز ا معنی یہہ ہین کہ جب حضرت صفی اللہ نے اوس مرتبہ عالی کے موافق جو اونکو حاصل تہا بعد فرمان عمل کرنے مین سہوًا فروگذاشت کی اور مبتلا اوس نتیجہ کے ہوے جو لازمی تہا اور اللہ تعالی نے سہو پر متنبہ کیا اوسوقت حضرت آدمؑ پشیمان ہوے اور حد سے زیادہ پشیمان ہوے اور زور سے معافی چاہنے لگے - یہہ فعل اسقدر جناب قدس الہی کو پسند ہوا کہ خود بتلایا کہ توبہ یون کرو ان الفاظ کا منہہ سے نکالنا تہا اور سب خوبیون کا حاصل ہونا اگر یہہ بات مرتبہ بزرگ کی نہوتی اور مرتبہ بزرگ مرتبہ سے نہوئی ہوتی تو یہ تعلیم ہی نہوتی ہم اگر برسون توبہ کرین سجدہ کرتے کرتے سر پہوڑ ڈالین ناک رگڑتے رگڑتے رگڑ ہی ڈالین تو کوئی وحی نہ آئیگی کہ اسطرح توبہ کرو - الفاظ توبہ پر غور کرنے سے ایسا لطف حاصل ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی جل شانہ اور کوئی مہربانی نفرماتا صرف اسی قدر عنایت کرتا کہ یہہ الفاظ بتلادیتا صرف یہی اکیلی عنایت ادسپر لاکہہ جان سے قربان ہوجانے کے قابل تہی - اسلیے کہ الفاظ مذکور یہہ تہے - اے پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا (یعنی اپنے ہاتہون اپنے اوپر دنیا کے امتحان مین پڑنے سے ستم کیا) اور اگر تو ہمکو معاف نفرمائیگا اور ہمپر رحم نہین فرمائیگا تو ہم بالکل برباد ہوجائینگے - یعنی ہمنے تو اپنے ہاتہون اپنا گلا کاٹنے مین کسر نہین رکہی وہ سامان

پیدا کرلیا ہے کہ ہزاروں غلطیاں کریں۔ اب تو بخشش بھی دے اور نعمت بھی دے امتحان میں کامل کر کے مراتب بزرگ عنایت فرما۔ غرض یہہ ہے کہ وہ ہمارا کام تھا یہہ تیرا کام ہے۔ اپنی بُرائی کا۔ ذلت کا۔ اعتراف کا مقابلہ اپنے مالک کی قدرت سے اپنے مالک کی بخشش کرنیوالا ہونے سے اوسپر یہیں تک اوسکی خوبی محدود نہونے سے آمین باوجود ہماری بُرائی کے نعمت دینے والا ہونے سے اس سے بہتر الفاظ میں کوئی اور نہیں کرسکتا۔ ہ

کس کس تری نعمت کا کروں شکر زباں سے		ہے ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیاں سے	

حضرت آدم ابو البشر تھے۔ یہہ طریقہ اونکو ایسے گناہ کی توبہ کے لیے سکھلایا تھا۔ ہمکو ہر گناہ کی توبہ کے لیے اسے اختیار کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ ہمکو بھی بخشیگا اور پھر نعمت بھی دیگا۔ کیا یہہ طریقہ طریقۂ عبودیت سکھلانا نہیں ہے؟ اور کیا اوسمیں جسمیں مادۂ حکومت دیا گیا ہو حکومت کے لیے بنا ہو جو مادہ خود پرستی اور تکبر پیدا کرتا ہے۔ سخت ضرور نہیں ہے؟ اب دیکھیے کہ ممانعت کن کن عجیب و غریب مصالح سے تھی شیطان کا تمکن کن کن عجیب و غریب حکمتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور کسقدر ضروری ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اوسکی ذات کسقدر حکیم ہے۔ اوسکی ذات مقدس سے بدی کسقدر دور ہے! پھر غور فرمالیجیے کہ جو فعل کرایا گیا بدی نہیں تھا۔ بدی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اتنا بھی نہ کرنے دیتا۔ لیکن اوسمیں صورتِ ممانعت کس عجیب و غریب حکمت سے بنائی اور کس عجیب و غریب حکمت سے اوسپر عمل ہوجانے دیا۔ اور پھر اوس سے کیسا عجیب و غریب

اور ضروری نتیجہ نکالا - کیا ہم جب حضرت آدم کو گناہگار کہتے ہین اسد تعالی پر بدی کا
الزام نہین دیتے ؟ جس کسی کو ایسا خیال فاسد پیدا ہو لازم ہے کہ اوس سے توبہ کرے
اور کہے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
میرے دل کو یقین ہے کہ اسد تعالی کی ذات مقدس ایسی ہے کہ جسپر شر کے خلق
کرنیکا الزام کرورون برس کی راہ سے بھی زیادہ دور ہے اور اوسکے خلفار فی الارض سے
بھی ویسا ہی دور ہے جب ہم خلیفہ کو ملزم ٹھہراتے ہین اس ذریعہ سے اوسکی پاک ذات کو
بھی ملزم ٹھہراتے ہین - ضرب الغلام اهانة المولی - (غلام کو مارنا آقا کی توہین کرنا
ہے) کو یاد رکھنا چاہیے اور مرتکب گناہ عظیم قریب بکفر ہونا چاہیے - اس باب مین
صرف ایک امر بیان کرنا باقی رہا ہے - وہ بعد اسکے بیان کیا جاتا ہے یعنی بعد ذکر نوازنے
اور قبول توبہ کے ارشاد ہوا ہے **فَهَدٰى** - معنی اوسکے یہہ ہین کہ جب حضرت
آدم زمین پر آیے جنت مین رہنے کے عادی تھے اونکو زمین پر رہنے کا اور اطاعت
کا طریقہ بتلایا گیا اور اوسمین برا بھلا سب کچھہ بتلا دیا گیا - اور یہہ ہدایت کردی گئی کہ
حکومت ارض مین جسکے لیے مخلوق ہوے ہو اور زمین پر آیے ہو اس اس طریقہ پر عمل کرنا ہوگا
بعد پہونچنے مقام حکومت کے حکومت کے قواعد اور ہدایات ہمیشہ ہر بادشاہ کے حضور سے
جاری ہوتے ہین اوس سے بھی گمراہی کے متعلق ہدایت مراد نہین ہوسکتی - کیونکہ گمراہی
ارتکاب معصیت مستحق نار کی کبھی نہین ہوئی تھی اور یہہ لفظ بعد نوازنے اور قبول توبہ کے
ذکر ہوا ہے لہذا یہہ معنی متعین ہین - اس مقام پر مجھے یہہ بات کہہ دینی چاہیے کہ جب

مین نے یہہ مقام لکہا تو مجہے اون علماء کی رائے سے اتفاق باقی نرہا جنہون نے فرمایا ہے کہ فعل حضرت آدمؑ ترک اولی تہا۔ وہ تو اختیار اولی تہا۔ ضرور یہ علماء کی شان ہے کہ وہ بہی داخل تعریف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہو سکتے ہین اونکے اتنے بڑے مراتب ہوتے ہین کہ جب ممانعت بصورت نہی ہوا ونکے دل مین اس نہی کی ایسی عظمت پیدا ہوتی ہے کہ دوسری طرف اونکا خیال نہین جاسکتا۔ وہ عادی ہوتے ہین کہ ایسے افعال کو ترک اولی کہین۔ اونکے لیے بہی اور اونکے قیاس کے لیے بہی وہ ترک اولی ہے۔ یہہ جواب اونکی شان کی عظمت بتلاتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین علی مرتضی صلواۃ اللہ علیہ سے جنکو پورا علم حاصل تہا (اور مخلوق علم کے دسوین حصہ مین شریک ہین) کسی نے پوچہا تو آپنے ارشاد فرمایا۔ ؎

مین نے گندم آجتک کہایا نہین		گو خدا نے منع فرمایا نہین

نکتۂ بستم
شیطان کا تیسرا کام۔ اور سازو سامان دنیا کا عمدہ کردکہانا۔

نکتہ (۹) شیطان نے جو کہا ہے کہ سازو سامان دنیا کو عمدہ کردکہاؤن۔ اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گزار نہین پائیگا۔ اسکا ہر ہر لفظ بڑی توجہ سے دیکہنے کے قابل ہے۔

سامان دنیا کے عمدہ کردکہانے کے معنی یہہ ہین کہ سامان دنیا عمدہ نہین ہین مگر عمدہ نظر آتے ہین۔ حقیقت مین وہ اسقدر عمدہ نظر آرہے ہین کہ آدمی کو انہون نے اسپنے اوپر شیفتہ کرلیا ہے۔ یہانتک شیفتہ کرلیا ہے کہ وہ اوسکے عشق مین

آخر کار اپنے مالک کو قطعاً بھول جاتا ہے بلکہ یہان تک نوبت پہونچتی ہے کہ اوس سے منحرف ہوجاتا ہے اور یہہ کفر ہے۔ اگر تہوڑا سا غور کیا جاے ہر شخص کو معلوم ہوجائیگا کہ دنیا کے سامان عمدہ نہین ہین بلکہ بیشتر بیکار محض ہین۔ کیونکہ حد فاصل بیکار ہونے و کارآمد ہونے کی بہی خود خداوند عالم نے بتلادی ہے۔ یعنی تمہارا سامان زندگی بہی زمین مین مہیا ہوگا اسلیے ضروریات زندگی کارآمد ہین اور غیر ضروریات بیکار ہین۔ چونکہ شیفتگی یہان تک بڑھ گئی ہے کہ شیفتگی نہین معلوم ہوتی۔ اسلیے لازم آتا ہے کہ بقدر ضرورت تفصیل کیجاے۔

عمدگی اشیاء قیمتی کی۔ **جواہرات** - پتھر ہین۔ بعض اونمین چمکدار ہوتے ہین بعض چمکدار بہی نہین ہوتے۔ بیشتر اونمین سے ضروریات زندگی نہین ہین۔ بیشتر مضرات زندگی ہین لیکن اسقدر عمدہ معلوم ہوتے ہین کہ انسان اونپر دلدادہ ہے۔ لاکھون روپیہ خرچ کردیتا ہے اور بعض کو انمول جانتا ہے چنانچہ ہیرا۔ کہانا اوسکا بعضون کے نزدیک باعث ہلاکت ہے۔ بعض کے نزدیک نہ نافع ہے نہ ضار۔ چنانچہ مقدمہ گائکوار بڑودہ مین اسپر بہت بحث ہوئی تہی۔ کارآمد ہونے کی یہہ حالت ہے کہ ہیرے سے برقی روشنی جب کینچ کی کنول مین کہی ہو زیادہ چمکدار ہے۔ اوس سے اندہیرا دور ہوتا ہے اس سے سوائے نقصان کچہہ فائدہ نہین۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اگر یہ بلاوجہ عمدگی نہین ہے تو کیا ہے؟ ہیرا صرف اس کام کا ہے کہ وہ بعض سخت چیزون کو کاٹ دے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر عمدہ نظر نہ آتا اوسیقدر قیمت پاتا جسقدر باعتبار آلہ قطع ہونے کے ضروری ہوتی۔ سونا اسقدر عمدہ دکھلائی دیتا ہے کہ اوسکی قیمت باعتبار چاندی کے بست گونہ ہے۔

ابتک میری سمجھ مین کوئی وجہ نہین آئی کہ اوسمین کونسا مادہ فضیلت کا ہے۔ کہانے مین زیادہ نافع نہین بعض لوگون کے نزدیک کچھہ نافع نہین۔ ضرور سیم و زر مختصر بدل محنت کے ہین۔ اور بنظر ضرورت حفاظت اونکی قدر پیدا ہوی ہے مگر ضرورت مبادلہ او سوقت پیدا ہوی ہے کہ ضروریات زندگی کے سوا اور بہت سی فضولیون نے ضروریات بنکر رواج پا لیا ہے۔ چنانچہ جسقدر اس رواج کی بدولت تمول بڑہتا ہے اوسیقدر سونے کا رواج بڑہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ دولتمند ممالک مین ابزیادہ رواج پونڈ کا ہے۔ چاندی کے سکے ہمارے پیسہ ہین۔ اور تانبا کوڑیان۔ تاہم ان دونون چیزون پر فریفتگی اسقدر بڑھگئی ہے کہ ذریعہ فریفتہ کرلینے کا سمجھی جاتی ہین۔ یعنی بناؤ سنگار مین زیور جزو اعظم ہے۔ یہہ بلاؤ عمدہ کرکے کہلاتا ہے یا نہین؟ خیال نہو کہ قیمت اور وجود زر اعتبار اور وقعت پیدا کرتے ہین اسلیے سونے چاندی کے زیور کو فضیلت ہے محض خوبصورتی وجہ ترجیح نہین ہے کیونکہ وہ اعتبار اور وقعت جسکو وجود زر پیدا کرتا ہے حقیقت مین وہ بھی غلط عمدہ کرکے کہا تا ہے۔ کیونکہ وقعت اونہین لوگون کی نظر مین پیدا ہوتی ہے جنکی نظر مین وہ عمدہ ہے۔

عمدگی سامان اکل و شرب کی

سامان اکل و شرب انصاف فرمایے کہ اوسمین کسقدر ضروریات ہین کسقدر غیر ضروریات۔ اختیار امور غیر ضروری کی ابتدا کیا ہوسکتی ہے؟ یہی کہ وہ فائدہ مند ہونگی۔ لیکن اگر ذرا سا غور کیجیے معلوم ہوجائیگا کہ بہت سے کچھہ بھی مفید نہین یا اگر فائدہ مند ہین اونکی جو قیمت دیجاتی ہے ہرگز برابر نفع کے نہین ہے۔ اسلیے کہ ہم دیکھتے ہین کہ جو لوگ سادہ غذا کہاتے ہین اور اوسکو جزو بدن کرتے ہین مرغن غذائین اور یاقوتیان

کہانیوالوں اور عمدہ شرابیں پینے والوں سے کچھ زیادہ مضبوط نہیں ہوتے ۔ وہ تندرست رہتے ہیں یہہ بیمار ۔ پس یہہ اس طریقہ سے کہ اونکا جہوٹا نفع دل میں متمکن کردیا گیا ہے عمدہ کرکے کہلاتا ہے یا نہیں ؟

عمدگی سامان لباس کی

سامان لباس ۔ اسکی عمدگی کا بلا وجہ ہونا کہانے کی عمدگی کے بلا وجہ ہونیسے زیادہ ظاہر ہے ۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عمدہ کہلانے کی کوشش عورتوں میں ہے ۔ اونکے ملبوسات کی عمدگی دیکھنے والوں کی نظر میں اوسی خواہش کا نتیجہ ہے جو مردوں کو عورتوں کی طرف ہے ۔ لیکن وہ خواہش مردوں میں معلوم نہیں ہوتی کہ کس وجہ سے ہے ۔ جواب یہی ہے کہ بلا وجہ عمدہ دکہلانا ۔ عورتوں کو اگر اس خواہش سے قطع نظر کرکے دیکہیے تو کوئی بات عمدگی کی نہیں ۔ لباس میں زیادہ تکلف اوپر کے بدن کے متعلق ہے ۔ چہاتیاں کیا ہیں ۔ سینہ پر بے موقع اوٹہا ہوا گوشت اگر ضرورت رضاعت کی نہوتی پیدا نہوتا ۔ سر کہلار کہا جاتا ہے ۔ وہ کیا ہے کالے بالوں سے ڈہکی ہوئی چیز ۔ اگر اونکو مونڈوائے کسقدر بد نما نکلتا ہے ۔ اوس پر ملاحظہ فرمایئے کہ منہہ کیا ہے کہانیکا راستہ ۔ راستہ کو مسی لگا کر کالا کر لیا ہے ۔ اسکے علاوہ ناک کو چہید ڈالا ہے ۔ کانوں میں وزن کردیے ہیں ۔ اونمیں سونا پہنا ہے ۔ یہہ بہی نہیں سر پر بگلے کے پر لگا لیے ہیں ۔ اگر چوٹی ہے ۔ سانپ سے خطرناک جانور کی طرح پیچہے ٹہی لٹک رہی ہے ۔ اگر جوڑا ہے ۔ وہ کیا ہے ؟ سیدہے بالوں کا موڑ لینا ہے ۔ یہہ سب بلا وجہہ عمدہ کرد کہاتا ہے ۔ انگریزی لباس میں آستینوں کو کندہے کے پاس سے اسقدر بلند

کیا ہے کہ اوٹھی ہوی معلوم ہون - یہہ حقیقت مین اظہار اسکا ہے کہ ہم عورت نہین ہین پرستان کی پری ہین - یہہ ہمارے بازو ہین ابہی اوڑا چاہتے ہین - آخر یہہ فضول عمدہ کرد کہانا ہے یا نہین ؟ - مردون کے لباس ہین تو امن ہین کہ لٹک رہے ہین - پگڑی ہے کہ سر پر بوجہہ کہا ہوا ہے - وہ یا چکی کا پاٹ ہے - یا لپیٹا ہوا جوڑا ہے - اگر ٹوپی ہے - دونون طرف (آگے پیچہے) جیسے نکلی ہوی ہے یعنی ہدہا ہین - یا قبہ ہے جیسے مرنے کے بعد قبور پر بنتا ہے - اونمین چند چکدار چیزین لگی ہوی ہین جنکی مصفق یعنی وقعت دلون مین ہے - یہہ مین نے مختصر بیان کیا ہے اس سے زیادہ تفصیل طوالت کا مصداق ہوگی - آپ خود اسے دیکہیے - بیشتر چیزون کی نسبت صاف معلوم ہوگا کہ بلاوجہ عمدہ دکہلائی دیتی ہین - اسبات پر بہی غور فرمایئے کہ ہر شخص کی وضع دوسرے کی نظر مین نہایت بہدی معلوم ہوتی ہے - جب تصفیہ بہدی اور دلچسپ ہونے کا فرمائیگا صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسقدر لوگون کو بہت سی چیزین بوجہ عمدہ معلوم ہوتی ہین -

عمدگی سامان آرایش دلچسپی کی -

سامان دلچسپی آرایش - انکی فضولی محتاج بیان نہین - اگر عمدہ نہ دکہلایے جاتے فضولی اختیار نہوتی - مگر انکی عمدہ نمائی خاص قابل توجہ ہے ڈہول کیا ہے ایک خول ہے - ادسپر کہال چڑہی ہے اوسے پیٹے جاتے ہین - ڈہپ ڈہپ کی سامعہ خراش آواز پیدا کرتے ہین - مگر جہان یہہ آواز آئی اور لوگ ہین کہ دوڑے چلے جاتے ہین - مارے شوق کے منہ بہٹا ہوا ہے - کہلی آنکہین اوپر کو ہین - نہ دیکہتے ہین کہ آگے کون ہے - نہ معلوم ہے کہ پیچہے کون رہ گیا - نہ کنوان

دکھلائی دیتا ہے نہ کہتی - اب وہان پہنچ گیے جہان یہہ ڈھول بج رہا ہے - فرض کیجیے کہ تماشا ہے - وہ کیا ہے ایک لونڈا گا رہا ہے - بھدا - بدتمیز مگر اوسپر ایسے لوٹے پڑتے ہین جیسے شیرہ پر مکھیان - فرض کیجیے کہ محفل رقص و سرود ہے - وہ کیا ہے؟ ایک مکان ہے جسمین چند نامربوط لکڑیان کھڑی کی گئی ہین - اونپر لال کپڑا لپٹا ہوا ہے - اونپر تھوڑے سے پتے جابجا چپکے ہوے ہین - وہ تو دیکھتا ہے اور عشش کرنا - کھڑے ہین - گھسے جاتے ہین - کپڑہ کا خیال ہے نہ آبرو کا - اپنا نہ دوسرے کا یہانتک کہ دھکے پڑتے ہین مار پڑتی ہے باز نہین آتے - وہ عمدگی جو ان چیزون کے بے وجہ نظر مین ہے ان سب سوائیون کو برداشت کراتی ہے - فرمایئے کس بلا کی عمدگی ہے - اور کسقدر غلط ہے - اب وسمین اندر دیکھیے - یا رنڈی ناچ رہی ہے یا بھانڈ تماشہ کر رہے ہین رنڈی کیا چیز ہے - ایک بیحیا عورت ہے جو کوئی فعل بیشرمی کا صادر کرنا مجمع مین اوٹھا نہین رکھتی - یہانتک کہ ناچتی ہے - ناچنا کیا ہے؟ بلاوجہ کودنا - بلاوجہ ہاتھہ پانون چلانا - پہر وہ گاتی ہے - وہ کیا ہے؟ بلاوجہ چلانا - اوسکے پیچھے چند بیحیا - اُس سے بھی زیادہ بیحیا - کھڑے ہین اور کمال بیٹھے جلتے ہین - تار لکڑی پر لگا کر اور تانبے پیتل کی رکابیان بجا کر غل مچاتے ہین - مگر تماشہ بینون کو دیکھیے کہ پسے جلتے ہین - لوٹے جلتے ہین مرے جاتے ہین - گھر کی خبر ہے نہ باہر کی نہ اسباب کی نہ زن و فرزند کی - کوئی چورا لیجائے - کوئی اوٹھا لیجائے - آخر آدمی مین حیا ہے؟ غیرت ہے؟ یہہ سب جو ایک دفعہ ملکر ایک عورت پر نظر بد کرکے

خواہشہاے نفسانی کا انبعاث کرتے ہین کیا اونکی حالت اون جانورون سے کم ہے
جو خاص حصہ مین سال کے بچہ پیدا کرنیکا سامان کرتے ہین - اگر وہ بہانڈ ہین - کیا
کررہے ہین ؟ کبہی عورتون کی نقل کرتے ہین - اور مرد ہوکر اپنے اوپر اس بیحیائی
سے بجہاتے ہین جو اونہین کا کام اور سخت لغو فعل ہے - کبہی بیہودہ باتین کرتے
ہین جنسے کوئی نصیحت پیدا نہین ہوتی - فرض کیجیے وہ تہیٹر ہے - وہ کیا ہے
ایسی ہی بیہودگی کے ساتہہ جہوٹے قصون کی نقل - کوئی جہوٹا بادشاہ ہے
کوئی جہوٹی بادشاہزادی - کوئی جہوٹا عاشق - کوئی جہوٹا معشوق - تہوڑی سی تہذیب
اوسمین بڑہادی گئی ہے جس سے بلاوجہ عمدہ نظر آنے پر ایک اور پردہ پڑجاتا ہے
تاہم جو نفع اوسمین خیال کیا جاتا ہے برابر اوس ضرر اور خرچ کے ہرگز نہین ہے جو اوسکے
لیے روا رکہے جاتے ہین - انکے علاوہ آرایش کے سامان - وہ تو انسے بہی بدتر
اور فضول تر ہین - مثلاً کمرے کی آرایش کی چیزین - چمنی پر بہت سے کہلوسنے
رکہے ہوے - کوئی سور ہے - کوئی ریچ ہے - کوئی بندر ہے - کوئی کتا ہے
کوئی بلی ہے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہہ کیا ہے - یہی جواب ہوسکتا ہے کہ
بلاوجہ عمدہ دکہلانا - پہر مسہریان اور چہپر کہٹ ہین - وہ کیا ہین چند ٹہٹری لکڑیان -
وہ ضرورت کی چیزین نہین ہین - اسلیے کہ جب آدمی صحیح ہوگا نیند ایسی صحیح آئیگی کہ حاجت
چہپر کہٹ اور مسہری کی نہین ہوگی - کرسی کا ذکر فضول ہے - یہہ بہی عمدہ دکہلانا
ہے یا نہین ؟ الغرض ہر چیز کو جب غور سے دیکہیے گا یہہ امر ایسا صاف معلوم ہوگا کہ

کہ حاجت دلیل باقی نہین رہیگی؟

وجود شیطان کا ثبوت بیان بالا سے۔

انتباہ ۔ مین پوچھتا ہون کہ یہہ افعال غیر ضروری اور اونکی ابتدا کیونکر ہوئی اور ابتدا ہوکر کیون ختم نہوے؟ جب خواہشون کے سوا اور کوئی بہڑکانیوالا نہین تہا۔ خواہشون کو ضرورت سے آگے کسنے بڑہا دیا؟ یہہ امور بہکانا ہین یا نہین کہ وہ چیزین جنمین نفع نہ تہا نفع کی ہوگئین۔ بدل اون کا اتنا بڑا بنگیا جسکی ضرورت نہین تہی۔ اتنا خوبصورت کر دکہلایا جو حقیقت مین نہین تہا۔

انسان کا شکرگزار نہونا۔

اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر آدمیون کو تو اپنا شکرگزار نہ پاویگا ۔ یہہ تو بڑے ہی غضب کی بات ہے حقیقت مین بہکانے کے انجام نے عجیب و غریب مضرتین پیدا کی ہین۔ بعض یہہ ہین۔ (۱) تمام جرائم زر و زن مین محدود ہین۔ اور چونکہ زر زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے وہ بہی اون مین شامل ہوگئی ہے۔ ان چیزون کے لیے جسقدر بے ایمانیان ہو رہی ہین اونکے شمار کی ضرورت نہین (۲) انسان فراہمی سامان دنیا مین اس عمدہ نمائی کی بدولت شیفتہ ہوکر ایسا منہمک ہوگیا ہے کہ اوسنے سب کام جنکے لیے وہ پیدا ہوا تہا (یعنی بندگی الٰہی) چہوڑ دیے ہین۔ اونکو فضول جانتا ہے۔ یعنی وہ چیزین جو عمدہ نہین ہین عمدہ دکہلائی دینے لگین جو چیزین عمدہ ہین غیر عمدہ دکہلائی دینے لگین۔ یہہ بہک جانا اور مبتلا بلا ہی سخت مضرت ہونا ہے یا نہین؟ (۳) یہہ انہماک اسقدر بڑہا کہ آدمی مادیکا ہوگیا اور یہہ خیال کر لیا کہ دنیا مین جو کچہہ ہے بذریعہ اسباب کے ہے۔ بہکانے نے اس

بات سے غفلت کرا دی کہ اسباب کسنے پیدا کیے ۔ اور اسباب مین ایسے اسباب کسنے پیدا کیے کہ مطالب حاصل ہوتے ہین اور نہین ہوتے ۔ اسلیے قدرت عطای نعمات کی کسکے ہاتھہ مین ہے ۔ یہ انہماک کتنا مضر ہے ؟ (۴) آخر کو اس انہماک نے یہہ نوبت پہونچائی کہ تمام ہمت درستی تدابیر مین مقصور ہوگئی ۔ اور یہہ امر مرتبہ ادعان کو پہونچ گیا کہ جب نتیجہ مطابق تدبیر کے نہین پیدا ہوتا تدبیر مین غلطی ہوتی ہے اسلیے ڈہونڈنا چاہیے کہ وہ کیا غلطی تہی ۔ ایک حد جو اس خیال مین صحت کی تہی وہ اسقدر بڑہی کہ اوسنے تدبیر مین حصول مقصود کو محدود کیا جو صریحاً غلط ہے ۔ مثلاً لڑائیون کا سامان ۔ چونکہ حالت قلوب انسان کے ہاتھہ مین نہین ہے اوسکے متعلق تدبیر کا بگڑنا غلطی تدبیر کا نتیجہ نہین ہے ۔ یا موسمون کا انسان کے بس مین نہونا اور اوسکی بنا پر ساری تدبیرون کا بگڑ جانا غلطی تدبیر کی نہین ہے ہم دیکہتے ہین کہ مینہ ایک طرح نہین برستا اس سے یہہ نتیجہ ہوا کہ معطی اور منعم تدبیر سمجہی گئی ۔ اور جب وہ منعم سمجہی گئی اصلی دینے والے کے نظر آنے سے آنکہہ بند ہوگئی ۔ جب ایسا ہو شکرگزاری خالق کی کہانسے آئیے ۔ عدم شکرگزاری جب اس صورت مین ہو کفر ہے ان سب امور کو ملا کر ملاحظہ فرمایئے کہ انہماک دنیا مین کیون ہے ۔ اور انجام اوسکا کفر ہے یا نہین ؟ اور شیطان کا کام کیا ہے ؟ یعنی صرف یہی کہ سامان دنیا کے عمدہ کرکے دکہلاتے دکہلاتے اور خواہشون کو بہڑکاتے بہڑکاتے خدا سے پہیر دیتا ہے ۔ اور وہ ذریعہ خدا سے پہیر لینے کا ہین ۔ تمام بیان نکات سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جب انسان خدا پر ایمان لائے اوسکو ایسا انہماک نہوگا ۔ جو ایمان نہ لائے اوسمین اس انہماک کی بڑہی

گنجایش ہوگی - اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چہوڑ رکھا ہے کہ اونکو اُسکاتا ہے - مگر یہہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان اوسکے بہکانے سے بری ہین وہ بہی شیطان کے بہکانے مین آیے ہوے ہین کیونکہ کوشش عام ہے تاکہ مسلمان بہی بہکتے بہکتے کافر ہوجائین - اسی لیے علمای دین ہمیشہ کوشش کرتے ہین کہ مذمت دنیا کرین اور لوگون کو اسکے ناجائز انہماک سے روکین - تنبیہ - شیطان کا عمدہ کردکہانا سامان دنیا کا ایسی دلیل ہے جو باوجود عقلی ہونیکے حق تعالی نے بتلائی ہے یعنی عقلی اور نقلی دونون ہے - چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ بعد سزا شیطان کو الزام دینگے تو شیطان بتلائیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - بات اتنی ہے کہ مین نے تمکو اپنی طرف بُلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا - (آیۂ سوم) غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شیطان موجود نہین ہے جو کچھ فسادات ہین اونکا باعث نفس امارہ ہے کسقدر غلط ہے اسلیے کہ جب نفس باعث فساد ہوکر سزا پایے تو وہ کسکو الزام دیسکتا ہے - ضرور نفس اور شیطان دو چیزین ہین اور معنی یہہ ہین کہ فعل انبعاث کا فاعل شیطان ہے اور انفعال نفس مین ہوتا ہے جسمین قابلیت انفعال اور قبول اثر کی موجود ہے -

نکتۂ دہم
عمدہ ہوجانا سامان دنیا کا ازدیاد نعمت بہی ہے -

نکتہ (۱۰) سامان دنیا کے عمدہ کرد کہلانے کی دوسری شق پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سامان دنیا کے عمدہ نظر آتے ہین انسان اونکو نعمت جانتا ہے اور بعض اوقات وہ ضروریات زندگی ہوکر حقیقی نعمت ہوجاتے ہین - اس ذریعہ سے اللہ تعالی کی نعمتون کی تعداد بڑھ گئی -

پس جیسے اظہار عورتین نافع تہا مگر بسبب اسکے کہ اوسکے وجود مین آنے سے ایک پہلو فساد کا بہی نکلتا تہا اللہ تعالی نے اوسکے متعلق وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نسبت ایسی شایٔ کے خلق کی جسمین دونون پہلو ہون نہوسکے۔ اسی طرح نعمتون کا تعدد نعمت تہا مگر اوسمین بہی پہلو فساد کا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے اونکی تعداد کو بہی اسطرح بڑہایا کہ نسبت خلق ایسی اشیاء کی جنمین دونون پہلو ہون نہوسکے۔ غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے انہماک کی برائی کو بہی کس خوبی سے بہلائی مین مبدل فرمایا ہے۔ اللہ اکبر۔ یعنی ان چیزون کے نعمت ہوجانے کے بعد بعض کو انمین سے حقیقی نعمت بنا دیا اور بعض کو نمائشی۔ مگر جب مانگو ہر طرح کی نعمت جو مل سکتی ہے مل جاتی ہے یعنی اختیار کے بنانے کے لیے ہر چیز مین تمکن وصول دیدیا ہے۔

نکتۂ یازدہم
آیات مذکورہ اول نظر مین باعث اعتراض معلوم ہوتی ہین غور کرنیسے وہی جواب ثابت ہوتی ہین۔

نکتہ (۱۱) جو کچہہ مین نے گذارش کیا ہے۔ وہ نتیجہ مختلف آیات کے ایک ساتہہ پڑہنے کا ہے شبہات شیطان بقول جناب شہرستانی ابتدا اختلاف عالم ہین۔ ابتداءً ان آیات کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اعتراضات وارد ہوتے ہین۔ اس ترکیب سے آیات مذکورہ کو پڑہکر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جواب اون اعتراضات کا ہین۔ پس یہ ہی بات ہے کہ ہر چیز مین اسقدر اخفا رکہنا اس ضرورت سے ہے۔ کہ دنیا جیسے امتحانگاہ ہونیکی حالت سے جبتک اوسکا وجود ہے باہر نہ نکل جاے یہ وقت کی ضرورت جسقدر مساعد ہوا اوسیقدر ظہور ہوا اور پہر ضرورت امتحانگاہ ہونے

کی اوسکے بعد ایسے حالات کو پیدا کرے کہ پہر اخفاء آجاے جیسے تیتر کی مثال مین گذارش کیا گیا۔

نکتۂ دوازدہم
جنت اور دوزخ موجود فی الخارج ہین۔

نکتہ (۱۲) اس بحث مین اللہ تعالی نے بتادیا ہے کہ جنت ہے جسمین بہوک پیاس کی تکلیف نہین۔ گرمی نہین۔ اور دوزخ ہے جسکے سات دروازے ہین۔ یعنی یہہ دونون جدا جدا موجود فی الخارج ہین۔ یہہ نہین ہے کہ جنت رضای الہی ہے۔ اور دوزخ غضب الہی۔ سزا اور جزا محض روحانی اور خیالی ہین۔ جدا کوئی چیز نہین ہے۔

نکتۂ سیزدہم
اعراف کا وجود۔

نکتہ (۱۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے ہماری ہدایت کو نہ مانا وہ لوگ داخل جہنم ہونگے جو لوگ ایسے ہین کہ اونپر امر ہدایت تمام نہین ہوا اونکا اس آیہ مین ذکر نہین ہے وہ اور آیات مین ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل اعراف ہین جنپر ہدایت کی تکمیل اسطرح نہین ہوی۔ اونپر کمال عدل سے اللہ تعالی اسطرح عذاب نہین فرماتا۔

نکتۂ چہاردہم
انسان و شیطان کا مجبور نہونا

نکتہ (۱۴) تمام بیان بالا سے جو نسبت انکار سجدۂ شیطان۔ و اکل گندم حضرت آدم بعد ممانعت کے ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مجبور پیدا نہین کیا تہا ورنہ انکار سجدہ سے ممکن نہوتا اسیطرح حضرت ابو البشر کو مجبور پیدا نہین فرمایا تہا ورنہ اکل گندم کے لیے ممانعت و عہد کی ضرورت نہوتی خصوصاً بعد ممانعت اکل گندم ممکن نہوتا اور اولاد حضرت ابو البشر مجبور پیدا

نہین کی گئی ورنہ امکان انکار وقبول ہدایت نہوتا۔

شبہات وجوابات۔

ذکر اعتراضات و جوابات

علامہ شہرستانی کا یہہ قول صحیح ہے کہ مجموع شبہات بعبارت مختصر سوالات شیطان کے ہین جنسے تمام مذاہب ضلال پیدا ہوے۔ مذاق زمانہ حال کے مطابق بعض شبہات مین ترقی ہوئی ہے اور وہ نئے معلوم ہوکر نیا اثر کر رہے ہین اسلیے وہ شبہات اور مذاق حال کے مطابق اونکے جوابات لکھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ حضرت آدم کا جنت سے آنا اور پھر وہین جانا ترکیب عالم کا لاطائل ہونا ظاہر کرتا ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ پہلے ہی حضرت آدمؑ جنت مین تھے بعد دنیا بھی جنت مین جائینگے پس اس ترکیب کی نسبت جو مشیت الٰہی مقتضی ہوی فائدہ کچھہ نہین ہوا۔

جوابات اجمالی۔

جواب۔ اسکا یہہ ہے کہ (۱) یہہ اعتراض نسبت حضرت آدم کے قابل جواب ہے نسبت بنی آدم کے پیدا ہی نہین ہوتا۔ (۲) حضرت آدم کی نسبت جواب یہہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ خلافت ارض کے لیے بناسیے گیے تھے تو اپنی خدمت پر اونکا جانا ضرور تھا۔ لیکن ہمیشہ اونکو حالت خدمت مین رکھنا اونپر بڑی سختی تھی

جواب تفصیلی متعلق ترقی عالم کے۔

(۳) یہہ ترکیب لاطائل نہین ہے اسلیے کہ دنیا مجموعی طور سے ترقی کر رہی ہے یعنی نہین اور جو کچھہ نہین سے پیدا ہوا جسقدر عمر مین دنیا کی طوالت ہوتی جاتی ہے ترقی مین افزایش ہوتی جاتی ہے (یہہ اصول جسکو زمانہ حال نے تحقیق کیا ہے ایک اصول صحیح ہے) انسان مین جو ترقی ہوی اور جو

ترقی ہونا باقی ہے تفصیل اوسکی یہہ ہے۔

پہلی ترقی مادہ خلقت حضرت آدم کی۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ حضرت آدم کس چیز سے بنے ہین اور کتنی مدت مین؟ ارشاد الٰہی یہہ ہے کہ مٹی کے گارہ سے (جو سوکھکر کھن کھن بولنے لگتا ہے) بنے ہین اور یہہ بھی ارشاد الٰہی ہے کہ وہ مٹی مٹی کا ست تھی۔ اور اوس مٹی کو چالیس صباح تک حق تعالیٰ نے تخمیر فرمایا۔ (خَمَّرْتُ طِينَةَ آدَمَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا) تب ارشاد ہوا ہے کہ اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی طرف منسوب کی۔ یہہ چالیس صباح ہمارے آپ کے دن نہین ہوسکتے۔ اسلیے کہ اونکا شمار آفتاب کے ایک طرف دکھلائی دینے نہ دینے سے ہوتا ہے۔ جو مالک آفتاب سے اوپر ہے اوسکا دن یہہ دن کیسے ہوسکتا ہے؟ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ جب ایک دورہ اوسکے تمام فلکیات کا ختم ہو وہ ایک دن قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ ہمارا دن برابر تمہارے ایک ہزار سال کے ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یعنی تمہارے پروردگار کے یہان تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کی برابر ایک دن ہے۔ اہل دین نے اوسکو روز قیامت سمجھا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہین ہے کہ قیامت کا دن ہی اتنا بڑا ہو اور دن چھوٹے ہون۔ کیونکہ یوماً نکرہ اور عام ہے۔ قید قیامت کے دن کی نہین ہے۔ اس طریقہ سے مدت تخمیر چالیس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس ارشاد کا صاف نتیجہ یہہ ہے کہ اتنی مدت مین مٹی کے ست نے تخمیر کے ذریعہ سے ایسی ترقی حاصل کی کہ اوسمین روح انسانی داخل ہوسکی۔ یہہ

ایک ترقی ہے جو اتنی مدت مین ہوی۔

دوسری ترقی مادہ خلقت آدمی کی۔

دوم۔ یہہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کو جنت مین تکلیف بہوک پیاس اور عریانی اور آفتاب کی نہ تہی اکل گندم سے عورتین پیدا ہوئین اور یہہ سب تکالیف عارض ہوگئین۔ اسمین امر اول قابل توجہ یہہ ہے کہ حضرت ابو البشر اگر جنت ہی مین رہتے ابو البشر نہوتے۔ امر دوم یہہ ہے کہ اکل گندم سے یہہ طریقہ جسم مین حضرت کے پیدا ہوا کہ کہانے پینے کے بعد فضلہ بنے اور نکالنا اوسکا ضروری ہو اور خون صالح جب زیادہ ہوجایے وہ مادہ خلق بنی آدم کا ہو جایے۔ چنانچہ عریانی کا ذکر اسکی دلیل ہے۔ کیونکہ بحالت ظہور عورتین عریانی بدچیز ہے۔ یہہ قوت تمتع کا بڑہجانا اور دوسری ترقی ہے جس سے وہ غرض پوری ہوی کہ انسان مین خلافت ارض اور اوس سے انتفاع کا تمکن حاصل ہو معلوم ہوتا ہے کہ توقف جنت مین (جس مدت کا ہو) اسلیے تہا کہ زمین اتنی ترقی کر چکے کہ حضرت ابو البشر کا مسکن ہو سکے۔

وہ ذریعہ جو ترقی کا خود انسان کے ہاتہہ مین ہے۔

سوم یہہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ دنیا مین چند روزہ مقام ہوگا اور بعد اوسکے جو اللہ تعالی پر ایمان لائیگا۔ وہ ایسی جنت مین جائیگا جسمین ہمیشہ رہیگا۔ جو کافر ہوگا وہ دوزخ مین جائیگا اور وہان ہمیشہ رہیگا۔ معنی یہہ ہین کہ اعمال نیک و بد کو ایک اثر خاص ہے جو جنت یا دوزخ مین جانیکی قابلیت پیدا کرتے ہین جسکی تشبیہ کہوٹا کہرا ہونے سے دیجا سکتی ہے۔ کالبد انسانی جیسے ظلوم

دوام پیدا کرنے کے لیے بوتہ مین ڈالا جاتا ہے تو کھوٹا صاف کھوٹا ہو جائیگا اور کھرا سکہ صاف کھرا نکل آئیگا - یا نسبت افعال بد کے مادہ آتشک سے کہ جب وہ مادہ بدن مین داخل ہو جاتا ہے آخرکار جذام پیدا کر کے تمام بدن کے خون کو خراب کر دیتا ہے پس جب ایسی حالت ہو جو آیندہ ترقی ہو گی وہ اس حالت کے ساتھہ ہو گی -

باقی ترقیات انسان جو مظروف ہے -

چہارم - یہہ کہ جس جنت کا ذکر حضرت آدم کی نسبت ابھی امر دوم مین کیا گیا اوسکا مقابلہ آیندہ کی جنت کے ساتھہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس جنت اور اس جنت مین فرق عظیم ہوگا - یہان حور و قصور اور فواکہ جنت سے تمتع کی قدرت ہوگی - اور احادیث نبوی صلعم سے معلوم ہوتا ہے کہ سکانِ جنت ہمیشہ جوانی کی حالت مین رہینگے یعنی اونمین تغیر نہین ہوگا -

پنجم - یہہ کہ جنت و نار اون لوگون کے لیے ہے جو دنیا کے بعد ان دونون مین سے ایک مقام کے اندر جائین اس سے ظاہر ہے کہ اولاد بنی آدم کی وہان پیدا نہین ہوگی -

امور سوم و چہارم کے ملانے سے تین قسم کی ترقی کا ہونا ظاہر ہوتا ہے - (۱) انسان مین جو طریقہ اجراے فضلات کا ہے اور جو مادہ اولاد پیدا کرنیکا وہ باقی نرہیگا یعنی وہ ترقی جو ایک ضرورت سے چند روز کے لیے دی گئی تہی اور مانع خلود تہی معدوم کیجائیگی - (۲) ایسا جسم انسان کو ملیگا جسمین قابلیت خلود اور ایک حالت پر رہنے کی حاصل ہو - (۳) اوسمین قوت تمتع باقی تہی رہے اور اوسمین یہ ترقی بہی

ہوکہ عادی ہوجانے سے جو لطف نعمتون مین یا ایذا تکالیف مین کم ہوجاتے ہین
وہ کمی نہو- بدستور رہے- یہہ تینون بہت ہی اعلیٰ درجہ کی تبدیلیان ہین اور بہت ہی
اعلیٰ درجہ کی ترقیان- کیونکہ اب ہماری حالت جسمانی یہہ ہے کہ ذراسی زیادہ
تغیر کا تحمل نہین کرسکتے- زیادہ سردی ہوجاوے یا زیادہ گرمی دونون حالت مین جسم مین
سے وہ ترقی جو مٹی کو جاندار بنانے سے اور وہ ترقی جو اوسمین قابلیت تمتع پیدا کرنے سے
ہوی تھی دفعتاً معدوم ہوجاتی ہے- یہانتک کہ دفعتاً خوشی یا دفعتاً رنج ہوجانے
سے بھی یہ ترقیان جاتی رہتی ہین- اور یہ بہت ہی برا سقم ہے-

ترقیات ارض یعنی ظرف کی

ششم- زمین کی بابت تحقیقات حال سے ثابت ہوگیا
ہے کہ وہ رفتہ رفتہ مگر بڑے زور کی ترقی کر رہی ہے- چنانچہ جن لوگون نے
اس بابت توجہ کی ہے وہ اسمین شک نہین کرسکتے چنانچہ معدنیات و جواہرات کی
ترقی ظاہر ہے- یہانتک کہ مٹی کا تیل اسی ترقی سے پیدا ہوا ہے- مین نے بمقام
آٹا ضلع جالون ایک کنوان کھدوایا تھا اوسمین بہت نیچی ایسی تہین نکلین کہ مٹی ابرک
اور ابرک کے ٹکڑے ہیرا ہونے والے تھے-

شرح فرق مدت ترقی مخلوق اول و آخر کی-

ہفتم ترقیات مذکورہ امر چہارم و پنجم کے لیے مدت مین فرق
ضروری ہے کیونکہ جو اجسام اوس حالت مین پیدا ہوے جب
خود زمین مین ایک درجہ کی ترقی تھی اونکو زیادہ مدت تک حالت ترقی مین زمین کے
ساتھہ رہنا لازم ہے- جو اوس مادہ ارض سے پیدا ہونگے جسمین ایک درجہ ترقی کا

بڑھ گیا ہے اوس سے کہ مدت تک اونکا زمین کے ساتھہ رہنا ضرور ہوگا۔ اس سے
یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ آخر مین پیدا ہونگے۔ وہ ترقی شدہ مادہ ارض سے پیدا
ہونگے۔ جو اول مین پیدا ہوے اوس سے کمتر قابلیت کے مادہ سے پیدا ہوے
یعنی جس مین قابلیت بگڑ جانے کی زیادہ تھی۔ اسی لیے آخر زمانہ کثرت ہدایت
یافتون کا زمانہ ہوگا۔ اول زمانہ قلت ہدایت یافتون کا تھا۔ اس تحقیقات کے مطابق
وجود شیطان نے یہہ کام دیا ہے کہ جب آدمی مین کھوٹا کھرا ہوجانے کا مادہ آجائے
تو کھرے مادون کا کھراپن صاف کردے۔ کھوٹے مادون کا کھوٹ ظاہر کردے
کیونکہ وہ مادہ آتش سے بنا ہے۔

موت کی ضرورت۔

ہشتم۔ اب تصفیہ کرنا چاہیے کہ روح اور جسم دونون
قابل ترقی ہین یا صرف جسم۔ ظاہر ہے کہ روح مین مادہ ارض نہین ہے۔ اسلیے قابل
ترقی صرف جسم ہے۔ جو لوگ زمین کے ذرون کو دونون جسم و جان کا مادہ سمجھتے ہین
وہ روح کو ارضیات مین سے کہہ سکتے ہین لیکن یہہ صریحا غلط ہے۔ (۱) اسلیے
کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ نتیجہ ایسی لغو چیز ہو کہ ہمیشہ اوسمین تغیرات تو ہون مگر تغیرات کا
نہ کوئی نفع ہو نہ غرض۔ حق تعالی نے اسی کی تردید فرمائی ہے کہ ہمنے عالم کو عبث
پیدا نہین فرمایا۔ (۲) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ وہی کیفیات باعث خلق ہون
وہی باعث فنا۔ ایک طرح کی کیفیات ذریعہ دو مختلف کیفیتون کے حصول
کا نہین ہوسکتین۔ اگر ہون یعنی اونہین اضداد کا خاصہ اجتماع ہوا ونہین کا افتراق تو یہہ

اجتماع نقیضین ہوا جو محال ہے۔

انتباہ اس مقام پر غور کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان مختلف خواص کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے جسنے روح کو بنایا اور یہہ طریقہ ایجاد فرمایا کہ کچھہ مدت کے لیے اجتماع اضداد ہو کر ایک قالب بنے اور وہ قالب مسکن روح ہو۔ اوس مدت کے بعد روح قالب کو خالی کردے اور مجموعہ اضداد بوتہ ترقی مین پڑے۔ اگر غور فرمائیگا صاف معلوم ہوگا کہ یہہ تاثیرین جو پیدا ہوئی ہین کہ وہی چیزین باعث خلق ہو جاتی ہین اور ایک مدت تک جسم کو ترقی دیتی رہتی ہین وہی چیزین انحطاط پیدا کرتے کرتے باعث فنا ہو جاتی ہین اوسوقت یقین ہوگا کہ کسی دوسرے مدبر کی تدبیر جو علاوہ اس خاصہ امتزاج کے ہے یہہ دونون کام کرتی ہے اور وہ مدبر یعنی قادر مطلق جو بلا اسباب بہی قدرت نمائی کرتا ہے ہر وقت موجود ہے اور اسطرحکی قدرت نمائی ہر وقت کر رہا ہے وہ لوگ بڑے دہوکے مین ہین جو ذرائع اظہار قدرت کو محض اسباب مین محدود کرکے اوس سے غفلت کرتے یا منکر ہوتے ہین۔

شبہہ نہو۔ کہ قواے جسمانی و عقلی دفعتاً اوس حد کمال پر جسے ہم دیکھتے ہین نہین پہونچتے اسلیے روح بہی قابل ترقی ہے۔ غلطی اس شبہہ مین یہہ ہے کہ اگر ارواح باعتبار اپنی نوعیت کے ایک مادہ قابل ترقی ہوتین جسم کے ساتھہ ترقی کرکے صرف اوسی قدر ترقی کرسکتین جسقدر جسم نے کی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ ترقی جسم کو ترقی عقل سے (جو ایک صفت روح کی ہے) کچھہ مناسبت نہین ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارواح ابتدا سے

بعض اعلی درجہ کی بعض اوس سے کم درجہ کی (الغرض متفاوت) پیدا ہوتی ہین اور ایک مادہ ترقی پذیر نہین ہوتین۔ صرف افعال کی ذمہ واری کا اونمین فرق پیدا ہوتا ہے۔ آئے یہ شبہہ اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ افعال روح کے جسم کے قوی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین جسم مین نمو بھی ہوتا ہے اور انحطاط بھی۔ اگر جسم کے ساتھہ ترقی ہوتی انحطاط بھی جسم کے ساتھہ ہوتا۔ اور جو افعال محض روح کے ہین جنکا بیان کیا گیا ہے صادر نہوا کرتے۔ یاد رہے کہ نمو اور انحطاط دو مختلف اغراض کے لیے ہین یعنی نمو خلق کے لیے کہ آدمی سے آدمی پیدا ہو۔ انحطاط اسلیے کہ روح کو جب نمو کا غلبہ جاتا رہے فرصت اپنے افعال کی ملے۔

الغرض۔ جب قابل ترقی صرف جسم ہو تو اوس ترقی کی حالت مین (جو اوس مادہ مین بلا توسط روح کے ہوتی ہے یعنی مادہ خلود پیدا کرینگی) جسم و روح کا ایک جگہہ رہنا بیفائدہ ہوگا بلکہ غایت انحطاط قالب کو ایسا کریگی کہ وہ قابل روح کے رہنے کے نرہے۔ اسلیے موت اور باعتبار دنیا کے فنا ہو جانا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ اصلی وجہ اوسکی یہہ ہو سکتی ہے کہ انسان اون تکالیف مین جو علاوہ نتائج افعال کے ہین نہ ڈالا جاوے۔ کیونکہ ترقی کی نوعیت پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعد تکالیف کے حاصل ہوتی ہے اور ہر جسم کیلیے عام ہے پس جنہون نے صرف افعال نیک کیے ہون اونکے لیے ہر تکلیف ظلم ہوگی جنہون نے افعال بد کیے ہین اون کے لیے وہ تکلیف تکلیف افعال کے علاوہ اور ظلم۔

طریقۂ ترقی جسم بعد موت کے

نہم - جب روح جسم سے علحدہ ہو جاتی ہے اوسکے بعد جو طریقے ترقیون کے معلوم ہوتے ہین وہ یہہ ہین اولاً فشار قبر ہوگا اور ایسا سخت کہ بہیجا سر کا ناخن پا سے نکل آیے فائدہ اسکا صاف یہہ ہے کہ جسم نچوڑا جاویے - آلایشین صاف کیجائین یعنی ست کاست نکالا جاویے - ثانیاً وہ کیڑون کے پیٹ مین چلا جائیگا - اور پہر وہ بہی مٹی ہونگے اور زمین مین دفن رہینگے - اور نیز وہ اثر ہوگا جو بیج کے زمین مین ڈالنے سے یا دواؤن کے گاڑنے سے ہوتا ہے - اور یہہ ترقی باعتبار نوعیت مادہ - باعتبار اثر افعال - باعتبار ترقی ارض ہوتی رہیگی -

انتباہ دفن جلانے سے بہتر ہے - کیونکہ اوسمین جسم بطور تخم کے مین ہین نہین رہتا - گو جلانا فشار کا مقابلہ کرے -

مقام جنت و نار اور ترقی ارض کی -

دہم - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ جنت یا دوزخ جنمین آدمی جائیگا کہان ہونگے - جو ارشادات الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ وہ یہی زمین ہوگی - اسی مین جنت اور دوزخ اور شیرین نہرین اور حور اور غلمان ہونگے مقام اوسکا چاہے آسمان ہویا اور کچھہ اور وہ ایسی ہو جاویے کہ اوسپر اطلاق آسمان کا ہو یا زمین کا - اسلیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ - یعنی ہم زبور مین بعد پند و نصیحت کے یہہ بات لکھہ چکے ہین کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہونگے بعد ذکر دخول اہل جنت کے جنت مین - فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ - یعنی اور کہینگے کہ خدا کا شکر ہے جسنے اپنا وعدہ ہمکو سچ کردکھایا اور ہمکو زمین کا مالک بنایا - اگر جنت اور دوزخ زمین مین نہوتے یہہ ارشاد نہوتا - بنسبت زمین کے فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا - معنی یہہ ہین کہ زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ اوسکے اثقال اندر سے باہر نکل آئین - جسکی مثال دودہ کا بلونا ہے - جب دودہ بلویا جاتا ہے اور اوسکو دیر تک شدت سے حرکت دیجاتی ہے مکھن اوپر آجاتا ہے زمین کے اندر اسوقت جو جو چیزین مخفی ہین اونکی تعداد بیان کرنا دشوار ہے - چنانچہ معدنیات اور جواہرات ایسے مخفیات ہین جو سب کو معلوم ہین - لیکن وہ چیزین جنکی تاثیر یہہ ہے کہ مٹھائی اور کھٹائی اور مختلف رنگ اور رنگون مین اختلاط اور خوشبو کی چیزین پیدا کرین اونکے مادے معلوم نہین - ان سب چیزون اور مادون کو زمین اوگل دیگی اور وہ اندر سے باہر آجائینگی - اثقال کو صرف آدمیون کا جسم سمجہنا صحیح نہین - یہہ بھی ثقل ہے اور اور بھی - اوسوقت تصور فرمایئے کہ زمین کی کیا حالت ہوگی - ایک طرف ان سامانون کا ظہور ہوگا جن سے اب بھی روح تازہ ہوجاتی ہے - یعنی معدنیات - جواہرات - خوشبوئین - زمین کے خزانے - دوسری طرف اون سامانون کا ظہور ہوگا جنمین سے ایک وہ مادہ ہے جس سے وہ حشرات الارض پیدا ہوتے ہین جنکے ڈنک مین ایسا زہر ہوتا ہے کہ جسم مین آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے - چنانچہ آگ جوالامکھی پہاڑون مین ظاہر ہوتی ہے - اسوقت ان چیزون کے انحصار کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ زمین ان چیزون کے متعلق

ترقی کررہی ہے - پس یہہ ترقی جب حد کمال پر پہونچ جائیگی اوسوقت زمین استقدر ہلائی جائیگی کہ سب چیزین اوسکے باہر آجائین - قیامت کا طول اور آفتاب کا قرب اسلیے ہوگا کہ ہر چیز مین سے وہ سقم جو اندر رہنے سے باقی رہا تھا نکل جاوے - وہی دوزخ اور جنت ہوگے

ان سب امور کے ملانے سے ظاہر ہے کہ (۱) وہ جنت جسمین حضرت آدم تھے اور جنت تھی جسمین بعد موت کے جائینگے اور جنت ہوگی - (۲) ان ترکیبون سے کہ حضرت ابو البشر دنیامین آئے ایک ترقی ہوی - بعد موت ایسی بڑی ترقی ہوگی جسکی کچھہ انتہا نہین یعنی ظرف اور مظروف دونون ترقی کرجائینگے - یہہ جملہ امور بیفایدہ نہین ہین - عجیب و غریب حکمتین اور صنائع قدرت الہی کی ہین - یہہ سمجھنا نہین چاہیے کہ حیات دنیامین ہماری ترقی ختم ہوگئی اور ہم بن چکے - ختم تکمیل خلق وہ ہوگا جب قیامت کے لیے زندہ ہونگے - پس مشیت الہی اس غرض سے مقتضی تقرر قاعدہ موت و قبر و بعثت و قیامت کی ہوی ہے کہ وہ اعلی فائدہ کی مشیت ہے اور کمال عنایت جس سے زیادہ کوئی عنایت نہین ہوسکتی -

طول مدت خلاف ارشاد الہی نہین ہے -

شبہہ نہو کہ یہہ مدت خلاف ارشاد الہی ہے یعنی اسد تعالی فرماتا ہے کہ جب اسد کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ ہوجاوے ہوجاتا ہے - اسلیے کہ خود اسد تعالی اپنے طینت حضرت آدم کو چالیس صباح تک تخمیر کرنا فرمایا ہے اور سات دن مین اس کارخانہ کا پیدا کرنا فرمایا ہے - یہہ دونون ارشاد متناقض نہین ہین اسلیے کہ معنی آیہ کن فیکون کے یہہ ہین کہ اسد تعالی جیسا ارادہ فرمایے

وہی امر مطابق ارادہ الٰہی کے فوراً ہو جاتا ہے۔ جب ارادہ الٰہی متعلق پیدا کرنے ایک
حالت کے ہو وہی فوراً پیدا ہوگی۔ جب دوسری حالت کے متعلق ہو وہی فوراً پیدا
ہوگی۔ تناقض اوسوقت ہوتا جب ارادہ الٰہی ترکیبون سے اور اسباب سے خالی ہوتا۔
الغرض ہر حکمت ایک ارادہ ہے۔

بیان شریعت کہ عذاب قبر ہوگا خلاف وجہ موت کے نہین ہے۔

شبہہ نہو کہ شریعت مین ثابت ہے کہ تعلق جسم اور روح
مین باقی رہیگا اور ذریعہ عذاب قبر یا راحت قبر کا ہوگا۔ اس لیے
کہ ہماری غرض اوس تعلق سے ہے جو حالت حیات مین ہے
ایک قسم کا تعلق ضرور ہے۔ (۱) وہ بہی اگر باقی نرہے لازم آئیگا کہ روح بہی فنا ہوجاے
اسلیے کہ ادراک کا انعدام حقیقت مین موت ہے۔ کیونکہ جب جسم مین صرف روح اور جسم
دو جزو ہون ادراک روح کی ایسی صفت ہوگی جو اوسکی ذات مین داخل ہو۔ (۲) اگر تعلق
مطلقاً سلب ہو جاے تو لازم آئیگا کہ روح نے جو افعال صادر کرا کر ذمہ داری حاصل
کی ہے اور بطور لزوم کے اپنے اوپر ایک حالت دوامی عارض کر لی ہے وہ حالت ساقط
ہو جاے۔ یہہ خلاف لزوم کے ہے۔ (۳) اگر تعلق مطلقاً سلب ہو جاے اوسی
روح کا اوسی جسم مین آنا بلا وجہ ہوگا۔ ہماری غرض یہہ ہے کہ ایک تکلیف یا راحت تو
بسبب اعمال کے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تکلیف وہ ہے جو ترقی کے لیے ہر جسم کو عارض
ہوتی ہے جسمین راحت شامل نہین ہے۔ پس اس لیے کہ تکلیف راحت مین یا تکلیف
پر تکلیف عارض نہو جدائی روح و جسم مین پیدا کی جاتی ہے۔ اور ایسا تعلق باقی نہین

رکہا جاتا کہ سوای اون نتایج کے جو لازم ہوگیے ہین اور نتیجون کا انفعال جسم و روح مین
باقی رہے - مثال اس قطع تعلق کی عمل جراحی ہے جب وہ اوس حالت مین کیا جاے
جب آدمی بیہوش کر دیا گیا ہو - حالت بیہوشی مین بہی ایک طرح کا ادراک تکلیف کا ضرور ہے

عذاب یا راحت قبر کے بعد جنت و دوزخ کی ضرورت مرتفع نہین ہوتی -

شبہہ نہو کہ - بعد عذاب یا راحت قبر کے ضرورت عذاب
نار یا راحت جنت کی باقی نہین رہے اسلیے کہ تکلیف یا راحت کو
مجموعہ جسم و روح نے پیدا کیا تہا - اب اونمین ایک نوع کا تعلق ہے پورا تعلق نہین -
پس جبتک وہ بہرپور تعلق حاصل نہ کرین پورا تمتع راحت کا نہین کر سکتے - اسی طرح اونکو
پوری سزا نہین ہو سکتی -

اجسام انبیاء کی حالت کا استثنار -

یہہ بہی شبہہ نہو کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام
انبیاء و اوصیا ایک حالت مین رہتے ہین جیسے مرے تہے ویسے
ہی - یہہ تغیر نہین ہوا - اسلیے کہ ہر ترکیب کا ایک طریقہ اور قاعدہ ہے جو بغیر ضرورت
کے توڑا نہین جاتا - پس یا یہان وہ قاعدہ بطریق اعجاز توڑا جاتا ہے - جیسا کہ جناب
رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت ثابت ہے کہ جناب ممدوح اوسط اندام تہے مگر ہر لنبے
آدمی سے اونچے معلوم ہوا کرتے تہے - اور اونکے سایہ نہ تہا یعنی جسم ابتدا سے خاص
نوعیت کا بنا ہوا تہا - یا اونکے اجسام مین بسبب تاثیر اعمال خیر کے وہ خاصیت پیدا ہوتی
ہے کہ ایسا تغیر ہو جو معلوم نہو - یا اونکا جسم اسقدر زیادہ مبتلای آلام دنیا ہوتا ہے
کہ وہ حالت دنیا مین حاصل ہو چکے جسمین فشار ضرور نہو اور صرف زمین مین رہنے سے خلود

پیدا ہو۔ یعنی ایک طرف جسم اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے تغیر مین حالت کی ترقی قبول کرے دوسری طرف سخت تکالیف دنیا مین ہتا ہے۔

ڈارون صاحب نے آخر ترقی کو نہین بتلایا۔

توضیح اول ڈاروِن صاحب نے جو ایک بڑی طویل تحقیقات کے بعد یہہ امر ثابت کیا ہے کہ ہر چیز عالم مین بذریعہ ایسے تغیر کے جو ترقی کی طرف منجر ہو پیدا ہوی ہے یہانتک کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ ایسا امر ہے کہ حیرت مین ڈالتا ہے۔ اونھون نے یہہ غلطی کی ہے کہ روح انسانی کو ترقی یافتہ روح حیوانی سمجھا ہے۔ حیوانون مین جو طریقے ترقی جسم کے اونکو عملاً معلوم ہوئے ہین وہ عمل انسانی کا اثر ہین اور جو ترقی عقل کے معلوم ہوئے ہین وہ تعلیم انسانی کا۔ علاوہ برآن وہ نہین بتلا سکتے کہ انتہای ترقی بنی القردہ کیا ہے۔ ان دونون امر کو اللہ تعالی نے بتلا دیا ہے کہ انسانی روح ہماری طرف منسوب ہے اور جسم انسانی صرف تخمیر سے بنایا گیا ہے یعنی انسان بنی القردہ نہین ہے۔ چونکہ روح منسوب الی اللہ ہے اوسکا اثر جسم پر یہہ ہے کہ آخر کو وہ مادۂ بقا پیدا کرا دیتی ہے اور منتہاے کمال یہہ ہوتا ہے کہ اوسمین ترقی کی گنجایش باقی نہین رہتی۔ اور موت بند ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ذریعہ انعدام ترقی کا ہے۔ ڈاروِن صاحب نے یہہ تو نتیجہ نکالا کہ یہانتک ترقی ہو گئی کہ جمادات نباتات اور وہ حیوانات اور وہ آدمی ہو گئے مگر یہان پہونچکر رہ گیے کہ پھر آدمی کا منتہاے ترقی کیا ہوگا۔ اونکے اصول کے مطابق یہی لازم آتا ہے کہ آخر کار سب مخلوق آدمی ہو جائین اور آدمی ہوکر بعد منتہاے ترقی کے ترقی بند ہو جاے اور یہی خلود ہے۔

یہہ اعتراض کہ مردم خوارون کا جسم کہان سے آیگا وارد نہین ہوتا۔

توضیح دوم - جن لوگون نے بنی آدم کے دوبارہ جسم سابق پہنکر اوٹھنے پر ایسی حالتون سے اعتراض کیا ہی کہ جو آدمی آدمیون کو کہا جائین تو دونون کا جسم کیسے جدا ہوگا وقس علی ہذا غلط اعتراض ہے - اسلیے کہ جسم کا جب ست نکالا جاے اور پہر وہ بطور تخم رکہا جاے اور پہر ست ملاکر جسم سابق مع التغیر پیدا کیا جاے تو یہہ اعتراض وارد نہوگا۔ انسان ہڈیان نہین کہاتا - اور جانورون مین کمتر ایسے ہین کہ ہڈیان کہا جاتے ہین اونکا [illegible] الجسم ثابت نہین واگر ہو وہ بہی اسی طرح ہوگا کہ جسم انسان کے بننے مین [illegible] [illegible] ض کی تردید کریگا۔

یہہ شبہہ اسلیے غلط ہے کہ وجہ ماہیت اشیا کا سوال ہے

توضیح سوم - آگے [illegible] کہ علم وجوہ ماہیت اشیا قوت بشری سے باہر ہے - اور یہہ اعتراض [illegible] ایسے ہی اعتراضات اصل مین اسلیے غلط ہین کہ متعلق استفسار وجوہ ماہیت کے ہین [illegible] اوسکے نہ سمجہنے سے پیدا ہوتے ہین - مثال اونکی یہی ہے کہ روٹی باورچی کو نہین جان سکتی اگر روٹی باورچی پر اعتراض کرے غلط ہوگا - اسی لیے خوض ایسے امور مین [illegible]

علماء دین کا جواب شبہہ مبحوث عنہ کا۔

توضیح چہارم - علماء دین نے اس شبہہ کا یہہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت مین باستحقاق جانا ہوگا اور فضل استحقاق معلوم ہے -

یہہ بہی عمدہ جواب ہے مگر میرا عقیدہ یہہ ہے کہ ہم بندہ محتاج ہین کوئی حق ہمارا نہین **شعر**

بے سنت و بے سوال و بے استحقاق		دیتا ہے جو سب کو یا الہی تو ہے	

یہہ ترقی نیچر کی بغیر وجود خدا کے نہین ہے۔

توضیح پنجم - ان صنائع بدائع الہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہہ سب تدابیر اور طریقے خلق کرنے اور مخلوق کے اقصار غایت کمال پر پہونچانے
کے اللہ تعالی کے ہین۔ انکا نام نیچر رکھنا فاحش غلطی ہے۔ اسلیے کہ ترقی کرنے والے نیچر
اپنے نیچر مین تابع ترقی دینے والے کے ہونے چاہییے۔ ترقی تغیر ہے۔ اگر نیچر قدیم اور قائم
بالذات ہوتی متغیر نہوتی۔ غور کرنا چاہیے کہ نیچر جب مدبر اور ترقی کرنیوالی مانی جاوے وہ ہر احد
کے لیے خاص ہوگی۔ پس یہہ نیچر کیونکر ہوسکتی ہے کہ ہر چیز کے ساتھہ بدلا کرے۔ اگر نیچر کو
ایک تسلیم کر لیا جاوے تو اشیاء مضاد کا خلق اوس سے محال ہوگا۔ اگر وہ قادر مطلق کا دوسرا
نام ہے تو نیچر میں وجود قدرت مطلق کا کوئی نہیں مان سکتا کیونکہ اوس نیچر مین نیچر کے خلاف کرنیکی
قدرت خلاف بداہت ہے۔ عدم قدرت ماننا بہت ہی ادنی درجہ کے خدا کا ماننا ہے۔ نعوذ باللہ

انسان کا برا ہو جانا خلاف ترقی نہین ہے۔

توضیح ششم۔ دنیا جب اسقدر ترقی کرنیوالی چیز ہے۔ تو انسان
کا برا ہو جانا خلاف ترقی نہین یعنی ترقی اوس حالت کے متعلق ہے
جسمین انسان کے افعال کو دخل دیا گیا ہے۔ یہہ معنی ترقی کے نہین ہین کہ باعتبار تکلیف
و راحت ترقی صرف راحت کی ہوتی ہے اسلیے کہ لوہے کی ترقی اوسی حالت کی ترقی ہے
اور جوہر کی اوسی حالت کی۔ انسان جس نوع کا اپنے آپ کو بنالے اوسی حالت نوعی مین
ترقی پذیر ہوگا۔

قیامت کے طول کی وجہ اور قرب آفتاب کی۔

توضیح ہفتم چونکہ آفتاب اسوقت دور ہے۔ وقت قیامت قریب ہو
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی زمین کے اندر رہنے سے ہو
گو لازمی ہو دیر طلب چیز ہے جو بیرون مین ہوتی ہے وہ اسکے خلاف ہے۔ اسی لیے ہم

کی قلیل ہے - جب مادہ خلود پیدا ہوگا اوسکی تکمیل جو اوسکا ہوگی بذریعۂ مدت قیامت و قرب قیامت کے ہوگی - یہہ نہین ہے کہ اسد تعالی نے بلاوجہ اسباب تکلیف و عذاب پیدا فرمائے ہین بلکہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف ترقی کے اسباب پیدا کیے ہین دوسری طرف مدت امتحان کو قلیل کر دیا ہے - افسوس ہے کہ بعض لوگ طبیعت کے (نیچر) خدا ہونے کے قائل ہوے بعض آفتاب کے -

جناب رسول خدا کے ان نکات کو بطور ڈرانے کے بیان کرنے کی وجہ -

توضیح ہشتم - ان سب امور سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اون لوگون کا خیال جنہون نے تکلیف و راحت کو محض خیالی قرار دیا ہے کسقدر غلط ہے - جب تمام زمین اپنی اچھی بُری سب چیزون کو باہر نکال دے غور کرنا چاہیے کیا حالت ہوسکتی ہے ضرور ایک طرف جنت ہوگی ایک طرف دوزخ - اوسمین جب ہمارا جسم قابل تمتع ہو ضرور مبتلای تکلیف یا متمتع براحت ہوگا - اس سے یہ خیال بعض لوگون کا کہ جناب رسول خدا صرف ڈرانے والے تھے یا خوشخبری دینے والے کسقدر غلط ثابت ہوتا ہے - یقیناً وہ واقعی چیزون کی خوشخبری دیتے تھے اور واقعی چیزون سے ڈراتے تھے - اس مقام پر خیال فرمایے کہ لوگون سے خداوند عالم کی تراکیب ترقی بیان کرنا اور ایسے لوگون سے جنسے عرب کا ملک بھرا ہوا تھا بہتر تھا یا ان چیزون کا اوس رنگ سے بیان کر جانا جس رنگ سے کیا گیا بہتر تھا - اگر اون سے اس طرح بیان کیا جاتا نہ وہ سمجھتے نہ کچھہ فائدہ ہوتا -

ترقیان بذریعۂ تغیر کے ہوتی ہین

توضیح نہم - ترقی کے مدارج پر غور کرنیسے پایا جاتا ہے کہ وہ بذریعۂ

تغیر کے ہوتے ہین - اور تغیرات اسطرح واقع ہوتے ہین کہ جب ایک حالت بقدر ضرورت انتہا
کو پہونچ جاے بدل جاسیے دوسری حالت اوسی ذریعہ سے پیدا ہو جاے - مثلاً پانی
برساکرتا ہے اوسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پہر سردی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پہر
گرمی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - اور یہہ ایک ہی دفعہ ہو کر ختم نہین ہو جاتا - بار بار
اسکی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالی نے ہر چیز مین یہہ ترکیب اس عالم فانی کے
لیئے رکھی ہے کہ جب بقدر ضرورت کمال ایک ترکیب کا ہو جاے ویہی اوسکا زوال اور ختم
ہو - یہہ نہین ہے کہ ترقی ہونے سے لازم آتا ہے کہ جو حالت ایک دفعہ گذر لی پہر نہو
اسکے مصالح عجیب ہین جنکے یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین -

ترقی کے متعلق حق تعالی پر الزام نہین ہے -

توضیح وہم - مادہ کے متعلق بہی الزام ذات اقدس ایزدی پر نہین آسکتا - اس لیے کہ (۱) بنی نوع انسان بنی آدم ہین اونکا مادہ اتنا تیار کیا گیا تہا کہ وہ سہو پر قصور کے لیے مدتون رویا کیئے تا بسی صد سال آدم گریہ کرد - اونکی اولاد سے جو اونکے صلب سے پیدا ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اگر سہو سے قصور کرین اور عمر وفا کرے ہزار برس ایک قصور پر روئین - اور دیدہ و دانستہ تو کبہی گناہ کے پاس نہ جائین - چونکہ مادون مین ترقی کا اصول مانا ہوا ہے یہہ اولٹی ترقی کیسی ہو سکتی ہے کہ دیدہ و دانستہ گناہ کرین اور اوسپر بجاے منفعل ہونیکے ٹرائین اور ٹرا تے ٹراتے خدائی کا دعوی کرین - (۲) شیطان ہین جو مادہ بہڑک اوٹہنے کا تہا اوسکا علاج خداوند عالم نے اوسکی مشق عبادت کے ذریعہ سے فرمایا - بنی آدم مین جو ایسا مادہ ہے

اوسکا علاج بذریعۂ ولادت یعنی حضرت آدم کے ذریعہ سے پیدا کرنیکے کر دیا۔ (۳) باوجود
تفاوت قابلیتون کے کہ بعض آدمیون مین بھلائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی۔
بعض مین برائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی ہے قصور مادہ کا نہین ہے کیونکہ
(۱) ہر شخص مین فہم و ادراک ہے اگر قصور مادہ کا ہوتا فہم و ادراک کا مادہ نہوتا۔ (۲) ہر قابلیت
کے آدمی سے اچھے اور برے افعال صادر رہتے ہین اگر مادہ کا قصور ہوتا ان دونون
مین سے ایک پر انسان مجبور ہوتا۔ (۳) طینت آدم مین روح ڈالی گئی ہے اور وہ حاکم
ہے اور افعال کا نتیجہ تکلیف یا راحت ہے معنی یہہ ہین کہ افعال مادہ پر اثر کرتے ہین
مادہ باعث صدور افعال نہین ہے بلکہ روح ہے حقیقت یہہ ہے کہ مادہ مین وہ تفاوت
ہے جو عمدگی مین محدود ہے کوئی زیادہ عمدہ ہے کوئی کم ایسا مادہ انسان کا کہ اوسے
برا کہہ سکین ہرگز نہین ہے۔ افعال کے اثر سے کم عمدہ زیادہ برے ہوجاتے ہین۔
زیادہ عمدہ برے نہین ہوتے یا کم برے ہوتے ہین اور اسلیے وہی ذمہ دار ہوتے ہین
خداوند عالم نے (چونکہ کمال مرتبہ مین رحیم ہے) قواعد ایسے نرم اور آسان بنائے ہین
کہ جملہ مادون کو حاوی ہون۔ اور اونکی مختلف ضرورتون کو رفع کرین جیسے قواعد نکاح
اباحت محدود ات غسل و تیمم۔ ان سب پر عفو و غفران۔ اسی لیے محققین علماء کا یہہ
قول ہے کہ لواحق کے وجود مین سوابق کو دخل ہے اور شر شیطان بعد کی بات ہے
جس وجہ سے ذات خداوند عالم پر الزام خلق شر کا عائد نہین ہوسکتا۔ تفصیل اسکی مقام مناسب
پر کیجائیگی۔ یہان مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ اختیار اختیار نہوتا اگر اوسمین وسعت نہوتی۔

اوسمین یہہ وسعت بہی ہے کہ مختار کے افعال موثر ہون۔ پس یہہ تاثیرات ہمارے
افعال کے ہین اور معنی یہہ ہین کہ ہم اپنے افعال سے جنکی قدرت اللہ تعالی نے کمال
عنایت کی وجہ سے دی ہے۔ اوسکو الزام دیتے ہین اور عنایت کی عوض بجای شکر
کے شکایت کرتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ عالم مین شر زیادہ ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جو طریقہ عالم کے ایجاد مین اختیار
کیا گیا اوسمین شر زیادہ ہے اسلیے بہتر نہین کہا جا سکتا۔ باب
دوم کے شبہہ اول مین جواب اس شبہہ کا باعتبار دین بہی دیا گیا ہے۔ چونکہ یہان آیات
کلام مجید کی نقل کے بعد جواب اس شبہہ کا دیا جاتا ہے اس لیے باعتبار اون نکات
کے بحث کیجاتی ہے جو ابہی بیان کیے گیے۔

شر انسان کا خود فعل انسان سے بنا

جواب (۱) انسان کا یہہ شبہہ کرنا ابتدا سے غلط ہے اسلیے
کہ معنی اس شبہہ کے یہہ ہین کہ وہ اپنے افعال سے اللہ تعالی پر اعتراض کرتا ہے۔
کیونکہ اللہ تعالی نے نوع نوع کی مخلوق پیدا کی انسان کو تمام انواع سے افضل بنانا چاہا
دنیا کو اوسکے لیے امتحان گاہ بنایا جو ذریعہ حصول فضل کا ہے صاحب فضل کے ساتہہ
وجود مفضول لازم ہے اور امتحانی فضل کے لیے کثرت ناکامون کی۔ چونکہ یہہ امر
ایک طرف نہایت اعلی درجہ کا تہا دوسری طرف اوسمین ضرر تہا۔ ہر مخلوق کے مادہ سے
پوچہا کہ اس نوع کی مخلوق کون بننا چاہتا ہے سب نے انکار کیا انسان کے مادہ
نے اقرار کیا۔ اسلیے اللہ کا فعل اچہا بنانے کا ہے ہمارا فعل برا بن جانے کا۔ پس

برائی اگر زیادہ ہے ہمارے سبب سے ہے - بھلائی اگر زیادہ ہے اوسمین مدد الہی کو ہمارے افعال کے ساتھہ دخل ہے -

شر شیطان کا متعلق خلق انسان کے قلیل ہونا -

(۲) انسان مین اول وہ قوت جسکا انبعاث بذریعہ اکل گندم واغوای شیطانی کے ہوا متعلق عورتین کے ہے - اسکے متعلق جب خیال فرمائیگا تو معلوم ہو گا کہ اس فریعہ سے خیر زیادہ ہے شر ہرگز زیادہ نہین - غالباً کوئی بشر شک نہین کرسکتا کہ خیر نسبت شر کے بہت زیادہ ہے اور گویا کہ حد سے زیادہ ہے مقابلہ کیلیے اولاد زنا اور اولاد حلال پر خیال فرمایئے - شریعت نے عقود نکاح کفار کو جائز قرار دیا ہے اور اسلام نے کیا عجیب کوشش فعل مذکور کی بُرائی سے علیحدہ کرنے کے لیے کی ہے - سبحان اللہ -

شر شیطان کا متعلق غصہ کے کم ہونا -

(۳) اور قوتین جنکا انبعاث بذریعۂ اغوائے شیطانی کے بنی آدم مین ہوتا ہے (حضرت ابو البشر اوس سے پاک ہین) اوسمین بڑی چیز غصہ ہے - اوسکو حساب کیجیے کہ برمحل کسقدر آتا ہے اور بے محل کسقدر - کیا ہر وقت انسان سب بے موقع لڑا کرتا ہے ؟ ہرگز نہین - اوسنے جو غیرت کا مادہ پیدا کیا ہے وہ کسقدر عظیم المرتبہ چیز ہے - بہت سے زن و مرد مین وہی باعث اجتناب قبائح ہے -

شر شیطان کا متعلق سامان دنیا کے کم ہونا -

(۴) اسکے بعد وہ چیز جو بذریعہ اغواے بنی آدم پیدا ہوی ہے (حضرت آدمؑ اس سے بھی پاک ہین) وہ سامان دنیا کا عمدہ کرکے کھانا ہے اوسکے اندر بھی خیر زیادہ ہے - اسلیے کہ وہ سامان کہ جو بعد اس پسند کے پیدا

ہوتے ہین (اور ایسے ہوتے ہین کہ اگر یہہ نہ ہوکر اور پسند نہوتے تو پیدا نہوتے) ضروریات
زندگی مین داخل ہوکر اس پسند کو قبیح سے حسن بنا دیتے ہین - جیسے نہر اور ریل - اور تار
اور بہت سی دوائین - اور بار جیات - اور ظروف وغیرہ وغیرہ - ان چیزون مین اون اسباب
کو جو باعثِ آرام وراحت ہین ضروریات زندگی مین بقدرِ ضرورت زندگی داخل فرمایے -
پس وہ سب چیزین جو ان دونون تفریقون مین داخل ہون مباح ہین - اون کا مقابلہ باعتبار
تعداد کے اشیاء غیر مباح سے فرمایئے - یعنی آلات لہو لعب کو آلات و سامان اکل و شرب
و سامان ملبوسات سے مقابلہ کیجیے اور تسکین فرمالیجیے کہ اس ذریعہ سے خیر بنسبت شر کے
اسقدر زیادہ ہے کہ کوئی نسبت نہین - اسی ذریعہ سے نعمات کی تعداد بڑہ گئی ہے
اور تعداد امور باعث شکر اور شکر گزارون مین شکر - یہہ کیسی بڑی خیر ہے -

شر شیطان کا متعلق کفر کے کم ہوتا -

(۵) کفر کا شر اس عالم مین باعتبار دین کے بہت زیادہ ہے
لیکن وہ بسبب شیطان کے نہین ہے - اسلیے کہ حق تعالی نے
صاف فرما دیا ہے کہ شیطان بعد اختیار کفر کے کافر کو حالت انبعاث مین کہتا ہے -
پس یہہ شر نتیجہ خلق شیطان کا نہین ہے - البتہ شیطان اغوا کرتا ہے - ظاہر ہے کہ
اغوا بعد پیدا ہوجانے قابلیت قبول غوایت کے ہوسکتا ہے - اسپر بہی یہہ امر کہ دنیا
مین کفار کی تعداد زیادہ ہے قابل بحث ہے - اسلیے کہ خلق عالم اولاً بذریعہ حضرت
آدمؑ ہوی - پہر بعد حضرت آدم کے کوئی زمانہ خلیفۃ اللہ فی الارض سے خالی نہین رہا
اور ایک زمانۂ دراز کی بابت خبر دی گئی ہے کہ وہ ہدایت کا زمانہ ہوگا - اور بتلایا گیا ہے

کہ وہ زمانہ گمراہی سے بہت زیادہ طویل ہوگا۔ پس زیادتی تعداد کفار کی صحیح نہین ہے سلسلۂ ترقی کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسانون مین جہالت زیادہ تھی۔ اور اسلیے خونریزی اور فسادبھی۔ جہالت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے جسکے ساتھہ خونریزی و فساد بھی اب بہت کم ہوگئے ہین۔ آئندہ ترقی یہی ہوسکتی ہے کہ رائین اسقدر صحیح ہوجائین کہ غلطی نکرین۔ اس ترقی کے لیے ابھی بہت وقت درکار ہے۔ خصوصًا رائے صحیح کے مطابق قوت عمل پیدا ہونے مین۔ جب آرا مین صحت آجائیگی وہ زمانہ زمانہ ہدایت کا ہوگا اور جب مطابق رائے صحیح کے ہمیشہ افعال صادر ہونگے وہ زمانہ انتہائے ترقی اور ختم دنیا کا ہوگا۔ لیکن جب ترقی موجودہ اتنے زمانہ دراز مین ہوئی تو ترقی باقیماندہ یقینًا زمانہ دراز ترین ہوسکتی ہے۔

جان و مال کے شر کا اتنا شر نہونا جتنا خیال ہوتا ہے۔

(۶) خونریزی کا اعتراض دلون مین ہے۔ اوسمین یہہ غلطی شامل ہے کہ لاکھون بندے اگر مرجائین۔ یا مال اونکا جاتا رہے یا قتل ہوجائین۔ اسد تعالی کے لیے وہ یقینًا برائی نہین۔ بندون کے لیے بھی وہ حقیقت مین اتنی برائی نہین جسقدر خیال کیجاتی ہے۔ (واضح رہے کہ بدلا اور جزا مطابق خیال کے عنایت ہوتا ہے) کیونکہ جو ضرر ان تینون صورتون مین پہونچتے ہین وہ یہہ ہوتے ہین۔ (۱) موت متضرر اپنے مقیاس کے مطابق تھوڑی دیر پہلے وقت مقررہ موت سے مرگیا۔ ہم اس ضرر کو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ہمسے پہلے مرگیا۔ (۲) مال متضرر مال سے قبل از وقت جدا ہوگیا۔ ہم اسکو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ڈر

ہوجاتا ہے کہ ہمارا بھی نہ جاتا رہے۔ حالانکہ وقت موت باعتبار کیفیت ترکیب جسم مقرر ہوتا ہے۔ اور مال جانے مین کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ (۴) قتل۔ تلوار کی موت نظر شریعت بڑے فائدون کی ہے۔ یہہ تینون صورتین یا فوائد کے لیے مقرر ہین یا سزا ہین۔

شر کا نتیجہ بسبب عفو کے کم ہے

(۷) یہہ امر بھی اس اعتراض مین نظر انداز ہے کہ افعال عباد کے متعلق قواعد بخشش بہت نرم ہین۔

اوسکا مقابلہ اختیار کی خوبی سے

(۸) حقیقت مین اللہ تعالی نے انسان کو اختیار دیا ہے وہ اتنی عمدہ چیز ہے جسکا مقابلہ کوئی عمدہ سے عمدہ چیز بھی نہین کر سکتی۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو خراب نہین کرتے جب تک انسان خود اپنی خرابی کا سامان آپ پیدا نہ کرے تو اسمین قصور معطی اختیار کا کہان سے آیا جو لوگ اختیار کو برا سمجھتے ہین وہ اس بات پر غور نہین کرتے کہ کسی حکومت کے لیے کسی کا پیدا کرنا برا نہین ہے حاکم کو اختیار دینا برا نہین ہے یاد رہے کہ اختیار آپکا خود مانگا اور لیا ہوا ہے۔ ضرور اس اختیار مین تکلیف ہے لیکن غور فرمایئے کہ آپ کو وہ حالت پسند ہے جو بچون کی ہوتی ہے یا وہ حالت پسند ہے جو ایک دنیا کی بادشاہت اور خود اختیاری کی ہوتی ہے وہ خوشی جو ایک بہٹ یا جنگل مین پڑکر ہو سکتی ہے کیا اوس راحت سے زیادہ ہوتی ہے جو ملک فتح کرنیکے بعد ہوتی ہے۔ اور حاکم ہونے کے بعد سیہ خیال ون سست اور نکمے آدمیون کا ہے جو کام کرنا نہین چاہتے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہین کہ امتحان مین پڑنا لڑائیون مین کامیاب ہونا اور بڑے

مراتب حاصل کرنا اصلی غرض انسان کی ہے تو آپ اس اختیار کو برا نہین کہہ سکتے اگر آپ سمجھتے اور پسند کرتے ہین کہ جانورون کی طرح سے پڑے رہتے کچھہ کھاتے کچھہ پیتے مرجاتے تو آپ البتہ اختیار کو برا کہسکتے ہین ورنہ نہین - اس اختیار کے ذریعہ سے جو شرف انسان نے حاصل کیے ہین اونکو نظرانداز نہ کیجیے - جب انسان کے پیچھے ساتھہ ساتھہ ایک دشمن مثل شیطان کے قوی ہو - اوسپر لاکھون دشمنون کا یعنی اضداد کا مقابلہ قائم ہوا وسپر اولاد پالنی لازم ہوا ور وہ طرح طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہو اوسپر وہ کام کرجائے اور اپنی مشق قوت صدور افعال حسنہ سے ایسی بات کر دکھلائے کہ کہان سے کہان سیو نچے تب وہ ایسا ہو کہ سب سے بہتر ہو کر سب کا حاکم ہو - فرشتون سے بہتر ہو - فرشتونکے لیے نہ یہہ مصائب نہ اونکے یہہ مراتب اگر انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوتا تو فرشتے ہی حاکم زمین ہوتے -

یہہ شبہہ جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اور اوسکا جواب مجموعی

(۹) یہہ شبہہ کہ عالم مین شر زیادہ ہے ایک بڑا ہو کہ ہے جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اچھون کی تکالیف کے متعلق - برون کے اقتدار کے متعلق - کفر کے متعلق نافرمانی کے متعلق قلت شاکرین کے متعلق - خونریزیون کے متعلق اور عموماً جرائم کے متعلق اور اومین سب سے بڑھ کر یہہ بات دلمین آیا کرتی ہے کہ الہی مشیت کیون ہوئی جو اوسکی ذات باکمال کے خلاف معلوم ہوتی ہے - اسلیے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ مشیتِ اصلی نہایت اعلی درجہ کی ہے - یعنی انسان کا حاکم بنانا انسان کا فرشتون سے بہتر بنانا انسان کے لیے دنیا کا بنانا - انسان کو اوس سے قوت تمتع دینا - اس

مشیت کا عمل مین لانا بغیر وجود ان سب چیزون کے جو ہو ہی ہین اور باعث شبہات ہین ناممکن تہا اس لیے حق تعالی نے اوسکو حجت تمام کر کے اور اوسپر بہی منع کر کے جاری فرمایا۔ تاکہ یہہ الزام عائد نہ ہو سکے۔ اسپر بہی کوئی دقیقہ اوس برائی کے جو ہم کرتے ہین کم کرنے مین اوٹہا نہین رکھا پس یہہ شبہات اصل امر سے غفلت کرنے کی وجہ سے دلمین آیا کرتے ہین۔ اچہونکی تکلیف اونکے مراتب کی افزایش ہے۔ برون کا اقتدار اگر نہ ہوتا تو وہ دنیا سے بہی محروم رہتے۔ اگر یہہ ہوتا غالب ہے کہ اللہ تعالی اونکو پیدا ہی نفرماتا معنی یہہ ہین کہ دنیا مین اگر چاہو دنیا اختیار کرلو چاہے دین۔ ہم سب کو کچہہ نہ کچہہ بقدر مناسب دینگے۔ ہر چیز مین کمال ہے اور خونریزیاں کمال برائی کا۔ اللہ تعالی نے جو ان سب امور کو ہونے دیا وہ کمال اختیار ہے۔ یعنی اختیار بشر۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو امور اتنے مصالح پر مبنی ہون اور الزام سے ذات ایزدی بری ہو تو ایسے شبہات کسقدر لغو ہین۔

حدوسعت اختیار کا بیان اور اسبات کا کہ برائیان بہلائیون سے بدلتی ہین۔

(۱۰) اس مشیت کی نسبت یہہ امر بہی کبہی نہ بہولنا چاہیے کہ اختیار اوسی قدر دیا ہے جتنا دینا مناسب ہے۔ اور وہ اس طریقہ سے محدود ہے کہ جب شر انسان کا اوس حالت سے بڑہ جاتا ہے کہ اوس سے ایسا ضرر پیدا ہو جو مصلحت کے خلاف ہو ہین سے وہ اختیار کٹ جاتا ہے اور وہی ضرر واقع ہو سکتا ہے جو (۱) یا محض سزا ہو۔ یا (۲) سزا بہی ہو اور اوس سے اور عمدہ کام نکلین۔ یا (۳) ضرر صرف نفع آیندہ کے لیے ہو اور مثمر ایسے منافع کا ہو جو ضرر سے زیادہ تہا۔ مین نے مدت دراز تک اس اصول کو نظر مین رکہا ہے اور ہمیشہ یہہ بات پائی ہے کہ کوئی ضرر انسان کا ان تین صورتون

سے باہر نہین - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچتے ہین اور انسان کو ختم کردیتے ہین وہ سزا عبرت ہوتی

ہے جس سے اورون کو متنبہ ہونا چاہیے - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچکر انسان کو ختم

نہین کرتے اونسے سزا پانے والون کو آیندہ ایسا نفع ہوتا ہے جو ضرر سے زیادہ ہو -

یعنی ضرر تھوڑا نفع بہت - جو ضرر سزا نہین ہوتے - (اور وہ بہت قلیل ہین) اون

ضررون کے منافع تو اسقدر زیادہ ہوتے ہین کہ اگر آدمی غور کرے یہی خواہش کیا کرے

کہ ایسے ضرر ہمیشہ ہوا کرین - وہ ایسے ہوتے ہین کہ وہ نفع عظیم جو حاصل ہوا بغیر اوس

ضرر کے ہرگز حاصل نہو سکتا - اگر مثالین بیان کرون زیادہ طول ہوگا - اس لیے

بعض کو بیان کرتا ہون -

پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونے کی تیمنا و تبرکاً قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے -

پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونیکی ملاقات خضر و موسی -

سورہ کہف پارہ ۱۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى
هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝
قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ
عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ
اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

ترجمہ - اور اوس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے جوان (یوشع) سے کہا کہ کبھی نہ ٹلونگا جبتک مین دونون دریاؤن کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ لون یا اسیطرح سالہا سال چلتا رہون پہر جب یہ دونون اون دو دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پر پہونچے اپنی مچھلی وہین بہول اوٹھے - تو مچھلی نے دریا مین سرنگ کی طرح کا اپنا راستہ بنالیا - پہر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہمنے بڑی زحمت پائی - جوان نے کہا آپ نے یہہ بہی دیکہا جب ہم دریا کنارے اوس پتہر کے پاس ٹھہرے تو مین اوسی جگہہ مچھلی بہول اوٹھا اور شیطان ہی نے مجھکو بہلا دیا کہ مین اوسکو یاد رکھتا اور مچھلی نے عجیب طور پر دریا مین جانے کا اپنا راستہ کرلیا - موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ جگہہ ہے جسکی ہم جستجو مین تھے - پہر دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کھوج لگاتے ہوے اولٹے پاؤن پہرے - تو دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پہونچکر اونہون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندہ یعنی خضر کو پایا جسکو ہمنے اپنی طرف سے

رحمت دی تھی اور اپنی طرف سے اوسکو ایک علم سکھایا تھا۔ موسیؑ نے خضرؑ سے
کہا کہ آیا پیروی کرون مین تمہاری اس بات پر کہ سکھاؤ تم مجھے اوس رہنمائی سے کہ جو
تمہین سکھائی گئی ہے خضرؑ نے کہا۔ تم میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین کر سکتے ہو۔ اور جو
چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اوسپر تم کیسے صبر کر سکتے ہو۔ موسیؑ نے
کہا کہ انشاء اللہ آپ عنقریب مجھکو ضابط آدمی پاوینگے۔ اور مین آپ کے کسی حکم کی
مخالفت نہ کرونگا۔ خضرؑ نے کہا اگر تمکو میری پیروی کرنا منظور ہے تو جبتک مین از خود
تمسے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجھہ سے اوسکی بابت کچھہ نہ پوچھنا پھر موسیؑ اور خضر
دونون ملکر آگے چلے یہانتک کہ راہ مین ایک دریا پڑا۔ جب دونون کشتی مین سوار ہوئے
تو خضر نے کشتی مین شگاف کر دیا۔ موسیؑ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے
شگافتہ کیا ہے کہ کشتی کے لوگون کو دریا مین ڈبو دیجیے۔ یہہ تو آپنے بڑی ہی خطرناک
بات کی۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے نہین کہا تہا کہ تمسے میرے ساتھہ ہرگز صبر نہین
ہو سکیگا۔ موسیؑ نے کہا کہ آپ مجھسے میری بھول چوک پر گرفت اور میرے اس معاملہ
مین میرے ساتھہ سخت گیری نکیجیے۔ پھر دونون اور آگے بڑھے یہانتک کہ رستے
مین ایک لڑکے سے ملے۔ تو خضرؑ نے اوسکو مار ڈالا۔ موسیؑ نے کہا کہ کیا آپ
نے ایک پاکیزہ جان کو مار ڈالا۔ بغیر کسی جان کے بدلے کے۔ یہہ تو آپنے
بہت ہی بیجا کام کیا۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ میرے ساتھہ
تمسے ہرگز صبر نہین ہو سکیگا۔ موسیؑ نے کہا کہ اسکے بعد اگر مین آپ سے کچھہ بھی

پوچھون تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھئیگا کہ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے - پھر دونون روانہ ہوے - یہانتک کہ جب ایک گانون والون کے پاس پہنچے تو وہان کے لوگون سے کہانے کو مانگا اور اونہون نے انکو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا - اتنے مین اونہون نے گانون مین ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تہی - تو خضر نے اوسکو سیدہا کر دیا - اسپر موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان لوگون سے دیوار کے سیدہا کر دینے کی مزدوری لیتے - خضر نے کہا کہ یہین سے جدائی ہے مجھمین اور تجھمین - جن باتون پر تمسے صبر نہو سکا مین ابہی تمکو اونکی اصلیت بتائے دیتا ہون - لیکن کشتی تو چند غریبون کی تہی وہ دریا مین مزدوری کرتے تہے - تو مین نے چاہا کہ اوسکو عیبدار کر دون - اور تہا اونکے عقب مین ایک بادشاہ کہ لے لیتا تہا ہر کشتی کو چہین کر - اور لیکن لڑکا تو اوسکے مان باپ دونون ایمان والے تہے تو ڈرے ہم کہ پیش آئے وہ اون دونون سے سرکشی اور ناشکری سے تو چاہا ہمنے کہ بدل دے اون دونون کو اونکا پروردگار ایک اور لڑکا کہ بہتر ہو اوس سے پاکیزگی مین اور قریب تر ہو مہربانی مین - اور لیکن دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکون کی تہی اور دیوار کے نیچے اونہین لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا تہا اور اون لڑکون کا باپ ایک نیک آدمی تہا - پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونون لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین رحمت سے تیرے پروردگار کی نہین کیا مینے اوسے خود اپنے حکم سے - یہہ ہے تاویل اون واقعات کی جنپر تمسے صبر نہو سکا -

دوسری مثال یتیمی ۔ اور مثالین اسکی ملاحظہ فرمایئے ۔ ایک یتیمی ہے ۔ یتیمی ہمیشہ بچون کے لیے مؤلم ہوتی ہے اور بسا اوقات وہی بیکسی اور بے بسی اونکو اعلی درجہ کا آدمی بنانے کا سبب ہوتی ہے ۔ اوسکی مثال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین کیونکہ نہ لکھے نہ پڑھے ہے نہ کوئی یاور نہ مددگار ۔ باوجود اسکے اپنے زور بازو اور اپنی عقل سے کہان سے کہان پہونچے ۔ واقع ہین اتنا بڑا زور قوت عقلی کا اگر تعلیم آنحضرت صلعم کو ہوئی ہوتی ظاہر نہوسکتا ۔ دیکھیئے اس عدم تعلیم مین کتنی بڑی وجہ ہے ۔ اگر مان باپ زندہ ہوتے غالباً تعلیم ہوتی اور پہر آنحضرت صلعم کی یہہ قوت بدون اس سامان کے ایسی ہوتی کہ ہم آپ کو بہت سے شبہات مین ڈالتی ۔ کوئی کہتا کہ تعلیم کا اثر ہے جس سے یہہ مرتبہ حاصل ہوا ۔ کوئی کہتا کہ فلان طاقت کی مدد سے یہہ اقتدار پیدا کیا ۔ اب سوائے حیرانی کے اور کوئی کچھہ نہین کہہ سکتا ۔ ایسے امور کیتے ہین جیسے کوئی شخص ایک بات کہے دوسرا مضبوط دلیل اوسکے خلاف بیان کرے تو وہ اوسمین ایسی تاویلین کرے جو وہی شخص مان سکے جسنے کہی ہوئی بات کا دل مین ایسا اعتقاد جما لیا ہے کہ مین اوس سے کبھی نہ پہرونگا کوئی دوسرا نہ مان سکے ۔

تیسری مثال موت ۔ ایک مثال موت ہے جسمین برائی سے بھلائی پیدا ہوتی ہے اور بیان اوسکا ہوچکا ہے غالباً یہہ موت خود باعث مغفرت گناہونکی ہوگی ۔ مین نے موت کے متعلق ایک دفعہ ایک تقریر لکھہ کر مشتہر کرائی تھی وہ یہان نقل کیجاتی ہے ۔

اے موت تو کیا چیز ہے ؟ تو زندہ کو مردہ کر دیتی ہے ۔ تو حالت کو بدل

دیتی ہے۔ تعلقات کو قطع کردیتی ہے۔ انسان جو انس سے بنا ہے کسی کا انیس نہین رہتا تو محلون اور عمدہ فرشون سے اوٹھا کر قبر کے تنگ و تار کونے مین سُلا دیتی ہے۔ آدمی ہوتا ہے اور اوسکے اعمال۔ دوست ہوتا ہے نہ قریب۔ حتی کہ عیال واطفال۔ یہہ تو تیری تکلیفین ہین اور بہت سی تکلیفین جو بیان مین نہین آسکتین۔ سچ بتانا تجہہ مین کوئی خوبی بہی ہے؟ حق تعالی جلشانہ نے جو بڑا رحمان اور رحیم ہے یہ تکلیف کیون دی ہے؟ اوسکا کوئی کام لطف و عنایت سے خالی نہین۔ موت کہتی ہے اے بیخبر اپنی ناشکری ا تو اوسکی صنعتون اور مہربانیون سے کیا واقف نہین ہے جو مین تجہے بتلاؤن۔ تو جان کہ تو نے جو اعمال خیر کیے تہے اوسکے منتفع ہونے کا وقت ہے۔ تو دنیا مین کسوقت آرام سے رہا؟ جب پیدا ہوا ایک مضغہ گوشت تہا فرہی تکلیف تجہے دلاتی تہی۔ جب تو بڑا ہوا پڑہنے لکہنے کی تجہپر تکلیف رہی۔ جب تو جوان ہوا تجہے عیال و اطفال کی فکر نے تباہ رکہا۔ موسمون کے اختلاف تیرے دشمن رہے۔ ہمیشہ تیری جان کہٹکے مین رہی۔ تجہے اعمال خیر کے کرنے مین کاہلی ہوتی رہی۔ موت نے تجہے چہوڑا دیا۔ ان سب تکلیفون سے تجہے نجات دیدی۔ اگر تو نے اعمال خیر کیے ہین اب اوسکی جنتین تیرے لیے بے غل و غش موجود ہین۔ اگر تو اعمال بد کرتا تہا۔ بندگان الہی کا دشمن تہا۔ تیرا کوئی حق نہین کہ تو اس سے زیادہ اور لوگون کو تباہ کرے۔ اب جا اور اون افعال بد کا جو کئے ہین مزہ چکہہ۔ اگر تو اچہا ہے موت سے تیرا بہلا ہے اگر تو برا ہے تیری موت سے اورون کا بہلا ہے اب بتلا کہ موت رحم ہے کہ نہین؟ اے

غافل تو یہہ نہین دیکھتا کہ اپنے نزدیک اگر تو حشر و نشر کا قائل نہین ہے تو موت کے بعد فنا ہو گیا اور سارے جھگڑون سے تجھے نجات ہو گئی۔ اگر تو قائل ہے تو دیکھہ کہ تو جو بول رہا ہے اور جو تعقل کر رہا ہے وہ تو مرتا نہین۔ جسم جو تیرے نفع کے لئے دیا تہا وہ گلتا سڑتا مرتا ہے پس تو تو بحال خود ہے اور اون تکلیفون سے بچ گیا ہے جو جسم کے ساتھہ تیرے تعلق سے تجھکو پہونچتی تہین۔ پس تو پاک و صاف ہے اور یہہ کیا بڑی مہربانی نہین ہے۔ تو اولاد کو عیال کو اپنا جان رہا تہا وہ کیا ہین حقتعالی کے بندے ہین جنکو اوسنے تیرے ذریعہ سے پیدا کیا ہے۔ اوس نے پرورش کے لیے تیرے دلمین محبت پیدا کی ہے اور اوسمین تو اپنا فرض ادا کر رہا ہے حقیقت پر نظر کر۔ تیرا کوئی نہین بجز اوس تعمیل حکم کے جو تو نے اونکے ساتھہ سلوک اور پرورش کرنے مین کی ہے صرف وہ اعمال اور دوسرے اعمال خیر جو تو نے اپنی ذات اور اپنے بنی نوع کی ذات کے ساتھہ کیے ہین وہی تیرے ہین۔ کیا تجھے یہہ بات پسند ہے کہ تو اور زیادہ مدت تک اونکے نفع اوٹہانے سے محروم رہے۔ تو نے جو اونسے دل لگا رکھا ہے اور اونکو اپنا جان کر سبکو بھولا ہوا ہے اور دنیا مین غرق ہے یہی غلطی ہے۔ اور یہی ایک امر غلط ہے جو تجھے موت سے ڈراتی ہے۔ حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوی ہے کہ تیری روح کو جسم مین پیدا کرے اور معمولی طریقہ سے جب تیری روح اسقدر تیرے جسم سے منتفع ہو لے کہ تجھہ کو ضرورت جسم کی باقی نہ رہے تو اب اوس سے الگ ہو کر رہ۔ اب جو تو دیکھتا ہے آنکھہ سے دیکھتا ہے کان سے سنتا ہے۔ پھر سب پردے تیرے سامنے

سے اوٹھہ جائینگے - تیرے اعمال خیر تجھے اچھی جگھہ دینگے - اور وہ کیا عجیب وغریب نعمت نہین ہے جو تجھے مخفی معلومات کے حاصل ہونے سے اور آسمان و زمین کی چیزون کے دیکھنے سے حاصل ہوگی - ہان اعمال خیر کی ضرورت ہے ورنہ موت تیرا جیلخانہ ہوگا - تو عذاب الیم مین گرفتار ہوگا - اوسوقت تجھکو دنیا کا آرام جنت معلوم ہوگا اب جو تو زندہ ہے ہوشیار رہو (موت) مین ہر وقت سر پر ہون - تجھے کیا معلوم ہے کہ کتنی تیری زندگی ہے - یہہ پنڈت جھوٹے ہین - منجم کذاب ہین - اے غافل حق تعالی ہر تکلیف کا جو بندہ کو کسی مصلحت سے دیتا ہے بدلا دیا کرتا ہے جس حق تعالی نے تجھے پیدا کیا تھا اور آب و خاک و آتش و ہوا سے تجھے بنایا تھا - کیا وہ تیری روح کو ایسے جسم مین کہہ دیتا کہ جب ہوتا نکل سکتی - اوسکے لیے بھی اس سلسلہ اتحاد کے موافق جسمین بہت سی مصلحتین موجود ہین (اور وہ سب سے بہتر طریقہ ہے) ضروری تھا کہ جسم سے جب روح جدا ہو کچھہ تکلیف ہو - اوسکا بھی تجھکو بدلا مل جائیگا - تیرے گناہ دور ہونگے - تو مرحوم ہوگا - تیری نیکیان و نوت پائینگی - افسوس ہے کہ اسپر بھی تو شکر گذار اور میرے (موت کے) لیے طیار نہین ہے - افسوس ہے کہ تجھے ایسی بیخبری ہے کہ مین ہر وقت تجھے جگاتی رہتی ہون تو آنکھون سے دیکھتا ہے کہ آج وہ مرا - کل وہ دنیا سے چلا گیا - مگر تجھے کچھہ خبر نہین ہوتی - تو بظاہر سب کچھہ اعتقاد کرتا ہے مگر بتلا وہ کیا چیز ہے جو تجھے غافل بنائے ہوئے ہے - مین تجھے بتلاؤن وہ شامت تیرے اعمال کی ہے اور تیرے افعال کی سزا ہے - اوسنے

تجھے رحمت سے دور کر رکھا ہے اور توفیق تیری شامل نہین ہے اسمین سوائے تیرے اور کسی پر الزام نہین - تو چھوٹی عمر کو بڑا سمجھتا ہے اور یہہ سمجھ رہا ہے کہ سوائے تیرے اور سبکو میرا (موت کا) مزہ چکھنا ہے مگر تو تو ساری عمر جیتا رہیگا - مین تجھسے وعدہ کرتی ہون تو اعمال خیر کر - تو بندون کے ساتھہ بھلائی کر - اگر امکان ہے تو بندگان الہی کے ساتھہ انصاف کر - اور پھر دیکھہ کہ میرے لحاق اور عمل سے تجھے کیا راحت ہوئی - تجھے مین نے کہان پہنچا دیا - تو بے تکلف آزاد ہو گیا تو بزرگونکی خدمات سے مشرف ہوا تو آنکھہ بند ہوتے ہی ایسی نعمتون مین پڑا کہ تجھے سارے عزیز و قریب بھول گئے - تجھے دنیا سے نفرت ہو گئی - تجھے معلوم ہو گیا کہ وہان تو محنت مین تھا یہان حقیقی آرام مین آگیا - افسوس ہے اگر تو اسپر بھی اپنی بھلائی کیطرف متوجہ نہوا اور (موت) مجھے محض رحم و عنایت الہی نہ جانے ؟ -

چوتھی مثال دنیا اور اوسکا امتحانگاہ ہونا -

ایک مثال بھلائی پیدا ہونے کے بعد ضرر کی بھی بحث ہے یعنی اللہ تعالی نے انسان کو سب مخلوقات سے اشرف اور اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ذریعہ شرافت کا اسنے ذاتی افعال کو بنایا ہے وہ افعال موجود کرنے چاہئین ذریعہ اونکے وجود کا امتحان ہے ظاہر ہے کہ سب مخلوقات سے جبتک انسان مقابلہ کر کے برتری اپنی نہ دکھلائے وہ اشرف المخلوقات نہین لیکن تمام مخلوق کے ساتھہ مقابلہ کا جسے کام دیا جائے کیسی مصیبت ہے - اللہ تعالی نے جب اختیار کو ذریعہ ترقی کا بنایا تو سزا و جزا کا طریقہ بنایا اوسکے لئے اتمام حجت لازم ہوا

تا کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو ناحق سزا ملتی ہے سزا مین ڈالنا کیسی مصیبت ہے۔ پس غور فرمایئے کہ انسان کا ہر مخلوق دشمن ہے یہانتک کہ وہ بہی جنکو وہ دیکہہ نہین سکتا نہ اونسے اپنی حفاظت کرسکتا ہے اور کس انسان کا جو ایک ضعیف البنیان ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کس انسان کا جو صدہا زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ باوجود اسکے افعال سے اوسی انسان نے دکہلا دیا ہے کہ میرے افعال مجہکو مستحق اشرف المخلوقات ہونیکا بناتے ہین۔ یہہ دشمن یہہ ضعف یہہ زنجیرین وسائل اشرفیت کے ہین۔ اور کس زور کی مصیبت یا برائی سے کس زور کی قوت یا بہلائی پیدا ہوی ہے۔ سب سے زیادہ کمال انسانی اسباب پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس رتبہ پر پہونچ گئے تہے اونکی حالت یہہ تہی کہ سختیون مین پڑنے سے خوش ہوتے تہے تاہم یہ طریقہ نہایت ہی مشکل ہے یعنی امتثال ہے کہ جب انسان نے اوسمین پڑنا قبول کیا اللہ تعالی نے اوسپر ظلم وشقاوت کا اطلاق کیا گو بغیر تمام محبت وہ بہی اختیار نہین کرایا مگر اوسی کے سبب سے یہہ انعام بہی دیا۔

پانچوین مثال شیطان کا کافرون کو اکسانا۔

ایک مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کافرون کو اکساتا ہے اول تو کفر بری چیز ہے۔ پہر صاحب کفر کا حالت انبعاث مین رہنا بہت ہی بری چیز ہونا چاہیے مگر یہہ برائی بہی بہلائی مین بدل جاتی ہے اسلیئے کہ دین کی غرض اولاً عبادت الہی ہے اس ضرورت کے لئے کہ دین ضائع نہو عبادت الہی کا تمکن ہو اوسکے لئے فرصت حاصل ہو۔ دیندار

دنیا کا ہر کام کرتا ہے۔ دنیا دار ہر کام کو اسلئے کرتے ہین کہ دنیا حاصل ہو (جو دنیادار مذاق دینی رکھتے ہین وہ دین سے خالی نہین ہوتے جو نہین رکھتے وہ مطلقاً خالی ہوتے ہین) جب مقصود بدل جاتا ہے افعال کی نوعیت مین تغیر عظیم واقع ہوا کرتا ہے اور نتیجہ مین بہی مطابق اُسکے فرقِ عظیم ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس فرق کو اسطرح ادا فرمایا ہے۔ ؎

خوردن برای زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

غور کرنا چاہیے کہ جس شخص کا مقصود یہہ ہو کہ کھائے اور خوش رہے وہ کھانا اور طرح کا کھائیگا جسکا مقصود یہہ نہو وہ اور طرح کا۔ پس کفر یا ترک عبادت کی حالت مین غرض محض دنیا ہوتی ہے۔ ایمان کی حالت مین دنیا دین کے لئے ہوتی ہے اور اسلئے نوعیت افعال کی بدل جاتی ہے۔ جو لوگ متوجہ الی اللہ ہین صرف اوسکی یاد کا کام اونکے لیئے اسقدر زیادہ ہے کہ اوس سے اونکو فرصت نہین ملتی۔ غالب

جی ڈھونڈتا ہے پہر وہی فرصت کے رات دن	بیٹھے رہین تصورِ جانان کئے ہوئے

یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایسے لوگون کو کوئی لطف حاصل ہوتا ہے جو اونکو اتنے بڑے لطف دنیاوی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسکے سمجھنے کے لیئے بنیون کی وہ حالت خیال مین لانی چاہیئے کہ اچھا کھاتے نہین پہنتے نہین مگر روپیہ کی کثرت کے وجود کے تصور سے وہ خوشی اونکو حاصل ہوتی ہے کہ موٹے ہوے چلے جاتے ہین۔ غم وہ چیز ہے جسکی حالت معلوم ہے یعنی ع ہمیشہ خورد گوشت آدمی۔

جب یہ فرق ہو تو وہ لوگ جو متوجہ الی اللہ ہیں دنیا میں بحیثیت ترقی دنیا ترقی کی وہ قابلیت نہیں رکھہ سکتے جو اون لوگون میں ہونی چاہیے جنکا مد نظر اور مقصود محض دنیا ہے۔ اور یہہ حالت ایسی ظاہر ہے جسکے لئے احتیاج بیان کرنے کسی دلیل کی نہیں ہے۔ پس کمال انہماک کی ترقی دنیا اور ایجادات کے لئے ضرورت ہے اور وہ کمال انہماک بغیر اُسکا تے رہنے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی شناخت فطری ہے انہماک اسباب عالم اوسپر پردہ ہے اگر اُسکا نیوالا نہو ہمیشہ وہ پردہ اوٹھہ جایا کرے۔ اسکے لئے طول مدت کی بھی ضرورت ہے (جو ظاہر ہے) پس اس انہماک اور طول مدت کی بُرائی سے یہہ بھلائی پیدا ہوتی ہے کہ عجائبات قدرت ظاہر ہوتی ہین اور نفع اونکا دیندار اور غیر دینداروں کے لئے عام ہو جاتا ہے۔ حقیقت مین اون لوگون پر جو متوجہ الی اللہ ہین یہہ عنایت خاص ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے کہ صنائع الہی کس قدر نازک ہین) اس سے بھی زیادہ نفع شیطان کے کافرون اور گمراہون کو اُسکاتے رہنے کی حالت کا یہہ ہے کہ جب طغیان فتنہ و فساد کا انتہا کو پہونچ جاتا ہے اوسوقت ضرورت بعثت انبیاؑ اور انبیاؑ سے کامل اشخاص کے پیدا کرنے کی شدید ہو جاتی ہے۔ جب سب سے زیادہ فتنہ و فساد ہوا اور اوسکا دبانا منظور ہو تو سب سے اعلی قابلیت کے آدمی کا جو اوسے دبا سکے اور جڑ سے اوکھاڑنے کی تدبیر کر سکے پیدا کرنا چاہیے یاد رہے کہ ہر چیز کارخانۂ وسیع الہی مین اتنی ہے جو حد کمال کو پہونچی ہوی ہے پس اگر ایسا وقت نہو ضرورت ایسے آدمی کے پیدا کرنے کی نہین ہوگی کیونکہ فرض کیجئے کہ

لوگ خدا پرستی کرتے اور اچھے افعال کرنے مین مصروف رہتے تو وہان جناب
محمد مصطفے صلعم سے لائق اور بے مثل نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔
وہین ضرورت ہوسکتی ہے جہان قطعاً بت پرستی مروج ہوگئی ہو اللہ تعالی کا نام بھی
نہ لیا جاتا ہو اوسکا وجود جسکا ماننا فطری ہے اسباب کے یہان تک کہ بتون کے پردہ
مین چھپ گیا ہو۔ زمانِ قرب ولادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ
کو اور دیگر انبیاء کے بعثت کے زمانون پر خیال فرمایئے سب سے زیادہ زمانہ کفر
وطغیان کا اور سب سے سخت ملک اور برا عرب کا تھا اسلیئے وہان سب سے اچھا اور
سب سے رحیم صاحب خلق عظیم نبی پیدا ہوا (ہماری روح اوپر فدا ہو) پس شیطان نے
اُسکاتے اُسکاتے جب یہہ حال کردیا۔ یہہ ضرورت پیدا کی وہ سبب ایسی رحمت کا ہوئی
دیکھیئے اس اُسکانے کے بعد ہمکو کیسی نعمت ملی۔ اوسکا شکر اگر لاکھون برس ادا کرین ادا
نہوسکے۔ یہہ بھی اضداد کا سلسلہ ہے ہم روز دیکھتے ہین جب شدت سے گرمی پڑتی
ہے برسات شروع ہوجاتی ہے جب خوب برس لیتا ہے برس چکتا ہے جب شدت سے
پانی گرم کیا جاتا ہے آخر کو برف ہوکر جم جاتا ہے۔ جب بے انتہا سردی پڑتی ہے اور
برف جمتی ہے وہی برف گرمی پیدا کردیتی ہے۔ چنانچہ پہاڑیونکی یہ عادت ہے کہ جب
بچے کو سردی کا خلل ہوجاتا ہے اوسے برف مین دباتے اور ڈھکتے ہین یہانتک کہ وہ
گرم ہوجاتا ہے۔ اسیطرح پر جب شدتِ طغیان فتنہ وفساد ہوتی ہے رحمتِ الٰہی جوش
مین آتی ہے اور وسائل عجیبہ ہدایت کے پیدا ہوتے ہین۔ پس اس شدت طغیان کے

بعد کیسا نفع عظیم ہوا اور اس بڑی بدی کے ذریعہ سے کیسی بڑی نیکی پیدا ہوی جب یہ امر
ذہن نشین ہو گیا کہ ضرر منتج نفع ہے اس وقت اس ارشاد الٰہی کو پڑھنا چاہیے کہ تم کہو
تُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اے اللہ تو جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے
ہاتھہ مین بھلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہہ نہین فرمایا کہ کہو تو شر پر قادر ہے باوجودیکہ پہلے ذلت کو
بیان فرمایا ہے جسکی وجہ یہی ہے کہ بعض بندونکے لئے جو چیز خلاف خیر معلوم ہوتی ہے وہ واقع مین شر نہین
ہے بجاے خود ایک فعل ضروری اور با مصلحت ہے۔ چونکہ ہمارے لئے وہ فی الحال
خیر نہین معلوم ہوتا اسلیے ہماری زبان سے بہی نہین کہلایا کہ تو خیر کی ضد پر قادر ہے۔

جواب اس اعتراض کا کہ شیطان مجسم بدی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ شیطان نہوتا تو عالم مین بدی نہوتی
شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اور وہی مجسم بدی ہے۔
یہہ غلط ہے۔ شیطان نہوتا تو بہی کسی قدر بدی اختیار کے سبب سے ہوتی جسکو
خود جناب ایزدی نے فرمایا ہے۔ اور بیان اسکا مفصل ہو لیا ہے شیطان کا مجسم
بدی ہونا اسلئے غلط ہے کہ اوسنے مدت تک عبادت کی تہی۔ بعد عبادت اگر وہ
ابتدائی بدی مانا جائے تو اوسکا بہکانیوالا بہی کوئی دوسرا ہونا چاہیے۔ حالانکہ کوئی
نہین مانا جاتا۔ جیسے سب جن انس مین نفوس مقام و محل شر ہین ایسا ہی نفس شیطان ہے
اختلاف مادہ کے سبب سے فرق انسان اور شیطان مین یہہ ہے کہ انسان مین آگ کا ایک
جزو مناسب ہے شیطان مین بڑا جزو شیطان مین سے اسلئے انبعاث نہین جاتا انسان مین

سے کم ہو جاتا ہے ۔ اگر شیطان نہوتا بالکل جاتا رہتا ۔ اور یہہ طریقہ مصالح بزرگ پر
مبنی ہے جو بیان کیے گئے ۔ چنانچہ آیات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ شیطان کے
وجود کو کفر و نفاق یا افعال قبیحہ مین ایسا دخل نہین کہ وہ غالب ہے اور ہم مغلوب ہی
پس صاف معنی یہہ ہین کہ شیطان ایک بڑا بہکانے والا ہے اور اوسکا پیدا ہونا ایسا
ہے جیسے اور بہت سے مرد یا عورتین جو خلقت کے لیئے مضرت کا باعث سمجھے جاتے
ہین ۔ مثلاً وہ لوگ جو اوس ملک سے بسبب جرائم کے نکال دیے جاتے یا مار ڈالے
جاتے ہین ۔ یا وہ بادشاہ جنکو قتل تماشا معلوم ہوتا تھا جیسے بعض قیاصرۂ روم قدیم ۔
شیطان کے وجود سے زیر وہ بہڑک پیدا ہوتی ہے انکے افعال سے بلا پردہ یہہ بات
افسوس کی ہے کہ سب جانتے ہین کہ شیطان کا غلبہ مجبور کرنیوالا نہین لیکن جب
وقت غور کا آتا ہے اوس سے غفلت کرتے ہین اور کہنے لگتے ہین کہ شیطان کی وجہ سے
بدی پیدا ہوی اختیار سے غفلت ستم ہے ۔

جواب اس شبہہ کا کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے

ایک شبہہ یہہ ہے ۔ کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے
اور چونکہ افعال اوسکے نافع ہین لہذا وہ عالی مرتبہ ہے ۔ صاحب
عرفان ہونے کا شبہہ جدید نہین ہے ۔ لیکن علو مرتبہ الزامی تقریر ہے ۔ صاحب عرفان
ہونا ایسی چیز ہے کہ خود جناب ایزد متعال نے اسکی تردید فرمائی ہے ۔ اور اس فعل کو کفر
سے تعبیر کیا ہے ۔ ایسی جا اوسکی جو بدیہی کہنی چاہیئے یہہ ہے کہ عرفان جب ذات اقدس
الہی کا ہوا اور جان لیا جائے کہ وہ حاکم علی الاطلاق ہے اور ایسا حاکم ہے جو ہر وقت ہر

چیز پر قادر ہے - اسباب کو توڑ سکتا ہے سخت سے سخت سزا اور بہتر سے بہتر انعام
دینا ہر وقت اوسکے ہاتھہ مین ہے - لازم ہوگا کہ اطاعت کی جائے - نافرمانی اوسیوقت
ہو سکتی ہے جب عرفان نہو اور ذات الٰہی اور اوسکی قدرت کا انکار ہو - چونکہ ذات الٰہی
ذریعہ صفات پہچانی جاتی ہے اسلئے وہی عدم عرفان اور کفر ہے - جو لوگ اپنے
آپ کو باوجود انکار قدرت مطلق داخل دائرہ اسلام سمجھتے ہین اونکو اس مقام پر زیادہ توجہ
کرنی چاہئے اور جاننا چاہئے کہ یہہ اللہ سے نہ ڈرنا ہے اور اوسکا نہ پہچاننا - ہر سلطنت کا
بقا بذریعہ اوس خوف کے ہے جو رعایا کے دلون مین پیدا ہوجاتا ہے ورنہ تعداد لشکر باعتبار
رعایا کم ہے - جو لوگ سلطنت سے منحرف ہوجاتے ہین اونمین کیا سُقم ہوتا ہے ؟ -
یہی کہ قوت سلطنت سے غفلت کرکے نڈر اور بیخوف ہوجاتے ہین اونکی سزا سلطنت
نے بہی موت قرار دی ہے یا حبسِ دوام - تعجب ہے کہ اتنے بڑے حاکم کے لئے
یہ نہ ڈرنا انحراف نہین سمجہا جاتا - اور اس ڈر کی توہین کیجاتی ہے اور ڈرنے والون کا
استخفاف - باقی رہی تقریر الزامی اوسکا جواب یہ ہے کہ افعال کا حُسن و قبح نیت پر
موقوف ہے - جس کسی کی نیت خود نہ ڈرنے اور نڈر کراکے اللہ سے باغی کرانے
کی ہو لازم ہے کہ وہ اپنی نیت کے مطابق سزا پائے - یہہ امر کہ حاکم حقیقی یا مجازی
اوسکی سزا کو ذریعہ انتظام بنالے اور اپنے کام مین لے آئے یہہ اوسکی حکمت اور عقل کی خوبی ہے
فعل بغاوت کی ماہیت نہین بدلیگی - یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ اور کچہہ کہنا ضرور نہین ہمیشہ
مقدار سزا مین عبرت داخل ہوتی ہے - اعتراض اپنے فعل انکار سجدہ پر سزا ہونے کا خود

شیطان کا ہے ۔ اوسنے کہا ہے کہ یہہ قصور نہ تہا ۔ اور اوسکا جواب خود حق تعالی
نے دیا ہے کہ تو دعوی عرفان مین صادق نہین ۔ لیکن باقی افعال اغوا کے استحسان
کا دعوی شیطان نے بہی نہین کیا جو اس تقریر سے لازم آتا ہے ۔ اس دعوی سے
تو شیطان کو بہی شرم آنی چاہیئے ۔ **حکایت** کہتے ہین کہ ایک دفعہ ایک شخص کو شیطان
قریب ایک شہر کے ملا ۔ جب معلوم ہوا کہ یہہ شیطان ہے تو اونہون نے کہا کہ میان شیطان
تم تو بڑے ہی غضب کی چیز ہو سارا فساد تمنے ہی دنیا مین پیدا کیا اور پہیلایا ہے
شیطان نے جواب دیا کہ واہ حضرت امین تو کچہہ نہین کرتا آپ ہی سب کچہہ کرتے ہین
چلیئے میرے ساتہہ تماشہ دیکہیئے ۔ جہان یہہ باتین ہوتی تہین شیرہ کا کارخانہ تہا
شیطان نے شیرہ مین اپنی اونگلی ڈبوئی اور سب شہر کو چل دئے ۔ جب شہر مین پہونچے
حلوائی کی دوکان پر گئے ۔ وہان فوج کے سپاہی پوریان بنوانے اور لینے کے لئے
جمع تہے ۔ حلوائی مصروف تہا مٹہائی رکہی تہی اوسپر مکہیان جمع تہین ۔ شیطان نے
آنکہہ بچا کر اپنی اونگلی کا شیرہ دیوار پر مل دیا ۔ مکہیان اوس شیرہ کی طرف دوڑین اور جمع ہو گئین
اون مکہیون کے لئے چہپکلی دوڑی اور کئی ایک چہپکلیان آکر جمع ہو گئین ۔ ایک سپاہی
کے پاس شکرہ تہا وہ چہپکلی پکڑنے کے لئے اوڑا چہپکلیان گہبرا کر بہاگین ۔ ایک دو
چہپکلیان جلیبیون کے تہال پر جا پڑین ۔ تہال بہر کے جلیبیان خراب ہو گئین ۔ حلوائی
کو غصہ آیا اور چہوٹتے ہی شکرہ والے سپاہی کو بہن کی گالی دی ۔ سپاہی نے
جواب مین حلوائی کے ڈنڈا مارا ۔ حلوائی کا سر پہٹ گیا ۔ حلوائی نے غل مچایا اور کی

برادری کے لوگ جمع ہوگئے سپاہیون مین اور حلوائیون مین لڑائی ہوی۔ شہر والون نے
ہمدردی کر کے سپاہیون کو خوب مارا ہاتہہ پاؤن توڑ دئے سپاہی بہاگے اور
اپنی فوج مین جاکر خبر کی۔ وہان سے پلٹن تیار ہوکر شہر والون اور حلوائیون کو سزا دینے
دوڑی۔ شہر والون نے جب یہ یورش دیکہی جمع ہوگئے بڑا بلوہ ہوا صدہا آدمی مارے
گئے بازار مین آگ لگادی گئی۔ حاکم شہر کو خبر پہونچی اوسنے اور فوج اس فوج کی تنبیہ کو
بہیجی۔ گولی چلنے لگی توپ لگائی گئی۔ مفسد فوج غالب ہوگئی۔ تمام شہر مع حاکم کے نیست
ونابود ہوگیا۔ بادشاہِ وقت نے بڑے خرچ اور صدہا جانین تلف ہونے کے بعد
انتظام بہر درست کیا۔ اوسوقت شیطان نے کہا کہ آپ نے دیکہا کہ مین تو صرف
ایک شیرہ بہری ونگلی لگانے کا اور وہ بہی دیوار پر قصوروار ہون۔ یہ سارا فساد آپ کی
ذات کا ہے۔ یہہ حکایت اگرچہ مثال ہے مگر ممکن الوقوع ہے اور شرمانیکی مثال ہے۔
تاریخ کو ملاحظہ فرمایئے۔ لڑائیون کی ابتدا کو دیکہیئے۔ لڑائیان اکثر ایسی چہوٹی چہوٹی باتون
سے شروع ہوتی ہین کہ تہوڑا سا اگر غصہ ابتداءً دبایا جاتا تو لڑائی نہوتی۔ تاہم اس حکایت
سے یہہ خیال نفرمانا چاہیئے کہ شیطان کا شیرہ لگانا ہی بدی تہی۔ بلکہ شیطان نے
قومون مین بہڑک اوٹہنے کی عادت پیدا کر رکہی تہی۔ اور وہ لوگ آسانی سے اوسوقت
بہڑک اوٹہتے تہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہین ہے
کیونکہ ہم جب بعض انسانون کو دیکہتے ہین اون کو ایسا پاتے ہین

کہ اونمین جانورون سے بہی صدور افعال نیک کی قوت کم ہے پس ایسے انسان کو
اشرف کہنا غلطی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ کہتے ہین ایک مادہ احسانمندی اور عشق
کا مالک کے ساتہہ ہے وہ مالک سے منحرف نہین ہوتا انسان اتنی نعمتون پر اپنے مالک
(اللہ تعالی) سے منحرف ہے۔ یہ شبہہ غلط ہے اگرچہ افسوس ہوتا ہے کہ ہمنے ایسے
افعال کئے کہ کُتّے سے بدتر ہوگئے۔ غلطی یہ ہے کہ شرف باعتبار اختیار ہے جسمین
عقل نے وسعتِ عظیم دی ہے۔ مثال مین جس قوت یا خاصہ کا ذکر ہے وہ عقل حیوانی کے
متعلق ہے مسلم ہے کہ عقل انسانی افضل ہے۔ انسان مین جو عقل کی وجہ سے مادہ
جلب منفعت و دفع ضرر وہ اس شبہہ کا سبب ہے اور اسبات مین فرق نہ کرنے سے
یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض تیز یان حیوانون مین ایسی ضرورت سے دیگئی ہین جسکے دینے
کی ضرورت انسانون مین نہ تہی مثلاً جانورون کے بچون کو جب ہم دیکہتے ہین تو انمین
اور انسان کے بچون مین ایک فرق پاتے ہین مرغی کے بچہ کے سامنے اگر وہ چیز ڈالدی
جائے جو اوسکے کہانے کی نہین یعنی ضار ہے وہ اوسے نہ کہائیگا انسان کے بچے کے
ہاتہہ مین اگر زہر دیدیا جائے وہ اوسکو منہ مین لیلیگا اور اگر مٹہائی مین ملا ہے کہا جائیگا اسلئے
یہہ فرق رکہا گیا ہے کہ اوسکی جان کی حفاظت کا یہی طریقہ ہوسکتا تہا اسکی جان کی حفاظت
اسلئے دوسرونکے ذمہ رکہی گئی ہے کہ انسان کو ابتدا سے خود اپنی قوت و زور بازو سے
ترقی کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ انسان مین وہی تعلیم اوسکی تمام خوبیون کا باعث ہے۔ پس
تقدم و تاخر عطاء قوت باعث شرف نہین ہوسکتا۔ اصل شے کو دیکہنا چاہئے کہ وہ کسمین

بہتر ہے۔ اسلئے کہ کتا واقف نہین ہوتا کہ مالک پر اظہار احسانمندی کا آخر نتیجہ کیا ہے۔ وہ رات کو جاگتا ہے اور حفاظت کرتا ہے لیکن اکثر کتے جب لکڑی سے ڈرائے جاتے ہین بہاگ جاتے ہین۔ روٹی ڈالنے سے چپ ہو جاتے ہین۔ اونکو علم نہین ہے کہ نتیجہ رات کی مزاحمت کا موت ہے جنہین غصہ زیادہ ہے وہ مارے جاتے ہین۔ اب انسان کو لیجیے کہ وہ احسانمندی مین اپنی جان اوسوقت اور اسطرح نثار کر دیتا ہے جبکہ نتیجے کو جانتا ہے کہ یقینی موت ہے اور کوئی طمع یا کوئی غصہ اسکو باعث جان نثاری کا نہین ہوتا پس دیکھیے کہ انسان کی احسانمندی بعد اس عقل کے جسقدر اعلی رتبہ کی ہے وہ کتے کی احسانمندی سے کہین اعلی ہے۔ اور اصل شے کا یہہ فرق ہے۔ علاوہ بران کتے مین ایک صفت ہے انسان مین ایسے ہزارون ہین۔ پس ایک بات کو جو دوسری وجہ سے بظاہر کم معلوم ہوتی ہے ذریعہ نوعی ترجیح کا بنانا بڑی غلطی ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ انسان پتھر سے مضبوط نہین اسلئے پتھر سے بدتر ہے۔ وہ اوڑتا نہین جانور سے بُرا ہے لکڑی سی مضبوطی وسیمین نہین ہے۔ اسلئے وہ لکڑی سے کم درجہ کا ہے۔ شریعت مین جو حکم ہے کہ کتے کے بعض خصائل انسان کو پیدا کرنے چاہئین صحیح ہے اور یہہ معنی ہین کہ ان افعال کی ایسی مشق کرنی چاہیے کہ مثل حیوانون کے مخالفت اوس عادت سے نہو سکے۔ اوس سے شرف ممثل کا لازم نہین آتا یہہ ایک طرح کا سمجہانا ہے اور حقیقت مین عبرت کا مقام ہے کہ ہم باوجود ایسے فضائل کے ایسے شبہات کا ذریعہ ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار ولادت

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ بعض اوقات ہم مخلوقات کو

بعض لوگ بد بعض نیک ہوتے ہین

دیکھتے ہین تو اونمین ایسی قوت جو ضد و افعال قبیحہ کے متعلق ہے بڑی قوی پاتے ہین ایسی جو افعال حسنہ کی ہے کمزور پاتے ہین مثلاً بعض کاہل چور ایسے ہین کہ اونمین ایسی قدرت ہوتی ہے کہ صاف دیوار پر مثل چھپکلی کے چڑہ جاتے ہین ۔ بعض عورتین ایسی ہوتی ہین کہ اونمین مادہ بیحیائی کا خاص طرح کا ہوتا ہے اس سے یہہ کہنا جائز ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اونکو اسی کام کے لیئے پیدا کیا وہ راہ راست پر نہین آسکتے مجبور ہین ۔ اس کا بیان ہو چکا ہے ۔ جو انسان مجبور معلوم ہوتے ہین وہ حقیقت مین مجبور نہین ۔ مادون مین جسقدر خصوصیت ہے وہ قبول اثر کی ہے ۔ جو چور ایسے ہین کہ مثل چھپکلی کے دیوار پر چڑہ جائین وہ محتسب ہو سکتے ہین ۔ یا فوج کے ملازم قلعون پر چڑہ جانے والے ۔ اور جب بطر کا نا موجود ہے اور اوسکے ذریعہ سے شر پیدا ہوتا ہے اوسکا علاج پیدا کرنا ضرور ہے ۔ بدون کا علاج بسا اوقات بدون کے ذریعہ سے بہتر ہوتا ہے ۔ یہہ وجہ پیدا کرنے مادہ قبول اثر کی ہے ۔ جو عورتین ایسی ہین جنمین مادہ بیحیائی زیادہ ہے وہ بھی ضرورتون کے وقت کام مین آنے کے قابل ہین اور اسی لیئے اونمین یہہ مادہ ہے ۔ چنانچہ فوجون مین زنان منکوحہ کا ساتھہ رکھنا ممکن نہین ہوتا ۔ اور وہ اون کا وقت ہوتا ہے یہان تک یہہ ضرورت ضروری ہے کہ ہر مہذب سلطنت ایسی عورتون کی موجودگی مین مزاحمت نہین کرتی قبول اثر کے مادہ کے سبب سے اللہ تعالی نے اونکے لیئے وسعت دیدی ہے (یعنی قاعدہ حسن و قبح افعال ہین) چنانچہ متعہ کا جواز حقیقت مین اسی لیئے ہے ۔ ضرورت جواز متعہ مسلم ہے کہ یہہ تھی کہ عربی فوج کو عورتین نہ ملتی تہین ۔ اپنی

عورتین ساتھہ کہین نہین جاسکتی تہین اگر ایسی عورتین نہوتین یہہ کام نہ نکلتا جسکی ضرورت ابتک ہے - پس جسقدر تعلق مادہ کو ہے اوسی قدر حسن فعال مین گنجایش دیدی گئی ہے یہان اس فرق کو ملحوظ رکہنا چاہیے - جو قواعد الٰہی و قواعد مقرر کردہ انسان مین ہے -

جواب اس شبہہ کا کہ سلاطین جابر کو سلطنت دینا خلق شر ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب مانا جائے کہ بادشاہت قائم رکہنے مین اصلی سبب اللہ تعالی ہے تو جو حاکم دنیا نالائقون کو حکومت دیتا ہے قابل سخت الزام کے ہوتا ہے گو اوسکو علم صرف ظنی ہوتا ہے اللہ تعالی کا علم یقینی ہے - پس ایسون کا بادشاہ بنانا کیونکر اللہ کو الزام سے پاک کہہ سکتا ہے جیسے فرعون کو بادشاہ بنانا اور اسیطرح کے جو اور بادشاہ ہوے اونکا بادشاہ بنانا تہا یہہ شبہہ غلط ہے اسلیے کہ حق تعالی نے یہہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ انتظام آدمیونکا بذریعہ آدمیون کے ہو - ضرور ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض موجود ہے لیکن اگر ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض کو اقتدار ظاہری دیدیا جاتا تو ہدایت جبری ہوجاتی اور پہر جیسا بیان ہوا دنیا امتحان گاہ نہ رہتی - پس جبتک باعتبار بہت سی ضرورتونکے دنیا کا امتحانگاہ رکہنا لازم ہے خلیفۃ اللہ کو اقتدار ظاہری نہین دیا گیا لیکن انسانون مین انتظام بغیر بادشاہ کے نہین ہوسکتا اگر بادشاہ نہو کفار کا حالت انبعاث مین ہونا بیفائدہ ہوجائے کیونکہ پہر دنیا بجاے حالت ترقی کے حالت تنزل مین ہوجائیگی - اسلیے بادشاہ اونکا اونمین سے بنانا ضرور ہے - اور اسلیے مدد بہی اوسکی ضرور ہے - تاکہ برائی حد سے نہ بڑھ جائے اور اوسکے ساتھہ اور منافع بہی ہین - یعنی یہہ کہ اللہ تعالی کی شفقت و عنایت کا مقتضی

یہہ تہا کہ الیسون کو بادشاہت دے - کیونکہ اگر اللہ تعالے کافرون کو پیدا کرتا او
اونکے لیئے بڑی سزا عقبیٰ کی بناتا اور اونکو نعمات دنیاوی سے بہی محروم کر دیتا کسقدر سختی
ہوتی - یہہ بہی ہے کہ اوسنے مہلت دہی کہ شاید کفار سمجہ جاوین اسلیئے عذاب سخت مین
جلدی نہین کی جب کفر سے معافی دینی تہی تو تاخیر ضرور تہی - چونکہ کفار کے لیئے
نعمات دنیا عوض نعمات دائمی آخرت کے ہین ضرور ہے کہ دنیا کفار کے لیئے ہو - تاکہ وہ
جسقدر فائدہ اوٹہا سکین اوٹہائین - اسی لیئے حقیقت مین دنیا کفار کے پاس
ہے - بادشاہ کثرت سے اونمین ہین - اسلام مین بادشاہت اس ضرورت سے
نہین ہے - صرف بقاء اسلام کی ضرورت سے ہے اور اسیلئے قلیل ہے - علاوہ
برآن بعض وقت ضرر کا مقابلہ ضرر سے کیا جاتا ہے - اسلیئے بادشاہت حاصل کرنے
مین ایسے لوگون کو مدد دی جاتی ہے جنہون نے اپنے آپ کو برا بنا لیا ہے -
بدی اور نیکی کی بابت غالباً اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ یہان ضرورتاً عادہ نہین ہے

جواب اس شبہہ کا کہ انسان مجبور ہے اور مسئلہ جبر و قدر کا بیان -

ایک شبہہ یہہ ہے - کہ بعض امور و ارشادات پر غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین کچہ قوت نہین اور سب کچہہ
اللہ کرتا ہے اور انسان کے ہاتہہ پانون جکڑے ہوے ہین اوسپر حجت تمام نہین ہے
چنانچہ بعض آیات اور ارشادات الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت و غیر ہدایت اللہ کے
ہاتہہ مین ہے اور ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا یہہ ایسا امر ہے کہ لوگون
نے اسمین بہت بحث کی ہے - خلاصہ اونکی تقریر کا یہہ ہے کہ جہان جہان یہہ ارشاد

ہوا ہے کہ جسکو ہم چاہتے ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کر دیتے ہین اسکے معنی یہہ ہین کہ راستہ بہلائی برائی کا دکہلا دیتے ہین اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے ایمان نہ لائے اوسکے معنی یہہ ہین کہ ہم منزل مقصود پر نہین پہونچاتے۔ میرے نزدیک حقیقت یہہ ہے کہ جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جسکو ہم چاہتے ہین ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کرتے ہین معنی اوسکے یہہ ہین کہ یہہ بیان قدرت الٰہی ہے جسمین توفیق داخل ہے۔ اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جو چاہے ایمان لائے یعنی ہدایت پائے اور جو چاہے گمراہ ہو یعنی ایمان نہ لائے معنی اوسکے یہہ ہین کہ وہ بیان اختیار ہے جو بشر کو عنایت ہوا ہے اور یہہ مراتب اختیار کے اوسیطرح ہین جیسے تمام اختیارات درجہ بدرجہ حکام وقت کے دیکہے جاتے ہین۔ بڑے حکام کے اختیارات چہوٹے حکام کو اختیار دینے سے سلب نہین ہوتے۔ نہ اونکے اختیار سے چہوٹون کے سلب ہوتے ہین۔ صرف فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اختیارات بڑے زور کے ہین مگر وہ بشر کے اختیار مین ہر وقت مخل نہین ہوتا اسلیے اختیار بشر بہی بحال خود باقی رہتا ہے۔ اور قدرت الٰہی بہی بحال خود باقی رہتی ہے یہہ بات بطور جمع اضداد کے اور بظاہر محال عادی معلوم ہوتی ہے مگر واقع مین محال نہین ہے۔ آپ اس محال کو حیثیت سے تعبیر فرما لیجیے کہ ایک حیثیت سے اختیار و قوت ہے ایک حیثیت سے بے اختیاری و ضعف ہے اور دونون ایک جگہہ جمع ہین تفصیل اسکی شاید اس بیان سے سمجہہ مین آسکے کہ انسان کے اختیارات جہانتک ہم دیکہتے ہین بڑے زور کے پاتے ہین

بادشاہونکا حکم ایسا ہے کہ ایک زبان ہلانے سے ملک کے ملک خاک سیاہ ہوجاتے ہین ایک توپ چلانے سے صدہا آدمی ایکدم سے فنا ہوجاتا ہے مضبوط قلعے اوڑجاتے ہین باوجود اسکے اسقدر اونمین ضعف ہے کہ ایک ذراسا خون اگر دماغ کے اعصاب مین باریک رگون سے نکلکر فالج پیدا کرے تو زبان چل ہی نہ سکیگی۔ وہ ہاتھہ جو اتنی جانین تلف کرسکتا تہا اوٹھہ ہی نہ سکیگا۔ یہانتک کہ ایک خیال نفع وضرر کا زبان اور ہاتھہ دونون کو روک لیتا ہے۔ خیال ایسی چیز ہے کہ آدمی کے بس مین نہین ہے چھوٹی سی رسی باندھنے سے ہاتھہ نہین چلتا ذراسے درد سے یا ایک پھنسی سے بیکار ہوجاتا ہے پس دیکھیے کہ کتنی قوت زبان اور ہاتھہ مین ہے اور کتنی کمزوری اونمین ہے یہہ دونون حالتین اضداد ہین اور کس عجیب طرح سے ایک جگہہ جمع ہین۔ اسیطرح باوجود اسکے کہ انسان کو اختیار ہے وہ مجبور بہی ہے اور ایسا مجبور ہے کہ جب بڑے اسباب پر نظر ڈالیگا تو یہہ کہنا نارو نہین ہوگا بلکہ حقیقت حال ہوگا کہ اللہ کی قدرت کے تابع ہین اور اسلیئے کہہ سکتے ہین کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے سیدہا راستہ دکھلاتا ہے مگر باوجود اسکے ایک ایسی حد موجود رہتی ہے کہ اوسکی ذات پر الزام عائد نہین ہوتا اور وہ اختیار جو مستلزم سزا و جزا کرتا ہے باقی رہتا ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص فرض کیجیے کہ اوسکے اوپر اسلام کی خوبیان اسطرح روشن ہوئین کہ اوسنے مسلمانون کو دیکہا کہ رات دن مصروف عبادت ہین اور سوائے بہلائی کے اور کچہہ کام نہین کرتے خدا کی ذات کو اونسے بہتر کسی نے نہین پہچانا۔ جو بیان کرتے ہین اوسمین سچائی ہوتی ہے اور اس خوبی سے اونے اوسے

پختہ کردیا کہ تحقیق کی تکمیل کرکے مسلمان ہوجانا چاہیئے اور فیصلہ کرلینا چاہیئے۔ وہ
مسلمان ہونیکے لیئے ایک شخص کے پاس گیا اور جاکر بیٹھا۔ وہان کیا دیکھتا ہے کہ
مولویصاحب کے پاس ایک شخص کھڑا ہوا کہتا ہے کہ رات جو تہیلی روپیون کی مین نے
آپکے پاس امانت رکہی تہی وہ واپس عنایت فرمایئے۔ مولویصاحب فرماتے ہین کہ تو جہوٹا ہے
اور تو نے کوئی امانت میرے پاس نہین رکہی وہ بیچارہ کان پکڑوا کر نکال دیا گیا مولویصاحب
کے معتقدین نے اوسپر سختی کی۔ اس شخص کو شبہہ ہوا کہ حقیقت حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیئے تب مسلمان ہونگا۔ اوسوقت وہ چلا آیا یہ مظلوم تہیلی والا ایک عورت کے پاس گیا
اوس سے حال کہا کہ مولویصاحب ہو کہ باز نکلے۔ اوس عورت نے کہا کہ مین تدبیر کرتی ہون
اونکو بہی وہو کہ دونگی۔ اوس عورت نے بعد نماز عصر ایک ڈولی کرایہ کی اور اپنے زیور کا صندوقچہ
ساتھہ لیا مولویصاحب کے ہان پہونچی۔ اطلاع کرائی۔ عرض کیا کہ اوس بندی کا شوہر سفر مین ہے
اور پولیس کی غفلت سے چورون کا زور ہے۔ چاہتی ہون کہ یہہ زیور جناب کے پاس امانت
رکہون اور یہہ کہکر زیورات کا صندوقچہ جہٹ پٹ کہولدیا۔ مولویصاحب کی نظر جب
زیور کے قیمتی نگینون اور اونکی دمک پر کہ مثل گوہر شبچراغ چمکتے تہے پڑی آنکہین کہل گئین
لوٹ گئے اور دل مین سوچے کہ بڑا شکار جال مین پہنسا۔ دکہلانے کو پہلے انکار کیا
پہر راضی ہوگئے کہ رکہہ لونگا۔ فہرست تیار ہونے لگی باہر یہہ عورت اوس تہیلی والے کو
کہڑا کر گئی تہی کہ جب مولویصاحب مصروف ہون تو حاضر ہونا اور تہیلی کا تقاضا کرنا۔
اس اثنائے انتظار مین یہہ شخص بہی جو مسلمان ہونا چاہتا تہا آپہونچا۔ تہیلی والے کو مکان

مولویصاحب کے باہر دیکھہ کر پوچہا کہ بعد صبح کی دولت کے اب آنے کی وجہ کیا ہے
اوسنے ترکیب بتلائی۔ شوق استعلام مین یہہ بہی باہر کہڑے ہوگئے کہ دیکہین اب
کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر بعد یہہ شخص بہی اندر گیا اور مولویصاحب کے پاس پہونچا اور
پہر تقاضا کیا۔ مولویصاحب کو یہہ خیال ہوا کہ اگر اسوقت امانت واپس کردینے مین
حجت کی مبادا یہہ عورت بہڑک جائے اور یہہ سارا زیور ہزاروں روپیہ کا ہاتہہ سے نکل جائے
اسلیئے فرمایا کہ اے شخص تو نے تو صبح ہی آنیکا وعدہ کیا تہا ابتک کہان رہا اپنی تہیلی
جلدی لیجا۔ مجہے اس امانت سے بڑی تکلیف ہوئی رات بہر مین اوسکی حفاظت کرتا رہا
جہٹکے سے مولویصاحب اوٹہے اور تہیلی لاکر حوالہ کردی وہ تہیلی والا خوش خوش باہر آیا۔ ان حضرت
کو جو اسلام لانیوالے تہے اس حال کو دیکہکر تعجب ہوا اور نفرت ہوئی اور اس سوچ مین انکو
خیال ہوا کہ یہہ عورت مفت ماری جاتی تہی۔ یہہ سوچ ہی رہے تہے کہ ایک اور عورت
دوڑتی ہوئی آئی اور جہٹ پٹ اندر چلی گئی اور اوسنے مطابق اوس اقرار کے جو پہلے سے
کرلیا تہا زیور والی عورت سے کہا کہ اے بی بی مبارک ہو آپکے شوہر سفر سے آگئے
جلدی گہر چلو۔ بی بی خوش ہوئین اور جلدی جلدی اپنے زیور کو صندوقچہ مین ڈال
یہہ جا وہ جا مولویصاحب کے مکان سے باہر نکل آئی اور ان حضرت کو جو مسلمان ہونے
آئے تہے بڑی خوشی ہوئی کہ عورت بہی خوب بچی اور تہیلی والے کا کام بہی ہوگیا
تاہم دلچسپی کے سبب سے اس مرد کا قصہ پوچہنے کو عورت کے ساتہہ ہوسے۔ اوسنے
اونکا حال بتلایا کہ اس احمق نے کل اپنے گہوڑی سو روپیہ کو بیچی تہی۔ سارا روپیہ اسکا

ایک عورت نے اسطرح ٹھگ لیا تھا کہ یہہ میان روپیہ کو رومال مین لئے بازار مین گھومتے
تھے اور مارے شوق کے جہان ہو سکتا تھا رومال کھول روپیہ گننے بیٹھہ جاتے تھے
ایک عیارہ تاڑ گئی اور اونسے ایک جگہہ ملی اور کہا کہ وہ بندی عجیب مصیبت مین مبتلا ہے
شوہر اوسکا برسون سے پردیس مین ہے اب نہ تحمل ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہون
آپ چلئے اور قاضی صاحب کے یہان چلکر کہئے کہ مین اسکا شوہر ہون سفر کو گیا تھا
وہان دوسری شادی کر لی اب اسے طلاق دیتا ہون اور قاضی جی کے سامنے طلاق
دیدیجئے مین اقرار کر لونگی کہ مین نے مہر اپنا پا لیا۔ اسکی مزدوری مین آپکو عہ روپیہ دونگی
یہہ راضی ہو گئے اور قاضی کے یہان (کہ یہی مولویصاحب تھے) جا کر طلاق کو جاری
کیا۔ مہر کی تعداد ماعہ روپیہ بتلائے عورت نے کہا کہ مین نے پا لیا یہہ عورت
انکو عہ روپیہ دینے گھر لائی اور دے کر رخصت کر دیا۔ مگر جب یہہ باہر نکلے غل مچا دیا
کہ میرا روپیہ لئے جاتا ہے جو ابھی مہر کا دیا تھا۔ پھر قاضی صاحب تک نوبت پہونچی
اونھون پورا ایک سو دس روپیہ عورت کو دلا دیا۔ اتفاقاً یہہ شخص مجھے ملا روتا اور
گالیان دیتا جاتا تھا۔ مین نے حال پوچھا اوسنے بتلایا مین سمجھہ گئی کہ یہہ فلان عورت
کا کام ہے۔ مین نے کہا کہ اگر روپیہ واپس کرا دون تو کیا دیجئیگا آخر عہ روپیہ اپنی
اجرت قرار دیکر اسکو یہ ترکیب بتلائی کہ اس عورت کے دو بچے ہین اونپر تو قبضہ کر لئے
وہ اسوقت مدرسہ مین ہین۔ چنانچہ اوسنے قبضہ کیا تب اوس عورت نے روپیہ واپس
دیا۔ پھر یہہ کمبخت اونہین مولویصاحب کے پھندے مین جا پھنسا تھا۔ مین نے پھر اوسے

نکلا ہے جسکا قصہ آپ نے بھی دیکھا۔ انکو بعد معلوم ہوئے ان اتفاقات اور تدابیر کے
اسباب کا خیال ہوا کہ ابھی جلدی نہین کرنی چاہیئے اور اہل اسلام کے حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیئے رات کو وہ سوئے سانپ نے کاٹا اور مر گئے۔ فرمائیے کہ اسوقت آپ کوئی اعتراض حقیقتاً
بشری پر کر سکتے ہین یا کوئی اعتراض اسباب پر بھی کر سکتے ہین کہ ہدایت اور غیر ہدایت اوسکے ہاتھ نہین
نہین ہے اسلئے کہ یہ شخص جو مسلمان ہونے سے رہ گئے اون سے ممکن ہے کہ ایسے
افعال قبیحہ سرزد ہو چکے ہون کہ اونکو سزا دینا اوسکی حکمت کے نزدیک لازم ہوا اور اسلئے
اونکو نعمت اسلام سے محروم کرنا ضروری ہو۔ اگر حق تعالےٰ کو منظور ہوتا کہ یہہ مسلمان
ہوجائے تو اس شخص کی عقل مین اسقدر قوت آجاتی کہ سمجھتے اور جانتے کہ ایک فرد کا
فعل اصل اصول اسلام سے نفرت کا باعث نہین ہوسکتا۔ یہہ لوگ دین کے امتحان
دئے ہوئے نہین ہین دنیادار ہین جنہون نے دین کو ذریعہ دنیا کمانے کا بنایا ہے۔
اور سخت نفرت کے قابل ہین۔ اسلام نے برائی اونکی زور سے بیان کی ہے۔ ایسے
دنیادار ہر مذہب مین ہین۔ اگر وہ ایسا کرتے اصل اسلام کی خوبیون کو دیکھکر خود مسلمان
ہوجاتے۔ پس دیکھیے کہ ایک وہ قوت تھی کہ اوس انسان نے بھلائی کو اسلام کی پہچانا
ایک جگہہ یہہ ضعف ہوا کہ وصول الی المقصود یعنی منزل پر پہونچنے سے رہ گئے۔ دونون
مین برائی نہین۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہین اوسنے مادہ عقلی دیا اور اوسی نے اوسمین وہ
سبب پیدا کیا کہ کچھہ نہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اس بات کی ایک عمدہ مثال ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ

فرماتا ہے جسکا حاصل ترجمہ یہہ ہے کہ وہ عورت تو یوسف کے ساتھہ ارادہ بد کر ہی چکی تھی اور یوسف کو اپنے پروردگار کی طرف کی دلیل "کہ میرا آقا ہے" اوسوقت نہ سوجھہ گئی ہوتی تو وہ بھی اوس عورت کے ساتھہ ارادہ بد کر بیٹھتے ۔ ہمنے یوسف کو ثابت قدم کہا کچھہ شک نہین کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندونمین سے تھے" پس ملاحظہ فرمایئے اس مدد مین کچھہ برائی نہین ہے ۔ اگر مدد ترک کردیجاتی تو بھی حجت حضرت یوسف پر تمام تھی میرے نزدیک افعال قبیحہ ایسی چیزین ہین کہ بہر مدد اسد کی باوجود ایسی قدرت اور زور کے اختیارات انسانی کے نہین ہوتی اور ہدایت پوری نہین ہوتی اور وہ سزا ہوتی ہے (یعنی توفیق اوٹھالینا) جو ضروری ہے ۔

| شرح آیہ لاتتحرک ذرۃ کی ۔ | ممکن ہے کہ معنی لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کے یہ |

ہون کہ ذرہ بھی بغیر اجازت اللہ تعالی کے نہین ہلتا اور مقصود اس اذن سے حکم تھوہ اذن ہو یعنی اختیار کہ وہی اذن ہے ۔ اور رفع تناقض اوسوقت یون ہوگا ۔ کہ جب کوئی نتیجہ پیدا کرنا ہوتا ہے ۔ اجازت ہو جاتی ہے ۔ ورنہ نہین ہوتی ور یہ اجازت نتیجہ اختیار بشری جہانتک متعلق ہے" تاکہ اسباب بیکار نہون" عموما ہوتی ہے جب اسباب کا بیکار کرنا ہو اجازت نہوگی ۔ اسباب بیکار ہو جائینگے ۔ یا یون رفع تناقض ہوگا کہ حکم سے اوسکی قوت مراد ہو اور اصل سبب اوسکی حرکت کا وہ قوت ہو ۔ پس معنی یہہ ہونگے کہ حقیقت مین اذن وہی تھا جو ہلنے کی قوت حاصل ہوی تھی ۔

ممکن ہے کہ معنی اسکے یہ ہون کہ غیر ذی روح بغیر اذن الہی کے حرکت نہین کرتے

ذرہ کو اوسی طرح ذکر کیا ہے جیسے معنی و بیان کا قاعدہ ہے اور اردو مین کہتے ہین کہ
مکان مین چڑیا بھی نہین تہی - اور پتہ بھی نہین ہلا معنی یہ ہوتے ہین کہ کوئی حتی کہ چڑیا
بھی نہ تہی - اور کسی قسم کا غل نہین ہوا اسقدر بھی جتنا پتہ ہلنے مین ہوتا ہے پس معنی یہ ہوتے
ہین کہ جب ذرہ بھی بغیر حکم الٰہی کے نہین ہلتا - سورج اور چاند اور آسمان و زمین بغیر اوسکے اذن
کے کیسے گردش اور حرکت کر سکتے ہین - ذی روح جنمین ارادہ اور اختیار دیا گیا ہے یہان
مراد نہین ہو سکتے - پس لازم ہے کہ یا یون کہیے کہ اذن بمعنی اختیار کے ہے یا یون کہیے کہ ذی روح
مراد نہین ہین اور اس کلام مین اونکا بیان نہین ہے -

اس اذن و حرکت کا مین نے عجیب تماشہ دیکھا ہے کہ عقل حیران ہو گئی اور معلوم
ہوا کہ ذرہ بھی بغیر اللہ تعالی کی مرضی کے نہین ہلتا - وہ تماشہ یہ تھا کہ ایک دفعہ جونپور مین
وبائے ہیضہ پیدا ہوئی - وبا کی بابت جسقدر تحقیقات ہوئی ہے معلوم ہوا ہے کہ
کچھہ کیڑے پیدا ہوئے یا ہوا مین ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ وہ جب جسم مین گہس گئی تو
اوسمین ایک زہریلا مادہ پیدا ہوا اور وہ ہلاکت اور دوسرونکی عبرت کا باعث ہوئی لیکن ہر
شخص وبا مین مرا نہین بعض کو کیڑون نے اثر نہ کیا یا اوس ہوا نے ضرر نہین پہونچایا
یا بعد اثر اچھے ہو گئے - اس سے ظاہر ہوا کہ وہ بعض جنکو اثر ہوا وہ بغیر اذن کے نہین
ہو سکتا تہا - ڈاکٹر کہتے ہین کہ بعض آدمیون مین ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ مادہ اونپر
اثر نہین کرتا تعدیہ اونمین ہوتا ہے جنمین قوت نہو لیکن مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا
کہ ایک مکان مین چند شخص تھے اور ایک کنوئین سے پانی پیتے تھے - دو بیمار ہوئے

اور کوئی بیمار نہوا۔ ایک مر گیا ایک اچھا ہو گیا اور کون اچھا ہوا جو مرنیوالے سے سخت تر
بیمار تہا۔ مرنیوالے کے دل مین یہہ بات پیدا ہوئی کہ دوا نہ پی جینے والے کو آلو بخارے
نے قے۔ بردالطراف۔ وقعر عینین حالت محض بیہوشی مین بند کر دی۔ اس بیمار کا دودہ
بحالت مرض کمزور بچہ نے پیا وہ بچہ کچہہ بہی متاثر نہوا۔ یہہ خاص میرے اوپر گذرا ہوا
معاملہ ہے۔ نہ تغذیہ تہا نہ قوت اور غیر قوت کو دخل تہا۔ یہ دکہلائی دے رہا تہا۔
کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو رہا ہے۔ پس میری سمجہہ مین بہی آگیا ہے کہ ذرہ بہی بغیر اوسکے
حکم کے حرکت نہین کرتا سب کچہہ اللہ کے بس مین ہے۔ مگر بس مین کہنا اوسی حد تک
عمل مین لایا جاتا ہے جہان تک اون اختیارات مین جنکی بنا پر سزا اور جزا کا استحقاق
پیدا ہوتا ہے خلل نہ آئے۔

مین جب اپنے حال پر غور کرتا ہون یہہ بات پاتا ہون کہ ضرور انسان کی قوت
تام ہے مگر پہر بہی سب کچہہ اللہ تعالے کے ہاتہہ مین ہے اور قوت بہی بجال خود باقی
ہے اور اختیار الہی بہی بجال خود باقی ہے اور یہی ذریعہ اختلاف مراتب کا ہے جس کی
خوبیان مین اوپر بیان کر چکا ہون کہ وہ لازمی اور دوسری مصلحت سے ہین۔ مناسب ہے
کہ جو مجہپر گذرا ہے اوسے اور بیان کرون میرے باپ کا اتفاق عین غدر ۱۸۵۷ع
مین ایک انگریز کے ساتہہ نوکری کرنیکا ہوا جو نہایت سید ہے دل کے فوجی آدمی تہے
بہت ہی نیک تہے۔ قوت حافظہ اور قوت چشم قوی تہی۔ خاندانی بہی تہے اسلئے
اونکے احکام سے حکام تعرض کم کرتے تہے کرنیل آگسٹس ہنری ٹرنین اونکا نام تہا۔ میرے

باپ کی وفات سنہ ۱۸۶۰ء مین واقع ہوی جب مین کم سن تہا جسوقت مجہکو شعور ہوا آٹہہ برس بعد قصد کیا کہ معاش تلاش کرنی چاہیے۔ مین اونکے پاس گیا اور اپنا حال کہا کہ یہہ نام ہے۔ یہہ والد مرحوم کا نام ہے وہ وہی تہے جنہون نے غدر پہر آپکے ساتہہ جان نثاری کی اور عوض نہین لیا پنشن پاکر آرام نہین کیا۔ مجہے حاجت ہے نوکری دیدیجیے۔ جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی جگہہ خالی نہین ہے۔ مین نے دیپٹی مرام اور ی سے پہر تہہ واپس آیا بعد دو تین سال کے مجہکو پہر اوس ضلع مین جانیکا اتفاق ہوا ایک صبح پہر اون صاحب سے ملا اور پہر حال بیان کیا۔ کہنے لگے کہ تم اوس شخص کے بیٹے ہو جو غدر مین ہمارے ساتہہ تہے تم وہی ہو جو بچے سے ہمارے پاس آیا کرتے تہے۔ مین نے جواب دیا کہ ہان وہی ہون۔ بولے کل کچہری کی حالت مین آنا دوسرے دن مین گیا اور جب سامنے پہونچا ٹرنین صاحب کو بہت خوشی ہوی اور انہوں نے سر رشتہ دار سے پوچہا کہ کوئی نوکری خالی ہے سر رشتہ دار نے جواب دیا کہ نہین۔ پوچہا کہ کسی کو ہمنے امتحاناً مقرر کیا تہا۔ سر رشتہ دار بولا کہ فلان نائب تحصیلدار کو دو سال ہوے آپ نے امتحاناً مقرر کیا تہا اوسکے استقلال کے کاغذات رکہے ہوے ہین سنکر بولے اوسکو اپنی اصلی جگہہ واپس کردو اور اس شخص کو مقرر کردو۔ مجہے ابتک حیرت ہوا کرتی ہے کہ وہی مین تہا۔ وہی ٹرنین صاحب تہے وہی حقوق تہے سنہ ۱۸۶۷ء مین کیا تہا کہ جواب صاف ملا سنہ ۱۸۷۰ء مین کیا ہوا کہ ایسی کہری ملی جو میری اوسوقت کی حالت کے لئے ایک عجیب نعمت تہی۔ حافظہ کا مین نے خود تجربہ کیا کہ تین سال کے بعد

اُردو مین جاری کیئے ہوے احکام لفظ بلفظ بتلا دیتے تھے - میرا اختیار اور قوتِ صدور افعال ٹرنین صاحب کا یکسان تھے مگر ایک وقت ایک نتیجہ ہوا دوسرے وقت دوسرا نتیجہ اور یہ بات سمجھہ مین آئی کہ باوجودیکہ قوت اور اختیار انسان کا ایک طرح سے کامل ہے مگر دوسری طرح سے کچھہ بھی نہین نہایت ناقص ہے - اور دونون اسطرح کے ہین کہ نقصان دونون کے کمال مین نہین ہے اور ایک دوسرے کے اسطرح تابع نہین ہین کہ اللہ تعالی پر الزام رکھا جا سکے - دیکھیئے یہ قوت اور یہ حکمت صرف اللہ کے کامون اور ایجادون مین ہے جو ہماری عقلون سے باہر ہے - سبحان اللہ - الغرض یہی معنی ان ارشادات کے میرے خیال مین ہین اور میری سمجھہ مین یہہ ہے کہ یہ دیکھو کا ہے - اختیار کا نقصان نہین ہے - انہین دو قوتون پر نظر کر کے بعض بڑے لوگون نے یون بیان کیا ہے کہ جبر و اختیار امر بین بین ہے یہ بالکل سچ ہے مگر ضرورت تفصیل کی ہے کہ اختیار انسانی بھی پورا ہے اختیار الٰہی بھی پورا ہے چنانچہ مثال اوسکی بھی بیان ہوی یعنی حکام چھوٹے ہوتے ہین اور بڑے - دونون مین اختیار ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے پر - اور دونون صاحب اختیار ہوتے ہین - اقتدار بڑے کا اور اقتدار چھوٹے کا بحال خود قائم رہتے ہین جیسے بادشاہ کے احکام کی تعمیل مین بھلائی برائی ہوتی ہے اور بادشاہ اصل باعث سمجھا جاتا ہے وہی یہان ہے یا کچھہ زیادہ ہے مگر نہ اتنا کہ اختیار مین ایسا خلل ہو کہ ذمہ داری اور تکلیف معدوم ہو جائین -

چونکہ یہہ بڑی بحث ہے مناسب ہے کہ بعض آیات نقل کیجائین تا کہ تسکین

ہوجائے اور شک باقی نرہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اس ہدایت وغیرہدایت کی بابت ارشاد فرماتا ہے کہ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ترجمہ دین مین زبردستی کا کچھہ کام نہین۔ گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہوچکی ہے توجو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اوسنے مضبوط رسی پکڑ رکھی جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ سبکی سُنتا اور سب کچھہ جانتا ہے اللہ ایمان والونکا حامی اور مددگار ہے کہ اونکو کفر کی تاریکیو سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے اور جو لوگ دین حق سے منکر ہین اونکے حمایتی شیاطین ہین کہ اونکو ایمان کی روشنی سے نکالکر کفر کی تاریکیوں مین ڈھکیلتے ہین یہی لوگ دوزخی ہین کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے۔ اس سے صاف تر ارشاد دونون امر کا آپ اور کیا چاہتے ہین۔ انسان نہ کفر پر مجبور ہے نہ ایمان پر بلکہ پورا اختیار رکھتا ہے۔ جب وہ ایمان لاچکتا ہے تو اللہ اوسکا حامی اور مددگار ہوتا ہے اور پہر مدد کرتا ہے اور تاریکیون سے جو بعد مین بہی ہتی ہین کہ وہ مہالک ہین۔ نکال دیتا ہے دلکو روشن کردیتا ہے۔ اور جنہون نے کفر اختیار کیا ہے اونکی حمایت و مدد چہوڑ دیتا ہے تب شیطان کا دخل ہوتا ہے وحقیقة اصلی روشنی ہے یعنی اللہ کو انسان خود پہچانتا ہے اوس سے نکالکر اندہیرے مین

ڈالدیتا ہے اور یہہ سزا ہے۔ اور کسی قسم کی برائی اللہ تعالی پر نہین۔ دونون امر موجود
ہین۔ پہر ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالی فرماتا ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ترجمہ وہ اونکے اگلے اور پچھلے حالات کو جانتا ہے
اور سب کامون کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ
ہر پہر کے کام اللہ کی طرف بازگشت رکہتے ہین۔ بازگشت سے الزام نہین ہوتا نہ مجبوری
پیدا ہوتی ہے۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ نہر جو بنائی گئی ہے پانی ایک رستہ سے جاتا ہے
اور کہیتون مین پہونچکر نفع دیتا ہے اوس سے پانی کی قوت و نفع دور نہین ہوسے
لیکن اوس مین خاصیت دینے سے رجوع اور بازگشت نفع کی اوسکی طرف ہے نہر کا
منبع ٹوٹ جانے سے جو نقصان ہوتا ہے الزام اوسپر نہین ہے بلکہ مابعد کی سوء تدبیر
ہے اور آخر کو بلا الزام سب امور اوسکی طرف رجوع ہوتے ہین۔ اگر وہ مادہ پانی مین پیدا
نہ کرتا آب مین قوت نہ دیتا پانی کہیت تک نہ پہونچتا۔ اسلئے امور کی رجوع بذریعہ اختیار
اور باوجود اختیار اوسکی طرف ہے۔ چنانچہ جہان اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے
صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ بہرے گونگے اندہے ہین پس وہ بازگشت
نہین کرتے۔ وہان بہی لفظ بازگشت و رجعت ارشاد ہوا ہے غفلت نفرمایئے۔
وہ بہی ترک مدد ہے۔ یعنی وہ لوگ جب خراب ہو جاتے ہین اصلاح پر نہین آتے پاتے
کہ یہہ سزا ہے۔ مجبوری ابتدائی یا ایسی مجبوری کہ آہی نہ سکتے ہون نہین ہے۔

تفسیر آیہ واللہ خلقکم وما تعملون کی	ایک بزرگ نے اس مقام کو سنکر ارشاد فرمایا کہ یہہ تقریر خلاف اوس

اوس آیہ کے ہے جسمین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ خلق افعال عباد اللہ تعالی فرماتا ہے
چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ مناسب ہے کہ شرح اسکی بیان
کیجائے مبادا کسی اور کو بھی ایسا شبہہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ آیہ قصہ حضرت ابراہیم مین
سورہ والصّٰفّٰت مین ہے اور پوری آیہ یہہ ہے وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ
جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝
اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَنَظَرَ
نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ فَرَاغَ
اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ
عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اسکا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
نے یہ فرمایا ہے۔ اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والون مین سے ایک ابراہیم بھی
تھے۔ جبکہ صاف دل سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوے۔ جبکہ اونہون نے
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا چیزین ہین جسکی تم پرستش کرتے ہو کیا خدا کے
سوا بنائے ہوے معبودون کے پیچھے پڑے ہو تو تمنے رب العالمین کو کیا سمجھہ
رکھا ہے پھر ستارون مین نظر کرکے یہہ حیلہ کیا کہ مین بیمار ہون تو وہ لوگ انکو چھوڑ کر چلے
گئے اونکا جانا تھا کہ ابراہیم چپکے سے اونکے بتون مین جا گھسے اور کہا کہ اتنے چڑھاوے
تمہارے سامنے رکھے ہین تم کہاتے نہین تمہارا کیا حال ہے کہ تم بولتے تک نہین۔

پھر تو ابراہیم بڑے زور سے اونکے مارنے پر پلے - اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے -
لوگون کو خبر ہوی تو ابراہیم پاس دوڑے آئے کہا کیا تم ایسی چیزون کو پوجتے ہو جنکو
تم تراشتے ہو حالانکہ تمکو اور جن چیزون کو تم بناتے ہو اسد ہی نے پیدا کیا ہے - اس سے
ظاہر ہے کہ اس آیہ مین وما تعملون سے مراد بت ہین اور معنی یہ ہین کہ بتون کے
مادہ کو جو پتھر ہے اسد تعالے نے پیدا فرمایا ہے چونکہ تمکو اختیار دیا ہے اسلئے پتھر تمہارے
کاٹنے سے کنکر بت بن جاتا ہے یا چونکہ تم مخلوق الہی ہو - اور تمنے پتھر کے ہیولی
مین یہہ صورت پہنائی ہے اور اسد تعالی کیطرف جملہ امور کی بازگشت ہے اسلئے یہ سب
مخلوق الہی ہین - اس معنی مین اگر خلق افعال کی نسبت اسد تعالی جل شانہ کی طرف ہے
خلاف ہمارے مقصود کے نہین ہے اسلئے کہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ اسد تعالی نے
قوت صدور افعال کی انسان مین عطا فرمائی ہے اور قابلیت انفعال کی بہت سے
اشیا مین عنایت کی ہے تا کہ اختیار جہان تک عنایت ہوا ہے چل سکے - اگر یہہ
دونون چیزین نہوتین امتزاج اور ترکیب دینا یا ایجاد و صنائع مختلفہ پر قادر ہونا انسان
سے ممکن نہوتا اور یہہ اختیار ہے - یہہ معنی کہ افعال بطور مجبوری انسان سے صادر ہون
ممکن نہین ہے کہ اس آیت کے معنی ہون -

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار تاثیرات نجوم انسان مجبور معلوم ہوتا ہے -

ایک شبہہ باعتبار علم نجوم ہے - ممکن ہے کہ نجومی
کہین کہ ہمکو ستارہ شناسی مین وہ کمال ہے کہ اگلا پچھلا سب
حال انسان کا بتلاتے ہین - اگر ستارون کی تاثیر سے اونکے

افعال پیدا نہوا کرتے تو ہم کیسے بتلا سکتے پس انسان مجبور ہے اور اس کارخانہ عظیم مین
اسباب سے جکڑا ہوا ہے جو زمین و آسمان چاند سورج مریخ اور زہرہ و مشتری وغیرہ مین
یہہ بھی غلط ہے ۔ نجومی پر جو اعتقاد کرے میرے نزدیک اوس سے زیادہ کوئی
سخیف العقل نہین ہو سکتا اسلئے کہ نجوم کی اوس تاثیر کو جسکا دعوے اہل منجم کو ہے نہ اہل دین
نے مانا ہے نہ اہل دنیا نے ۔ اگر اسکی کچھہ بھی اصل ہوتی تو کوئی ضرور مانتا ۔ نہ اوس سے
آج تک کوئی نتیجہ نکلا ہے اسلئے کہ تمام ہندو سلطنتین ہندوستان کی ہمیشہ انکی معتقد رہتی
آئی ہین مگر کوئی فائدہ نہین ہوا ۔ ہر شادی ہندؤنکی بذریعہ ستارہ شناس کے ہوتی ہے
پنڈت جی بیاہ سادہ دیتے ہین اگر ذرا بھی نفع ہوا ہو تو بتلادیجئے ۔ مسلمانون کی عورتین
بھی بیوہ ہوتی ہین ہندؤنکی بھی اون مین بھی ناموافقت ہوتی ہے ان مین بھی ۔ اہل دین
تو اونکو جھوٹا فرماتے ہین ۔ اہل دنیا جو سمجھدار ہین اونکو مکار کہتے ہین ۔ غور کیجئے کہ ابتک
ستارے پورے تو شمار ہوے ہی نہین اونکی تاثیرات کیسے شمار ہو گئین ۔ کسی ایک یا ہر
ستارہ کی ایسی تاثیر جاننے کا جسکے منجم مدعی ہین ذریعہ ہی کیا ہے ۔ صرف بعض کا تجربہ
اونکے راستون اور تاثیرون کی بابت ہے جو متعلق تغیر موسمون اور دوسری ایسی ہی تاثیرون
کے ہے جیسے چمڑہ پکانا دانہ پکانا وغیرہ وغیرہ مگر اون بعض کا جو انگلیون پر گنے جاتے
ہین ۔ یہہ ماننا کہ انہین ستارون مین تاثیر ہے اور کسی مین نہین بلا وجہ ہے ہم اسکے قائل ہین
کہ حاکم ہین ۔ باعتبار دین نبی نوع خلیفۃ اللہ ہین اور اختیار رکھتے ہین باعتبار دنیا ہر آفت
ارضی و سماوی کا علاج کر سکتے ہین ۔ اگر اہل تنجیم کی باتین سُنئے تو اپنی غلطیون کی انسے ہی

عجیب تاویلین کیا کرتے ہین کہ کوئی عاقل و نیز بغیر ہنسے ہوے رہ نہین سکتا چنانچہ منقول
ہے کہ حکیم انوری نے ایک دفعہ زائچہ کھینچا اور معلوم کیا کہ اصفہان مین فلان تاریخ کو ایسی آندہی
آئیگی کہ اوس سے تمام اصفہان متغیر ہو جائیگا مکانات جڑ سے اوکھڑ جاینگے باشندے شہر
کے مرجائینگے اور بہاگ جائینگے۔ بادشاہت خراب ہو جائیگی کوئی اپنے مال پر قابض
نہ رہیگا اور ایسا تلاطم ہوگا کہ الامان۔ حکیم کا اعتقاد لوگون مین کامل تہا۔ ہزارہا آدمی
بہاگ گیا اور جلاوطنی اختیار کی۔ صرف بادشاہ باقی رہا کہ مین کہان جاؤن۔ شہر گویا
کہ خالی ہوگیا۔ جب وہ رات آئی تو بجاے تیز ہوا چلنے کے اسقدر بہی ہوا نہ چلی
کہ پتہ ہلتا۔ ایک بوڑہیا نے یہہ حال دیکہکر ایک چراغ جلایا اور اوسے سب سے
اونچے مکان پر رکہہ دیا وہ رات بہر جلتا رہا صبح تک نہ بجہا۔ صبح ہی بادشاہ نے
حکیم جی کا کالا منہ کر کے گدہے پر چڑہا کر تشہیر کیا اور نکال دیا۔ منجم کہتے ہین کہ یہہ غلطی
نتیجے کے نکالنے مین واقع ہوی۔ اوس شب کو ہلاکو خان پیدا ہوا تہا۔ جسنے اصفہان
کو تباہ کر دیا۔ یہہ کیسی لغو تاویل ہے۔ اس لئے کہ ثابت نہین کہ اوسی شب
ہلاکو خان پیدا ہوا اگر ہوا اوس شب مین تو اوسکا اثر کچہہ نہین ہوا۔ وہ حکم متعلق اوس رات
کے نکالا گیا تہا کہ وہ شب تباہی کی شب ہوگی وہ شب تباہی کی شب نہین تہی۔
ایک بشر کے پیدا ہونیکی شب تہی جسکے افعال اختیاری تہے۔ نہ وہ شیر تہا نہ اژدہا۔
ایسے احکام پانچ چار دفعہ میری یاد مین بہی نجومیون نے لگائے اور کبہی صحیح نہین ہوے
چنانچہ سنہ ۱۸۹۹ء کے لئے بہی دونون ہندی اور ولایتی نجومیون نے اسوقت تک

تو کوئی اثر ہو نہین - اگر یہہ صحیح ہوتا کہ تاثیر نجوم افعال و ترکیب انسانی مین دخل رکھتی
ہے تو لازم ہوتا کہ جو لوگ ایک ہی وقت مین پیدا ہون اون سب کے افعال یکسان ہون
سب کی صورتین یکسان ہون - ایسا نہین ہے - اہل تنجیم نے کچھہ قواعد مقرر کئے
ہین اور حکم اون قاعدون سے نکال لیتے ہین وہ قاعدے ہمیشہ ٹوٹتے ہین پہلے بہلا وہ
قاعدے ہی کیا ہوے - باوجود تسلیم کر لینے اون قاعدون کے یہہ ثابت نہین ہوتا
کہ انسان مجبور ہے کیونکہ ہر اہل تنجیم اس بات کا بھی قائل ہے کہ نحوست ستارونکی خیرات
سے اور انسانی تدبیرون سے جو اونکی بتلائی ہوی ہون ہلکی یا دفع ہو جاتی ہے - اگر وہ
اسباب وقوع افعال کے ہوتے ایسا نہوتا سبب وہ ہے کہ جب پانی کو آگ پر رکھئے
بخار ہو جائے کبھی اسکے خلاف نہین ہوتا یہان ہمیشہ خلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے
مین نے خود دیکھا ہے کہ لوگ قواعد کے ذریعہ سے نام پوچھہ کر بتلاتے ہین کہ زوج
و زوجہ سے کون پہلے مریگا دو لڑنیوالون مین کون غالب ہوگا کون مغلوب ہوگا اور
وہ کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط - ورنہ وہی قاعدے ذریعہ کمائی کا ہوا کرتے - یہانتک
کہ شگون لینے والون کا گروہ بتلا دیتا ہے کہ کسی جانور کی آواز سے یہہ نتیجہ ہوگا -
چنانچہ دیکھا گیا کہ ایک عورت کی شادی ہو کر جسوقت اوسے گھر لاتے اوتارنے کے
وقت ایک خشک شاخ درخت نیب پر ایک کوا بولا - ایک شگونی نے حکم لگایا کہ یہہ
عورت لاولد رہیگی - ظاہر ہے کہ کوے کی آواز اس بابت کہ اولاد ہوگی یا نہین کچھہ
تاثیر نہین رکھتی - لوگ ہاتھہ مین طاس کے پتے بتلاتے ہین - ہاتھہ مین کسی پتے کا ہونا

بسبب اوس طریقہ کے نہین ہوتا جس سے بتلایا جاتا ہے پس اگر مان بھی لیا جاے کہ کچھ قواعد استعلام کے ہین جو کبھی سچے بھی ہوتے ہین تو وہ قواعد یا وہ چیزین سبب صدور افعال کا نہین ہوسکتین۔ جیسے یہہ جو ابھی بیان کیگئی ہین نہین ہین ممکن ہے کہ شگون جن چیزون سے لیا جاتا ہے وہ ہماری تاثیر اون چیزون پر ہو جنسے ہم شگون لیتے ہین بہرحال ایسے امور سے مقابلہ بدیہیات کا نہین ہوسکتا یعنی اسبات کا کہ انسان فاعل مختار ہے۔ خیالات منجم حقیقت مین انکار وجود اللہ تعالی کا اور کفر ہین۔ بڑے بڑے کاہن جو گذر گئے وہ بڑے شگون لینے والے ہوسکتے ہین۔ مین نے ایک منجم سے پوچھا کہ تم ضمیر کیونکہ بتلاتے ہو تو اوسنے جواب دیا کہ اس ذریعہ سے بتلاتے ہین کہ جو وقت کسی خاص ستارے کے عمل کا ہوتا ہے ویسے ہی خیالات دل مین پیدا ہوتے ہین۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ جب ڑہتے دن مین گلابی پھول خیال مین آئینگے۔ آفتاب کا رنگ سرخ ہے اسکے بعد منجم نے وہ پھول جو مین نے لیا تہا بتلا دیا۔ لیکن اگر یہہ بھی ہو تو بھی مجبوری انسان کی اس تجربہ سے پیدا نہین ہوتی۔ اسلئے کہ اگر عمل آفتاب سبب اور علت ہوتا آدمی مین اوسوقت دوسرے رنگ کے لینے کی قابلیت ہی نہین ہوتی۔ چنانچہ اس خیال کی تصدیق کے لئے اوسکے بعد مین نے جسقدر پھول لئے یہہ خیال کرکے خلاف وقت لئے اور چونکہ کوئی مطابق وقت کے نہ تہا اونکو منجم نہ بتلا سکا نہ پھر ضمیر دریافت کرسکا اور صاف ظاہر ہوا کہ باوجود اسقدر مداخلت کے اگر مداخلت سے ہے مجبوری انسان مین نہین ہے یہہ شبہہ منجمین کا شاید یون پیدا ہوا ہے کہ کارخانہ عالم مادّہ اور ذریعہ پیدا

کرنیکا ہے یہانتک صحیح خیال کرکے یہہ قیاس اور لگایا ہے کہ مادہ خلق افعال مخلوق بہی ہے۔ حالانکہ غلط ہے۔ جب ہر چیز بعد اجتماع اضداد الگ اور بالکل جدا چیز بنچکی تو آیندہ افعال اوسکے اوس بڑے مادہ کے تابع کیسے ہوسکتے ہین اوسمین وہ اجتماع اضداد دوسرے افعال پیدا کرنے کے لیئے ہوا ہے پس تبعیت کیسی ؟ اگر ایسا ہوتا تو خلق ہی تمام نہوتی وہی مادہ رہتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ عطاء قوت شر خلق شر ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب قوتون کا دینے والا حق تعالے ہو تو بہی خلق شر ہے۔ یہہ غلط ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی نے جو کچہہ قوت دی ہے وہ کوئی شر اور بری نہین ہے۔ اضداد پیدا کیے ہین جو بجاے خود بہی اچہے ہین اور اون مین ہمارا نفع بہی ہے۔ اختیار دیا ہے اور اوسمین ہمارا نفع ہے وہ اختیار جتنی چیزون کا دیا ہے اونکو حیثیتون سے علحدہ کرکے دیکھیئے اور نسبتون کے معنی اسکے یہہ ہین کہ بعد عطاء قوت کے جو افعال صادر ہوتے ہین اون افعال کو فاعل سے جدا کرکے دیکھیے اور یہہ نہ دیکھیئے کہ وہ کسکا فعل ہے محض فعل و قوت کو لیجیئے۔ مثلاً ہلنے کی قوت۔ کہینچنے کی قوت۔ دور کرنے کی قوت۔ کاٹنے کی قوت۔ اور اسیطرح یہہ قوتین فی نفسہ بری نہین ہین برائی آپکی طرف منسوب ہونے سے اوسوقت ہوتی ہے جب آپ ہلتے ہین اور ہلنا ضرر کا باعث ہوتا ہے مگر کسکے؟ آپکے یا آپکے بہائی کے۔ آپ کاٹتے ہین جہان کاٹنا باعث ضرر ہے کسکے؟ آپ کے یا آپکے بہائی کے۔ پس اصلی خلق جو خدا کا فعل ہے وہ صرف پیدا کرنا ہلنے کا کاٹنے

دور کرنیکی قوت کا ہے جو کسی طرح بُرا نہین - جواز بدی کا جب ہوتا جب سزا نہوتی - یہہ جاننا کہ بدی کو جانتا تہا اصلی معنی اوسکے یہہ ہین کہ جانتا تہا کہ آپ اپنا اور اپنے ساتہہ دوسرون کا بُرا کرکے اپنا برا کرینگے - اسکا جواز بُرائی نہین - لازمۂ اختیار ہے بُرائی کیسی - جو ان تدبیرون کو اختیار کرے لازم ہے کہ ایسا کام کرے - اختیار اوسی قدر ہے جو اختیار کی حد مین ہے - جہان سے الزام شروع ہوتا ہے وہی وقت سزا کا ہوتا ہے تا کہ اختیار دینا رتبۂ الزام تک نہ پہونچے - زیادتی بُرائی کی لازمہ پورا اختیار دینے کا ہے اختیار ناتمام مستحق سزا نہین بناتا یعنی حد دہا ہین - اور اختیار کے تمام کر دینے کے بعد بہی آدمی اسد کے بس مین ہے - یہہ امر کمال صنعت ہے کہ اتنی بُرائی ہوگی کہ حقیقی آدمی کے خیال سے باہر ہے باوجود اسکے وہ نیکی مین مبدّل ہوجائیگی - جسکے لئیے یہی تدبیر ہے - واضح رہے کہ فعال الٰہی کا قیاس افعال عباد پر جائز نہین یعنی انسان کے لئیے فعل اور ترک فعل دونون گناہ ہوسکتے ہین - یہان بدی کا نہ روکنا ترک فعل نہین ہے اسلیئے کہ سزا مقرر ہے - جب انسان ترک فعل کے ذریعہ سے گناہ کرتا ہے مستوجب پاداش ہوتا ہے اسد تعالیٰ اپنے کوئی ترک فعل جسکا عمل مین لانا ضرور تہا نہین کیا تاہم خدای تعالیٰ پر وجوب کسی چیز کا ہم آپ قرار نہین دیسکتے -

جواب اس شبہہ کا کہ علم الٰہی ذریعہ انسان کے مجبور ہونیکا ہے -

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "علم الٰہی مین جو کچہہ گذرا ہے وہ ضرور واقع ہوگا" یہہ سچ ہے مگر یہہ غلط ہے کہ بسبب علم کے ہوگا اسلئے

کہ علم مستلزم وقوع کا نہین ہے۔ یعنی جاننا اور چیز ہے اور سبب ہر چیز کے واقع کرنیکا دوسری چیز ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہین کہ کُنین یا خوب کلان سے معمولی بخار اوترجائیگا اور برنجاسف سے تب دق۔ مگر وہ کُنین یا خوب کلان یا برنجاسف سے اوترتا ہے ہمارے جاننے سے نہین اوترتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ تقدیر سے مجبوری پیدا ہوتی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب اللہ مقدر کردے اور تقدیر کو بنادے تو انسان مجبور ہے" یہہ غلط ہے۔ غلطی یہہ ہے کہ معنی تقدیر کے غلط سمجھے ہین جو آگے بیان ہونگے۔

بیان اسبات کا کہ اتفاقات اتفاقات نہین ہین۔

بعض لوگون کو ان وقتون کی وجہ سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ نہین یہہ کچھہ نہین ہے دنیا مین آدمی پیدا ہوتا ہے اور اتفاقات تنوع قوتہاے انسانی سے اور حالات سے ہوتے ہین۔ یہہ سخت غلطی ہے اسلئے کہ اتفاقات اگر اس معنی مین ہون جتکو آپ سمجھتے ہین نظام عالم دوسرا ہوجائے۔ دہریت اور اسلام مین یہی فرق ہے۔ متواتر ثابت ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ۔ یعنی اللہ کو مین نے مصمم ارادون کے ٹوٹنے (یعنی اسباب کے بدلنے سے) پہچانا ہے۔ معجزات اسی لئے صادر کئے گئے ہین کہ دہریت صاف ٹوٹ جائے معجزات سے انکار دہریت ہے۔ جو لوگ محض اسباب کو ذریعہ وجود عالم اور نتائج کا جانتے ہین حقیقت مین وہ دہریہ ہین۔ دہریون کے دلائل بڑے عام پسند ہوتے ہین۔ اسلئے کہ دنیا عالم اسباب ہے جہان اونہون نے اسباب کو لیا اونسے

بحث کی نتائج کو اسباب مین محدود کردیا۔ مگر دہوکا نہ کہانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہیے
کیونکہ کوئی کارخانہ جسمین چیزین تیار ہون بغیر بنانیوالے کے نہین بنتا۔ کارخانہ عالم
کو ماننا کہ بغیر بنانے والے کے بنا ظاہر طور سے غلط ہے۔ اسباب سے ہمیشہ ایک
سے نتیجے نہین ہوتے۔ اونکو کہنا کہ تدبیر اچھی نہ تہی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس سے
غفلت نہ کرنی چاہیے کہ جس چیز نے اسباب کو توڑا وہ اسباب ہی تہے یا کوئی دوسری
چیز تہی۔ مثلاً جزو کل پر قادر ہوگیا جسکی شرح بادشاہت مین بیان ہوی۔ مثلاً بے
سکہلائے ہوے کوئی بات آگئی جسکا نام بوعلی سینا نے الہامیات رکہا ہے یعنی
بکری کا ڈر بہیڑئے سے طبیعت جس چیز کا نام رکہا ہے وہ اگر اس معنی مین ہے کہ کہانا
منہ سے کہایا جائے نہ دوسری راہ سے تو صحیح ہے اگر اس معنی مین ہے کہ یہہ ہی طبیعت
ہے کہ بکری بہیڑئے سے ڈرے غلط ہے اسلیئے کہ انسان اور حیوان طبیعت مین یکسان
ہین۔ کیون انسان کے بچے کو سانپ سے ایسا ڈر نہین لگتا جیسا بکری کے بچے کو
بہیڑئے سے لگتا ہے اگر آپ کہین فرق بنایا ہے ہم اوسی بنانے والے کو اسد کہتے
ہین اور دہریت کو بیخ وبن سے لو کہاڑتے ہین۔ بڑا افسوس اسبات کا ہے کہ جب
انسان بے بس ہوتا ہے وہ مالک کی طرف راغب ہوتا ہے اوس رغبت کو بھی یہ لوگ
اپنے خیال سے روکتے ہین۔ اب یہہ دیکہیے کہ یہہ رغبت آیا صرف الفت عادت سے
ہے یا کسی اور وجہ سے۔ میرے نزدیک اتنون کو الفت و عادت ہونا بھی بلا وجہ نہین
عدد دہریون کا دنیا مین اقل قلیل ہے۔ پرستش اکثر کثیر ہے وہ حقیقت مین قدرتی ہے

دہوکا اوسمین شیطان نے دیا ہے اس کتاب مین جو مثالین مین نے بیان کی ہین
وہ سب ایسی ہین کہ بلا اسباب بہی اسباب ٹوٹے اور اسباب کے ساتہہ بہی ٹوٹے
اور نتیجے ہمیشہ الگ ہوتے رہے ۔ اگر اللہ تعالی نہوتا اور قادر نہوتا ہمیشہ ہر سبب وہی
نتیجہ پیدا کرتا جو آپ چاہتے ۔ اختلاف نتیجون مین ناممکن ہوجاتا ۔ اختلاف نتائج مین جو ایسا
ہوا وسے بہی آپ اپنے عجز اور ناواقفیت کو ذریعۂ جواب گردانتے ہین ہم کہتے ہین کہ
نہین وہ قدرت ہے ۔ بعض مثالین بیان کرنا مناسب ہوگا ۔ ایک مثال ۱۸۵۷ء کی
ہے ۔ غدر مین مجہے اتنا ہوش تہا کہ بعض امور میرے خاص سامنے گذرے ہین
غدر سے پہلے ایک روٹی چلی ۔ وہ روٹی ہر گانون مین کوئی شخص دیجاتا تہا اور دوسرا
گانون والا ویسی ہی روٹیان پکا کر آس پاس کے گانون مین چارون طرف بہیجدیتا تہا
جہان جہان وہ روٹی پہونچی غدر ہوا ۔ اسکی وجہ مین حیرانی رہی اس سبب کو دیکہیے کہ
ہندوستان کی ایسی حالت ہے کہ یہہ روٹی تقسیم ہوجائے یہان کے عام گانون والونکو
ملکی معاملات سوچنے اور اوسپر عمل کرنیکی قابلیت نہین ۔ اس سبب کا سبب جو قدرت
الٰہی سے منکر ہین بتلائین ۔ دوسری مثال قصہ فرانس کا بہی غور فرمایئے کہ جب بادشا
مارا گیا اور جمہوری سلطنت ہوی تو مؤرخون کو حیرانی ہے کہ صدہا آدمی پیدا ہوگئے
تہے ۔ جو بر خلاف بادشاہ کے لوگون مین تقریرین کرتے پہرتے تہے اور کوئی حال
بادشاہ کا چہپ نہین سکتا تہا جو بات رات کو ہوتی تہی صبح کو اخبارون مین چہپی ہوی جا بجے
صبح ہر شخص کی میز پر ہوتی تہی ۔ جب بادشاہ مارا گیا کوئی ادن آدمیون مین سے پہر نہ دکہلائی

دیا۔ میرے خیال مین اگر کوئی شخص آنکھہ کھولے اور غور کرے تو یہہ بات پائیگا کہ باوجود قوت اور باوجود اسباب کے کہ ہماری قوت اسقدر ہے کہ ہم مستحق جزا و سزا ہین چونکہ اصلی انتظام عالم اوسکے ہاتھہ مین ہونا چاہیئے سب کچھہ اوسی کے ہاتھہ مین ہے اور وہ قوت ایسی طرح غالب ہے کہ پورا غلبہ ہے۔

باب چہارم ساتون سوالات کا جواب اجمالی۔

باب چہارم

اسمین ذکر ساتون سوال کے جواب اجمالی کا ہے

علامہ شہرستانی کی تقریر نسبت بیان جواب الٰہی کے

بعد اس بیان کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب اجمالی کا ذکر کیا جائے اور وہ وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے ان سوالات کا دیا ہے۔ ملا عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل مین لکھا ہے جسکا خلاصہ ترجمہ یہہ ہے۔ تیسرا مقدمہ = اوس شبہہ کے بیان مین جو سب سے پہلے مخلوق مین پیدا ہوا اور اس باب مین کہ ابتدائً وہ شبہہ کہان سے پیدا ہوا اور بالفعل ظہور اوسکا کس کس فرقہ مین ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ سب سے پہلا شبہہ شیطان کا شبہہ ہے جو عالم مین پیدا ہوا۔ اور وہ اسبات سے نکلا کہ شیطان نے نص یعنی صریح حکم الٰہی سے موافق اپنی رائے کے لڑائی کی۔ خواہش کے مطابق حکم سے معارضہ کیا۔ اپنے مادہ کو کہ وہ آگ سے پیدا ہوا تھا بہت بڑا جانا اور تکبر کیا حضرت آدمؑ کے مادہ کو جو خاک تھا حقیر سمجھا اس شبہے سے سات شبہے پیدا ہوئے۔ یہہ شبہات خلقت کے دلون مین بیٹھہ گئے

اور ذہنون مین در آئے یہانتک کہ انہین سے بدعت اور ضلال کے کل مذاہب پیدا ہوئے۔ یہہ شبہات چارون شروح انجیل لوقا و مارقوس (مرقس) و یوحنا و متی مین مذکور ہین اور توریت مین متفرق بشکل مناظرۂ شیطان و ملائکہ مندرج ہین (علی ما نقل) علامہ شہرستانی نے ساتون سوال جو اول کتاب مین لکھے گئے ہین بیان کیئے اور لکھا ہے کہ شیطان سے تب کہا کہ جسکا مین نے دعوی کیا یہہ اوسکے دلائل ہی ہین یعنی سوالات مدلل ہین پھر لکھا ہے کہ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالی نے ملائکہ علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ انک فی تسلیمک الاول انی الهک واله الخلق غیر صادق ولا مخلص اذ لو صدقت انی اله العلمین ما احتکمت علی بلم فانا الله الذی لا اله الا انا لا اسئل عما افعل والخلق مسئولون یعنی تب فرشتون نے اسطرف سے جواب دیا کہ ای شیطان تونے جو تسلیم کیا ہے کہ مین تیرا اللہ ہون اور تمام خلق کا اللہ سچا نہین ہے اور خلوص اس تسلیم مین نہین ہے اسلیئے کہ اگر تو سچے دل سے جانتا کہ مین اله العالمین ہون تو مجھہ سے وجہ نہ پوچھتا کیونکہ مین ایسا اللہ ہون کہ سوائے میرے اور کوئی اللہ نہین۔ اسلیئے مجھہ سے کوئی نہین پوچھہ سکتا اور نہ اعتراض کر سکتا ہے کہ مین کیا کرتا ہون۔ البتہ مخلوق سے بازپرس کیجاتی ہے شہرستانی فرماتے ہین کہ انجیل اور توریت مین یہ سب کچھہ مذکور ہے۔ مین ہمیشہ اوسپر غور کر کے سمجھا کرتا تھا کہ اسمین شک نہین ہے جو کچھہ شبہات کہ بنی آدم عم کے دلمین گذرتے ہین شیطان کے گمراہ کرنے سے گذرتے ہین جڑ سب وسوسونکی شیطان

کے شبہات ہین اور جب شبہات سات ہون تو سب سے بڑی بڑی بدعتین اور گمراہیان بہی سات ہی ہونی چاہئین۔ اس سے زیادہ نہونگی۔ گمراہ فرقون کے شبہات کفر بہی شبہات ہونے چاہئین اگرچہ عبارتین اور طریقے مختلف ہون کیونکہ یہہ شبہات سب گمراہیون کا بیج ہین۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ یہہ اعتراضات امر حق کا انکار کرنا اوسوقت ہے جبکہ اقرار اسبات کا ہے کہ یہہ حق ہے اور نیز خواہش کو ترجیح دینا ہے بمقابلہ نص کے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ اور ہودؑ اور صالحؑ اور شعیبؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ اور جناب محمد مصطفےٰ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے جسقدر مباحثات ہوے سب اسی طریقہ کے تہے۔ حاصل انکا یہہ تہا کہ جیسے شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اونہون نے اسبات سے کہ بشر ہدایت کے لئے آیا ہے اوسکے ہادی ہونیسے اور اطاعت سے انکار کیا یعنی شیطان نے کہا کہ مین آدم سے بہتر ہون اور اوسکی ذریت نے کہا کہ ہم ان انبیا سے بہتر ہین آگے چلکر کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ دینا کہ جو چیز ہمارے لئے برائی ہے وہ اللہ کے لئے بہی برائی ہے غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ مثل مخلوق کے ہو۔

امام فخرالدین رازی کی تقریر نسبت شرح جواب الہی کے

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین بعد نقل ان سوالات کے فرمایا ہے۔ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے سرادق جلال و کبریا سے جواب مین ان سوالات کے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس تو نے مجھکو پہچانا یا نہین اگر تو پہچان لیتا البتہ جان لیتا کہ مجھپر کوئی اعتراض میرے کسی فعل

سے وارد نہین ہوتا مین اللہ ہون سواے میرے کوئی اللہ نہین جو کچہہ کرتا ہون مجہسے کوئی اوسکی بابت جواب نہین لے سکتا واضح ہو کہ اگر اگلے پچہلے سب جمع ہون اور حسن و قبح کو عقلی قرار دین ان شبہات سے مخلصی نہین ہوسکتی سب اعتراض صحیح ہوجاتے ہین - لیکن جب یہہ جواب دینگے جسکو اللہ تعالی جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے سارے شبہات زائل ہوجائینگے اور اعتراضات اوٹہہ جائینگے - اسلئے کہ جس طرح وہ پاک ذات اپنی ذات مین واجب الوجود ہے اپنی صفات مین بہی واجب الوجود ہے لہذا وہ اپنے افعال مین بہی مؤثرات مرجحات سے غنی ہے - یعنی کس فعل کا کیا اثر ہوگا اسلئے اوسے اختیار کرنا چاہئے - اسکا اوسپر اثر نہین ہوسکتا - اگر وہ ایسا ہوتا محتاج ہوتا غنی نہوتا - وہ اللہ تعالی جل شانہ ایسی چیز ہے کہ اورونکی حاجتین اوس سے آگے نہین بڑہتین اوس تک پہونچکر ختم ہوجاتی ہین آخر کو اوسی سے مطالب حاصل ہوتے ہین - اور جب ایسا ہو لمیّت (یعنی یہہ کیون کیا یہہ کیون کیا) اوسکے افعال مین دخل نہین رکہتی اور کوئی اعتراض اوسکی خالقیت پر وارد ہی نہین ہوسکتا - بعض لوگون نے کیا اچہا کہا ہے کہ اوسکی جناب اس بات سے بلند ہے کہ اوسکا قیاس مذہب معتزلہ کے مطابق کیا جائے -

تقریر بالا کی غلطیان - راقم لاریب اللہ تعالی کی ذات تمام احتیاجون سے منزہ ہے تاہم اسقدر گزارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذات کا کمال و استغنا مستلزم افعال کے عدم افتقار کا اس معنی مین نہین ہے کہ خلاف غنی حقیقی کے ہو بلکہ مستلزم

اعلیٰ درجہ کے افعال صادر ہونیکا ہے۔ بدی اور نیکی افعال مین ہونا افتقار
نہین ہے علت اور صفت اور وجہ افعال کی ہے اگر یہ صفت نہو مجبوراً نہ فعل ہوگا بلکہ ذات
جب کامل ہو افعال بہی وس ذات کے کامل ہونگے برے یا قابل اعتراض صادر
ہی نہونگے ۔ معنی اس ارشاد امام صاحب کے یہ پیدا ہوتے ہین کہ صفات چونکہ
واجب الوجود ہوگئے فرضی شے ہوگئے اور حد صفت سے نکل گئے کیونکہ صفت کی ذات
یعنی تعریف مین اچھائی اور برائی داخل ہین اور نیز یہ معنی ہونگے کہ اللہ کی ذات ایسی باکمال
ہے کہ باوجود افعال قبیحہ کے اوسکے کمال مین نقصان نہین ۔ یہ ایک قسم کا تناقض ہے
کیونکہ کمال مین ہر خوبی داخل ہے اور یہ خلاف خوبی کے ہے ۔ اگر مان لیا جائے
کہ افتقار کے یہ معنی صحیح ہین تو میرے نزدیک قطع نظر افتقار ہونے یا نہونے کے
اللہ تعالیٰ کے افعال چونکہ وہ حکیم علی الاطلاق ہے اسطرح کے واقع ہوے ہین کہ اونمین
کوئی برائی نکل ہی نہین سکتی اور بغیر افتقار کے بہی برائی سے پاک ہین خواہ معتزلیون
کیطرح خیال فرمایئے یا کسی دوسری طرح چنانچہ آپ دیکھتے ہین کہ نہ عطاے قوت
برا ہے نہ خلق اضداد نہ امتحان کو ذریعہ حصول کمالات کا بنانا نہ اونکے ذرائع پیدا کرنا
نہ سزا کا مقرر کرنا۔

حسن و قبح مین عقلی یا نقلی ہونیکی بحث بیکار ہے۔

باقی رہا حسن و قبح میرے خیال مین نزاع انمین بیکار ہے کیونکہ
حسن و قبح کے موجود ہونیکا دونون طرح اقرار ہے اگر حسن و قبح
کو نقلی قرار دیجیے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور نبی اوسکے احکام پہونچانے

والے ہین وہ جس فعل سے منع فرمائے ہمارا ایمان یہہ ہے کہ وہ ہر طرح برا ہے عقلاً بہی
اور نقلاً بہی۔ اسلیئے کہ نقل کیا چیز ہے بغیر وجہ بتلائے ہوے حکم دینا۔ چونکہ وہ
حکیم کے احکام مین ممکن نہین کہ عقلاً بہی برے ہون۔ اوسکے یہ معنی لیناکہ حقیقت
مین بہلائی اور برائی نہین ہے غلط صریح ہے۔ یقیناً اون افعال مین جنکے
کرنیکا حکم ہے اور نہ کرنے کی ممانعت ہے ہمارا نفع اور ضرر موجود ہے البتہ افعال
خالق اور افعال مخلوق مین یہ فرق ہے کہ مخلوق کسی چیز کو ابتداءً پیدا نہین کرتی خالق
ابتداءً پیدا کرتا ہے۔ اصل شے کو اللہ تعالی پیدا کرتا ہے مخلوق مخلوقات مین سے
ایک یا زیادہ اشیاء کو ملا کر ایک اور چیز بنالیتی ہے اور وہ خاصہ امتزاج سے جو اللہ نے
ہر چیز مین رکہا ہے تاکہ اختیار چل سکے ترکیب پاجاتی ہے جو بعد ترکیب انسان کے
لئے کبہی مضر کبہی مفید ہوتی ہے۔ جیسے ماکولات و مشروبات اور زہر اور اشیاء پس افعال
خالق کے افعال مین گنجایش قبح کی نہین ہے اسلئے کہ اوسنے بضرورت کوئی
خلق نہین فرمائی بغیر ضرورت کے کوئی انعام نہین دیا۔ تغیر نہین کیا۔ اللہ کے کامونکو
حیثیتون سے خالی کر کے اور نسبتون سے پاک کر کے بالذات خیال فرمایئے ہر
فعل بجائے خود مستحسن ہے جسکی تفصیل بیان ہوی چنانچہ خلق اضداد بہی ایسا ہی ہے
حضرت مخلوق نے اپنے فعل سے پیدا کی ہے۔

افعال مخلوق افعال الٰہی نہین ہین۔	افعال مخلوق کو افعال خالق قرار دینا بڑی غلطی ہے کیونکہ آدمی کل کی مثل مخلوق نہین ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اون ارشادات

پر نظر کرکے جسمین اللہ تعالیٰ نے بیان قدرت فرمایا ہے کہ سب کچھ ہمارے ہاتھ
مین ہے بغیر ہماری اجازت کے کچھ نہین ہوتا ایسا خیال کیا ہے۔ لیکن اجازت
دینے سے مراد عطاے قوت ہے بالفعل کی اجازت مراد نہین ہو سکتی اسلئے کہ اللہ
تعالیٰ نے آدمیون کے اختیار کو ذریعہ اونکے مستحق جزا و سزا بنانے کا قرار دیا ہے
اگر اللہ تعالیٰ مجبور کرکے انسان سے نیکی اور بدی کرائے تو وہ عادل نہین ہو سکتا
اگر طریقہ عدل کا بھی ہو تو نظام دنیا اوٹھ جائیگا اور ایسی مثال ہو جائیگی جیسے آدمی بچون
سے کام کرائین یا آلات سے کام لین بچون اور آلات کو سزا دین نہ اونکو جنکو اب دیجاتی
ہے۔ پس حقیقت مین اللہ تعالیٰ خلق افعال مخلوق نہین کرتا آدمی کے افعال
مین عقلی حسن و قبح ہے اللہ تعالیٰ کے افعال مین جب غور کیا جائے سواے بھلائی
کے اور کچھ نہین ہے مثال اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو خلق فرمایا قوت جماع
کو پیدا کیا دشمن کے دفع کرنے کا انتہائی ذریعہ قتل کو بنایا موت کا ذریعہ جب انسان
ہو برائی ہے جب اللہ تعالیٰ ہو اچھائی ہے انسان جب اپنی عورت سے جماع کرے
اچھا ہے جب دوسری عورت سے جماع کرے اچھا نہین اللہ تعالیٰ اوسکو بھی ذریعہ خلق جو کرتا
ہے وہ بھی برا نہین کیونکہ خلق کرنیکا فعل نیک ہے برائی آپ نے پیدا کی مگر وہ بھی جو
زنا سے پیدا ہوتے ہین مجبور پیدا نہین ہوتے اور اصلی خلق مین جو بھلائی ہے اور
اختیار مین جو بھلائی ہے اوسکا فیضان باوجود ہماری برائی کے بھی ہوتا ہے۔ یعنی
اللہ تعالیٰ اس بدی پر بھی نیکی ہی کرتا ہے۔ علاوہ اسکے قواعد متعلق اسباب جدا چیز ہین

جو بلا وجہ خاص توڑے نہین جاتے۔

حسن و قبح نقلی کیون مانے جاتے ہین۔

یہہ کہنا کہ حسن و قبح محض نقلی ہین ممکن ہے کہ اسی ڈر سے ہو کہ مبادا النسبت بدی کی اللہ تعالی کی طرف ہوگی سو ہرگز نہین ہوسکتی۔ اللہ تعالی نے کوئی بدی بطور جسم یا مخلوق موجود کے پیدا نہین فرمائی جو ہمارے خیال مین آئے یا دکھلائی دے نہ قوتین انسان کی ایسی ہین نہ شیطان صرف ہمارے افعال کو کمال رافت سے اختیاری پیدا کیا ہے اور اوسکے لیئے بذریعہ رغبت طرف بلندی کے اور بذریعہ تقرر سزا کے روک کی ہے اختیار ہمارا بدون اوسکے اختیار ہی نہین رہتا۔ پس غور فرمایئے اللہ تعالی کو بدی سے کیا واسطہ ہے۔

حسن و قبح افعال عباد مین محدود ہے۔

مختصر اس بیان کا یہہ ہے کہ افعال مین حسن و قبح کا پایا جانا صرف انسانون کے لیئے ہے اور جسکا خیال واسطے درستی افعال کے ضروری ہے اور منفعت انسان تک محدود ہے پس برائی بھی اوسی تک محدود ہے اللہ تعالی نے جو افعال پیدا کیئے اونکو حیثیتون اور نسبتون سے جدا اور الگ کرکے دیکھیئے وہ کوئی بھی برا نہین ہے جیسے کاٹنا فصد کا اور حکیم کا بدی نہین ہے انسانونکا ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا بدی ہے۔ اختیار دینے کا فعل فی الواقع جواز اوس بدی کا جو آپکے خیال مین ہے نہین ہے یہ اختیار نہایت مستحسن چیز ہے اور وہ سوائے اس صورت کے اور صورت سے دیا بھی نہین جاسکتا اور وہ تصرف مالکانہ کا ایک طریقہ ہے

مولوی ناصر حسن جونپوری

جناب مولوی ناصر حسین صاحب جونپوری نے کتاب ناصر الاد

کی تقریر جواب — مین جسکا ذکر دیباچہ مین کیا گیا لکھا ہے کہ جواب ان شبہات کا
یہہ ہے کہ شر قلیل واسطے خیر کثیر کے یعنی چھوٹی بدی بڑی بھلائی کیلیئے جائز ہی
نہین بلکہ ضرور ہے ورنہ شر کثیر پیدا ہو- پس پیدا کرنا شر کا اگرچہ نظر بہ نفس شر کے اچھا نہین
معلوم ہوتا لیکن بسبب پہونچانے خیر کثیر کا خلق کو ہے کہ اوس سے بہت بڑی بھلائی
پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت وعفو ظاہر ہوتی ہے -

اوسکی شرح — میرے نزدیک اطلاق شر کا افعال الٰہی پر جائز نہین ہے اور
جو افعال اوس سے صادر ہوتے ہین وہ شر ہی نہین ہین جسکی شرح بار بار کی گئی - شاید
اس خیال سے یہہ اطلاق ہو کہ مشیت الٰہی اسکی مقتضی ہوی کہ شیطان پیدا ہو کر افعال
بد پیدا کرے اور خود افعال بد کا ارتکاب کرے - یہہ سچ ہے کہ وہ نتیجونکو جانتا تھا مگر اوسنے
اجرا اس مشیت کا اس طریقہ سے فرمایا ہے کہ اوسکی ذات الزام سے پاک ہے یعنی اوسکی
طرف باوجود اسکے نسبت شر کی نہین ہوسکتی کیونکہ اختیار دیا ہے اور اچھا بنانیکو دیا
ہے نسبت شر کی مجبور پیدا کرنے کی صورت مین ہوسکتی تھی چونکہ وہ مالک ہے اوسے
اختیار ہے کہ جس چیز کو حسب مصلحت سے چاہے پیدا کرے اوسنے شیطان کو اپنی
ذات کی شناخت دے دی تھی اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تھی - پس
مجبوری نہ شیطان مین ہے نہ انسان مین - انسان سے پوچھہ کر اختیار دیا تھا —
جو اس احتیاط سے مشیت جو ایسی ضروری تھی جاری فرمائے کبھی خالق سے شر نہین
ہوسکتا حصول شر کا اس معنی مین کہ ہونے دیا خلق نہین ہے - چونکہ یہہ نازک مگر ظاہر

بات ہے اس سے اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ بحث مشیت مین آدمی کو غفلت نکرنی
چاہیے ضرور خلق اس عالم کا نظر با ضداد اور اون اُمور کے جو مذکور ہوے میرے
خیال مین صرف اسی طریقہ سے بلا الزام ہو سکتا تہا۔ صفت عفو و رحمت کے ظہور کی
نسبت جو مولانا نے فرمایا ہے اوسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعد گناہ کے گناہگار
توبہ کرکے معصوم کی برابر نہین ہوتا جب عصیان کو بطور شر قلیل خدا پیدا کرے۔
معاذ اللہ۔ تو اوسوقت معافی کی کوئی قدر نہین ہو سکتی نہ اوسمین خوبی باقی رہتی ہے
جواب اسکا یہہ ہے کہ اختیار کی حالت مین صفت رحم و عفو ابتدائی ہے کیونکہ اگر اختیار
ہو اور بخشش گناہ کی جو بسبب اختیار کے واقع ہو نہو تو کیا الزام حق تعالی پر ہوتا۔ یعنی
وہ محض عاقل ہوتا۔ پس صفت رحم ابتدائی ہوئی یہہ نہین ہے کہ اللہ نے شر پیدا کرکے
ذریعہ عفو کا پیدا کیا ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر جواب الٰہی کے متعلق۔

قاضی نور اللہ علیہ الرحمہ نے کتاب مجالس المومنین مین لکھا
ہے کہ کتاب موصوف کے اوائل مین ہمنے ذکر اعتراضات
شیطان کا کیا ہے وہان اون اعتراضون کے جواب دینے کا موقع نہ تہا۔ اسلئے
لکھہ دیا تہا کہ جواب انکے بڑی کتابون مین لکھے ہوئے ہین جسکا دل چاہے دیکھہ لے
بعد مین اکثر بزرگوارونکی یہ راے ہوی کہ نہین۔ جواب ونکا لکھہ کر شامل کتاب کرنا
چاہیے تا کہ دوسری جگہہ ڈہونڈنے کی تکلیف نہو۔ اسلئے اونکے جوابات لکھنے کا
قصد کیا اور جب جواب لکھنے کی نظر سے اون اعتراضون پر پہر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو جواب

جناب باری تعالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اور اوسکے معنی مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہین۔ علامہ شہرستانی اور امام فخر الدین رازی کا یہ لکھنا کہ اصول فرقہ عدلیہ کے مطابق جواب ان اعتراضات کا دیا ہی نہین جا سکتا بالکل غلط ہے اور ہم جواب اوسکے لکھتے ہین۔ راقم۔ بے اعتباری اس بنا پر صحیح رائے نہین ہے نہ جواب مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہے۔ قاضی صاحب نے بعد اس ارشاد کے اعتراضات شیطان کو نقل فرمایا ہے اور جواب کو یہہ فرماتے ہین کہ خلاصہ تقریر علامہ شہرستانی کا یہہ ہے کہ اعتراضات شیطان کے بمنزلہ تخم کے ہین اور جسقدر دوسرے مذہب والون کی تقریرین ہین وہ سب اسی تخم سے پیدا ہوی ہین اگرچہ طریقے بیان کے مختلف ہون مگر اصل سب کی ایک ہے اور خلاصہ سب کا یہہ ہے کہ یہہ ارباب مذاہب اپنی راے اور خواہشون کو باوجودیکہ وہ مخالف نص یعنی صاف حکم الہی کے ہین اور مانتے ہین کہ مخالف ہین۔ مقدم رکھتے ہین اور اونپر عمل کرتے ہین۔ سب سے بہتر وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے دیا۔ کیونکہ معنی ان سب اعتراضون کے یہہ ہوتے ہین کہ وہ اللہ تعالی پر عقل کا حکم جاری کرتے ہین جہان عقل کا حکم جاری نہین ہو سکتا اور اسکے معنی یہ ہوئے کہ یا مخلوق خالق کی طرح ہے یا خالق مخلوق کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ یہہ دونون صورتین غلط ہین۔ پہلی صورت غلو ہے دوسری تقصیر ہے چنانچہ فرقہ حلولیہ و شیعیان غالی نے یہی کہا ہے کہ خالق مخلوق کی طرح ہے۔ اور فرقہ مجسمہ و قدریہ و جبریہ اہلسنت و معتزلہ نے کہا ہے کہ مخلوق خالق کی طرح ہے۔ مثال یہہ ہے کہ فرقہ مجسمہ صفت

اسد تعالیٰ کی اون چیزون کی سی کرتے ہین جنمین جسم ہے اور اونکا اثر ہوتا ہے اور اونپر اثر پڑتا ہے اور مثال یہہ ہے کہ فرقہ خوارج کہتے ہین کہ حاکم سوائے اسد تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہین ہوسکتا۔ پس جیسے یہ قول ہین اسی طرح ابلیس کے اعتراضات ہین چنانچہ اوسنے کہا تہا کہ مین کیا آدمی کو سجدہ کرون جو سڑی ہوی مٹی سے بنا ہے مین تو صرف تجہے کو سجدہ کرونگا۔ پس ظاہر ہے کہ اولاً اعتراضات شیطان نے پیدا کیئے اور آخرکار اونکا ظہور ان فرقون مین ہوا۔

پس جاننا چاہیئے کہ جو جواب اسد تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور حاصل معنی اوسکے جو علامہ موصوف نے بیان فرمائے ہین وہ سخت غلط ہین اور امام فخر الدین رازی اور نظام الدین نیشاپوری نے بغیر سوچے سمجہے صرف اسلیئے کہ اونکی رائے کے موافق یہ جواب تہا اوسکے حاصل معنی کی پیروی کی ہے۔ زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ امام فخر الدین نے اس جواب کی اسقدر تعریف کی ہے کہ فرمایا ہے کہ اگر اگلے پچہلے سب جمع ہون اور چاہین کہ اصول فرقہ معتزلہ کے مطابق ان اعتراضون کا جواب دین ہرگز ممکن نہوگا۔ سچ ہے کہ اسد تعالیٰ کی شان اس سے کہین بلند ہے کہ معتزلیون کے اصول پر اوسکا موازنہ کیا جائے۔ غلطی یہہ ہے کہ خطا ابلیس کی وہ نہین ہے جسکو علامہ شہرستانی نے سمجہا ہے یعنی شیطان نے عقل کا حکم اسد تعالیٰ پر جاری کیا۔ نہ اسد تعالیٰ کے جواب کے وہ معنی ہین جو علامہ موصوف نے لیئے ہین اسلیئے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسد تعالیٰ بہت سے مقامات مین قرآن مجید کے اندر عقل کو شرف حاکم ہونے کا دے اور فرمائے

کہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۔ کیا تم نہین سمجھتے اور کیونکر حکم دیتے ہو اور یہان عقل کو بیکار قرار دے اور اوس فضیلت سے گرا دے جو خود عنایت فرمائی تھی۔ پس عقل کا حاکم نہ ماننا غلط ہے۔ بلکہ معنی جواب یزدی کے یہ ہین کہ شیطان کی غلطی یہ تھی کہ اوسنے مصلحت اور وجہ ایسے اسد کے افعال ہین پوچھی جسکی نسبت دل مانے ہوے ہین کہ اوس سے زیادہ کوئی مدبر اور حکیم نہین۔ ضرور اسد تعالیٰ بری چیزون کی برائی جانتا ہے اور برائی سے پاک ہے اسواسطے کہ ہماری عقلین محال جانتی ہین کہ وہ کوئی برائی کرے۔ جب بندہ یہ جان لے کہ جو کچھ اسد تعالیٰ کرتا ہے سب صحیح ہوتا ہے ظلم نہین ہوتا۔ بیکار کوئی کام نہین ہوتا پس اوسپر لازم ہے کہ فرمانبرداری کرے۔ مثال اسکی مریض کی حالت ہے کہ کوئی بیمار طبیب حاذق سے نہین پوچھا کرتا کہ یہ دوا کیون دی۔ اتنی کیون تجویز کی۔ ایسی غذا تجویز کرنے کی کیا وجہ ہے اسی طرح بندہ جسکو نادانی اور جہل کے سیکڑون مرض گھیرے ہوے ہین نہین پوچھہ سکتا کہ اسد نے یہ کام کیون کیا اور آیہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ کے بھی معنی ہین۔ نہ یہہ کہ اسد کے کامون مین عقل کو دخل نہین۔

امام فخر الدین صاحب کے ارشاد کے اگر یہ معنی لئے جائین کہ اوس صورت مین جب حُسن و قبح اشیاء کو عقلی مانئے تو اعتراضات شیطان کا جواب تفصیلی نہین ہو سکتا یہہ بھی صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ ہمارے نزدیک معنی عقلی ہونے حسن و قبح کے یہ نہین ہین کہ ہماری عقل ایسی مستقل اور عمدہ ہے کہ ہر فعل الٰہی اور ہر حکم الٰہی کے نسبت جان سکتی

ہے کہ اوسمین بہلائی کی یہ بات ہے اور برائی کی یہ بات ہے - بلکہ یہ معنی ہین کہ علی الاجمال
یعنی عام طور پر ہماری عقل جانتی ہے کہ اللہ تعالی کے ہر فعل مین بہلائی ہے بعض احکام
و افعال کی نسبت تو ہماری عقل صاف بتلاتی ہے کہ یہہ حسن (اچہے) ہین بعض افعال
ایسے ہین جنہین غور کرنے اور دلیل کے ذریعہ سے اونکی خوبی اور عمدگی ظاہر ہوتی ہے
تاہم بعض امور ایسے ہین کہ عقل اونکی بہلائی دریافت کرنیسے قاصر رہ جاتی ہے لیکن
جانتی ہے کہ اونمین بہلائی موجود ہے اگر وہ وجہ ظاہر ہوجائے ضرور عقل بہی اوسے
اچہا جان لے - پس اسیطرح اگر بعض احکام کی وجہ بیان کرنے سے عقل قاصر ہو اسکو
قاعدہ حسن و قبح سے کچہہ علاقہ نہین -

مثالین اون افعال کی جنکی اچہائی کو عقل صاف بتلاتی ہے یہہ ہین - واجب
ہونا صدق و انصاف و شکر نعمت کا - واپس دینے امانت کا - قرض ادا کرنے کا
اچہے کامون مین کرتے وقت کسی کا خوف نہ کرنا - بہتر ہونا نیکی مین سبقت کرنے کا
اخلاق کا - بک بک نہ کرنیکی عادت کا - بات کو کان لگا کر سننے کا - نرمی کا - جلدی
نہ کرنے کا - حلم کا - پاکدامنی کا - نصیحت کا - اچہی صحبت کا - یگانون سے سلوک کا -
دوستی مین یکرنگی کا - صبر کا - رضا کا - لوگون سے اُمیدین نرکہنے کا - سکہلانے کا - مدد کرنیکا
(یعنی اوسوقت بہی جب بدون اوسکے کام چل سکتا ہو) مناسب سفارش کو ماننے کا -
اچہے کامون مین اورون سے بڑہکر رہنے کا - اپنے سے بہتر کے پاس بیٹہنے کا - برون
کی صحبت سے بچنے کا - نیکون سے تواضع کرنیکا - برون سے تکبر کرنیکا جب ضرر نہو -

انجام سوچنے کا۔ گناہون سے دور رہنے کا۔ سلوک کے بدلے مین ابری چاہنے کا۔ قصور معاف کرنے کا۔ نفس کو بلند رکہنے کا۔ ہمت کو بلند رکہنے کا۔ جفا کو تحمل کرنیکا۔ مدارات کرنیکا۔ امر بمعروف ونہی منکر کا۔

مثالین اون افعال کی جہان غور اور دلیل سے خوبی ظاہر ہوتی ہے یہہ ہین۔ اللہ نے عالم کو حادث کیون بنایا۔ رسول کیون بہیجے۔ وصی اونکے کس لیئے خود مقرر فرمائے گنہگارون اور خدائی کے دعوے والون کے نیست ونابود کرنے مین کس لیئے ڈہیل دی۔ الحمد نماز مین کیون پڑہتے ہین۔ تسبیح اور رکوع اور قنوت مین قرائت کیون سنت ہے درندون کا گوشت کیون حرام ہے اور گہریلو گدہون کا گوشت کیون مکروہ ہے۔

مثالین اون افعال کی جہان عقل قاصرہ جاتی ہے یہہ ہین عرفہ کا روزہ کیون سنت ہے۔ عید کا روزہ کیون حرام ہے۔ تاہم عقلی جوابات تفصیل کے ساتہہ بہی ان اعتراضات کے دیئے جاسکتے ہین۔ یہی نہین ہے کہ ان اعتراضون مین ہم کہین کہ علی الاجمال ہم جانتے ہین کہ ہر فعل اللہ تعالی کا اچہا ہے۔

تقریر بالا کی شرح۔ راقم۔ جناب قاضی صاحب نے افعال الہی مین احکام الہی کو (جو بندون کے عمل کے لئے ہین) بہی شامل فرمایا ہے۔ احکام مین تقرر ثواب اور استحقاق جنت بہی ایک وجہ ظاہر ہے۔ کافرون کے عذاب مین ڈہیل اسلئے ہے کہ برائی سے بہلائی پیدا ہوتی اگر ڈہیل نہ دیجاتی جس مصلحت سے اونکو پیدا کیا وہ باقی نہ رہتی کفر کے ساتہہ اللہ کسی کو پیدا نہین فرماتا۔ پس تاخیر کا فعل اصل مین عدم فعل ہے یعنی

مار نہ ڈالنا۔ اور وہ در اصل تقاضا اختیار ہے۔ بقا اختیار اچھا ہے۔ جب غور کیجئیگا
یہہ بات پائیگا کہ افعال الٰہی مین کوئی قبح نہین بُرائی صرف افعال عباد مین محدود ہے
راقم کی شرح جواب الٰہی کی۔ جب یہ تقریرین جواب الٰہی کی شرح مین آپ نے سن لین تو مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ مین نے جو سمجھا ہے اوسے بھی بیان کرون۔ میرے نزدیک
اس جواب کے (جو اللہ تعالیٰ نے دیا) یہہ معنی ہین۔ کہ ہم وجہ اور مصلحت نہین بتلاتے
وہ بات بتلاتے ہین جو تمہارے لئے کافی ہے اسکی بڑی وجہ یہہ ہے کہ انسان کی
عقل کی رسائی ماہیت اشیا تک ہے وجوہ ماہیت تک ہو ہی نہین سکتی۔ یعنی ہم یہ
جان سکتے ہین کہ گنا میٹھا ہوتا ہے۔ اوسکے یہ خواص ہین۔ یون امتزاج ہو سکتا ہے
تجزیہ کرکے جان سکتے ہین کہ فلان فلان اجزا اسمین ہین۔ مگر یہ کوئی نہین جان سکتا
کہ گنے مین شیرینی کیون پیدا ہوی اور جو اجزا تجزیہ سے دریافت ہوتے ہین اون
اجزا مین اونکے خواص کیون پیدا ہوے۔ پس شیطان کا دریافت کرنا کہ مین بُرا
کیون ہوا ایسی مثال ہے کہ گنا پوچھے کہ مین کیون میٹھا ہوا۔ یا ایلوہ دریافت
کرے کہ مین کڑوا کیون ہوا۔ پس ہم مین قابلیت اسکے فہم کی نہین ہے نہ یہہ سوال
صحیح سوال ہے۔ اور جواب اسکا ہماری عقول سے بالا ہے چنانچہ اس اصول پر
تمام فلاسفہ کا اتفاق ہے اسیر بھی اون مصالح کا بھی بتلانا جو فہم مین آسکتے ہین تفصیل کے
ساتھہ یقیناً خلاف مصلحت ہے گو وہ وجوہ ہون۔ کیونکہ اول تو بنظر اوس تفاوت کے جو عقول مین
رکھنا لابد تھا عموماً ہر عقل مین وہ بھی آنے کے قابل نہ تھا دوسرے نہ کھولنا اتنے

پردہ کا بھی اسلیئے ضرور تھا کہ سارا نظام بیان کرنا پڑتا اور بھید بتلانا ہوتا آدمی کو وہ باتین بتلا دینی اور اوسکا مفاسد سخت مین ڈالدینا ہوتا جو اوسکے لیئے ایسی مضر ہوتین کہ نظام بدل جاتا جسکا بیان پہلے ہو چکا۔

نسبت نظام وغیرہ کے مین نے جو بیان کیا ہے باوجودیکہ ارشادات الٰہی سے ماخوذ ہے اوس قدر ہے جس قدر مناسب طور پر بتلایا گیا ہے۔ اور وہ مصالح ہین مین مدعی نہین ہون کہ جو کچھہ مین نے عرض کیا وہ پورا ہے۔ البتہ کافی معلوم ہوتا ہے۔ اس کافی کو بھی اوسوقت بتلانا اگر اللہ صریح بتلاتا تو اسقدر بھی خلاف مصلحت ہوتا۔ یہہ وہ طریقہ ہے جسکے بادشاہان دنیا تتبع کرتے ہین (چنانچہ فرامین مین یہی ہوتا ہے اور اب تک احکام سلطانی جو انگریزی مین جاری ہوتے ہین وہ اسیطرح جاری کیئے جاتے ہین کہ مابدولت کی مرضی یہ ہے۔ یعنی رعایا کو مصلحت بتلانا خلاف شان حکومت ہے۔) وجہ نہ بتلاکر اطاعت کرانا اسلیئے زیادہ مصلحت ہے کہ عادت عبودیت سکھانا اچھا ہے اور ایسا اچھا ہے کہ بغیر اوسکے کمال ایمان نہین ہوتا۔ حقیقت مین اس نہ بتلانے سے اللہ نے سب سے بہتر ذریعہ ہمارے کامل الایمان بنانے کا اختیار فرمایا ہے۔

تاہم بڑی خوبی اور معجزہ اس ارشاد کا یہہ ہے کہ اگر غور فرمایئے جسقدر جواب دیا کافی اور شافی ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ (۱) اسبات پر زور دیا ہے کہ مین اللہ ہون۔ اللہ کے معنی ہین معبود۔ یہہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ معبود کی عبادت کرنی چاہیئے اور حکم ماننا۔ اعتراض کرنا نہین چاہیئے کیونکہ وہ نقیض عبادت کی ہے۔ اسی لیئے پہلے کہہ دیا

ہے کہ اہی شیطان تو تصدیق الوہیت مین صادق نہین ۔ (۲) یہ فرمایا ہے کہ میرے سوائے دوسرا معبود نہین ہے ۔ معنی یہ ہین کہ اگر کوئی ہوتا وہ قابلیت اعتراض کی رکہ سکتا تہا نہ عبد ۔ اوسکے لیے یہہ فعل تکبر اور شک الوہیت مین ہے ۔ جب کوئی اس عالم سے دوسرا عالم بہتر پیدا کرکے دکہلاتا تب اعتراض کر سکتا تہا ۔ (۳) یہہ فرمایا ہے کہ میرا کوئی فعل اسلیئے کہ مین اللہ ہون قابل اعتراض نہین یعنی سب مین مصلحت ہے ۔ اپنی الوہیت کو زور کے ساتہہ ذکر کرنے سے یہہ امر ظاہر کیا ہے کہ صرف اسلیئے کہ وہ معبود ہے افعال اوسکے قابل اعتراض ہوہی نہین سکتے ۔ اگر وہ شر پیدا کرے یا خود شر کرے معبود اور معبود ہونیکے قابل نہوگا ۔ یہہ معنی نہین ہین کہ افعال الہی مین لمیّت نہین ہے پس یہ سب ارشاد جہان بیان اسکا ہے کہ اللہ تعالی اسلیئے قابل پرستش ہے کہ کوئی فعل اوسکا برا نہین اور وحدہ لاشریک ہے ۔ حکم اوسکا یہی ہے کہ بندہ کا صرف یہ مان لینا باعث تسکین ہونا چاہیے کہ اللہ معبود برحق ہے ۔ جو مشیت ہو ۔ جو حکم ہو ۔ بلا چون و چرا مان لے اور ایمان لائے کہ کوئی مشیت حکمت بالغہ سے خالی نہین خواہ ہمارے لئے اوسوقت باعث نفع ہو یا باعث ضرر ۔ افسوس ہے کہ آج کل زمانہ مجبور کرتا ہے کہ مصالح بیان کئے جائین ۔ اگر اسیطرح ہی یہ عادت پیدا نہ کی جائے ہمارا حال کم از شیطان نہین سخت تر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگ جنکو ذی رائے اور فلسفی جانتے ہین اونکے محض کہنے سے اونکی بتلائی ہوی بات مان لیتے ہین اور اوسوقت مان لیتے ہین جب اونکی عقل مین نہ آتی ہو ۔ خداوند عالم کا رتبہ کیا حکیم سے بہی کمتر ہے کہ اوسکی بات بلا وجہ نہین مانی جاتی

مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جبتک آدمی بلا چون و چرا نہ مانے وہ مطیع اور فرمانبردار
اور آخر کو صاحب ایمان نہین۔ اسلیئے کہ غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ آدمی جبتک
دلائل مین پڑا رہتا ہے وہ کامل الایمان نہین ہوتا۔ مرتبہ ایمان کا بعد تکمیل دلائل کے
اور تصفیہ کے حاصل ہوتا ہے مثال اوسکی ہر وہ چیز ہے جسکا ہم یقین کرتے ہین۔ جیسے
ہم جانتے ہین کہ ہماری ٹوپی ٹوپی ہے ہمارا گھوڑا گھوڑا ہے ہمارا ہاتھہ ہاتھہ ہے وقس
علے ہذا پس ان چیزون کی بھی جب تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائیگا تو دلائل کا استعمال
فرمائیگا لیکن بعد اونکے طے کرنیکے سب دلائل ختم ہوجاتے ہین چنانچہ جب ہم ٹوپی کو دیکھتے
ہین بلا انضمام دلیل کے ٹوپی کا ٹوپی ہونا گھوڑے کا گھوڑا ہونا ہاتھہ کا ہاتھہ ہونا ہمارے
ذہن مین آتا ہے اور اسطرح آتا ہے کہ احتیاج دلیل کی نہین رہتی تسلیم اور اذعان ہوتا ہے
یہی حال ایمان کا ہے اور تکمیل اوسکی اوسی وقت ہوتی ہے جب ایسا اذعان اور تسلیم حاصل ہو
پس یہا الناس ایمان کو کامل کرو۔ دلائل مین مت پڑو یعنی ایکدفعہ اللہ کو اگر اللہ
جان چکے ہو پھر ساری عمر شکوک مین نہ پڑے رہو۔ اگر پڑے رہوگے اسی طرح شک مین
مرجاوگے اور نہ اودہر کے ہوگے نہ اودہر کے عقل ضرور حاکم ہے لیکن ہماری عقل
چھوٹی ہے شناخت اللہ تعالی کی فطری ہے۔ پر بعد شناخت عقل کے کام مین لانے پڑا ہے اسبات
پر غور کرو اور دفعۃً ایمان کی تکمیل کرکے بجا آوری احکام مین مصروف ہو اوسمین جلدی کرو مناسب ہے
کہ ایک مثال بیان کرون وہ آجکل کا پریس ہے اور اوسکی آزادی چونکہ حکومت بندونکے ہاتھہ مین ہے
اونکے لیئے مصلحت یہہ ہے کہ نفوس رعایا کی خباثت دریافت کرتے رہین اور اونکے علاج اس سے

رعایا کی جو حالت ہوئی اوسکی مضرتین ہم روز دیکھتے ہین ۔ بہت سے ایڈیٹر بڑہتے بڑہتے
یہانتک بڑھ جاتے ہین کہ قید ہوتے ہین ۔ یہہ اعتراض کی عادت بُرائی ہے یا نہین جو
ایڈیٹر جو معترض ہوتے ہین خیرخواہانہ اعتراض کمتر کرتے ہین اور وہ حقیقت مین عدم
اطاعت حقیقی سلطنت کی ہوتی ہے ۔ سلطنت ایک حد تک اپنے نفع کے لئے
جائز رکھتی ہے لہذا سے جائز نہین کہہ سکتا ۔ مگر سلطنت بہی جو جائز رکھتی ہے اوس
جواز کے بعد جب ارتکاب گناہ ہوتا ہے ظاہر سزا دیدیتی ہے اور باطنًا ہمیشہ سزا مین
مبتلا رکھتی ہے ۔ پس جو عادت ایسی بد ہو اوسکا اختیار کرنا ضرور بُرا ہے ۔ اگر ہم اطاعت
سلطنت کی دل سے کرین اون منافع مین شریک ہون جو اوسوقت صرف اون
لوگون کو ملتے ہین جنپر سلطنت حقیقی خیرخواہ اور مطیع ہونیکا اعتبار کرتی ہے پس دیکھئے
کہ آج کل جو آپکو وجہ پرستی کی عادت ہے اور اعتراض کی وہ آپکے حق مین کیا کر رہی ہے
خداوند عالم کی سلطنت سب سلطنتون سے اعلی ہے اوسکو اس عادت سے کیا ناراض
نہونا چاہیے ۔ وہ کسی طرح اوسے جائز نہین کہہ سکتا ۔ اور وہان اتنا جواز بہی نہین ہے
چنانچہ انبیاء نے جب وجہ پوچھی ہے صاف کہا ہے کہ بتلا دیجئے تاکہ اطمینان ہو جائے
یہہ کہنا کیسا اچھا ہے ۔ اسکا مقابلہ اس کہنے سے کیجئے کہ آپ پر یہہ اعتراض ہے
ہماری عقل مین نہین آتا ۔ ارے بہائی تو ہے کون جو وجہ پوچھے ؟ ۔ پس یہی اللہ
تعالی نے اس جواب مین زیادہ تر ارشاد کیا ہے اور جواب کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے
جو سب سے بہتر ہے یعنی مصلحت کے بہی مطابق ہے اور اپنی شان کے بہی موافق

اور بندہ کے لئے توفیق ہدایت ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

باب پنجم

باب پنجم

جوابات تفصیلی

اسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے

بیان ترتیب جو جوابات مین ہے

جناب سید صدر الدین علیخان بن نظام الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ جو میر سید علی کہلاتے ہین اور جناب قاضی نور اللہ شوستری رحمۃ اللہ کے جوابات تفصیلی نظر راقم سے گذرے ہین۔ مناسب ہے کہ اولاً ان علماء کے جوابات کا ترجمہ کیا جائے اور بقدر ضرورت شرح۔ اوسکے بعد وہ جواب لکھے جائین جو راقم کے خیال مین گذرے ہین۔

توضیح۔ (۱) شرح لفظ راقم سے شروع ہوی ہے۔ (۲) ہر سوال کی عبارت اصلی یعنی عربی کی صدر کتاب مین نقل کی گئی ہے یہان سہولت کے لئے صرف ترجمہ کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ (۳) ترجمے لفظی نہین ہین خلاصہ معنی ہین۔

سوال اول

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اللہ تعالیٰ کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تہا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پہر اوسنے مجھے پیدا ہی کیون کیا۔ میرے پیدا کرنے مین خصوصاً کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ شیطان جو شر ہے اوسکا خالق اللہ نہین ہے۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ شیطان کی غرض ان شبہات کے پیدا کرنے سے بہکانا جہال کا ہے کیونکہ جوابات انکے نازک ہین۔ اور وہ جوابات سمجھدار لوگون کے لیے ہو سکتے ہین۔ پھر فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان دریافت کرتا ہے کہ میرے پیدا کرنے مین حکمت اور اوسکی وجہ کیا ہے۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ جتنی چیزون مین ایسی قابلیت ہے کہ اونہین خلعت وجود پہنایا جائے اور وجود مین لانیکے اثر سے متاثر ہوسکین اون سب پر خداوند عالم افاضۂ وجود فرماتا ہے۔ اس حیثیت سے شیطان کا خالق اللہ تعالی ہے اور جیسے اور تمام مخلوق کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے ایسی ہی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔ باقی رہی انانیت۔ یعنی وہ چیز جو ایک نفس کو دوسرے نفس سے جدا کرتی ہے اور وہ خواص مختلف نفوس کے کہے جاسکتے ہین۔ وہ خواص کسی کے پیدا کرنیسے پیدا نہین ہوتے بلکہ آخر مراتب جملہ نفوس مین سواے نفوس اجرام سماوی کے خود عارض ہوا کرتے ہین۔ پس اسلئے کہ شیطان نار سے پیدا ہوا تھا اور قوت شدید رکھتا تھا تکبر اور انانیت غالب آگئی اور اوسنے عاجزی سے انکار کر دیا۔

شرح تقریر سید صاحب

راقم۔ غرض اس جواب کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ شرارت یعنی افعال قبیحہ کے ارتکاب کی طرف میلان داخل ذات شیطان نہین ہے حق تعالی خالق ذات ہے خالق میلان صدور افعال نہین ہے اسلئے کہ میلان بعد پیدا ہونے حالت تمیز کے نفوس مختلفہ

مین پیدا ہوتا ہے اور ضرور تمیز آنا بعد کی بات ہے - یہہ بہی ظاہر ہے کہ اسباب لاحقہ میلان مذکور کی طرف منجر ہوتے ہین مگر میلان اور مجبوری ہین جناب پیر صاحب نے اختصار کو کام فرمایا ہے تاہم ایک عمدہ بات کہی ہے -

جواب قاضی صاحب کہ شر ایک خاصہ بطور غرض کے ہے اعراض بعد کو عارض ہوتے ہین

قاضی صاحب فرماتے ہین کہ جواب اس اعتراض کا یہہ ہے کہ اللہ تعالی پہلے سے جانتا تہا کہ شر شیطان سے صادر ہوگا لیکن وہ شر اللہ کے بنانے سے نہوگا بلکہ قابلیت ذاتی کا ایک لازمہ ہوگا جو لازمہ ہمیشہ ملزوم کے ساتہہ رہے اور جدا نہو سکے جیسے چار کا عدد جفت ہے وجبیت اوس سے جدا نہین ہو سکتی یہہ مذہب اکثر حضرت اشاعرہ کا ہے جیسے امام قشیری محقق دوانی نے فرمایا ہے کہ جو نقص اور قصور بعض ممکنات مین دیکہا جاتا ہے وہ منجملہ اسباب حصول صور اعراض کے مادہ مین ہے نہ بوجہ بخل فاعل کے - قابلیتین اور استعداد حکما کے نزدیک اسقدر متعدد ہین جنکی انتہا نہین - نہ ایک جگہہ جمع ہو سکتی ہین - بلکہ یون ہے کہ واجب یعنی اللہ تعالی مع ہر اوس چیز کے جو پہلے گذری علت موجبہ اون چیزون کی ہے جو آیندہ آئین - یعنی واجب یعنی اللہ تعالی ابتدا ہر چیز کی ہے اور اوسکی ذات کی طرف ہر واحد مخلوق کی نسبت کہ اوسنے اونکو بنایا مع اوس مخلوق کے ہے جو پہلے گذری - یہہ حاصل کلام محقق دوانی کا ہے اور اس سے وجہ اس بات کی ظاہر ہوتی ہے کہ بعض انبیا کو اپنے مخالفون پر غلبہ ہو جاتا ہے بعض کو نہین ہوتا - کیونکہ غلبہ اوسی قدر ہوگا جسقدر قابلیت اور استعداد موجود ہین ہو - ممکن نہین کہ بمقدار قابلیت سے کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو -

اگر کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو لازم آئیگا کہ یا حق تعالی اجانتا نہ تہا۔ یا اوسنے ظلم (گرٹبر) کر دیا
۔ معاذ اللہ ۔ یہ خیال تو کفر ہے ۔ مطلب یہہ ہے کہ علم تابع معلوم کا ہے ۔ (یعنی وہ
علم اون چیزون کا ہے جو آیندہ ہونگی) اور اللہ تعالی احکم مطابق معلوم کے دیتا ہے
مطابق اوس اندازہ کے جو موافق اوس استعداد کے ہے جو خود بنتی ہے ۔ پس شیطان
کے لیے جو کچہہ اللہ تعالی نے فیصلہ فرمایا کہ وہ کافر یا ایماندار ہوگا ۔ وہ بوجہ اوسکی استعداد
اور لازمہ وجود کے تہا جسے اللہ تعالی نے نہین بنایا ۔ چنانچہ جو ارشاد ہوا ہے کہ
فَمَا أَصَابَكَ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (یعنی جو برائی تمکو پہنچتی ہے وہ تمہارے
نفسون کی وجہ سے پہونچتی ہے) اسپر دلالت کرتا ہے ۔ اور جب یہہ حال ہو تو یہہ پوچہنا
کہ مین کیون گنہگار رہوا ۔ کیون قابل سزا بنا ۔ ایسا ہی غلط سوال ہوگا جیسے کوئی سوال
کرے کہ چار کے عدد مین زوجیت یعنی جفت ہونا کیون ہے ۔

شرح اس جواب کی ۔ راقم ۔ خلاصہ اس تقریر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز تو اصل شے
کا بنانا ہے ۔ اصل چیز جو بنائی جاتی ہے وہ مادہ کہلاتی ہے ۔ ایک چیز اوس مادہ مین
بعد کو عارض ہوتی ہے یہ بعد کی حالت (جیسے صورت پہن لینا اور عرض کہنا چاہیے
جسکے عارض ہونے سے طرح طرح کی مخلوق بنتی ہے) دوسری چیز ہے ۔ اعراض مین
دخل اون چیزون کو ہوتا ہے جو پہلے ہو چکی ہین ۔ پس بہلائی اور برائی مین دخل ان اعراض
کو ہے ۔ اصلی مادہ کے خلق مین نہین ہے ۔ حق تعالی اصلی مادہ کا پیدا فرمانیوالا ہے
اور اعراض کا بہی وہی ہے مگر اون تاثیرون کے ساتہہ جو مادون مین ان پہنائی ہوی

صورتوں یعنی اعراض سے اور اونکے سبب سے آجاتی ہین اور پچھلون کے پیدا ہونے مین پہلونکو ایسا دخل ہوتا ہے۔

مثال اول اعراض کے بعد مین لاحق ہونیکی جیسے چار مین زوجیت

مثال اول اسکی ایک تو یہ ہے کہ ایک دو تین چار پانچ چھہ گنتے ہین گنتی مین چار زوج یعنی جفت ہے گنتی ایک چیز ہے اور جفت اور طاق ہونا دوسری چیز ہے مگر جفت اعداد مین (جیسے دو چار چھہ آٹھہ) زوجیت اسلیئے آگئی ہے۔ کہ دو ایک کے۔ چار تین کے۔ چھہ پانچ کے۔ آٹھہ سات کے بعد آتے ہین۔ پس ایک تین پانچ سات کا پہلے آنا سبب جفت ہونے دو چار چھہ آٹھہ کا ہے۔ اور پہلون کا پچھلون مین اسطرح کا دخل ہے۔ یہ مثال محل بحث ہے کیونکہ اس عرض اور اعراض مبحوث عنہ مین فرق بین موجود ہے۔

دوسری مثال اعراض کی بذریعہ ولادت لاحق ہونیکی

دوسری مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کو پیدا فرماتا ہے مگر اب آدمی آدمی کے ذریعہ سے پیدا ہو رہے ہین۔ ضرور پیدا سب کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر ذریعہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ پس جو اصلی مادہ وجود کا ہے یعنی مٹی اسمین جو صورت بیٹے کی بنائی جاتی ہے اور اعراض لاحق ہوتے ہین اونکے لحوق مین پہلے وجود یعنی باپ کو دخل ہے۔ مثلاً اگر باپ کے اعضاء دماغی قوی ہین اگر اور عوارض نہون۔ بیٹے کے بھی قوی ہونگے۔ اگر اور عوارض ہون۔ جیسے بالفعل کا ضعف یا سردی یا گرمی ایسے نہونگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کو پیدا فرمایا ایک مادہ بنایا تھا اعراض جو اوس مادہ مین لاحق ہوئے وہ اوس مادہ کے عوارض ہین جن کے

اسباب اور ہین۔ اور اوس خلق مین اسباب مذکور کو دخل ہے۔

تیسری مثال اعراض کے بذریعہ افعال انسانی لاحق ہونیکی۔

تیسری مثال یہہ ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے اوس سے کمہار گھڑے بناتا ہے اور اینٹ بھی۔ لوہا مٹی سے اور لوگ نکالتے ہین جس سے لوہار توا بھی بناتا ہے جسپر روٹی پکتی ہے اور تلوار بھی جس سے آدمی قتل ہوتا ہے۔ غور فرمایئے کہ لوہار اور کمہار کیا ہین۔ اونکی اصل مٹی ہے۔ اس مٹی نے دوسری مٹی سے لوہا نکالا۔ تو لوہے مین مٹی کے مادہ پر صورت پہن جانیمین پہلی پہنی ہوی صورتون یعنی لوہار والی مٹی کو دخل ہوا پس لوہے مین جو مادہ قتل کا پیدا ہوا یا کمہار کی بنائی ہوی اینٹ مین جو کیفیت سر پھوڑنے کی عارض ہوئی اوسکو پہلے بنے ہوے اسباب کے دخل کے ساتھہ اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے۔ مگر جہان تک دخل اصلی مادہ کے پیدا کرنے کو ہے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے۔ جہان سے دخل مادہ کے اندر صورت پہنانے کا اور عوارض کو پہلے مادون کے ذریعہ سے شروع ہوتا ہے وہی مقام الزام شروع ہونیکا ہے۔ چنانچہ وہ بعد کی بات ہے۔ اوس دخل کی وجہ سے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے اسیطرح شیطان کا حال ہے کہ اوسکی شرارت بعد کی بات ہے اللہ تعالے کے بنانیکی نہین۔ جیسے لوہا تلوار بنکر صرف کاٹنے کے کام مین آتا ہے اسیطرح شیطان چونکہ شیطان آگ سے بنا اوسمین تکبر و شر پیدا ہو گیا اور لازمہ شیطان کی ذات کا ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ اعراض ...

ان سب تقریرون پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آخر کو الزام اللہ تعالی پر

جب لازم ہون الزام شر نہین اوٹھتا
رہتا ہے کیونکہ ان سب طرفین کو جو اعراض کے ہین ویسی بنے
بنایا ہے۔ اور جب اسباب کو ایسا دخل ہو تو جو مخلوق ان اسباب کے ذریعہ سے بنے
مجبور ہو گی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ وہ لازمہ ہے سوا اسکے تاثیر اشیا مین اللہ تعالی
کی بنائی ہوئی ہے۔ جیسے آگ مین۔ پس جہان تک وہ تاثیرات پہونچین اور افعال جو
تاثیرات کے ہون اللہ تعالی پر الزام بہی ہوا۔ اور مؤثر مجبور بہی۔ مگر یہہ اعتراض غلط ہے
غلطی یہ ہے کہ مخلوق مین جہان بذریعہ اسباب کے پیدا ہو کر یہ خاصہ حاصل ہوتا ہے کمال
صنعت خدای تعالی کی یہہ ہے کہ جبر کی صورت اسپر بہی پیدا نہین ہوتی۔ پہلے غیر
ذی روح کو لیجیے تلوار اور اینٹ کاٹتی اور سر پہوڑتی ہے مگر وہ خود کوئی کام نہین کرتی۔
اسلیئے اوسکا ضرر محدود اور رکا رہتا ہے پہر ذی روح کو لیجیے۔ اونکے افعال کو جب ان
چیزون سے مدد ملتی ہے تب ضرر ہوتا ہے جیسے آدمی ذیروح تلوار غیر ذی روح کو لیکر قتل
کرتا ہے۔ آدمی کے افعال اختیاری ہین چاہے قتل کرے چاہے نہ کرے پس جبر
کہان ہوا۔ اسیطرح شیطان کے افعال اختیاری تھے۔

اس جواب کی دوسری تقریر
دوسری۔ دوسری تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے
اضداد کو جمع کر کے ہر مضاد قوت کو محدود فرمایا ہے اور اوس مجموعہ مخلوق مین جو مکلف
ہے ایک چیز عنایت کی ہے جسکا نام روح ہے مجموعہ مضاد قوتون کا اوسکا محکوم ہے کہ
جس طرح چاہے مضاد قوتون سے جو ایک نئی قوت بنی ہے اوس قوت کو کام مین لائے
جب چاہے نہ لائے اسکے ساتھہ عناصر کی اصلی قوتین جنمین مجبوری ہے بحال خود باقی

نہین ہین - پس باوجودیکہ تاثیرات موجود ہین اس مجموعی حالت سے تاثیرات مین ایک اور تاثیر نزول کینے اور ہونے دینے کی اور خودی کنے کی اسد تعالی نے پیدا فرمائی ہے - اور یہہ ظاہر ہے اسلئے اسد تعالی کی ذات الزام خلق شر سے منزہ اور پاک ہے اور مجبوری سے وہ مخلوق جو مکلف ہے پاک ہے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ شیطان چونکہ آگ سے بنا ہے اوسپر لازما خودی اور تکبر غالب ہوگئے -

اس جواب کی تیسری تقریر

تیسری - تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ جن عناصر سے مخلوق بنائے گئے ہین وہ عناصر اپنے افعال مین مجبور ہین - جیسے آگ جلانے مین - ہوا چلنے مین - پانی رطوبت مین - مٹی سکون مین - لیکن خلقت مخلوق بعناصر کی اسطرح واقع کیگئی ہے کہ اضداد قوتون مین ایک کی دوسرے سے روک لگائی ہے چنانچہ مخلوق یعنی مجموعہ اضداد ایسا ہوگیا ہے کہ جو مجبوری اصلی عناصر مین تہی وہ اس مجموعہ مین باقی نہین رہی - اسپر بہی بعد مجدد ہوجانے قوتون کے اور نیز اونمین ایک نئی بات پیدا ہونیکے کہ وہ قابلیت روکنے کی ہے ایک مادہ عقل کا پیدا کیا گیا ہے کیفیت جدیدہ جو امتزاج سے پیدا ہوی اوسوقت تک کام نہین کرتی جبتک عقل اوسکو کام کرنیکی اجازت نہین دیتی اور مثال اوسکی ایسی ہوگئی ہے جیسے ایک گہوڑا فرض کیجیے اور باگ اوس گہوڑے کی سوار کے ہاتہہ مین دیجیے - گہوڑا جب چلیگا جب سوار ہانکے - پس مجبوری مخلوق مین یا لزوم شر نہین ہے - لزوم شر کے جو جناب قاضی صاحب و سید صاحب قائل ہوے ہین مجہے اوس سے اتفاق نہین -

قاضی صاحب کا دوسرا جواب

قاضی صاحب - دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے پیدا کرنے

کہ حکمت خلق شیطان عبرت دلانا ہے اور مراتب بزرگ پر پہونچانا

کی غرض یہہ تھی کہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شرارت اوسکی استعداد کا مقصود تھا اور نفس کی بدی کھل جائیگی اور وہ اپنی بدی کے اظہار سے باز نہ آئیگا تب اوسکو دوسرونکی عبرت کا سبب گردانکر دونپر مسلط کیا جائیگا اوسکے وسوسہ کا اثر ہونے دینا اسلیے مصلحت ہوگا کہ جو اوس سے لڑائی اور مخالفت کرے اوسکو ثواب اتم یعنی درجے ملین اور جو اوسکی تابعداری اور موافقت کرے اپنی سزا کو بذریعہ عذاب کے پہونچے۔

قاضی صاحب کا تیسرا جواب کہ خلق شیطان باعث تکمیل عالم ہے گو نظر ہر فرد کے بہتر معلوم نہو

یہہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ شیطان کا وجود جو شرارت انگیز ہے اسلیے ہے کہ اوسکا وجود ذریعہ تکمیل عالم کا ہے۔ ضرور یہ ایک ایک فرد یعنی آدمی کے لئے بہتر نہین لیکن خلاف حکمت نہین ہوسکتا چنانچہ علامہ دوانی نے اپنے بعض رسائل مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کی مہربانی متعلق کل عالم کے بحیثیت کل کے ہے اور در اصل مقصود وہی بہتری ہے۔ کلی مصلحتون کیطرف جزئی مصلحتین راجع ہوتی ہین اگرچہ بعض افراد کی نسبت وہ بہتری خلاف مصلحت معلوم ہو مثال اسکی مہندس ہے جو عمارت کا نقشہ ایجاد کرے اور اوسکے بنانے مین وہ طریقہ اختیار کرے جو ساری عمارت کے لحاظ سے عمدہ ہو۔ اور کل مکان کی مصلحت اور عمدگی کے لئے بعض عمارت مین عمدہ نشستگاہ بنائے دہلیز بنائے۔ رفع حاجت کی جگہہ بنائے۔ اور اسیطرح دوسری چیزین بنائے۔ اس صورت مین نظر بتمام عمارت کی جو کچھہ اوسنے تجویز کیا ہے وہی سب سے بہتر اور صحیح ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہہ کہا جاسکتا ہو کہ مثلاً اگر سارے مکان کو نشستگاہ بنانا بہتر ہوتا۔ مگر یہہ صحیح نہین ہے۔ اسی طرح جناب باری تعالی سے کاریگر نے عالم کی بناوٹ ایسی کی ہے کہ ساری عمارت بحیثیت

کل کے سب سے بہتر ہے اگرچہ بنظر بعض اجزا کے بہت بہتر معلوم نہو۔

اسبات کو اسطرح بہی بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم پر جب نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ
وضع اور بناوٹ اوسکی طرح طرح کی ہے۔ کچہہ شک نہین کہ عالم باعتبار اوس نظر کے سب سے
بہتر بناوٹ کا ہے کیونکہ افادہ اور استفادہ کا قاعدہ یہہ ہے کہ جسقدر افادہ پہونچانے
والے مین قابلیت ہو اوسیقدر افادہ اوٹہانیوالے کو حاصل ہو۔ لیکن اس دلیل پر بڑی
بحث ہوسکتی ہے جو ہمنے بعض کتب عقلیہ کے حاشیون مین بیان کی ہے یہان لکہنے کے
قابل نہین مگر ائمہ کشف وشہود نے اس بات کو دوسری طرح بیان فرمایا ہے وہ یہہ ہے
کہ اگر دوسری صورت دنیا کے بنانے کی اس سے بہتر ممکن ہوتی اللہ تعالی اوسکو اختیار
فرماتا کیونکہ اگر ایسا نہو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا اللہ تعالی بنا سکتا تہا اور نہین بنایا
یا اس سے بہتر بنانا نہین آتا تہا۔ یہ دونون غلط ہین۔ اسلیئے کہ اگر یہہ کہین کہ بنا سکتا تہا
اور نہین بنایا تو معنی یہ ہونگے کہ ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے بخل کیا۔ اس سے ذات
الہی پاک ہے۔ اگر نہین آتا تہا۔ یہ کہنا اوس سے بہی برا ہے اسلیئے کہ کوئی نہین کہسکتا
کہ اللہ تعالے جاہل تہا۔ معاذ اللہ۔ قاضی صاحب فرماتے ہین۔ کہ یہہ دلیل سب
سے عمدہ ہے۔

تقریر جواب سوم کی شرح کہ نظر ہر فرد کے لیئے نظام عالم بہتر ہے۔

راقم۔ حکمت نظام عالم کا ہر ایک فرد کے لیئے بہتر نہونا محل
بحث ہے اسلیئے کہ عالم مین دو بڑی صنعتین ذریعہ نظم ہین۔ اول
فضل۔ دوسرے اختیار۔ فضل ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ ہر فرد کو اگر بالنسبت نہ

دیکھا جائے یعنی یہہ کہ وہ دوسرے سے کتنا اچھا ہے تو معلوم ہوگا کہ مادہ بشر مین
جہان سے اچھائی (حسن) کے تمام ہونیکا مقام شروع ہوگا وہی مقام انسان کی انسانیت
کے ختم ہونیکا ہوگا - اسکے لئے دلیل بیان کرنیکی ضرورت نہین کیونکہ نوعیت انسان
مسلم ہے کہ نوعیت حیوانات و جمادات و نباتات سے بہتر ہے (شبہات کا جواب باب
سوم مین دیا گیا) پس ہر فرد باعتبار ہر فرد کے بہتر ہے - حقیقت یہہ ہے کہ حیثیت تفضل
نے اذہان کو ایسا گھیر رکھا ہے کہ غلطی ہوتی ہے - اختیار کی نوعیت یقیناً اعلی درجہ
کی ہے جو ہر فرد انسان کو عطا ہوا ہے - اختیار کی نوعیت مین تکمیل پیدا کرنے کے
لئے جسقدر اوسکے اندر وسعت دی گئی ہے اور جزا اور سزا کے ذریعہ سے اوسکا علاج
کیا گیا ہے چونکہ اختیار مین ہر فرد شریک ہے اور وہ نعمت ہے اسلئے اس نظر سے
اس نظم کو ہر فرد کی نظر سے بھی برا نہین کہسکتے - بلکہ بہتر سے بہتر ہے کیونکہ جزا و سزا ایک قانون ہے
اور اوسکی خوبی مسلم ہے - اور قانون جزا جسقدر بہتر سے بہتر ہے اوسیقدر قانون سزا بھی
بہتر سے بہتر ہے - اگر یہہ کہین کہ قانون نظام عالم نظر بافراد اچھا نہین ہے تو یہہ معنی ہونگے کہ نظر
بافراد کوئی قانون اچھا نہین - یہہ بداہتہً غلط ہے - یہہ شبہہ کہ نظر بجمیع افراد یہہ نظام بہتر سے
بہتر نہین ہے برابر اس خواہش کے ہے کہ ہم غیر مکلف ہوتے جیسے پتھر - یا لکڑی - اگر
یہہ شبہہ اسلئے پیدا ہوا ہے کہ مادہ مین اختلاف ہے اور سخت قواعد امتحان کے ہر فرد
کے لئے بہتر نہین ہین - پس جاننا چاہیئے کہ مطابق اوس اختلاف کے جو مادون مین ہے
قواعد مین وہ نرمی جسکی اوسمین ضرورت تھی کی گئی ہے - اور امتحان ہر انسان کا باعتبار

اوس قابلیت کے ہے جو قابلیت ہر مادہ مین ہے اس نظم کا باعتبار کل ورمجموع کے بہتر
سے بہتر ہونا بغیر ان دونون فضل و اختیار کے ممکن نہ تہا بڑی خوبی صنعت الہی کی یہہ ہے
کہ وہ باعتبار ہر فرد کے اس نظر سے کہ اپنی حد مین ہر انسان ایک مرتبہ تک پہونچ سکتا
ہے اوس فرد کے لئے بہتر سے بہتر ہے لیکن جملہ افراد کے لئے اوسمین وہ بہتری
ہے کہ اوسکے لئے کوئی صیغہ افعل التفضیل کا نہین ہے جو مناسب طریقہ سے استعمال
کیا جائے کیونکہ یہ نظم بہتر سے بہی بہتر ہے افعال قبیحہ اور ناکامی امتحان سے
جو خیال وارد ہو کہ ہوتا ہے اوسکو یہہ جانکر دور کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے افعال سے نظم الہی کو
بہتر سے بہتر نہین کہتے۔ جو صریحًا غلط ہے۔

جواب راقم۔ اور تفصیل اجزاء سوال

جواب راقم۔ یہ سوال متعلق تین امر کے ہے۔ **اول** یہہ اعتراض
ہے کہ حق تعالے نے بذریعہ خلق شیطان کے خلق شر فرمایا دوم یہہ اعتراض ہے
کہ باوجود علم ماکان و مایکون کے خلق شر فرمایا سوم۔ یہہ استفسار ہے کہ اس طریقہ
کے اختیار کرنے مین کیا حکمت ہے۔

جواب خلق شر۔ کہ شر اختیار سے پیدا ہوا اور محل شیطان یا انسان مین محدود ہے۔

امر اول۔ جواب خلق شر کا یہہ ہے کہ ذات اقدس الہی از خلق
شر سے قطعًا مبرا ہے۔ کوئی چیز حکیم علی الاطلاق نے بطور تجسیم
بدی کے پیدا نہین فرمائی۔ اضداد پیدا فرمائے ہین اور اضداد سے
مخلوق تاکہ اضداد مین ایک حالت ترقی کی پیدا ہو جس مخلوق کو اختیار دیا ہے اونکے افعال
دو طرح کے قرار دیئے ہین۔ اچہے اور برے۔ ورنہ اختیار اختیار نہوتا جیسے اون صورتون

مین جنہین انسان مجبور ہے بقدر مجبوری اختیار جو مستلزم حسن و قبح ہے نہین ہے) پس وہ افعال اسلیئے کہ اختیار عطا ہو چکا افعال مخلوق ہین اور خالق شر حق تعالی نہین ہے

پھر غور کرنا چاہیئے کہ حق تعالی نے مختلف مادون سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ کسی مین انبعاث زیادہ ہے کسی مین کم اور مخلوق کو اختیار دیا ہے خلعت وجود دینا اور اختیار دینا نعمت ہے نعمت دینا صرف اوسوقت قابل الزام ہے جب نعمت سے استفادہ کی قابلیت نہو۔ اسلیئے قابلیت استفادہ بھی ہر مخلوق مین پیدا کردی ہے جنہین انبعاث زیادہ ہے اونمین بھی جنہین کم ہے اونمین بھی کہ وہ نعمت ہے۔ پس فعل خالق انعمت دینے مین محدود ہے۔ اپنا برا بنا لینا اور شر کرنا فعل مخلوق ہے اور بعد کی بات ہے جسمین انسان اور شیطان کی حالت مین سوائے طول مدت اور نوعیت جسم کے اور کوئی فرق نہین۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر غور کرے اور دیکھے کہ کسی وقت بھی ایسا ہوا تھا کہ وہ بدی کرنے پر مجبور تہا۔ اوسوقت معلوم ہوگا کہ خواہش کے نہ روکنے سے بدی کی تہی جب اپنے نفس پر غور کرے تب شیطان کے حال پر غور کرے کہ اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تہی اوسکو اختیار دیکر اللہ تعالی نے بسبب زیادتی قوت انبعاث کے مشق بھی افعال نیک کرنیکی کرادی تہی تاکہ جو خاصہ اوسمین بڑہکر اوٹھنے کا تہا وہ خود اوسکا پورا علاج کرسکے۔ پس جب یہانتک حق تعالی انعام دے اور ہر طرح کے اختیار کو بھلائی کیطرف مائل کردے اور قوت استفادہ کو ہر طرح پورا کردے تو یہہ کہنا کسی مخلوق کا کہ اللہ تعالے نے خلق شر فرمایا حقیقت مین سخت غلط اور بڑا دہوکا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو اختیار جناب حکیم مطلق نے عطا فرمایا ہے وہ ایسا نہیں جیسے کوئی احمق بچہ کے ہاتھہ مین جس کا چاقو دیدے۔ اسلئے کہ جبتک افعال کے صدور کے متعلق وہ وقت نہین آتا کہ پوری فہم اور پورا ادراک ماہیت کا ہو افعال مین وہ پختگی نہین آتی کہ سواے نتائج قریبہ کے نتائج بعیدہ یا ایک سے نتائج پیدا ہون۔ جو نتائج قریبہ پیدا ہوتے ہین وہ ایسے اغلاط ہوتے ہین جسکی پاداش نہین نہ ذمہ داری۔ اوسکی مثال حالت طفولیت و جنون ہے۔ پس وہ اختیار جو مستلزم شر یا خیر ہے اور مستوجب جزا یا سزا اوس حالت سے (جو اس مثال مین ہے شیطان اور انسان دونون کی) کوسون دور ہے۔

جواب اسکا کہ علم الہی علت افعال نہین ہے جیسے دوا کی تاثیرات کا علم ذریعہ صحت نہین ہے۔

امر دوم۔ اعتراض علم کے متعلق تفصیل جواب سوال دوم مین اور تتمہ مین لکہی گئی ہی یہان یہ اعتراض تطفلی اور اجمالی ہی اسلئے جواب بہی اجمالی دیا جاتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ علم الہی علت افعال کی نہین ہے جیسے ہمارا علم کہ نیم یا خوب کلان سے بخار اوتر جائیگا علت بخار اوترنے کی نہین ہے۔

جواب متعلق حکمت۔ اور اوسکا سوال غلط ہوتا کہ وجہ ماہیت اشیا کا علم خارج از امکان ہے

امر سوم۔ حکمت کے متعلق اگر استفسار وجہ ماہیت اشیا سے ہے تو سوال غلط ہے۔ اسلئے کہ ہمارا علم خواہ اوس علم کو لیجئے جو حق تعالے نے سواے انبیاء و اوصیاء علیہم السلام نوع بشر کو دیا ہے۔ خواہ اوسکو لیجیے جو بعد تحقیقات انسانون نے بنایا ہے یعنی اصلی یا اضافی جیسے علم ماہیت اشیا اور منطق۔ خاصیتون تک محدود ہے۔ کسی کو معلوم نہین ہو سکتا کہ خاصیتین مختلف اشیا مین کن وجوہ سے پیدا ہوی ہین۔ وہ حکمتین جو نتائج سے معلوم ہوتی ہین (بعض ایسی ہین جنکا بیان خود جناب

اقدس الٰہی نے فرمایا ہے بعض ایسی ہین جو بیان الٰہی پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین)
بیان اونکا ابواب سابقہ مین ہو چکا ہے - یہان اونکو شمار کر دیا جاتا ہے اور اسقدر شرح
کیجاتی ہے جو بیان مقام کو ایک طرح سے پورا کر دے - یہی التزام جملہ اجوبہ مین ہے -
توضیح جسکو پوری تحقیق مقام اور تسکین خاطر کرنی منظور ہو ضرور ہے کہ وہ تمام ابواب کو پڑھ لے

حکمت اول - اشیار بذریعہ اضداد پہچانی جاتی ہین -

حکمت اول - غور کرنا چاہیے کہ ذریعہ شناخت اشیار کا کیا
ہے غور کرنے سے صاف روشن ہے کہ ذریعہ شناخت ہمارے
لئے وہ اختلاف ہے جو ہر چیز مین ہے جنمین اختلاف نہین وہ پہچانی نہین جاتین جیسے عناصر
کے اجزایا مکانون مین بھول بھلیان - یہی معنی اَلۡاَشۡیَاءُ تُعۡرَفُ بِاَضۡدَادِھَا کے
ہین - پس حکمت اول یہہ ہے کہ اگر دنیا مین ابتداءً دو نوع افعال کی نہو جاتین ایک نوع
کا امتیاز دوسری نوع سے بذریعہ بیان کے نہو سکتا شیطان ابتدا اس امتیاز کے ذریعے
کی ہے - اور باعث قیام و بقار ذرائع امتیاز ہے اور آخر کار اونمین حد درجہ کی ترقی پہنچنے
کا ذریعہ ہے تاکہ امتیاز پورا ہو جائے ورنہ پورا امتیاز نہو تا شرح اس اجمال کی یہہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عالم کو پیدا فرمایا ہے وہ قدیم نہین ہو سکتا - پیدا ہونا خود دلیل
حدوث کی ہے - پیدا ہونیکا لازمہ حد کمال پر پہونچنا ہے حد کمال پر پہونچنے کے بعد
چونکہ غرض تمام ہو جاتی ہے (یعنی خلق کرنے کی) لہذا اوسکے ختم ہونے کے ساتھہ وہ
کمال اور مخلوق باعتبار اس عالم کے ختم ہو جانی چاہیے - وہی زوال نظریہ دنیا ہے - اگر
یہہ زوال نہو تا مخلوق دنیا مین بعد کمال کے کیفیت ابدی ہونیکی پیدا کرتی - درجب ابدی

ہوتی اور بقا رکو دوام ہوتا آخرکار خلق کرنیکا کام بند ہوجاتا اس عالم مین گنجایش تمام مخلوق
کے سمانے کی باقی نرہتی - اور اس سبب سے جو اور مخلوق پیدا کرتی ہین اور اونمین قابلیت
وجود مین آنی کی ہے پردہ عدم مین رہتین - لہذا اس زوال کے اسباب بنانے ضروری
ہوے - وہ اسباب اضداد ہین - طریقہ خلق مین یہ خوبی رکہی گئی ہے کہ باختلاف حالات
وہی اسباب ذریعہ کمال پر پہونچنے کا ہوتے ہین اور وہی اسباب زوال کے اسباب ہوجاتے
ہین جسکی مثال سنکھیا ہے کہ وہی مورث جذام ہے وہی دواے جذام - معنی یہہ ہوے
کہ ترکیب انسان کی اضداد سے ہے اونہین کا استعمال باعث ترقی ہے اونہین کا
استعمال باعث زوال اور فنا - ہر چیز کی ضد اللہ تعالی نے اس بڑی ضرورت سے بنائی
ہے - خیال فرمایئے تو موجود پائیگا - آخرکار جب افعال مین حسن و قبح (نیکی بدی)
کے مسئلہ کو سمجھیگا تو نیکی کا ضد بدی کو پائیگا اور بدی کا ضد نیکی کو - نیکی کا وجود بغیر بدی
کے ناممکن معلوم ہوگا اور بدی کا بغیر نیکی کے ناممکن معلوم ہوگا بلکہ تصور بہی ناممکن ہوگا
پس مصلحت وجود شیطان مین یہہ ہے کہ وہ باعث وجود مین آنے اور شروع ہونے ایسے
ذرائع کا ہوا جنسے آخرکار افعال حسنہ اور قبیحہ مین امتیاز ہوا - اور افعال حسن افعال حسن ہوے
اگر شیطان نہوتا ہرگز یہہ فرق جو حد درجہ کا ہے نہوتا - جب یہہ نہوتا فعل حسن اتنا حسن نہوتا
نہ قبیح اتنا قبیح - بلکہ حسن و قبح اتنے کم درجہ کے ہوتے کہ امتیاز نہو سکیگا اور سپر طلاق
ہوسکے اسلیئے نتیجہ یہہ ہوا کہ وجود شیطان باعث قیام ہماری نیکی کا اور مدار نیکی کا ہے -
نیکی نیکی نہوتی اگر بدی کا وجود نہوتا -

حکمت دوم کہ وجود شیطان اقتدار مالکانہ کا ایک جزو ہے اور وہ بڑی حکمت ہے۔

حکمت دوم۔ وجود شیطان ایک سبب منجملہ اون اسباب اقتدار مالکانہ الٰہی کے ہے جو نوع بشر پر طرح طرح کے حق تعالیٰ نے ایجاد فرمائے ہین۔ یہ اقتدار دو کام مین آتا ہے۔ (۱) اس تدبیر مین کہ بشر بعد اختیار پانے کے اللہ تعالیٰ کے بس مین رہے۔ حکمت یہہ ہے کہ اگر ایسی تدبیر نہوتی کمال قدرت مین کمی ہوتی اور بشر ہر وقت اختیار مین حق تعالیٰ کے نہوتا۔ یہہ سقم منتج نتائج قبیح کا خود انسان کے لئے ہوتا۔ اور شر اوسکا روکنے کے قابل بعض صورتون مین نرہتا۔ ایک طرف وہ اقتدار خراب کر دینے کا ہر حالت مین انسان کے ساتھہ ہے دوسری طرف ملائکہ توفیق ہین کہ ہر وقت انسان کے ساتھہ ہین۔ جب ایسی بدی اختیار کیجاتی ہے جسے انسان کرنا چاہتا ہے جو خلاف حکمت ہو وہ روک دیجاتی ہے۔ جب بدی ایسی نہین ہوتی ہوجانے دیجاتی ہے۔ جسکے اور علاج ہین اگر یہ دونون اقتدار نہوتے اقتدار کامل اور نفع وضرر ضروری اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہوجاتا۔ چنانچہ اسکی ایک مثال بیان کیجاتی ہے۔

ابھی حال مین یہہ واقعہ پیش آیا کہ نور چشم سید علی اوسط سلمہ بیرسٹر ایٹ لا لکھنو سے میرٹھہ کو جاتے تھے۔ لکھنوٴ سے میرٹھہ کو ریل سہارنپور ہوکر جاتی ہے۔ مگر صبح کو جو ریل آتی ہے سہارنپور مین اوس سے کوئی گاڑی نہین ملتی کہ فوراً آدمی میرٹھہ چلا جائے۔ ایسا برا وقت جولائی ۱۸۹۷ء سے مقرر ہوا تھا کہ لکھنوٴ کی گاڑی پہونچنے سے چند منٹ پہلے پنجاب کی گاڑی میرٹھہ کو چلی جاتی تھی۔ یہہ شخص اپنے پیشہ کے متعلق ایک کام کو جاتے تھے کہ اگر اوس روز پہونچ جاتے چہہ سو روپیہ ملتا۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ سہارنپور سے میرٹھہ کی ریل

اوسی وقت نہین جاتی اور یہہ آنا بیکار ہوگا - اونہون نے مجہے تار دیا تہا کہ روڑکی مین مل
لیجئیگا - مین اس قصد سے چلا کہ اونکو اوتار لونگا کیونکہ وہ کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ ہی نہین
سکتے - اور چہہ سو روپیہ مل ہی نہین سکتا - مین جو چلا تو بعض کامون کے سبب سے
دیر ہوی مگر ایسے وقت چلا کہ دو تین منٹ میل کے آنے سے پہلے پہونچ جاتا تین جگہہ گہوڑے
رک گئے اور اوسوقت اسٹیشن پر پہونچا کہ ریل مین صرف رفتار پیدا ہوی تہی ہم ملاقات نہوی اور سید علی اوسط
چلے گئے اونکو یہہ اتفاق پیش آیا کہ پنجاب سے گاڑی دیر مین آئی اور اونکو ریل مل گئی
اور کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ گئے اور وہ نفع بہی پہونچ گیا - مجہکو بڑی حیرانی ہوی
کہ میرے تیز گہوڑے جو کبہی نہ رکتے تہے رک گئے مجہکو ملاقات نہونے اور اوتار نہ
لینے کا سخت افسوس تہا مگر یہہ اقتدار مخفی اللہ تعالی کا اس نفع کا سبب ہوا -

(۲) اس اقتدار کی حکمت یہہ ہے کہ وجود شیطان دونون اچہون برون کے لئے
باعث ترقی ہے - اچہونکی ترقی بذریعہ شیطان کے یہہ ہے کہ وہ اونپر معین ہے کہ اونہین
خراب کرے اسلئے وہ ہمیشہ اوس سے بچنے کی فکر مین رہتے ہین اور خدا تعالی سے توفیق
چاہتے ہین - اللہ تعالی اونکو خاص ذریعون سے توفیق دیکر مضبوط کر دیتا ہے اگر یہہ ڈر
کہ ہر وقت خراب ہو سکتے ہین نہوتا ترقی مراتب محدود رہ سکتی تہی - برون کی ترقی کی
تکمیل یہہ ہے کہ جب وہ خدا سے پہرتے ہین اونکو دنیا و اسباب دنیا مین انہماک بڑہ جاتا
ہے اگر انبعاث اون مین نہوتا انہماک نہوتا - انہماک نہوتا دنیا مین نعمتونکی تعداد نہ بڑہتی
پس وہ اچہونکی ترقی کا ذریعہ باعتبار دین ہے - برون کی ترقی کا ذریعہ باعتبار دنیا ہے -

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ زیادہ تر بڑون کی ترقی انہماک دنیا کے لئے متعین ہے لیکن نفع اوسکا عام ہے۔

حکمت سوم۔ اگر شیطان نہوتا ذریعہ ترقی روح کوئی نہوتا

حکمت سوم۔ جب انسان کو اختیار دیا جائے اور اپنے زور بازو سے مدارج اعلی پر پہونچنے کا طریقہ مقرر کیا جائے اور حصول قوت مشق اضداد کے ذریعہ سے ہو لازم ہوگا کہ ہر چیز کی ضد بہم پہونچا دیجائے۔ ورنہ جس مادہ کی ضد نہوگی اوسکے لئے ذرائع ترقی ناتمام رہینگے۔ انسان مین وہ چیزین بھی ہین جو اجرام فلکی کے اوپر والون مین ہین اور وہ چیزین بھی ہین جو اجرام فلکی کے نیچے والون مین بھی ہین یعنی روح اور جسم خاکی۔ پس اوس قوت کے حصول کے لئے جو متعلق روحانیات کے ہے ضد روح بہم پہونچانا ضرور ہوا۔ وہ شیطان ہے۔

حکمت چہارم۔ شیطان کی شر کا بڑا کار آمد ہونا۔

حکمت چہارم۔ کہ تکمیل خلق باعتبار دنیا کے ایک مرتبہ تک پہونچا دینا ہے اور اوسکے بعد فنا کر دینا ہے۔ (جیسا ابھی بیان کیا گیا ہے) فنا کرنیکے اسباب اضداد ہین۔ پس حکمت خلق شیطان یہہ ہے کہ جب اوسکے اضلال سے عالم مین شر حد کمال پر پہونچ جاتا ہے وہی سبب اون بڑی آیات الہی (اللہ کی نشانیون) کے پیدا کرنیکا ہوتا ہے جو شر عظیم کو فنا کر دین۔ اگر شیطان نہوتا شر کبھی اوس رتبہ عظیم کا نہوتا۔ نہ ایسے بین اور قوی آیات الہی کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی۔ غرض اس بیان کی یہہ ہے کہ جب کفر و طغیان کی زیادتی ہوتے ہوتے انتہائے مرتبہ کمال پر پہونچ جاتی ہے بعثت انبیاء کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی ایسے لوگون کو

پیدا فرماتا ہے کہ وہ حضرت شیطان کی شیطنت کے تار و پود کو نیست و نابود کر دیتے ہین
ایمان کی روشنی پھیلا دیتے ہین - ایک جہان اوس قادر مطلق کی پرستش زور سے کرنے
لگتا ہے اور اوسوقت جب سواے بتون کے دوسرے کسی کو خالق نہ جانتا تھا - کیونکہ
اگر خلقت ایک طرح سے حق تعالی کی شناخت کر کے تھوڑے بہت افعال نیک بھی
کیا کرتی اور اسی حالت پر یکسان چلی جاتی کوئی ضرورت بظاہر ایسے زور سے انبیاء کی
بعثتون کی نہین معلوم ہوتی - گو اصل وجود نبی یا نائب نبی کا ہر زمانہ مین ضرور ہے - عرب کا
کفر و نفاق اونکے افعال قبیحہ - غلامونکی حالت - عورتونکی حالت - قتل و خونریزی -
سکو دیکھیے - شیطان نے کہانتک اس قوم کو اپنا مغلوب بنا رکھا تھا - جناب محمد مصطفے
صلعم سا غالب پیدا ہوا کایا پلٹ گیا قلب ماہیت ہو گئی - بری خاصیتین اچھی ہو گئین
وہی مادہ قتل جو ایک دوسرے کو آپس مین قتل کرا کے عرب کو حضیض پستی کی طرف لیے
جاتا تھا - عرب سب سے ذلیل قوم سمجھی جاتی تھی - سب قومین عرب کو حقارت سے دیکھتی
تھین - وہی عرب تھے جو مردار خوار تھے - یہانتک کہ فردوسی عجمیون کی طرف سے
کہتا ہے - ؎

ز شیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجاے رسید ست کار
کہ تخت عجم را کنند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

آنحضرت کے پیدا ہونے سے وہی عرب تھے جنکی زمانہ مین وہ دھاک تھی جس طرف متوجہ
ہوتے تھے دشمنون کے اور اونہین دشمنون کے جو اونکو ایسا ذلیل سمجھتے تھے چھکے چھوٹ

جاتے تھے۔ زہر آب ہوجاتے تھے۔ دیکھئے وہی مادہ قتل کیا منقلب ہوکر
کس کام مین آیا۔ وہی عرب تھے جنہین سے برکت اسلام نے ازواج کے تعدد کو بند
کرکے اور اونکی قوتون کے اعتبار سے چار پر محدود کرکے نکاح کے ساتھہ طلاق اور خلع
کا حکم دیکر ازواج مین عدالت کرنے کی قید لگا کر باوجود قوت اور غلبۂ نفس حیوانی کے جو
لازمہ گرم ملک کا ہے زنا سی بُری چیز کو عرب مین بیخ و بن سے اوکھاڑ دیا۔ عرب کے اندر غلامی
مین جو بُرائی تھی اوسکو اونکے ساتھہ نیکیان واجب کرکے اونکی اکثر مواقع پر آزادی ضرور گردان
کر صرف اوسیقدر باقی رکھا جتنا سخت ضروری تھا۔ وہ عرب بجائے اسکے کہ ایسی
ناپاک چیزین کھائین اللہ کے نام پر ذبح کی ہوی پاک چیزین کھانے لگے وہ سرکشی خدائے
قہار کے نام لینے اور اوسکی عبادت کرنے کی بدولت اطاعت مین بدل گئی۔ قوتین یکجا
جمع ہونے لگین وہ ایک دنیا کے سردار ہوگئے اور جو کچھہ ہوا آپ پر اور سب پر ظاہر ہے
اون حضرت نے (درود اونپر اور اونکی آل اور اصحاب پر۔) بتلادیا اور دکھلادیا کہ نفوس
بھی ہین لیکن اونکا ایک بہکانے والا بھی ہے اوسنے اونہین اچھی قوتون کو جو عرب مین تھین
کیسا باعث ہلاکت اور بربادی کر رکھا تھا اونہین قوتون کو ایک ہادی نے کیسا باعث
نجات اور تمام برکتون کا نازل کرنیوالا بنادیا۔ کیا آپ اگر غور کرینگے تو اس سے انکار کرسکتے
ہین کہ سوائے نفوس کے کوئی اور بہکانیوالا اور کوئی اور ہدایت کرنیوالا نہین ہے بارہا
ہدایت ہوجاتی ہے پھر کیون وہی نفوس جو بھلائیون کو جان جاتے ہین کیسے مجبوراً برائی
مین پڑجاتے ہین۔ نہین آپ پائینگے کہ سوای خواہش ہائے انسانی کے دوسری اور

چیز ہے اور ضروری ہے البتہ ترکیبین اسد تعالی کی بزرگ و نازک ہین۔ البتہ وہ بڑی ہین اور بہت ہی بڑی ہین۔

حکمت پنجم۔ بعض اضداد کا خلق مناسب ذات اقدس الٰہی نہین ہے اونکو خود حق تعالی نے پیدا نفرمایا

حکمت پنجم۔ ابتداے ایجاد عالم مین جب اضداد بہم پہونچانے ضرور ہون بعض ضداد ایسے نکلتے ہین جنکا خلق کرنا ذات اقدس الٰہی سے خلاف اوسکی شان عظیم کے ہو۔ جیسے خیر و شر۔ یا وہ خواص جو دونون کام دے سکتے ہین (یعنی اچہے مصرف اور بُرے مصرف مین کار آمد ہونے کے قابل ہین۔ لیکن پیدا کرنا اونکا بہی اتنی حکمتون کے لئے جنمین سے بعض کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے لازم اور لابد ہو تو سوا اسکے اور طریقہ ایجاد جو بہتر سے بہتر ہو پیدا ہی نہین ہو سکتا کہ ایک مخلوق کو پیدا کیا جائے اور اوسکو اختیار دیا جائے اور وہ ذریعہ ان اضداد کے پیدا کرنیکا ہو۔ اگر غور کیجئیگا تو پائیگا کہ اس سے بہتر اور کوئی حکمت نہین ہے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت آدم کو گندم کہلایا۔ اور طریقہ توالد اس ذریعہ سے پیدا ہوا۔ یہہ خاصہ دونون مصرف مین آتا ہے پہر غصہ کا مادہ پیدا کیا جو دونون مصرف مین آتا ہے۔ پہر سامان دنیا کو عمدہ کرکے دکہایا جو دونون مصرف مین آتا ہے یہہ سب چیزین ضروری تہین۔ جنکے ضروری ہونے سے اہل عالم انکار نہین کرسکتے۔

حکمت ششم۔ ذرائع امتحان کا دشوار ہونا امتحان دینے والونکی تفضیلت کو بڑہاتا ہے۔

حکمت ششم۔ چونکہ دنیا امتحانگاہ ہے اسلئے ذرائع امتحان جسقدر دشوار ہونگے امتحان مین در آئے ہوئے اوسیقدر کامل و بہتر ہونگے پس حکمت وجود شیطان ذرائع امتحان کا سخت سے سخت کردینا ہے اور انسان کا اوس سبب سے

بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے اگر سخت امتحانات نہوتے انسان فرشتون سے بہتر نہوتا۔ نہ وہ دکھلا سکتا کہ باوجود اسکے کہ وہ کیسی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ کس زور کی خواہشین اسمین موجود ہین کہ جب اونکا زور ہوتا ہے کچھہ دکھلائی نہین دیتا۔ اوسپر شیطان بظاہر کا نیا الا موجود ہے اسپر بہی اوسی انسان سے وہ افعال صادر ہوتے ہین کہ عقل حیران ہوجاتی ہے گویا انسان بطریق اعجاز دکھلاتا ہے کہ ہم سب سے افضل ہین۔ پس حقیقت مین یہ اعلیٰ درجہ کی تدبیر انسان کو فرشتون سے بہتر بنانے کی ہے اور ہمارے لئے عجیب حکمت ہے۔

حکمت ہفتم۔ نظام عالم اس ذریعہ سے بہتر ہوا ہے

حکمت ہفتم۔ اگر وجود شیطان نہوتا نظم عالم جواب ہے وہ نہوتا بلکہ قریب اوسکے ہوتا جو حیوانات مطلق مین ہے۔ کیونکہ جب خواہشون تک فساد محدود ہوتے خواہشون کے بعد فساد ایسا ہی جاتا رہا کرتا جیسا اب حیوانات مین سے جاتا رہتا ہے۔ ترکیب عالم مین انسان بہترین مخلوقات ہے اوسکا نظم بہی بہتر سے بہتر ہونا چاہئے۔ بہتری ہر چیز مین دقتون کے طے کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جتنی دقتین زیادہ ہون بہتری زیادہ ہوگی لیاقت نظم انسانون کی دقتون پر غالب آنے سے ظاہر ہوتی ہے چونکہ خداوند عالم مین ہر صفت کمال کے ساتہہ ہے اور یہہ عالم چونکہ کامل کا بنایا ہوا ہے ہر چیز مین ایک ایک طرح کا کمال موجود ہے اگر نظم مین کمال نہوتا خدا کا بنایا ہوا نہوتا۔ پس یہہ سب ذرائع اظہار کمال کے اور لازمی ہین جنکے اظہار کے ذرائع مین بہی یہہ کمال ہے کہ ذات اقدس الٰہی الزام سے منزہ ہے۔ جب عالم مظہر تمام قدرتون کا ہو قدرت کمال انتظام کا بہی مظہر ہوگا۔ تمام صفات عدل و عفو اعلیٰ درجہ

کی اس دنیا مین بغیر اس ترکیب نظام کے دوسری طرح سے ظاہر ہو ہی نہین سکتی تہین۔ اگر
اون لوگون کے مذاق پر جو خلق شر قلیل نسبت حق تعالی کے جائز رکہتے ہین گفتگو کیجیے
تو یون کہا جائیگا کہ جو طریقہ بخشش کو پیدا کریگا وہ ضرورت بخشش کو بہی تو پیدا کریگا۔
جو خالق اور ابتداء ہر چیز کی ہوگی اور وہ خالق معاف کرنیوالا ہوگا وہ اسباب آلات گناہ
بہی پیدا فرمائیگا۔ اگرچہ مقصود بالاصالۃ خلق گناہ نہو عجیب و غریب صنعت یہہ ہے کہ
اوسنے بکمال رافت سے جو دریاب عطاے اختیار ہے بتا کر اور جتا کر قوت بچنے کی دیکر
سب ذرائع ہر صفت کے ظہور کے پیدا کیئے ہین۔ اور عالم کے نظام کو کمال پر پہونچایا ہے
الغرض۔ آپ اطمینان فرمائیے کہ شیطان کا وجود بڑی حکمت ہے اور حکمتین ایسی ہین جو
بہت ہین ہماری عقلین چہوٹی ہین ہم مین اتنی فہم کہان کہ حق تعالی کے رموز کی حکمت بیان
کر سکین۔ افسوس ہے کہ آدمی جو برے ہوتے ہین لوگ اونکے خلق پر اعتراض نہین
کرتے شیطان کے خلق پر کرتے ہین جہان کوئی بڑی وجہ فرق کی نہین ہے سخت
افسوس ہے کہ اتنا نہین سمجہتے کہ دونون مین قوت ہے اور وہ قوت ایسی مخلوط ہے کہ
ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتی جیسے قوت ادراک دردکی اور قوت صدور افعال کی
ایک ہے اسیطرح افعال نیک و بد صادر کرنیکی ایک قوت ہے جس سے اختیار بنا ہے
پس خلق کرنے مین برائی داخل نہین ہے۔ افعال نیک کے لئے جزا اور افعال بد کے
لئے سزا مقرر کی گئی ہے جسکے مختلف ذرائع ہین۔ باوجود اسکے افعال بد کام مین لائے
جاتے ہین محض نکمے نہین ہین۔ شیطان جو برا بد ہے۔ بڑے کام کا ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی۔

جبکہ اللہ تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجہے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا۔ کیونکہ اللہ کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی سے نقصان نہین پہونچتا۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ تکلیف معرفت ترقی نفوس کے لئے دیگئی ہے نفوس پر عمل بہتر کے ہین۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ تکلیف معرفت اور اطاعت جب اللہ کا اسمین نفع نہین کیون دیگئی اور جواب دیتے ہین کہ عموماً تکلیف معرفت اور اطاعت کی اسلیئے ہے کہ نفوس خواہشونکی قید اور اونکی تاریکیون سے چہوٹ جائین یعنی نفوس ہین سے خونخواری اور جانورپن جاتا رہکر اونمین آدمیت اور فرشتہ پن پیدا ہوتا کہ علم کی روشنی اور قوت اعمال حسنہ کے سبب سے کفر اور معصیت اور جہالت سے پاک صاف ہین۔ اشقیا مین تکلیف معرفت اور اطاعت کا غیر موثر ہونا اسکی غایت عامہ کا منافی نہین ہے۔ چنانچہ مینہ برسانے کی عموماً غرض یہہ ہے کہ غلہ اور میوے پیدا ہون اور وہ کہائے جائین۔ اگر مینہ ناقص زمین اور پتہر کی چٹانون مین موثر نہو تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ سب جگہہ کیون برسا۔ ہدایت خلق مین اللہ تعالی کا فائدہ نہین ہے۔ جیسے کہ اصل پیدا کرنیمین اللہ تعالی کا کوئی نفع نہین ہے۔ اوسی نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر چیز کو پیدا فرماکر اوسکو نیک راستہ بتلادیا ہے اللہ تعالی

کی اس خلق وہدایت مین نہ ذاتی غرض ہے نہ وہ اسکے عوض کا خواستگار ہے۔

شرح اور مثال بالا پر اعتراض

راقم۔ جناب میر صاحب نے جو مثال دی ہے اوس سے مجھے اتفاق نہین ہے اسلئے کہ مینہ سے چٹانون کا بھی فائدہ ہے۔ برسات کا موسم گرمی کا اختتام ہے۔ اگر محض گرمی پڑا کرتی ہمکو ایسے بڑے بڑے پتھر نہ ملتے کیونکہ گرمی مین پتھر چٹخ جاتے ہین واقع مین کارخانۂ عالم کا ہر جزو اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہے کہ عام نفع ہر چیز کے دوسری چیز کو پہونچتے ہین گو خاص فی الحال کے نہون علاوہ بران بدآدمیون کو پتھر سے تشبیہ دینا محل بحث ہے اسلئے کہ اگر ایسے ہون مجبور فطری ہونگے۔ مجبور فطری کے لئے تکلیف نہین ہے۔ اگر مجبور فطری کے لئے بھی تکلیف ہو یقینا بیفائدہ ہوگی۔

قاضی صاحب کا جواب کہ تکلیف مرتبۂ استحقاق کو پیدا کرتی ہے اور یہہ اعظم مراتب ہے۔

قاضی صاحب نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ تکلیف (یعنی واجب کرنا اچھے کامونکا اور منع کرنا برے کامون سے) جسکا حُسن عقلی اور نقلی دونون طرح کی دلیلون سے ثابت ہوچکا ہے اسلئے بنائی گئی ہے کہ مکلفونکو (جنھین تکلیف دیجائے) تعظیم ثواب کا استحقاق اوسکے ذریعہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ تعظیم بغیر استحقاق کے عقل سلیم کی نظر مین قبیح (بری) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقلمند لوگ بچون کی تعظیم کو قبیح (برا) جانتے ہین۔ علماء کی تعظیم کو حسن (اچھا) جانتے ہین لیکن مال کے غیر مستحق کو دینے کا یہ حال نہین ہے۔ عقلمندون مین وہ دینا جود و فضل (بخشش اور مہربانی) کہلاتا ہے اور قبیح خیال نہین کیا جاتا۔

جواب بالاکی دوسری تقریر

دوسری تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اللہ کی نعمتون کو حاصل
کرنا اور اونسے منتفع ہونا دو طرح کا ہے - ایک تفضل (مہربانی) دوسرا استحقاق - پس
ایک یہہ ہے کہ کسی نے ہمپر مہربانی کی دیدیا ہمکو مل گیا - دوسری یہہ ہے کہ ہمنے لینے
کا حق پیدا کیا اور لیا (جیسے بہیک اور مزدوری) ظاہر ہے کہ استحقاق کا رتبہ تفضل کے رتبہ
سے بہت برتر ہے - پس اللہ تعالی اگر ابتداءً مکلفون کو جنت دیدیتا تو معنی یہہ ہوتے
کہ اوس جناب باری نے صرف تفضل کو کام فرمایا رتبہ استحقاق سے محروم رکہا یعنی
کمتر رتبہ کی چیز عنایت فرمائی برتر رتبہ کی چیز نہ دی - یہ برا ہے جسمین سے ایک برائی یہہ
ہے کہ لازم آئیگا کہ جنکو اللہ تعالی جانتا تہا کہ بعد تکلیف اطاعت کرینگے اور اسلئے ثواب کا
استحقاق پیدا کرینگے اونکو استحقاق حاصل ہونے نہ دیا - اور جو کچہہ مطیع کے لئے اصلح
(سب سے بہتر) تہا نہین کیا - ادنی نعمت دیدی اعلی ندی اللہ تعالی سے سخی اور حکیم
مالک سے ایسا خیال ہرگز نہین ہو سکتا - اس بنا پر جناب باری تعالی پر واجب آتا ہے
کہ جب پیدا کرے سب کو اچہا کام کرکے اچہا ہو جانے کی تکلیف دے - کہ وہ اونکے
لئے ایک امر جلیل کا پیش کرنا ہے تاکہ جو اطاعت کرین مستحق اوس ثواب کے ہون جو علم
الہی مین پہلے سے تحقیق ہو چکا ہے جب بتلا دیا جائے اور پہنچوا دیا جائے اور معلوم ہو جائے
کہ اس عمدگی کے لئے تکلیف ہے یقین ہے کہ سواے اوس شخص کے جو اپنے نفس پر
ستم کرے اور انجام کو نہ سوچے مخالفت تکلیف کی نہین کریگا -

جواب بالاکی تیسری تقریر اور

ایک اور تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اگر مانا جائے کہ نہ پیدا کرین

مثال تکلیف و عقل کی۔ کوئی حکمت ہے نہ تکلیف مین۔ جیسا شیطان نے خیال کیا اور کہا
کہ اگر تکلیف نہ بنائی جاتی کوئی شخص مستحق عذاب اور خلود نار کا نہوتا۔ توچاہیئے کہ یہی
ماناجائے کہ دنیا مین عقل سے زیادہ کوئی چیز نکمی اور بری نہین ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مین عقل نہوتی
تو برائی اوسکے اندر کبھی نہوتی اور کوئی عذاب یا تادیب بسبب قصور کے اوسے نہ کی جاتی۔
صرف عقل کی وجہ سے وہ ان بلاؤن مین مبتلا ہے۔ حالانکہ تمام عالم مسلمان ہون یا غیر مسلمان
سب مانتے ہین کہ عقل نہایت اچھی چیز ہے۔ رتبہ اوسکا بہت ہی بلند ہے۔ اس بات
پر دنیا کو ایسا ہی اتفاق ہے جیسا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضد اور نقیض اوسکا یعنی عقل
نہونا نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

مثال عقل و تکلیف کا دفع دخل۔ اگر اس بیان پر یہہ اعتراض کیا جائے کہ عقل اون چیزون کا سبب
نہین ہوتی جو باعث ضرر اور تکلیف کا ہون بلکہ عقل برائی سے روکتی ہے۔ صاحب عقل اگر چاہے
بھی برا کام نہین کرسکیگا۔ علاوہ اسکے علم مین بہت سے اور منافع ہین جیسے عزت علم کی
شرف علم کا۔ مزہ علم کا۔ (پس قیاس عقل اور تکلیف کا ایک دوسرے پر غلط ہے تکلیف
سبب برے ہوجانے کا ہے۔ عقل سبب برے ہونے کا نہین ہے۔)

جواب یہہ ہے کہ جیسے عقل برائی کیطرف نہین لیجاتی۔ تکلیف بھی برائی کیطرف لیجانیکا
سبب نہین ہوسکتی۔ نہ اوسکی وجہ سے انسان مستحق نار ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو اوس سے بچاتی
ہے۔ اگر مکلف چاہے بھی تو کافر نہوسکیگا اطاعت کریگا اور استحقاق پیدا کریگا کہ ہمیشہ
جنت مین رہے۔ حقیقت مین تکلیف اوس فائدہ کا پیش کرنا ہے کہ استحقاق کا رتبہ حاصل کرو

چنانچہ وہ عین حکمت اور اعلی درجہ کی بہتری ہے ۔ اسکے سوا ہم کہتے ہین کہ یہہ کہنا کہ
ہمیشہ کا ثواب حاصل کرو ۔ اللہ کو پہچانو ۔ ظلم مت کرو ۔ حماقت مت کرو ۔ عقل کے نزدیک
اوسیقدر بہتر ہے جسقدر یہہ کہنا کہ ہلاک ہوجاؤ ۔ ظلم کرو بدتر ہے ۔ پس اگر مامور کی نافرمانی
اور اوسکا بدی اختیار کرلینا اور عالم کا جاننا کہ اسلیئے اوسے عذاب ہوگا حقیقت تعریض
بخیر وامر بحسن (یعنی اچھی باتون کے کرنیکے حکم) کی حقیقت اور ماہیت کو بدل دے
اور اوس حکم کو برا بنادے تو لازم آئیگا کہ فرمانبرداری کرنا مامور کا اور استحقاق ثواب پیدا کرنا
اوسکا اور عالم کا جاننا کہ اس حکم سے مامور کی کیا بھلائی ہوگی ماہیت تعریض بشر اور بدی کرنیکا
حکم دینے کی حقیقت کو بھی بدل دے اور ایسے حکم بد کے دینے کو اچھا کردے ۔ ایسی
لغویات کوئی نہین کہسکتا کیونکہ ۔ اگر اچھی باتون کے کرنے کا حکم دینا درحقیقت اچھی باتون کا
حکم دینا صرف اوسی صورت مین ہو کہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا تو لازم آئیگا کہ
بری باتون کا حکم دینا اور بری باتونکی طرف رغبت دلانا صرف اوسی وقت برا ہو جب حکم
دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا ورنہ برا نہو پس جیسے سب جانتے ہین کہ بری بات
کا حکم دینا کہ کرو برا ہے خواہ مامور تعمیل کرے یا نہ کرے ۔ اسیطرح اچھی بات کا حکم دینا کہ
کرو اچھا ہے خواہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا یا نہ کریگا ۔ اور یہ سبب بدل جانے
ماہیت حکم کا نہین ہوسکتا ۔ پس بعض لوگون کے دوزخ مین جانے سے ماہیت تکلیف
کی نہین بدلی اور وہ سبب برے ہوجانے تکلیف کا نہین ہوی اللہ تعالی سب کو نیک
کامون کے کرنیکی توفیق عطا فرمائے ۔

راقم کا جواب - معنی سوال کی شرح -

راقم - الفاظ سوال پر غور کرنے سے یہہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ یہہ سوال عام طور پر استفسار حکمت تکلیف طاعت کا نہین ہے بلکہ شیطان بالخصوص اپنی نسبت سوال کرتا ہے - اور تکلیف طاعت پر یہہ اعتراض کرتا ہے کہ میری نسبت جب ارادہ اور مشیت یہ تہی کہ مین شر کرنے کے لئے پیدا ہون تو میرے لئے امکان طاعت نہین ہو سکتا پس میرے لئے حکم اطاعت ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی آدمی کو حکم دے کہ اپنی وہ سخت ہڈی جسمین جوڑ نہین موڑ لو - جب مان لیا جائے کہ میرا فائدہ نہ تہا تو خود حاکم کا فائدہ ہونا چاہئے - مسلم ہے کہ اللہ تعالی کا فائدہ کسی کی اطاعت مین نہین ہے پس یہہ حکم دونون یعنی حاکم و محکوم کی نظر سے بیفائدہ اور عبث محض ہے - اسلئے حکمت پوچہتا ہے - تاہم جب یہہ سوال شیطان کیطرف سے خصوصاً ہے ہر فرد بشر جسے ایسی شکایت ہو اپنی اپنی نسبت بہی کر سکتا ہے - اسلئے اسمین عموم پیدا ہوا ہے اور اس سوال سے نکلتا ہے کہ وجہ تکلیف طاعت ہر مکلف مین کیا ہے - جواب اسکا یہہ ہے -

بیان اسبات کا کہ سوال مین ایک شق ظاہر فروگذاشت کی ہے -

(۱) ایک بڑی شق کو اس سوال مین فروگذاشت کیا ہے - یعنی ایک شق یہہ ہے کہ حاکم کا فائدہ ہو دوسری یہہ ہے کہ محکوم کا فائدہ ہو - تیسری شق یہہ ہے کہ اورون کا سوائے ذات حاکم و محکوم کے فائدہ ہو - حکم کو اوسوقت عبث محض کہہ سکتے ہین جب اوسمین کسی کا فائدہ نہو (حالانکہ بیان فائدہ عامہ خلائق کا ہے) پس یہہ سوال بہی غلط ہے -

بیان وجہ تکلیف کا اور مشیت

(۲) خاص اور عام وجہ تکلیف کی دونون (شیطان اور نوع انسان

کے معنی کا بیان۔ کیلیئے یہہ ہے کہ ارادہ او مشیت کے یہہ معنی غلط ہین کہ اللہ نے یہ قصد کر لیا تہا کہ شیطان بدی کرے یا قصد کر لیا تہا کہ انسان بدی کرے اور بوجہ مشیت و ارادہ دونون مجبور تہے۔ اسلیئے کہ اللہ تعالی نے اختیار دیا تہا کہ چاہے یہہ دونون بدی کرین چاہے نیکی کرین۔ چنانچہ شیطان نے عبادت کی تہی۔ پس وہ مجبور نہین ہوسکتا۔ انسان کی نسبت اختیار بدیہی ہے اللہ جسنے پیدا کیا اگر یہہ قصد کر لیتا تو ایسا پیدا کرتا کہ بدی کرنیکی قابلیت نہوتی یا نیکی کرنیکی قابلیت نہوتی اوسوقت وہ صورت ہوتی جیسے آدمیون کی اُڑنے کے متعلق ہے طائرونکی طرح اوڑ نہین سکتا۔ یا آدمیون کے کہانے کے متعلق ہے۔ کوئی آدمی ناک سے نہین کہا سکتا وقس علی ہذا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اختیار داخل ارادہ اور مشیت ہے۔ باقی رہا نفع اطاعت اور ضرر غیر اطاعت شیطان و انسان کے لیئے یہ دونون موجود ہین اور اسقدر صریح ہین کہ انکار کرنا انکار بدیہیات ہے۔ شیطان اگر اطاعت سجدہ کرنے مین کرتا اوسکے مراتب عرفان بڑہ جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت مین رہتا۔ انسان کے لیئے اطاعت مین فائدہ ہونیکے متعلق پہلے چہوٹی باتون کو لے لیجیئے۔ بے محل غصہ منع ہے کیجیئے آخر کو قتل کی نوبت پہونچیگی۔ بے بہوک کہائیے بدہضمی ہوکر موت کی نوبت پہنچیگی۔ پہر بڑی باتون کو لیجیئے قتل اور زنا اور اکل میت وغیرہ وغیرہ۔ کیا اطاعت مین بہلائی سے کوئی انکار کرسکتا ہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ جتنی چیزین ہین اونمین اطاعت اوس چیز کو بنایا ہے جو مطیع کے لیئے مفید ہین۔ خواہ وہ فعل ہو خواہ ترک فعل۔ پس صریح ہے کہ اطاعت مین مطیع کا نفع ہے۔ اللہ کی شناخت کامل اعلیٰ درجہ اطاعت کا ہے۔ پس اطاعت بیکار

اور عبث نہین ہے فائدہ مطیع مین خواہ شیطان ہو خواہ انسان محدود ہے وہ تدبیرین جو انسان
کو اللہ تعالی کے بس اور قدرت مین رکھنے کی ہین ۔ منافی اختیار کی نہین ہین ۔
جنکا بیان مفصل ہو چکا ۔ جب اختیار داخل مشیت ہو اختیار دیکر بس مین رکہنا بدون اسکے ممکن
نہین کہ اختیار دینے والا جانتا ہو کہ یہہ اختیار اس طریقہ مین صرف ہوگا تاکہ بُری طرح اختیار کام
مین لانے کے بعد اوسکی اصلاح ہو سکے ۔ ورنہ نظام بگڑ جائیگا اس سے لازم آتا ہے کہ
علم اسبات کا کہ اختیار یون کام آئیگے پورا ہوا اور وہ علم جو ذریعہ اسبات کا ہو کہ کتنا اختیار دنیا
مناسب ہے اسبات کا بہی ہو کہ ہزارون بُرائیون کے لئے وہ کون ذریعہ ہو سکتا ہے کہ
وہ بہی کار آمد ہو جائین ۔ وقوع بسبب علم کے نہوا اختیار کے ہو ۔ اگر یہہ بہلائی نہوتی اتنا بہی
اختیار نہوتا ۔ یہہ علم اور مشیت ہے ۔ بدی کو نیکی مین پہیرنے کی حالت مفصل بیان کیگئی ہے
ہر بدی کام مین آتی ہے شیطان کی ہی بدی کام مین نہین آتی ۔ پس مشیت کو صحیح معنی
مین لیجئے کوئی اعتراض نہین وارد ہوتا نہ طاعت جو بلا نفع خالق مخلوق مین محدود ہے
بیفائدہ ہوتی ہے ۔

اگر امام صاحب کے مذاق پر گفتگو کیجائے تو مین کہہ سکتا ہون کہ اگر اولین اور آخرین جمع
ہون اور کہین کہ حق تعالی خالق افعال ہے اور بندہ محض کاسب ہے حُسن اور قبح اشیا کو
نقلی قرار دین اس شبہہ سے مخلصی نہین ہو سکتی لیکن جب یہہ جواب دینگے سارے شبہات زائل
ہو جائینگے ۔ اور اعتراضات اوٹھہ جائینگے ۔

(۴۴) جب اس اعتراض کو صرف ذات بشر کے متعلق دیکہا جائے	بیان اسبات کا کہ اگر انسان

یہ اعتراض کرے سخت تر غلط ہوگا۔	تو سخت غلط ہوگا اس لیے کہ مان کے پیٹ سے پیدا ہونا تو ایک بچہ کا پیدا ہونا ہے۔ تکمیل خلق انسان کی دو حالتین ہین ایک

ابتدائی۔ دوسری انتہائی۔ ابتدائی تکمیل نظر بہ عالم ہے۔ وہ تکمیل متعلق جسم کے طرح طرح کے اسباب سے ہوتی ہے جسکا حصر کرنا دشوار ہے۔ یون کہنا چاہیئے کہ سارا کارخانہ عالم کا تکمیل مین دخل رکھتا ہے۔ مثلاً آب وہوا۔ غذا۔ آرام وراحت تعلیم وتربیت۔ مان باپ۔ ان اسباب کے اختلاف سے مادہ کے اختلاف کو جب ملایا جائے (کہ وہ بھی ایسے ہی اختلافات کی وجہ سے مختلف ہوا ہے) تو ظاہر ہوگا کہ ہر مختلف سبب کو تکمیل مین دخل ہے۔ اور سب سے بڑا دخل والدین کے افعال کو اور اپنے افعال کو ہے۔ ہدایت اور تکلیف طاعت اصلاح افعال ہے پس اس اصلاح کو ترقی جسم مین دخل عظیم ہے۔ لہذا سخت غلطی ہے کہ جو افعال انسان کی تکمیل مین دخل رکھتے ہون اونکو انسان بیفایدہ کہے۔ انتہائی تکمیل انسان کی جسکی شرح باب سوم مین کیگئی ہے۔ وہ بھی مطابق نتیجہ افعال کے ہوتی ہے۔ پس افعال کو اطاعت کے ذریعہ سے حسن کی طرف راجع کرنیکو کوئی عاقل بیفایدہ نہین کہہ سکتا پس حقیقت مین خلق کرنا اور تکلیف طاعت دینا ایسی ملی ہوئی دو چیزین ہین جو ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتین۔ یہہ بڑی حکمت ہے۔ انسان کے متعلق اس نظر سے بھی یہہ اعتراض ایسا غلط ہے جسکی حد نہین کہ نوع انسانکے پیدا کرنیسے غرض پیدا کرنا بہترین مخلوق کا ہے جسکی اصل غرض خدائے حکومت عالم ہے اور وہ غرض نعمت جلیل القدر ہے۔ جب اسلئے خلعت وجود عنایت ہو تو ہدایت ایسی ضروری ہے جیسے کسی معجون مین جزو اعظم ضروری ہوتا ہے۔ یعنی ہر مخلوق کو بتلانا چاہیئے

کہ تمہارے ہاتھہ مین اچھا برا ہونا ہے۔ اگر تم افعال نیک کروگے فرشتون سے بہتر ہوگے اور اسلئے کہ تم بہتر ہنو پیدا کئے گئے ہو۔ یہہ بہتر ہونا تمہارے ہمیشہ آرام کا باعث ہوگا تم جنت مین رہوگے۔ یہانتک بتلائے اگر برے ہوگے تمہارے لیے جہنم کی بڑی تکلیف ہوگی۔ اگر اپنے آپ آدمی مین اچھا بننے کی قدرت نہ دیجاتی اور یہہ سامان نہوتے وہ اسقدر اور اس اعلی درجہ کا اچھا ہوہی نہین سکتا تھا سبحان اللہ سبحان اللہ نحمدہ ونشکرہ علی کثیر نعمائہ وجلیل آلائہ التی لا تعد ولا تحصی۔

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدۂ آدم کا کیون حکم دیا

جب مجکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالی کو پہچان لیا اور اوسکی عبادت کرنے لگا اور فرمانبردار ہوگیا۔ پہر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجہے کیون حکم دیا۔ اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے۔ کیونکہ آدم کی طرف سجدہ کرنے سے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی۔

جواب

جواب میر سید علی صاحب اور مقصود سوال کا بیان

میر سید علی رح فرماتے ہین۔ کہ سوال یہہ ہے کہ میرے لئے سجود آدم کے حکم مین کیا مصلحت تہی۔ اور جواب مین کہتے ہین کہ اس شبہہ کے چند جواب ہین۔

پہلا جواب کہ حکمت معلوم نہونا مستلزم حکمت نہونیکا نہین ہے

پہلا جواب۔ جاننا چاہیئے کہ باری تعالی کا کوئی فعل یا حکم فعل حکمت سے خالی اور لغو اور بیفائدہ اور اتفاقیہ نہین ہوتا اگرچہ اکثر

امور کی حکمت کی تفصیل ہمین نہ معلوم ہو لیکن اس مختصر کلیہ کے جاننے کے بعد کسی امر کے حکمت کی پوشیدگی منافی اوسکے حکمت ہونے کے نہین - یہہ جواب اس شبہہ اور اسیکے مثل اور شبہات کا عمدہ جواب ہے -

دوسرا جواب - کہ حکم سجدہ عموماً تہا -

دوسرا جواب - در اصل حکم سجود عموماً ملائکہ کو صادر ہوا تہا - ابلیس چونکہ اوسوقت فرشتون کے ساتھ تہا اسلئے تبعاً وہ بہی مامور ہوا - جب اوسنے اپنے آپ کو منجملہ مامورین سمجہ کر دیدہ و دانستہ سرکشی اور نافرمانی کی ملعون اور مردود بنا -

تیسرا جواب - تکالیف شرعیہ موجب ظہور کیفیت نفوس ہین

تیسرا جواب - احکام الٰہی اور تکالیف شرعیہ سے نفوس کی جانچ کیجاتی ہے اور اونکے مرکوزات و مضمرات متعلق خیر و شر (یعنی سعادت و شقاوت) کا اعلان ہوتا ہے تاکہ اتمام حجت کے بعد ہلاکت و نجات ناواجب نہ خیال کی جائین -

شرح جوابات بالا -

راقم - جواب میر سید علی صاحب کا خلاصہ یہہ ہے کہ حکمت صحیح معلوم نہین اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت ضروری چیز ہے تاکہ عدم قبول ہدایت کے بعد نفس کی حالت ظاہر ہو کر وہ وہان پہونچایا جائے جہان پہونچنے کے لائق ہے -

قاضی صاحب کا جواب - فضل حضرت آدم اور نفس شیطان کی بدی کا ظہور وجہ حکم سجدہ ہے

قاضی صاحب - فرماتے ہین - اللہ تعالی کی غرض ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم دینے مین یہہ تہی کہ ملائکہ کو معلوم ہو کہ حضرت آدم اونسے بہتر ہین - اور اللہ تعالی کے خلیفہ بننے کے سزاوار ہین - اور نیز یہہ تہی کہ اس ذریعہ

سے شیطان کی استعداد کی برائی اور اوسکی شیطنت ظاہر ہوا اور اس طریقہ سے جسمین جیسی استعداد ہے بھلائی یا برائی کی وہ اوس تک پہونچ جائیگا اور یہی ذریعہ اتمام حجت کا ہوگا کہ اللہ نے بعضون کو کیون ثواب دیا مہربانی کی۔ بعضون کو کیون عذاب فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بغیر اسکے سزا دیدیتا اوس کا اور دوسرونکا اعتراض وارد ہوتا۔

شرح جواب قاضی صاحب

راقم۔ قاضی صاحب نے دو جواب دئے ہین (۱) یہہ کہ شرف حضرت آدم ظاہر ہو۔ (۲) یہہ کہ وہ ذریعہ شیطان کے وہان پہونچنے کا ہو جہان پہونچانے کے وہ خود لائق ہے وجہ سجدہ کی اس سے یہہ پیدا ہوتی ہے کہ حکم سجدہ سے قابلیت کھل جائیگی۔ اور یہہ ایک طریقہ تہا جو حق تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔

جواب راقم۔ اور بیان وجوہ اہمال سوال۔

جواب راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل سوال ان ساتون سوال مین اور کوئی نہین ہے کہ اوسکا اہمال خود سوال سے ظاہر ہے۔ اسلئے کہ (۱) انکار اطاعت عدم اطاعت ہے پس یہہ کہنا کہ اطاعت حکم سجدہ سے اطاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی بداہتًا غلط ہے۔ (۲) انکار بغیر عدم عرفان قدر حاکم کے عاقل سے خارج از امکان ہے۔ پس دعوے عرفان بہی غلط ہے۔ اور ازدیاد عرفان کا انکار غلط تر۔ (۳) حکم سجدہ کی خصوصیت دعوی بلا وجہ و بے اصل ہے۔ (۴) تکبر عظیم اس سوال سے پر ظاہر ہے یعنی شیطان نے اپنے آپکو فرشتون سے بہتر جانا۔ کیونکہ بعد دعوی عرفان اور اوسپر انکار تعمیل حکم سجدہ کو اپنے ساتہہ مخصوص کر لینے کے یہہ معنی بہی ہین کہ فرشتون کو ان دونون (عرفان و ازدیاد طاعت) کی ضرورت ہو تو ہو

مجھسے نہ تھی۔ اور مین اونسے بہتر تہا۔ جو کوئی تکبر کو اچہا جانے اور بربناء تکبر سوال کرے خود وہ سوال مہمل ہے۔

بیان ماہیت سجدہ۔

وجوہ سجدہ وحکم سجدہ - یہہ ہین - (اولاً) سجدہ کی ماہیت یہہ ہے کہ جسم انسانی مین بعض اعضاء رئیس ہین بعض مرؤس - اور ترکیب جسم انسانی کی یہہ ہے کہ اعضاء رئیسہ بلند مقام پر واقع کئے گئے ہین اور مرؤس پست مقام پر - سب سے بہتر عضو رئیس سر ہے وہ سب سے اوپر ہے وہی مقام عقل ہے - انسان جب کسی کی اطاعت کرتا ہے معنی یہہ ہوتے ہین کہ وہ اوسکو اپنے سے اعلی اور مرتبہ مین اوپر سمجہتا ہے - جب یہہ حالت ہو تکمیل اظہار کے لئے لازم ہوگا کہ افعال اور اقوال دونون سے بتلائے کہ میرا وہ مقام جو سب سے اونچا اور سب کا رئیس ہے تمہارے مقابلہ مین سب سے نیچا اور پست تر ہے - یہہ ایک خاصہ طبیعت ہے - چنانچہ ہر بشر جب حد درجہ کی خضوع اور فروتنی کی طرف مائل ہوتا ہے خود بخود جہک جاتا ہے اور آخرکار سجدہ کرتا ہے - اور وہ اس خاصہ کے ساتہہ چونکہ بندہ ہے مخلوق ہوا ہے تاکہ امکان حد درجہ کی اطاعت کا ہو - پس عام وجہ سجدہ کی پوچہنا طبیعیات کی وجہ پوچہنا ہے جو یا غلط ہے یا سوال بدیہیات سے اور بیفائدہ ہے۔

بیان وجہ سجدہ شیطان - کہ شق طاعت صاحب مادہ نافرمانی کے لئے ضرورتر ہے۔

شیطان کے لئے وجہ حکم سجدہ یہہ ہے کہ (ثانیاً) اطاعت کی مشق اوس مخلوق میں جسمین قابلیت نافرمانی کی بیشتر ہو زیادہ تر اوسکی بہبود کا سبب ہے - اللہ تعالی کوئی دقیقہ اختیار دینے کے بعد کہ وہ تفضل وعنایت سے فضل پر فضل اور عنایت پر عنایت کرنیکا اوٹہا نہین رکہتا۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ پاداش تہی

(ثالثاً) جب حق تعالیٰ نے قصد خلق خلیفۃ اللہ کو ظاہر فرمایا فرشتون نے اعتراض کیا اور دعوی کیا کہ ہم خلیفۃ اللہ ہونیکے قابل ہین شیطان او نہین تہا۔ اعتراض اور دعوی پیش کرنا اوس مالک عظیم الشان کے سامنے جو حکمتون کو مخلوق سے زیادہ جانتا ہے ایسا فعل تہا جو ایسے لوگون سے کہ عارف مراتب الٰہی و ذات خود ہون بعید ہے۔ اوس سے بوئی تکبر آتی تہی۔ اسلئے حکم سجدہ پاداش تہی۔ تاکہ مراتب بزرگ کے لوگ اپنے مرتبہ بزرگ سے نہ گر جائین۔ پاداش انسداد اور حکمت عظیم ہے جسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ اظہار جلالت قدر خلیفۃ اللہ تہا۔

(رابعاً) حکم سجدہ جیسے ایک طرح سے پاداش تہی دوسری طرح سے اظہار کمال جلالت قدر حضرت خلیفۃ اللہ تہا۔ وہ اسکے لئے جسکو حاکم بناتا ہے بڑی حکمت اور لازمی امر ہے۔

بیان حکمت سجدہ بذریعہ انعدام اسباب تکبر کے۔

بیان حکمت یہہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے خلق بشر کو ایک سبب پیدا کیا ہے جس سے اسباب تکبر کلیتاً معدوم کئے گئے۔ تکمیل [illegible] ہوتی ہے۔ اون اسباب کے امر کا عملی طور پر اظہار سجدہ کرانا ہے۔ شرح اس اجمال کی یہہ ہے صفت تکبر کی برائی باب اول مین بیان کیگئی ہے۔ آسانی کے لئے تہوڑی سی تفصیل کے ساتہہ اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ مین ہر گناہ کے معاف کر دینے کی قدرت ہے اور وہ اوس قدرت کو کام مین لاتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مگر شرک کا گناہ معاف نہین فرماتا۔ شرک یعنی کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا ساتہی یا اوسکی مثال ماننا واقع مین بڑا ہی سخت گناہ ہے واقع مین یہی اصلی غلطی و صریح غلطی ہے

وہی ساری دنیوی اور دینی غلطیون کی جڑ ہے اور وہ غلطی قابل معافی نہین ہو سکتی۔ اسیطرح
وہ اسباب بہی جو اس غلطی کے متعلق ہون یا اوسکا جزو ہون یا اونمین سے بوبہی اس غلطی کی
آتی ہو سبکے سب سخت سے سخت مضر اور قابل نفرت ہین۔ اون اسباب اور متعلقات اسباب
مذکورہ مین سے ایک چیز تکبر ہے وہ برا ہے اور برائی اوسکی سخت قسم کی ہے۔ وہ حد سے زیادہ بری
چیز اسلئے ہے کہ بالکل جہوٹی چیز ہے۔ ہم جب دوسرے کے پیدا کئے ہوے ہون
بڑے علی الاطلاق ہو ہی نہین سکتے۔ ہم جب باوجود اختیار دوسرے کے بس مین ہون بڑی چیز ہو ہی نہین
سکتے۔ (بالنسبت ایک دوسرے سے بہتر ہونا دوسری چیز ہے) تکبر اسلئے برا ہے کہ وہ سیکہاتا کہ ہم بڑی چیز ہین اور آخر کا
بتلانے بتاتے آدمی خدائی کا دعوی کرتا ہے اور یہ جتا سکے کہ دوسرے کو شریک الہی یا نے خود کو شریک
الہی بناتا ہے۔ غور فرمائیے کہ یہہ فعل کسقدر برا ہوا۔ پس صفت تکبر سب سے مضر اور سب
سے بڑا گناہ ہے۔ اور ہمیشہ حقیقت مین ہر تکبر ابتدا اور مقدمہ ضرر اور شرک کا ہوتا ہے
جو ابتدا سے روکنے کے قابل ہے۔ اسلئے وہ حق تعالی کو بہت ہی ناپسند ہے۔ اور
ضرور ناپسند ہونیکے قابل ہے۔ یہانتک یہہ ناپسند ہے کہ جو ارشادات قرآنی مین نے
باب علم مین در باب قصہ حضرت موسی ملاقات حضرت خضر کے نقل کیا ہے اوسکی نسبت منقول ہے
کہ حکم ہونیکے خدمت حضرت خضر مین حضرت موسی سے پیغمبر عظیم الشان کو اوسوقت ہوا تہا کہ
ایک شخص نے آنجناب سے پوچہا کہ دنیا مین کوئی آپ سے اعلم ہے حضرت موسی نے
جواب دیا تہا کہ مجھے معلوم نہین۔ اسلئے وہ خدمت حضرت خضر مین بہیجے گئے۔ گو یہہ
جواب متکبرانہ نہ تہا اعتراف عدم علم یا قصور علم کا تہا۔ تاہم اوسکے یہہ معنی ہو سکتے تہے کہ

کوئی مجھسے اعلم نہین ہے - اسلئے اس طرح کا ارشاد بہی حق تعالی نے ایسے بزرگ سے بسبب اونکی بزرگی کے جائز نہ رکہا - پس جو صفت ایسی قبیح ہو لازم ہے کہ تمام ذرائع اوسکے معدوم کئے جائین ورنہ یہہ کہنا ناروا نہ ہوگا کہ ذرائع تکبر موجود ہین مگر اونکے اختیار سے منع کیا جاتا ہے - جو چیز صحیح اور موجود ہے اوسکی صحت اور وجود سے انکار نہین ہوسکتا اب غور کرنا چاہیئے کہ جو مخلوق فی الواقع ایسی ہو کہ معصیت کرنے سے طبعاً وخلقتاً معصوم یا محفوظ ہو جیسے فرشتے ہین اور وہ یہہ خیال کرین کہ ہم بہتر سے بہتر ہین اونکے ذریعہ تکبر کے معدوم کرنے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے - یہہ امر بہی یہان ملحوظ رہے کہ تکبر سے ایک صفت عدم اطاعت کی بہی پیدا ہوتی ہے اور مطیع رکہنا ہر مخلوق کا جہان اونکی ذات کی نظر سے ضرور ہے (ورنہ مستحق پاداش ہون اور حد عصمت سے نکل جائین -) بقاء حکمت نظام کے لئے بہی ضرور ہے - اسبات کو چہوڑنا نہ چاہیئے - فرشتے جب خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہون اونمین اطاعت اور مادہ اطاعت کا پورا رکہنا اور بڑہانا ضروری چیز ہوگا - امور مملکت مین دیکہنا چاہیے کہ جو امور ہم آنکو چہوٹے معلوم ہوتے ہین جو چہوٹے نہین ہوتے مضبوطی سلطنت اور انتظام کے برقرار رکہنے کے لئے اہم اور ضروری ہوتے ہین) وہ ذریعہ یہی ہوسکتا ہے کہ ایسی مخلوق پیدا کیجائے کہ جسمین نوعاً دونون قابلیتین (اچہی بری) ہون اور وہ باوجود دونون قابلیت کے فرشتون سے بہتر ہوسکے - اوسوقت ذرائع تکبر حقیقت مین معدوم ہوجائینگے - اور جب معدوم ہون اوسکا اختیار حقیقتاً غیر صحیح ہوگا - وہ مخلوق نوع بشر ہے - اوسکی حالت یہہ ہے کہ بیچارہ معصیت کا مارا - ہر طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا -

گناہون کے ارتکاب یا قابلیت کی حیا سے آنکھہ بہی تو اوپر اوٹہا نے کے قابل نہین وہ کیا تکبر کرسکتا ہے؟۔ مگر جب وہ باوجود ان سب امور کے ایسے افعال کرتا ہے جو اعلی سے اعلی درجہ کے ہون فرشتون سے بڑھ جاتا ہے۔ اسلئے فرشتے یہہ نہین کہہ سکتے کہ حق تعالی مین ہمسے بہتر پیدا کرنیکی قدرت نہ تھی۔ پس صاف معنی یہہ ہین کہ یہہ عجیب صنعت ہے کہ ایسی پاک چیزون کے تکبر کو ایسے ذریعہ سے توڑ دیا جو قابلیت تکبر نہین رکھتا۔ اللہ اکبر۔ یاد رہے کہ فرشتون کی نسبت حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جسے تم چہپاتے تھے۔ وہ یہی امر ہو سکتا ہے کہ فرشتے خیال کرتے تھے کہ ہم سے بہتر کوئی نہین ہو سکتا۔ پس جب وہ مان گئے کہ ہمسے بہتر خلیفۃ اللہ ہین اظہار اثر عملی طور پر یہہ تہا کہ سجدہ کرلین۔ واقع مین حکمت اللہ تعالی کی بڑی دور ہے کوئی اعلی سے ہو کبہی نہین کہہ سکتا کہ مجہسے اعلی کوئی نہین۔ وہ ہر مخلوق کو بتلاتا ہے کہ مین اوس سے بہی اعلی پیدا کرسکتا ہون۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ حد قدرت نہین سلا انتہا ہے۔ یہہ ہمکو جاننا تکمیل عرفان کرنا چاہیے شیطان کا عرفان آپ ملاحظہ کیجئے کہ کسقدر ناقص تہا۔ وہ اعلی سے اعلی نہ تہا باوجود اسکے اپنے آپ کو اعلی سے اعلی جانتا تہا۔ ایسے کا مردود ہونا ضرور انصاف ہے۔

بیان وجہ خصوصیت اگر خصوصیت مانی جائے۔

اس سوال مین وجہ خصوصیت بہی پوچہی ہے اس بیان کے بعد اوسکی شرح کرنے کی ضرورت نہین تاہم مختصرا بیان کرنا مناسب ہے خصوصیت حقیقت مین نہین تہی لیکن شیطان کے لئے خصوصا ضروری تہی اسلئے کہ (۱) وہ اچہا نہ تہا اور اپنے آپ کو اچہا جانتا تہا۔ (۲) اوسمین مادہ انجات زیادہ تہا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے تفصیل نہین فرمائی کہ موجد اس اعتراض کا کون ہے۔ میرے خیال مین حضرت شیطان ہی اصل موجد تھے جو معلم الملکوت مشہور ہین۔ فرشتون نے معقول سی بات سمجھا کہ وہ بہتر تہے اور اپنے آپکو بہتر سے بہتر سمجھتے تھے تھوڑی دیر کے لئے ہمزبانی کی تہی۔ پس جیسا اونکو حکم سجدہ ضرور تہا شیطان کے لئے ضرور تر تہا۔ اور یہہ وجہ شیطان کے لئے حکم سجدہ کی خصوصیت کے ساتہہ ہو سکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوال تخصیص صحبت بھی وہ ہوگا ہے۔ اگر نہین ہے وہ مثال ہے جیسے کہتے ہین۔ چور کی ڈاڑہی مین تنکا۔

چوتہا سوال۔

چوتہا سوال

انکار سجدہ سوائے ذات الٰہی پر شیطان کو مردود کیون کیا

جبکہ مجکو عموماً کل احکام کی بجا آوری اور خصوصاً آدم کے سجدہ پر مامور فرمایا پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا تو پہر مجہپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا۔ مین نے کچہہ برا نہین کیا تہا۔ صرف یہہ کہا تہا کہ سوائے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ عذاب نتیجہ لازم افعال کا ہے اور بدن سے پیدا ہوتا ہے

میر سید علی صاحب رح کہتے ہین کہ یہہ سوال اس بات کا ہے کہ وجہ عذاب کرنیکی کیا ہے اور اسمین کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کافرون کو عذاب کرتا اور اونکو رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور فرماتے ہین کہ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ آخرت مین جو سزا دیجاتی ہے اوسکا باعث غصہ اور انتقام کہ اوس سے غصہ جاتا رہے یا ایسے ہی اور امور نہین ہین۔ اسلئے کہ ذات خداوند عالم کے یہہ ہرگز شایان شان نہین بلکہ وہ

صرف لوازم اور نتائج ہین جنکو اسباب داخلیہ نفسانیہ و احوال باطنیہ نے پیدا کیا ہے
اونہین نے یہانتک نوبت پہونچائی ہے کہ اون خواہشون کا انجام عذاب ہوا ہے
وہی جہنم کیطرف لیجاتی ہین ۔ اور جہنم کے سب سے نیچے طبقے مین پہونچا دیتی ہین ۔
اور نیز اسکا سبب ہوتی ہین کہ سانپ اور بچہو اور دوسری ایسی ہی چیزون سے اسطرح ایذا پا
ہے ۔ مثال اوسکی اس دنیا مین بیماریان ہین ۔ ظاہر ہے کہ بیماریان جیسے بدن مین درد
اور تکلیف عارض ہوتے ہین ۔ بسبب اون بدپرہیزیون کے پیدا ہوتی ہین جیسے وہ
بیماریان پیدا ہوئین ۔ پس جسطرح کہ بدن کا درد نتیجہ اون حالات اور افعال کا ہے جو سبب
بیمار ہونیکا تھے ۔ (جیسے پرخوری یا افراط خواہشہا ے دیگر و غیرہ و غیرہ) اونکے سوا
اور کوئی بیرونی سبب تکلیف پہونچانیوالا نہین ہوتا اسی طرحسے حال عذاب آخرت و راون
چیزون کا ہے جس سے عذاب دائم اون بعضے نفوس کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہین
اور آیات الٰہی سے روگردانی کرتے ہین پیدا ہوتا ہے وہ عذاب ہی آگ ہے جسکا ذکر اس
آیہ مین ہے ۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ باقی رہا یہ امر کہ بہت
سے اور آیات قرآنی و احادیث مندرجہ کتب احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عذاب
جسمانی گنہگار کے بدن پر بذریعہ اسباب خارج از بدن کے ہوتا ہے جسکی تفصیل مفسرین نے
فرمائی ہے اونکا منشا یعنی مقام پیدایش امور باطنیہ و کیفیت نفوس کی ہے جو پیدا ہوکر
جو اندر سے باہر آجاتی ہین اور صورت مین جہنم اور سانپ اور بچہو اور لوہے کے گرزون و غیرہ
و غیرہ کی ظاہرا معلوم ہوتی ہین ۔ اور یہی معنی آخرت مین اجسام اور اشکال و صورتون کے

باعتبار نوعیت افعال کے مختلف ہونے کے ہین۔ چنانچہ یہ امر مبحث معاد جسمانی کیفیت تجسیم اعمال مین تفصیل کے ساتھہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اسپر بہت سی آیات دلالت کرتی ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ○ اگر یہہ بات مان لیجائے کہ عذاب اسباب خارجی سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہہ بھی مصلحت عظیم ہے اسواسطے کہ عذاب سے ڈرانا اکثر اشخاص مین نفع کرتا ہے۔ اور جب اس تخویف کو پورا کیا جائے اور مجرم اور گنہگار پر عذاب جاری کیا جائے تو تخویف مین تاکید ہوگی۔ اور نفع بہت ٹہر ہیگا۔ اس صورت مین اگرچہ عذاب کرنا اوس شخص کی نظر سے جسپر عذاب کیا گیا ہو شر کہا جا سکے لیکن بنظر اکثر افراد نوعی کے منجملہ اسباب خیر کثیر کے ہوگا جسکو شر قلیل نے لازم کیا تھا مثال اوسکی ایسے عضو کا کاٹ ڈالنا ہے جو ذریعہ تمام بدن اور سارے اعضا کی بہتری کا ہو۔

شرح اس جواب کی کہ آیات کلام مجید سے اسباب عذاب کا بدن سے پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا۔

راقم۔ جو آیات جناب میر صاحب نے نقل فرمائی ہین اونکے اسقدر چھوٹے جملون سے نتیجہ نکالا ہے جو خلاف سیاق و سباق کے ہے۔ پہلی آیت نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ کا سیاق و سباق یہہ ہے۔ (سورہ ہمزہ) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔ (ترجمہ) ضرور حطمہ مین پھینکا

جائیگا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے اللہ کی بہڑکائی ہوی آگ جو دلون تک کی جا خبر لیگی وہ ہر ستونون مین دوزخیون کو چارون طرف سے گھیرے ہوگی۔ پس اس آیت سے کہ نار عذاب بدن مین سے پیدا ہوگی۔ استدلال نہین ہو سکتا۔ اسلیئے کہ مقدم حطمہ مین پہینکنے کا ذکر ہے اور موخر مین بہی اسکی تعریف ہے۔

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ سے بہی اسیطرح استدلال نہین ہو سکتا۔ ترجمہ اوسکا یہہ ہے اور کچہہ شک نہین ہے کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کیئے ہوے ہے۔ یہ آیت اولاً پارہ دہم مین ہے اور ثانیاً پارہ (۲۱) مین۔ اور دونون سے استدلال مین یہہ سقم کہ آیہ پارہ دہم مین جہنم کا محیط کفار ہونا دلیل پیدا ہونے آلات عذاب کی جسم کے اندر سے نہین ہو سکتی بلکہ یہ آیت دلیل اسباب عذاب کی خارج از جسم ہونے کی ہے۔ پارہ (۲۱) مین صاف سیاق سباق اسکا خلاف مطلوب سید صاحب کے ہے۔ کیونکہ پہلے ارشاد ہوا ہے يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ یعنی تمسے عذاب کے لئے جلدی مچارہے ہین اور کچہہ شک نہین کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کیئے ہوے ہے۔ اور بعد مین یہہ ہے يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ جبکہ عذاب اونکے اوپر سے اور اونکے پاؤن کے تلے سے اونکو ڈہانکے ہوگا اور فرمائیگا کہ جیسے جیسے عمل تم کرتے رہے ہوا ونکا مزہ چکہو۔ یہہ وقت قیامت کا ذکر ہے اور ساری آیت کے یہہ معنی ہین کہ کفار جو بطور امتحان ایسے عذاب کی جلدی کرتے ہین اونکو سمجہانا چاہیئے کہ اونکی تو ایسی

حالت ہے کہ عذاب سے باہر جا ہی نہین سکتے۔ اور وہ ضرور قیامت کو ہوگا۔ آیہ
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ۔ ترجمہ اسکا یہ ہے اور دوزخ سب دیکھنے والون کے
سامنے باہر نکالکر کہدی جائیگی سباق یہہ ہے فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ترجمہ تو جب قیامت کبری آویگی جو کچہہ آدمی نے کیا ہے
اوس دن اوسکو یاد آجائیگا۔ اور سیاق یہہ ہے وَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ۔ ترجمہ۔ تو جسنے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کہا تو
ٹہکانا اوسکا دوزخ ہوگا۔ مین نے جو بیان اعتراضات باب سوم مین کیا ہے یہہ اوسکا
ذکر ہے کہ زمین کی سب مخفیات ایک طرف جنت والی دوسری طرف دوزخ والی ظاہر جائینگی
یہہ معنی میرے نزدیک نہین ہین کہ اعمال بصورت مار و کژدم متشکل ہوکر اندر سے باہر آجائینگے
آیہ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ
ترجمہ۔ معلوم ہوجائیگا بات یہہ ہے کہ اگر تم انجام یقینی طور پر جانتے ہوتے تم ضرور دوزخ
کو دیکہہ لوگے۔ پہر اوسکو یقینی دیکہنا دیکہوگے یہہ آیہ سورہ تکاثر کی ہے۔ اور دوزخ کا
ذکر بعد قبور ہے زیادہ ضرورت تشریح کی نہین۔ آیہ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا
فِي الصُّدُورِ۔ ترجمہ۔ وہ لوگ جو قبرون مین ہین جب اوٹہائے جائینگے اور
دلون مین جو باتین ہین ظاہر کردی جائینگی اس سے بہی تجسیم اعمال سے کوئی تعلق
معلوم نہین ہوتا۔

اگر عذاب جسمانی ہو مغفرت	نتیجہ یہہ ہے کہ عذاب کا صرف بدن سے پیدا ہونا کسی آیت سے

دشوار ہوگی اور صرف جسمانی عذاب ہوگا۔	ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ اون آیات سے جنمین افعال کا ذکر ہے عموم اثر ظاہر ہوتا ہے اور اثر افعال جسم پر ایسا بدیہی ہے کہ بیان کی

حاجت نہین۔ اگر مانا جائے کہ عذاب صرف جسم سے پیدا ہوتا ہے۔ اوسپر یہہ اعتراض بہی وارد ہوگا۔ کہ مغفرت ناممکن ہو۔ کیونکہ جب سانپ اور بچہو افعال کی صورت مین باعث عذاب ہون اور نتیجہ لازم ہون تو مغفرت کیسے ہوسکتی ہے۔ حق تعالیٰ سواے ضرورت اظہار معجزہ کے نتائج لازم کے (کہ اوسی نے بنائے ہین) خلاف نہین کرتا۔ بڑی بات غور کرنیکے قابل یہہ ہے کہ اگر راحت یا تکلیف صرف جسم ہی سے پیدا ہو تو وہ ایسی ہی ہوگی جیسے صحت مین راحت یا بیماری مین تکلیف لیکن صحت مین جو انتفاع اور چیزون سے ہوتا ہے اور بیماری مین جو تکلیف اور چیزون سے ترقی پاتی ہے وہ نہو اور معنی یہہ ہون کہ تمام اسباب عالم جو ہمارے لئے پیدا کیئے گئے ہین بیکار کردئے گئے۔ یہ اوس آیت توریت کے خلاف ہوگا جسکا مضمون یہہ ہے کہ خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ لِاَجْلِكَ اور نیز آیہ قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اسواسطے کہ اشیای دنیا خداوند عالم کے نفع کے لئے نہین ہین۔ اگر ہمارے نفع کے لئے بہی نہون تو پہر اور کسیکے نفع کے لئے ہونگی۔ اس صورت مین لازم آیگا کہ ہم حیوانات سے بہی کمتر درجہ کے ہون۔

مین نے ایک حکایت بعض اہل دل سے سنی تہی جو تائید قول میر سید علی صاحب کرتی ہے اوس حکایت سے بہی ظاہر ہے کہ جہان اعمال مجسم ہوتے ہین اعمال نیک و بد کا

موازنہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ حکایت خلاف جو دآلات خارجی عذاب و آسایش کے نہین ہے اور اوسمین ذکر بعد کا نہین ہے۔

حکایت ایک کبوتر باز کی۔

حکایت

ایک بزرگ کو کبوترون کے پالنے کا شوق تہا۔ اونکو ایک جوڑا کبوترون کا ملا۔ وہ اوسے نہایت عزیز رکہتے تہے۔ اور اوسکو سب سے بہتر جانتے تہے۔ تہوڑے دنون مین کبوتری اندہی ہوگئی اور جو دانہ اوسکے سامنے ڈالا جاتا تہا اوسے نہ اوٹہاتی تہی۔ اور پانی اگر رکہا ہو اوسکی طرف نہ جہکتی تہی۔ محبت کے مارے یہہ بیچارے اوسے خود بہرایا کرتے تہے۔ اور دوائین ڈہونڈتے پہرا کرتے تہے کہ کسیطرح اس کبوتری کی اچہی ہوجائے مگر اچہی نہ ہوتی تہی ایک دن یہ اتفاق پیش آیا کہ کابک جو کہولتے ہین یہ جوڑہ نکلتے ہی کبوتر اوڑجاتا ہے۔ پہلے تو یہ معمولی بات سمجہے۔ مگر پہر وہ کبوتر اونچا ہوا اور اونچا ہوتے ہوتے اتنا اونچا ہوا کہ نظرون سے غائب ہوگیا اونہون نے بہتری ہوہا کی۔ لگی دکہلائی۔ مگر کبوتر نہ آیا سمجہے کہین دوسری جگہہ اوترا۔ ڈہونڈا مگر کہین پتہ نہ پایا۔ اور آخر کو مایوس ہوگئے گہر آکر کبوتری کو بند کرکے بیٹہہ رہے۔ وہ کبوتر کئی دن تک نہ آیا۔ اور یہہ کبوتری کو کہولتے چہتری پر بہلاتے یا کوٹہے پر۔ اور بہتیری ہوہا کرتے۔ کیا ہوتا تہا۔ آخر کبوتری بند کردیا کرتے تہے اور چپکے ہو رہا کرتے تہے۔ ایک دن جو حسب معمول کبوتری کو کہولتے ہین تو کیا دیکہتے ہین وہی کبوتر چوبارہ پر آکر بیٹہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور سے اوڑکر آیا ہے اور ہانپ رہا ہے۔ کبوتری کا کابک سے باہر نکلنا تہا اور کبوتر کا چوبارہ سے نیچے آنا

جب وہ اوترا تو اونہون نے دیکہا کہ اوسکی چونچ مین ایک چہوٹا سا پتا ہے اور وہ اوسے
کبوتری پر پہیرتا ہے - اس ہیر پہیر مین وہ پتا کبوتری کی آنکہون مین لگ گیا - لگنا تہا کہ
کبوتری نے دانہ ڈہونڈنا شروع کردیا - اچہی ہوگئی - کبوتر نے وہ پتا گرادیا اور اونہون
نے اوٹہا لیا - دیکہتے تہے کہ یہہ پتا کس چیز کا پتا ہے - اس شناخت مین جو پتہ پر غور کیا
تو اوسمین عجیب و غریب صنعت معلوم ہونے لگی - پہلے وہ پتا روشنی دینے والا ہوا -
پہر تو اوسنے عالم کو اوسمین دکہلانا شروع کیا - جسقدر اوسکو زیادہ دیکہتے تہے اوسیقدر اون
پتے مین عجائب و غرائب عالم کے معلوم ہوتے تہے - یہان تک کہ پتے نے اونکو اپنے
اندر محو کرلیا اور یہہ کبوتر کے جوڑے اور اپنے کہانے پینے تک کو بہول گئے - تیسرا پہر
ہوگیا اوسوقت ایک شخص نے آکر کہا کہ فلان شخص نے جو اس شہر مین بڑے عالم باعمل
تہے انتقال کیا ہے آپ بہی تشریف لیچلیئے اور شریک ہوجیئے - انکو محویت سے کہان
فرصت تہی کہ جاتے - یہہ ہین - پتا ہے - دیکہہ رہے ہین یہانتک کہ پہر آدمی آیا کہ
چلیئے اب غسل ہوتا ہے - پہر آیا چلیئے اب کفن پہنایا جاتا ہے - پہر آیا کہ چلیئے جنازہ تیار ہے
پہر آیا کہ چلیئے جنازہ نکل آیا - اگر آپ نہ چلینگے بُری بات ہوگی - ناچار یہہ اوٹہے اور شریک
جنازہ ہوئے - اب پتا ہاتہہ مین ہے - جب یہہ قریب جنازہ پہونچے اونہون نے دیکہا
کہ ایک بڑا سا کتا نہایت سیاہ جنازہ کے نیچے چلا جاتا ہے آدمیون سے ڈرتا نہین -
اونہون نے قریب پہونچکر کہا کہ حضرات اس کتے کو تو ہنکایئے لوگون نے اونکی طرف
تعجب سے دیکہا - ایک آدہ چپ رہا ایک نے کہا کہ حضرت کتا کہان ہے - یہہ سمجہے

کہ اونہون نے نہ دیکہا ہوگا - پہر کہا کہ دیکہیے یہہ کُتا ہے - ہنکا دیجئے - تب تو وہ ہنسے کہ آپ مجنون ہین کُتا کیسا - یہہ چپ ہو رہے اور پہر اورون سے ذکر کیا - وہ پہلے ذکر کو سُن چکے تہے اونکو ہنسی آگئی اور اور لوگ جو مشائعت جنازہ مین مصروف تہے سب کے سب مُسکرانے لگے - ایک آدہ نے کہا کہ حضرت کیا آپ پاگل ہین جو بار بار کہتے ہین کہ کُتا ہے کہین بہی تو نہین ہے - آج آپ کو ہو کیا گیا ہے - تب تو یہہ بہت چپ ہوے اور کچہہ نہ سمجہے کہ معاملہ کیا ہے اب یہہ یاد نہین کہ پتہ ہاتہہ مین ہے اور یہہ سمجہہ مین نہین آتا کہ پتے کی یہہ تاثیر ہے - آخر کو جب انکا اصرار اور لوگون کا مذاق بڑہا یہہ پیچہے پیچہے چلنے لگے - جب نماز ہوی تو پہر اونہون نے کتے کے دور کرنے کو کہا - پہر مذاق ہوا اور اب تو باوجودیکہ خلاف موقع تہا لوگ انکو چہیڑنے لگے اور کُھلم کہلا مذاق ہونیلگا تب تو یہہ نماز پڑہ کر الگ ہو بیٹہے - قبر مین دیر تہی - جنازہ بعد نماز رکہا رہا اور یہہ دیکہا کرے کہ کُتا ہر وقت جنازہ کے پاس ہے - کسی طرح ٹلتا نہین - جب جنازہ نماز کے لئے رکہا تہا وہ جنازے پاس تہا جب قبر کے پاس رکہا وہ ہین جنازہ سے ملا ہوا بیٹہا رہا جب یہہ الگ جا بیٹہے پہر انہون نے مُٹہی کہول لی پتّا دیکہنا شروع کیا اور پہر محو ہوگئے کبہی کبہی دیکہہ لیتے تہے کہ کب دفن سے فراغت ہو اور کب گہر چلکر بآرام سیر صنائع الہی بذریعہ ایک برگ سبز کے کرین - ع

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار	ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار

یہان ہوشیاری بہی پتہ سے پیدا ہوی ہے (سبحان اللہ) الغرض انہون نے

آخر کار دیکہا کہ مردہ دفن ہوگیا جب لوگ رخصت ہوگئے قبر اکیلی رہ گئی دیکہتے کیا ہین کہ لوگون
کا قبر سے منہہ پہیرنا اور کتّے کا قبر کہودنا۔ اب تو یہ حیرت زدہ ہوکر دیکہنے لگے کہ دیکہین ایسا
کیا ہے۔ دیکہتے کیا ہین کہ وہ کتا قبر مین گہس گیا یہ مارے ڈر کے وہان مبہوت رہ گئے
اور ہمہ تن منتظر ہوے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ اوس قبر مین سے
ایک جوان رعنا لباس پر تکلف پہنے ہوے نکلا مگر آستینین کہنیون تک چڑہی ہوی تہین
اور ہاتہہ اوسکے زخمی معلوم ہوتے تہے۔ وہ شخص قبر سے نکلکر انکی طرف آیا اور سلام علیک
کی۔ انہون نے حال پوچہا تو اوسنے جواب دیا کہ مین صورت اعمال حسنہ میت مدفون
کی ہون اور وہ کتا جو آپنے دیکہا تہا صورت مجسم افعال قبیحہ میت مدفون کی تہی مین بہی
ساتہہ تہا آدمیون مین ملا ہوا تہا۔ خداوند عالم نے بعد جنگ و جدال کے جو ہمارے
دونون کے درمیان ہوی مجہکو فتحیاب کیا میت نے نجات پائی۔ چنانچہ میرے ہاتہون پر
جو زخم ہین اوسی کتّے کا اثر ہے۔ یہہ کہکر اوس جوان نے ان حضرت سے کچہہ ایسی طرح تملق
سے کہا کہ حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ آپ کی مُٹہی مین کیا ہے اونہون نے آؤ دیکہا
نہ تاؤ جہٹ مٹہی کہول دی۔ اور دکہلا دیا کہ یہہ پتا ہے اوس جوان نے انکی ہتیلی پر ہاتہہ مارا
کہ پتا غائب ہوگیا اور ساتہہ ہی وہ جوان بہی غائب تہا۔ پہر جو دیکہتے ہین کچہہ نہین ہے
نہ قبر کہدی ہوی ہے نہ وہان کوئی کتا ہے نہ آدمی۔ پتا کہوکر گہر چلے آئے شام کو کہانا کہا کر
کبوتر بند کئے۔ اور اوس دن سے لہو و لعب چہوڑکر مخصوص بندگان الٰہی سے ہوگئے۔

بیان اتم متعلق وجوہ و حکمت	اگر یہہ سوال وجہ حکمت سزا کا پوچہنا ہے تو اوسکی ایسی حالت ہے کہ

سزا کے ۔

آجکل کے مذاق کے مطابق اوسکے بیان مین زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے ۔ مختصر یہہ ہے ۔

وجہ اول ۔ حق تعالی شر سے رضامند نہین ہے اس لیئے سزا ضرور ہے ۔

اول حق تعالی نے کوئی چیز بری پیدا نہین کی اختیار کے بعد اگر سزا نہ مقرر کیجاتی یہہ معنی ہوتے کہ وہ حکیم علی الاطلاق ایسا ہے کہ اوسنے بذریعہ افعال انسانی شر کو پیدا کیا اور اوسکو پسند کیا تعالی شانہ عن ذلک علوا کبیرا ۔ یہہ نہین ہو سکتا ۔

دوسری وجہ سزا کی ضرورت انسداد و ترقی ہے

دوم ۔ حق تعالی نے انسان کے لیئے کوئی ذریعہ بہتر سے بہتر بنانے کا بعد دینے اختیار کے کہ وہ سب سے بڑا ذریعہ بہتر بنانے کا تھا اوٹھا نہین رکھا ۔ سزا انسداد کا ذریعہ ہے ورنہ نظام عالم مین شر کی حالت ایسی نرہتی کہ اوس سے نتائج خیر پیدا ہو سکین سزا مین جن چیزون کا لحاظ رکھا جاتا ہے وہ سب سے مقدم تین ہین ۔ اول بدلہ لینا ۔ دوسرے مجرم کی ایسی حالت کر دینا کہ اوسمین مبتلا ہونا اعادہ سے روک سکے ۔ تیسرے اوس اثر کا کھونا جو عامہ خلائق پر اوس جرم کے واقع ہونے سے پیدا ہوا مثلاً ڈکیتی یا قتل مین اگر سزاے سخت نہ دیجائے تو وہ امن جو ایک ذریعہ تمکن صدور افعال کا ہے جاتا رہتا ہے اور یہہ مطالب صرف ڈرانے اور باتون سے حاصل نہین ہو سکتے ۔ لازم ہوتا ہے کہ مرتکب کو اوس تکلیف مین ڈالکر لوگون کو دکھلایا جاے اور یہہ امر آجکل ایسا بدیہی ہے کہ اوسکی ضرورت سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا سزا سے ضرورت جزا اسلیئے مرتفع نہین ہوتی کہ سزا محض انسداد ہے وہ ذریعہ نہین ہے کہ لازمی

افعال حسنہ کے سوا اور افعال حسنہ بہی صادر ہون جسکی شرح باب اول مین کیگئی ہے۔اگر یہہ
سوال وجہ سزا کا پوچہنا ہے تو بہی سوال زبدیہیات اور بیفائدہ ہے۔

جواب قاضی صاحب متعلق وجوب عدل کے

جواب قاضی صاحب عدل اسباب میں اوسمین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف کا ہے یا نہین۔چنانچہ عقل سلیم نسبت احکام الٰہی کے اور احکام بادشاہ کے نسبت سپاہی کے اسپر گواہی دیتی ہے۔علاوہ اسکے ضرر عذاب کا بسبب تکلیف کے نہین ہے۔کیونکہ اس حیثیت سے کہ وہ تکلیف ہے بہتر اور فائدہ مند ہے۔ضرر رسان نہین کہ بیان اوسکا ہوچکا۔ورنہ لازم آئیگا کہ مومن مطیع کی تکلیف بہی موجب مضرت ہو۔بلکہ ضرر بسبب اختیار فسق اور ترک ایمان و اطاعت کے ہوتا ہے۔

اس جواب کی شرح

راقم۔جناب قاضی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ عدل مین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف ہے یا نہین"۔مجہے اس راے سے اتفاق نہین ہے۔اسلئے کہ نسبت کفار کے صفت عدل متعلق نہین ہوسکتی۔کیونکہ عدل مین تین شخص ہوتے ہین ایک ظالم دوسرا مظلوم تیسرا وہ جو ظالم کو جزا سے تولکر برابر کردے۔جب کفر کی بحث ہوگی تیسرا نہوگا۔ذات خداوند عالم اس سے بہت ارفع ہے کہ بمقابلہ کفار کے مدعی بنے اور تیسرے سے فیصلہ کرائے۔اسلام کی صورت مین عدل متعلق ہوگا۔اسلئے کہ ظالم کا اوسکی نسبت اوس خیر پہونچانیکا مانع تہا جو اوسکو بسبب اسلام کے پہونچنی چاہیئے تہی۔پس ہر عدل مین فائدہ مکلف کا ضرور ہے۔کفار کے اوس معاملہ مین جب دونون فریق کافر ہون نفع عدل کا یہہ ہے کہ پہر اوس سزا کے سزاوار ہون گے جو کفر کی ہے۔بعد سزاے ظلم

سزاے مزید سے بچ جائینگے چنانچہ بحث حکم میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

راقم کا جواب اور بیان معنی سوال معہ وجہ اہمال سوال

راقم کا جواب۔ ان الفاظ سے۔ پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا لیکن تنے کچہہ برا نہین کیا تہا صرف یہہ کہا تہا کہ سواے تیرے اور کسیکو سجدہ نکرونگا"۔ یہہ معنی ظاہر ہین کہ میرا یہہ کہنا بیجا نہ تہا اور مین مستحق سزا نہ تہا۔ چنانچہ تائید مین معناً کہتا ہے کہ مین تو ایمان لا چکا تہا اور عبادت کرتا تہا۔ اگر یہہ معنی ہون کہ یہہ فعل اتنی سخت سزا کا مستوجب نہ تہا تو اوسکی بہی گنجایش ہے دونون صورتون مین یہہ سوال وجہ تعذیب کا علی الاطلاق سوال نہین ہے اس سوال مین بہی مثل سوالات گذشتہ کے لغویت شامل ہے اسلیئے کہ شیطان کا یہہ کہنا کہین مذکور نہین ہے کہ مین سواے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا بلکہ خداوند عالم نے فرمایا کہ شیطان نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا اوسوقت کہا کہ مین وہ نہین ہون کہ ایسے کو سجدہ کرون جسکو تونے کالے سڑے ہوے گارہ سے پیدا کیا۔ صاف معنی یہہ ہین کہ اطاعت سے مطلقاً انکار کیا۔ ایسا انکار صریحاً بغاوت ہے۔ چنانچہ افعال مابعد اور قصد اضلال اسکے دلائل روشن ہین۔ باغی کی بنسبت کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ آئندہ اطاعت کرتا۔ سجدہ تو بڑی اطاعت ہے۔ اگر جواب مین عجز شامل ہوتا تو اس کہنے کی گنجایش ہوتی کہ مطلب یہ تہا کہ سواے تیرے اور کسی کو سجدہ نہ کرونگا اب نہین ہے۔ اور باغی کا وجہ سزا پوچہنا مہمل ہے۔ باقی رہا یہہ امر کہ شیطان اختیار بغاوت مین قصوروار نہین تہا۔ یہہ بہی غلط ہے۔ اوسکے فعل کے قصور ہونے اور سزا اے

سخت کا مستوجب ہونے کے وجوہ یہہ ہین۔

وجہ اول۔ جو حکم بعد اتمام حجت دیا جائے مسلم ہے کہ اوسکی نافرمانی مستوجب پاداش ہے۔

(۱) خداوند عالم نے حکم دیکر وجوہ حکم بتلا دئے تھے۔ ایسی حالت مین باغی معذور نہین ہو سکتا۔ کیونکہ یہی نہین کہا تھا کہ حضرت آدم مین صرف کالا سڑا ہوا گارہ ہے بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اوسمین میری طرف کی پھونکی ہوی روح بہی موجود ہے۔ پس جو روح ایسی ہو بعد حکم عارف کو اوسکی طرف سجدہ کرنا لازم ہوگا۔ یہین تک اکتفا نہین فرمایا تھا بلکہ اونکا فضل اور علم بہی ظاہر کر دیا تھا۔ اسپر بہی اکتفا نہین فرمایا تھا۔ یہہ بہی فرما دیا تھا کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہین ایسے حکم کی تعمیل نہ کرنا اسلئے قابل سخت پاداش کے تھا کہ جواب نہایت مرتبہ مین غلط تھا اور ایسا غدر تھا جیسے پاجی آدمی شرارت کرنیکی وجہ بیان کرنے مین سخن سازی کیا کرتے ہین۔

وجہ دوم۔ جب حکم دینے والا اللہ ہو اور محکوم بندہ تو نافرمانی اور سزا مین عظمت پیدا ہوتی ہے

(۲) ہمیشہ مطاع کو مطیع کے اوپر ایک حق حاصل ہوتا ہے کہ بلا بتلائے ہوئے وجہ کے اطاعت کرائے۔ اور جب وہ مطاع ذات جناب باری تعالی ہو اور مطیع اوسکا ایک مخلوق اس حق مین خود بخود ایک بڑی قوت پیدا ہوتی ہے۔ عدم اطاعت خداوند عالم کے مقابلہ مین انکار حق عظیم ہے۔ اور اسلئے مستحق پاداش عظیم۔

وجہ سوم۔ عدم اطاعت توہین ہے۔ بڑے حاکم کی توہین مستوجب بڑی سزا کی ہے۔

(۳) عدم اطاعت توہین ہے اسلئے کہ معنی اوس کے یہہ ہوتے ہین کہ تم مین قابلیت حکم دینے کی نہ تھی اور ہم تمسے بہتر مصلحتون کو سمجھتے ہین۔ اسکے علاوہ وجہ توہین پیدا ہونے

کی یہہ ہے کہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہو پس اپنی طاقت کا قابل مقابلہ سمجھکر زیادہ سمجھنا دوسرے کی طاقت کا کم سمجھنا ہے۔ ایسا خیال (کوئی شخص شک نہین کرسکتا) کہ قابل سخت سزا کے نہین ہے۔

وجہ چہارم۔ جب حکم بلا واسطہ پہونچے عدم اطاعت کی سزا مین سختی پیدا کریگا۔

(۴) ان سب وجوہ کی بناء پر سزا دینے مین مبالغہ کرنیکی خاص وجہ یہہ پیدا ہوتی ہے کہ یہہ حکم بلا واسطہ پہونچا تہا اور اسلیے ایسا حکم تہا جسکی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا تہا۔ اور اسلیے یہہ مقابلہ زیادہ بڑا تہا کہ دوبدو مقابلہ کرتا تہا۔ خداوند عالم نے اسی لیئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ فعل تکبر کا تہا اور شیطان کافر ہوگیا بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شیطان پہلے سے کافر تہا بعض نے فرمایا ہے کہ اس فعل کے سبب سے کافر ہوا۔ دونون مین کوئی فرق نہین اسلیئے کہ فرشتون کے ہمراہ اور مقام قرب مین ہونا خود دلیل عدم کفر کی ہے۔ پس جو علماء فرماتے ہین کہ وہ پہلے سے کافر تہا معنی اوسکے یہہ ہین کہ جسوقت اوسنے یہ نیت کی تہی کہ مین سجدہ نہ کرونگا کافر ہوچکا تہا اور اظہار انکار مطابق اوس نیت کے بعد کفر تہا سبق کفر اسطرح نکلتا ہے کہ آیہ سورہ اعراف اور آیہ سورہ بقر مین جو ذکر قصہ سجدہ کا ہے ایک کے معنی یہہ ہین کہ خلق آدم سے پہلے حکم سجدہ دیدیا تہا دوسرے کے یہہ ہین کہ جب ذکر خلافت کیا تب بعد اتمام حجت دوبارہ حکم سجدہ دیا۔ جب دو دفعہ حکم ہو تو زمانہ فاصل کا وجود لازم آئیگا۔ پس جن علماء کی یہہ رائے ہے کہ دو دفعہ حکم سجدہ ہوا اونکی یہہ رائے ہونی ضرور ہے کہ اول حکم کے بعد جب شیطان نے انکار کی نیت کر لی کافر ہوگیا۔ جب دوسرے حکم کے

بعد مطابق نیت کے انکار کردیا ظہور کفر کیا اور شیطان پہلے سے کافر تہا۔

جاننا چاہیے کہ گناہ اور کفر مین ایک فرق ہے۔ گناہ اوسوقت گناہ ہے جب وجوب سے انکار نہو مگر عمل وجوب سے نہ کیا ہو۔ لیکن گناہ اوسوقت کفر ہے جب یقین ہوجائے کہ حکم الٰہی یون ہے مگر وہ حکم غلط ہے۔ اسیواسطے علما قائل ہوے ہین کہ جو شخص نماز نہ پڑہے اور نہ پڑہنے کو یہہ سمجہتا ہو کہ مین برا کرتا ہون تو وہ صرف گنہگار ہے۔ اور جو یہہ سمجہے کہ نہ پڑہنا اچہا ہے وہ کافر ہے۔ یقیناً یہ راے اسقدر صحیح ہے کہ کوئی عاقل اس سے انکار نہین کرسکتا اور اون لوگون کا ارشاد کہ احکام شرعی احکام ظاہری اور قابل ترک ہین یا جواز ترک ہوسکتے ہین بہت بڑے خطرہ سے خالی نہین ہے۔

وجہ پنجم۔ عدم اطاعت کا نتیجہ لازم سزا ہے۔

(۵) سجدہ نشانی اطاعت کی ہے اور اطاعت سے عزت پیدا ہوتی ہے چنانچہ دنیا مین بہی مقربان بارگاہ سلطانی زیادہ مطیع ہوتے ہین اور وہی زیادہ عزت پاتے ہین۔ ذلت نقیض عزت ہے اسلیے جب کوئی شخص نقیضین مین سے ایک نقیض کو اختیار کرے یقیناً وہ دوسری نقیض سے محروم ہوجائیگا۔ تو حقیقت مین جو سزا شیطان کو دیگئی وہ نتیجہ لازم اوسکے فعل کا تہا جو اوس سے جدا نہین ہوسکتا تہا۔ چنانچہ خداوند عالم نے بہی ارشاد فرمایا ہے کہ تو بہی ذلیلونکا ایک ذلیل ہے بہشت سے نکل باہر ہو۔ اس صورت مین یہہ سوال اسلیے بہی مہمل ہے کہ مثال اوسکی ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوال کرے کہ مین نے جمال گوٹے کہائے تہے دست کیون آنے لگے۔

اس سوال کی خاص مضرتون

یہان مجہکو علامہ شہرستانی کا وہ قول یاد آتا ہے کہ شبہات شیطان نے

کا بیان۔ | طرح طرح کے ضرر پیدا کئے۔ چنانچہ اس شبہہ نے بہی وہ ضرر پہونچایا

ہے جسکے تصور سے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین۔

یہ پہلا ضرر کہ شیطان بڑا عارف سمجہا جاتا ہے۔

پہلے خیال کرنا چاہیئے کہ فعل شیطان مقابلہ صریح اور کفر عظیم تہا کیونکہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہوگی اگر شیطان ایسا احمق تہا کہ بغیر طاقت کے مقابلہ کرتا تہا تو ایسے احمق کی بات قابل توجہ کے نہین ہو سکتی۔ اگر سمجہا تہا کہ طاقت مقابلہ کی ہے تو یہی حماقت محض تہی۔ خالق کے مقابلہ مین مخلوق کی کیا طاقت۔ لیکن ایسا سمجہنا اپنے آپ کو خدا کا مدمقابل سمجہنا ہے اور یہہ دعوی خدائی ہوا۔ یہہ دعوے یقیناً آخر مرتبہ کفر کا ہے۔ لیکن بعض حضرات اس آخر حد کفر کو کمال عرفان سمجہتے ہین۔ اور حضرت شیطان کو سید العارفین۔ یہہ ضرر عظیم ہے مناسب ہے کہ مین یہان حقیقی سید العارفین کا ذکر کرون جنکی جانب تمام اولیاء اللہ کا سلسلہ بالاتفاق منتہی ہوتا ہے وہ ذات بے مثل و نظیر جناب امیر (علی ابن ابیطالب) صلوٰۃ اللہ علیہ کی ہے اونکے عرفان کا یہہ حال تہا کہ جب وقت نماز آتا تہا ہاتہہ پانون مین رعشہ پڑجاتا تہا اور وہ بدن جو پہلوانون کو مثل چنیٹی کے مارڈالنے کا زور رکہتا تہا۔ اور در قلعہ خیبر سی بہاری اور سخت چیز کو اوکہاڑ ڈالنے کی طاقت رکہتا تہا موم کی مثال ہوجاتا تہا۔ چنانچہ وہ روایت مشہور ہے کہ آنجناب کے پاؤن مین ایک تیر کسی لڑائی مین لگا اور ٹخنے کی ہڈی مین سے نکل کر رہ گیا اوسکے نکالنے مین آنجناب (روحی فداہ) کو ایسا الم ہوتا تہا کہ لوگ سمجہتے تہے کہ تحمل سے زیادہ ایذا ہوگی جسوقت وہ جناب مقدس نماز کو کہڑے ہوئے وہ تیر نکال لیا

گیا اور اسطرح نکلا کہ خبر بہی نہین ہوی - وجہ یہ تہی کہ بدن اور بدن کی ہڈیان خوف الٰہی سے مثل موم کے نرم ہوگئی تہین - یہہ مرتبہ عرفان کا ہے - یہہ عرفان نہین ہے کہ مزے مین پڑے رہے اور جو چاہا کیا - **توضیح** - میری مجال نہین ہے کہ ایسے سرار کے سلسلہ والون کو بُرا کہون - اعتراض ان لوگون کے متعلق ہے جو جوش عرفان مین اپنے سید کی راہ سے جدا ہو جاتے ہین -

دوسرا ضرر قیاس مذموم کا پیدا ہونا -

ایک ضرر عظیم یہہ ہے کہ اس استحسان سے قیاس مذموم پیدا ہوتا ہے جسکی مثال خود یہی بحث ہے یعنی آدمی کی طرف سجدہ کرنا گناہ عظیم ہے جو سجدہ نہ کرے مستحق ثواب ہے - پس فرض کرلیا گیا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا بہی مستحق ثواب تہا غلطی قیاس کی یہہ ہے کہ عموماً سجدہ نہ کرنا (آدمی کو) مطابق حکم کے ہے جسکی تعمیل نے ثواب پیدا کیا - شیطان کا انکار خلاف حکم کے ہے جسنے عذاب پیدا کیا - ہمکو جو سوائے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کی ممانعت ہے بڑی وجہ اوسکی یہہ ہے کہ مابین ہمارے اور خدا کے کوئی ہم سے بہتر نہین ہے - اگر ہم دوسرے کو سجدہ کرین معنی یہہ ہوتے ہین کہ ایکطرف ہم انعام الٰہی کا انکار کرتے ہین دوسری طرف ایسا فعل کرتے ہین جس سے شبہہ ہو کہ ہم دوسرے کو خدا جانتے ہین - مابین شیطان اور خدا کے ایک دوسرا بہتر موجود تہا - اگر خداوند عالم کسی کو ہمسے بہتر بناتا اور یہ حکم دیتا کہ تم اسے سجدہ کرو اور وجہ اوسکی صرف یہ ہوتی کہ وہ تمسے بہتر ہے تو شبہہ دوسرے کے خدا ماننے کا جاتا رہتا اور سجدہ جائز ہو جاتا - اور جب حکم دیا جاتا واجب ہو جاتا جسکا ترک مستوجب عقاب ہوتا - پس جہان قیاس مذکور کو کام فرمایا گیا ہے اسبات سے بہی غفلت

گیگئی ہے کہ حکم سجدہ شیطان کے لئے بنا بر تکمیل عرفان کمال قدرت کے تہا۔ ہمارے لئے سجدہ کا حکم اس بنا پر نہین ہے۔ اسی قیاس سے وہ سارے قیاسات پیدا ہوے ہین جو حکم کی عظمت و مصلحت ترک کرنیکے بعد کیئے جاتے ہین۔ یہانتک اس قیاس نے وسعت پیدا کی ہے کہ اگر آجکل کے قیاسات کو دیکہا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اوسی کی وجہ سے تمام افعال تعبدی معطل اور بیکار ہو گئے ہین اور ایک مادہ سرکشی کا پیدا ہوا ہے جسکے ضرر بہت ہی بڑے ہین اونکی تفصیل اپنے مقام پر بیان کیجائیگی۔

دفع دخل اسبات کا کہ شیطان کا وجود جب حکمت ہو سزا غلط ہوگی۔

اس سوال کے سبب سے یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ فعل شیطان ذریعہ وجود مین آنے اون حکمتون کا تہا جنکے لیئے وہ پیدا کیا گیا تہا اسلیئے قابل سزا نہ تہا۔ یہہ غلط ہے۔ اسلیئے کہ افعال کا مدار نیت پر ہے۔ شیطان کی نیت اضلال کی تہی۔ حکمت الٰہی سے کہ اوسکو بہی کام کا بنا لیا نیت شیطان کو کچہہ تعلق نہین ہے۔

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً و خصوصاً فرمائی پھر مین نے اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کر کے نکال دیا تو پہر مجہے اسطرح کیون چہوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر گیہون کہلایا اور پہر اونکو بہی جنت سے نکال دیا۔ اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجہسے محفوظ رہتے۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ اس طریقہ مین منفعت عظیم شروع ہونے دنیا کی ہے۔

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہ ہے کہ اللہ نے شیطان کو کیون جنت مین جانے دیا۔ اوسنے حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر وہ چیز کہلادی جس سے ممانعت ہوی تہی اور جنت سے نکالے گئے اسمین کیا فائدہ ہے۔ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ اسمین تو بہت ہی بڑی منفعت ہے کیونکہ اگر حضرت آدم جنت مین ہمیشہ رہتے تو وہی اکیلے رہا کرتے اور اوس مرتبہ مین رہتے جو اول وجود مین حاصل ہوا تہا یہ کمال جو بذریعہ حاصل کرنے دوسری فطرت کے جو پہلی خلقت سے بلند ہے حاصل ہوا ہرگز نہوتا جب وہ زمین پر اوترے اونکی صلب سے اسقدر اولاد پیدا ہوی جنکی گنتی نہین ہوسکتی۔ وہ اولاد اللہ کی عبادت اور اوسکی اطاعت قیامت تک کرینگے اور انمین سے ہر زمانہ کے لوگ اپنے علم وعبادت کی قوت سے جنت مین جائینگے۔ انبیا کے پیدا ہونیسے اور اولیا کے جنمین سے ہمارے پیغمبر سید المرسلین صلعم اور اونکی اولاد معصومین ہے اور تمام انبیاء دیگر کے وجود مین جو فائدہ ہے اوس فائدہ سے کون فائدہ برتر اور بہتر ہوسکتا ہے۔ ضرور حضرت آدم کے زمین پر تشریف لانے سے دنیا شروع ہوی اور وہ وقت شروع ہوا کہ درجہ برگزیدگی کا حاصل کرین اور یہ بڑی حکمت اور بڑی نیکی ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ مصلحت حضرت آدمؑ کا مرتبہ بلند پر پہونچانا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب مصلحت اس بات کی کہ اللہ تعالی اپنے شیطان کو جنت مین جانے دیا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالنے دیا یہہ تہی کہ حضرت آدم اور حوا اوس سے مجاہدہ اور مقابلہ کرین اور اوس ذریعہ سے مرتبہ

عالی پر پہنچین۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا ہمیشہ شیطان سے بچتے رہے تھے اور مخالفت کرتے تھے یہانتک کہ شیطان نے بھیس بدلا اور دوسرے روپ مین آکر جھوٹی قسم کھائی اور اون دونون بزرگون کو مبتلا ء بلا ارتکاب ترک اولے کردیا۔

راقم کا جواب کہ روکنا خلاف مقصود تھا۔

راقم کا جواب سوال مین وجہ اعتراض کا بیان یہہ ہے کہ اگر جنت مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجہہ سے محفوظ رہتے اگر یہی وجہ اعتراض کی ہے تو جواب اوسکا اجوبہ سابقہ مین بیان ہولیا یعنی وہ خلیفۃ اللہ زمین پر جانیکے لئے خلق ہوے تھے اس سامان کے بعد جانا بنظر تکمیل کار خلافت بہی اور بنظر حضرت آدم بہی اور بنظر بنی آدم بہی اور نیز بنظر حکمت عالم بہی ضروری تہا۔ اور بنظر اون ترقیون کے جو انسان کو دینی تہین ضرور تر تہا۔ پس جسقدر حکمتین ترقی انسان اور وجود شیطان کی بیان کی گئی ہین وہ سب یہان متعلق ہین۔ شیطان کا جنت مین جانے دینا مطابق اون حکمتون کے شروع عمل تہا اور ضروری اور لازم اور محفوظ رکہنا خلاف مقصود۔ اس صورت مین یہہ سوال بہی عادۃً بیفائدہ ہے۔

بیان ایک اشکال کا جو اس سوال مین پیدا کیا گیا ہے کہ ایک طرف عہد لیا دوسری طرف سامان عہد شکنی کیا۔

فی الحال اس سوال مین اور شاخین لگائی جاتی ہین اور یون اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالی نے ایکطرف حضرت آدم کو درخت گندم کے کہانیسے ممانعت کر کے عہد لیا دوسری طرف شیطان کو جنت مین پہونچنے سے نہ روکا یہہ قابل اعتراض ہے جسکی مثال یہہ ہے کہ چور سے کہے چوری کر ساہ سے کہے جاگتا رہ۔

جواب کہ خدا نے سامان عہد شکنی نہین کیا۔

جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ مثال اس جگہہ دینا قیاس کی غلطی ہے وہ غلطی یہہ ہے کہ عہد لینا اور ممانعت حضرت آدم کو کمال مصلحت اور کمال شفقت پر مبنی تہا جسکا بیان باب سوم مین کیا گیا۔ جو لوگ اس مثل پر عمل کرتے ہین ساہ کے جاگتے رہنے کی نصیحت اسلئے کرتے ہین کہ اونکے اوپر اعتماد پیدا ہو اور بسبب اعتماد کے الزام آیندہ سے محفوظ رہین۔ یعنی وہ فعل بد کے اخفا کی تدبیر ہے یہ حقیقت مین شفقت اور بہلائی ہے۔ باقی رہا چور سے کہنا چوری کر حق تعالی نے ہرگز ایسی صلاح شیطان کو نہین دی۔ یہانتک کہ جب اوسنے قصد ضلال کو ظاہر کیا اوسپر رضا مندی بہی ظاہر نہین فرمائی بلکہ فرمایا کہ جو جو تیری پیروی کریگا ہم بلا شبہہ اونسے جہنم کو بہر دینگے باقی رہا ایسی تدبیر کا ترک کرنا کہ شیطان کے اضلال کو معدوم کیا جاتا وہ ترک اسلئے کیا گیا کہ اضلال مین بڑی مصلحت تہی جسکا بیان جواب سوال اول مین مختصر اور ابواب سابق مین بسط کے ساتہہ مذکور ہے جسمین سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ نکی نکلی نہوتی اگر بدی نہ ہوتی۔

بیان اسکا کہ قاعدہ ترک فعل کے گناہ ہونیکا حق تعالے کے افعال متعلق نہین ہو سکتا۔

یہہ سوال آجکل اسلئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیسا فعل جرم سمجہا جاتا ہے ویسا ہی ترک فعل بہی جرم جانا جاتا ہے حالانکہ ترک فعل اوسوقت جرم ہوتا ہے جب فعل واجب ہو۔ جیسے پولس کے لئے مجرم کا گرفتار کرنا۔ ہر ترک جرم نہین ہوتا۔ اس بحث مین خود بخود یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ حق تعالی نے جو شیطان کو جنت مین جانے سے روکنے کا فعل ترک کیا وہ فعل اور روکنا

واجب تھا۔ حالانکہ ہرگز واجب نہ تھا پس اول وجوب ثابت کرنا چاہیئے تب ترک پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ علاوہ برآن وجوب الٰہی اور وجوب عباد مین ایک فرق ہے اوسکو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ وجوب الٰہی اس معنی مین واجب ہے کہ حق تعالیٰ سے کوئی فعل خلاف مصلحت اور حکمت کے صادر ہونیکا امکان نہین ہے۔ انسان پر وجوب بذریعہ قاعدہ کے ہوتا ہے جو دوسرے نے مقرر کیا تھا۔ مسلم ہے کہ ہر قاعدہ متعلق نظم اپنے جملہ افراد کے لئے بہتر سے بہتر نہین ہوتا۔ کیونکہ اچھے سے اچھے قاعدہ سے بھی ناانصافی لازم آتی ہے۔ پس فرق یہ ہے کہ قاعدہ الٰہی کا معیار مصلحت ہے قاعدہ انسانی کا معیار قاعدہ ہے خواہ مصلحت ہو یا نہو۔ اس اصول سے لازم آئیگا کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے کیا خواہ وہ ترک ہو یا فعل وہی واجب تھا اور اسلیئے اوس کے افعال کے متعلق کسی ترک کو خلاف وجوب کہنے کا امکان نہین ہے۔

ترک ممانعت دخول جنت کام جنت کے محافظون کا تھا نہ حق تعالیٰ کا۔

اگر ان سب امور سے بھی قطع نظر کرلیجائے تو یہ امر غور کے قابل ہوگا کہ شیطان جنت مین کیونکر جانے پایا۔ قرآن مجید مین اسکا ذکر نہین ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اپنا بھیس بدلا اور ایسی صورت بنائی کہ حضرت آدم نہ پہچان سکے کہ یہی شیطان ہے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس جنت کے مُنہہ مین چھپکر گیا تھا۔ پس روکنے کے فعل کا ترک تا متعلق اون فرشتون کے ہوا جنکا روکنے کے لئے متعین ہونا خیال کیا جاسکتا ہے۔ پس اس صورت مین ترک فعل متعلق ذات الٰہی کے نہوا اور فرشتون نے نہین روکا۔ اونکے لئے اسلیئے جرم نہوا کہ وہ

دہوکے مین تھے۔ اس صورت مین صرف یہہ امر باقی رہیگا کہ خداوند عالم نے مطابق اپنے
علم غیب کے کیون نہین عمل کیا۔ علم غیب کے مطابق ہر جزی فعل کی نسبت عمل
کرنا خلاف حکمت ہے اس لئے کہ اوس صورت مین علم علت افعال مخلوق
ہو جائیگا اور مخلوق بری الذمہ ہو جائیگی۔ مآل جسکا یہ ہے کہ یہ عالم
عالم ہی نہ ہو۔ نہ نظام نظام موجود خلاصہ اس تقریر کا یہہ ہے کہ جو افعال متعلق اضلال یا تمکن اضلال
واقع ہوئے وہ افعال الہی نہ تھے۔ افعال شیطان یا فرشتگان یا بنی آدم کے تھے۔ پس
ایسے امور کو افعال الہی کے اعتراض مین پیش کرنا غلط محض ہے۔

بیان مصالح دخول شیطان کا جنت مین عام فہم طرح سے

یہہ جواب عوام کے سمجھنے کے قابل نہین ہے لیکن اعتراض زبان زد
عوام ہے اسلئے مناسب ہے کہ ایسی تقریر بیان کیجائے کہ عوام
کے مذاق کے مطابق ہو۔

نہ روکنا خدا کا فعل نہ تھا اگر یہ بات خیال مین نہین آسکتی اور اسے خدا ہی کا فعل جانتے ہو
تو جاننا چاہئے کہ یہہ مصلحت کہ حضرت آدم دنیا مین آئین اور انسے اولاد پیدا ہو جنمین انبیاء اور اولیاء
ہون اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اوسکے لئے شیطان کو جنت مین جانے دینا برا نہین ہو سکتا
ایسی ہی تدبیر ہے جیسے دوائون مین ضرورت ہوتی ہے کہ اونکو آگ پر کہکر اوبالتے ہین
اونکو کوٹ پیسکر اعلی درجہ کا بنا لیتے ہین۔ یہہ اعتراض کہ پہول آنچ پر رکہنے سے تکلیف
مین پڑے۔ اونکی صورت بگڑگئی دوا ہو کر اونکی لطافت جاتی رہی۔ غلط ہے۔ اسلئے کہ
وہ صورت اور نوعیت طریقہ وجود مین آنیکا تہا یہہ حالت کام مین آنیکی ہے وہانتک فوائد جو ہو

اور اوس طرح کے تھے او سوقت سے اور طرح کے اور زیادہ عمدہ شروع ہوتے ہین - پس آنچ پر
رکھنا پھولون کا جسطرح قابل اعتراض نہین حضرت آدم کے لئے ذرائع امتحان مین ڈالنے
کی تدبیر کرنی بھی قابل اعتراض نہین - تھوڑی سی سمجھہ کا فرق ہے - ظاہر ہے کہ تغیر فائدہ
کے لئے شروع ہوا تھا اور تغیر متعلق روحانی قوتون اور روح کے بدون شیطان کے شروع
نہین ہوسکتا تھا اسلئے شیطان کو جنت مین جانیکی ممانعت نہین کیگئی کیا آپ نہین دیکھتے کہ
جب روٹی پکاتے ہین آگ ڈھونڈہ کر لاتے ہین کوشش سے پیدا کرتے ہین - عداوت
کی آگ حضرت آدم سے شیطان کے دل مین تھی اور وہ تلاش کرتا تھا کہ کسی طرح آدم اور اولاد
آدم کو جنگلے بھکانے کا اوسنے بیڑہ اوٹھایا تھا ذریعہ ملے - اس مصلحت سے خداوند عالم نے
اوسے روکا نہین اور یہ برا نہ تھا کیونکہ ایکطرف یہ فوائد تھے دوسری طرف یہ بلت تھی کہ اگر روک
دیا جاتا تو مار ہی کیون نہ ڈالا جاتا - دونون مین یعنی روکنے اور مار ڈالنے مین یہ برائی تھی کہ شیطان
نے بعد اس سزا کے بھی غرور کیا تھا - کہ مین سکہ بہکاؤنگا یعنی تو تو اچھائی کے لئے دنیا بناتا
ہے مین تیری تدبیر توڑون گا - مخلوق کو تجھہ سے پھیر کر برا کر دونگا - اگر خداوند عالم اسکو جائز
نہ رکھتا عجز تھا یعنی تدبیر کا مقابلہ تدبیر سے نہ تھا اسلئے خدا نے شیطان کو نہ مارا نہ اوسکی تدبیر
روکنے کا سامان پیدا کیا تا کہ ظاہر ہو کہ ہم مین یہ قوت ہے کہ تمہاری برائی کو بھلائی مین بدل
دینگے اگر ایسا نہ ہوتا شیطان کا غرور نہ ٹوٹتا - دیکھئے اس فعل مین کیسی مصلحت ہے اللہ تعالی
کی نسبت یہ اعتراض اسلئے زور کا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہہ تدبیر بری معلوم ہوتی ہے -
حقیقت مین بری نہین مسلم ہے کہ مکر جسوقت ضرورت کے لئے کیا جائے وہ اچھی چیز ہے

چنانچہ لڑائی جب ہوتی ہے مکر کیا جاتا ہے اَلْحَرْبُ خِدْعَۃٌ مشہور ہے یہہ خدعہ برا
نہین ہے اسلئے کہ بغیر اپنے آدمیون کے مارے جانیکے فتح کا ذریعہ ہوتا ہے اور بہت بڑی
بھلائی پیدا ہوتی ہے جب مکر تک جائز ہو جو فعل ہے یہہ جاننے دینا کہ ترک فعل مطابق
مصلحت کے ہے ضرور جائز ہوگا۔ آپ وزیر پولیس والون کو دیکھتے ہین کہ مجرمون سے اندرونی
میل کرکے وعدے کرتے ہین جو جہوٹے ہوتے ہین یہہ فعل اسلئے جائز کہا جاتا ہے
کہ وہی فعل مجرم کے سزا پانے کا باعث ہوتا ہے اور اوس سے چوریون اور دیگر افعال بد
کی روک ہوتی ہے مجسٹریٹون کو آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اس عہد توڑنیکا کہ مجرم سارا حال
کہدے اور شرکائکے نام بتلادے اوسکا قصور معاف کردیتے ہین۔ اس افشار کا جو بدعہدی
ہے یہہ انعام ہوتا ہے کہ بدعہد پہانسی اور حبس دوام سے نجات پاجاتے ہین آپ ملاحظہ
فرمایئے کہ کوئی شخص اگر صلاح کرے کہ کسی بادشاہ کو ہلاک کرون اور صلاح کرنے والے
قسم سے سخت عہد کرلین کہ راز افشا نکرینگے مگر کوئی ایمین سے اس بات کی توفیق پائے کہ
اس راز کو کہول دے تو کوئی اوسے برا نہ کہیگا بلکہ انعام دیگا نقض عہد برا معلوم ہوتا ہے
یہان ہرگز برا نہین اسلئے کہ عہد مبنی بر شر تہا۔

چہٹا سوال

چہٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکہ سکتے۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف
دی اور نافرمانی پر نکال دیا اور پہر جنت مین جانے دیا اوسوقت
مجہہ مین اور حضرت آدم مین دشمنی تہی۔ پس مجہکو اونکی اولاد پر کیون مسلط فرمایا۔ اور وہ بہی

اسطرح کہ مین اونہین دیکہتا ہون وہ مجہے نہین دیکہتے۔ میرا وسوسہ اونمین اثر کرتا ہے اونکی قدرت وقوت واستطاعت مجہہ مین اثر نہین کرتی۔ آمین کیا حکمت ہے۔ کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا۔ پاک زندگانی عبادت و اطاعت کے ساتہہ بسر کرتے۔ زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ ضرورت نظم اسکا باعث ہے اور حدیث قدسی کا بیان

میر سید علی صاحب۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ باوجود اسکے کہ شیطان اولاد آدم کا دشمن سخت ہے اوسکو اسطرح کیون غلبہ دیا کہ وہ انکو دیکہتا ہے اور ذریت آدم اوسکو نہین دیکہتی۔ اور جواب دیتے ہین کہ نفوس آدمیون کے جب پیدا ہوتے ہین ضعیف اور کمزور ہوتے ہین۔ ضرور بعضون مین مادہ نیکی کرنیکا اور افعال کی روشنی مین آنیکا زیادہ ہوتا ہے بعضون مین مادہ بدی اور خواہشہاے نفسانی پر عمل کرنیکا زیادہ ہوتا ہے۔ پس اگر اغوا اور بہرکانا نہوتا تو نفوس جیسے پیدا ہوتے ویسے ہی الگ الگ رہجایا کرتے پہر ترکیب کیسے ہوتی۔ اس مادہ مین مٹی بہی تو شامل ہے جو خواہشونکی طرف لیجاتی ہے۔ پس دنیا مین بدی اور نیکی جو دونون مین ملی ہوی ہین اگر نہوتین دنیا نہوتی چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہوا ہے کہ معصیت آدم کو ہمنے سبب دنیا کے پیدا کرنیکا گردانا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالی تمکو اوٹہا لیتا اور تمہاری جگہہ دوسری دنیا پیدا کرتا۔

راقم کی شرح حدیث قدسی کے متعلق

راقم۔ اس جواب مین صرف اسبات کی شرح کرنیکی ضرورت ہے

کہ مقصود حدیث قدسی کا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ عباد اسقدر پسند ہے کہ اگر ہم گناہ نکرتے مستو جب سزاے موت ہوتے بلکہ مقصود یہہ ہے کہ یہہ عالم چونکہ ترقیگاہ ہے جو بذریعہ اختیار دیجاتی ہے اگر وسمین اضداد شامل نہوتے تو عالم اس ترکیب کا نہوتا۔ چونکہ اضداد مرکب کا قیام بذریعہ اضداد ہے جب کوئی ضد نکل جاتی خود بخود فنا ہونا لازم آجاتا۔ چونکہ گناہ اور ثواب اضداد ہین جب ایک ضد اسمین سے بہی نکل جاتی فنا لازم آجاتا جیسے گورکدہندے مین سے ایک جزو نکال لینے سے سارا گورکدہندا کہل جاتا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ جواب پہلے بیان ہولیا برا ہونا ذریعہ ظہور صفت غفاری ہے

قاضی صاحب۔ فرماتے ہین جواب اس سوال کا وہی ہے جو پانچوین سوال بلکہ پہلے سوال کے جواب مین بہی بیان ہوا۔ صرف اس اعتراض کا جواب دینا باقی ہے کہ اسمین کیا حکمت ہے کہ انسان کو وس فطرۂ صحیحہ پر جسپر پیدا کیا تہا نہ رہنے دیا۔ وہ یہ ہے کہ اگر شیطان کے وسوسے آدمی مین نہوتے تو نیک وبد کا ظہور نہوتا۔ جب یہہ ظہور نہوتا اللہ تعالیٰ کی صفت عفو وغفران کا ظہور نہوتا کہ یہ دونون صفتین بڑے کمال کی صفتین ہین۔

راقم کی شرح کہ ظہور صفت غفاری حالت برا کر دینی کی نہین ہے

راقم۔ اگر اس جواب کے یہ معنی ہین کہ نیک و بد کا ظہور اظہار صفت عفو وغفران کی نظر سے کیا گیا تو اس سے مجھے اتفاق نہین ہے بیان اسکا باب چہارم مین کیا گیا ہے کہ اگر بعد دینے اختیار کے خداوند عالم مغفرت کرنا اختیار نفرماتا تو کوئی الزام نہ تہا اسلئے صفت عفو وغفران ابتدائی ہے۔

شرح سوال۔

جواب راقم۔ یہ سوال دوم کا استفسار ہے اور ایک دفع دخل مقدر کے

پہلا جزو سوال کا یہہ ہے کہ اولاد آدم پر مجھے باوجود علم اسبات کے کہ مین اونکے باپ کا دشمن ہون کیون مسلط کیا۔ دوسرا جزو سوال کا یہہ ہے کہ اس طرح کیون مسلط کیا کہ وہ مجھے نہین دیکھہ سکتے مین اونہین دیکھہ سکتا ہون۔ یہہ بڑی سختی ہے۔ **دفع وحل مقدر** یہہ ہے کہ جواب ان دونون اعتراض کا اوسنے یہ فرض کیا ہے کہ دفع شر نہ کرنا موجب نظام عالم کا ہوگا اوسکا یہہ جواب دیتا ہے کہ اگر انسان مطیع ہوتے زیادہ بہتر اور شایان حکمت نظام تہا۔ **توضیح**۔ سوالات ماضیہ مخصوص اپنے اور حضرت آدم کے تہے۔ یہہ سوال اور ساتوان متعلق اپنے اور اولاد آدم کے شیطان نے کئے ہین۔

جواب اسکا کہ شیطان کو اسد نے بنی آدم پر کیون مسلط کیا۔

جواب جزو اول کا یہہ ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو بنی نوع انسان پر مسلط نہین کیا۔ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بعد مردود ہونیکے شیطان نے مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے دے۔ اور جب ملی تو ظاہر کیا کہ مین جملہ بنی نوع انسان کو باستثناء اون لوگون کے جو تیرے خاص بندے ہین ضرور گمراہ کرونگا۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ جو تیری طاعت کریگا۔ اون سب سے جہنم کو بہر دونگا۔ اس سے ہرگز یہہ نہین نکلتا کہ اسد تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے۔ بلکہ یہہ فعل ہی کہ مسلط ہوگیا خود شیطان کا ہے جسکا تمکن اوسکو اپنی نوعیت کی وجہ سے ہوا اپنے فعل سے حق تعالی پر اعتراض کرنا شرارت محض ہے۔ شبہہ نہو کہ بعض ادعیہ مین ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے اسلئے کہ مقام دعا مقام بیان حقیقت نہین ہے۔ چونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بازگشت جملہ امور کی

ہماری طرف ہے اسلیئے وقت دعا ہر خیر کا بلا بیان وجوہ ہر طرق اوسکی طرف نسبت کرنا بہتر ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اظہار و اعتراف کمال قدرت ہے دوسری طرف اپنی ہر طرح مجبوری کا اظہار۔ جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ یہی معنی آیہ سورہ مریم کے ہین۔ اگر یہہ اعتراض مہلت دینے پر ہے تو جواب اسکا باب سوم مین ذکر کیا گیا ہے۔ مختصر یہہ ہے کہ جب وجود شیطان مبنی بر مصالح ہے بقا مصالح لازم ہے۔ اور یہہ اعتراض بہی ہو گا ہے۔

جواب اسکا کہ اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ دکہلائی نہین دیتا۔

جواب جزو دوم۔ یہہ امر کہ شیطان اسطرح کیون مسلط ہے کہ انسان اوسے نہین دیکہہ سکتے جواب اوسکا کئی طریقہ سے دیا جا سکتا ہے

وجہ اول کہ قلب ماہیت کرنی پڑتی۔

(۱) یہہ کہ شیطان اگر اسطرح مسلط کیا جاتا کہ انسان اوسے دیکہہ سکتے اوسکی نوعیت و ماہیت بدلنی پڑتی یعنی اوسے دیکہنے کے قابل بنانا پڑتا۔ پس یہہ جزو سوال کا بہی مہمل ہے۔ اسلیئے کہ جو مخلوق قابل رویت نہین اگر یہہ سوال کرے کہ مجہے دکہلانیکے قابل کیون نہین بنایا تو معنی یہ ہین کہ آدمی سوال کرے کہ مجہے پر کیون نہین دیے یا سانپ سوال کرے کہ مجہے پانون کیون نہین دیے پس یہ سوال لغو ہے اسلیئے کہ متعلق قلب ماہیت کے ہے۔

وجہ دوم۔ کہ وہ دشمن روح کا نہوتا

(۲) اول بموجب ارشاد الہی کے انسان دو چیزون سے مرکب ہے جسم و روح۔ یعنی اوسمین وہ چیز بہی ہے جو کرہ ارض سے لیگئی ہے اور وہ بہی جو عالم بالا سے لیگئی ہے جسم کے دشمن یعنی باعث ترقی ارضیات ہو سکتے ہین۔ روح کا دشمن یعنی باعث ترقی کرہ ارض مین سے نہین ہو سکتا اور نہ ارضیات مین سے ہوتا اور روح کا دشمن نہوتا اور

مرئیات مین سے نہین ہو سکتا پس یہہ لازمہ اوس ترکیب کا ہے جو ذریعہ ترقی وجود انسانی ہے۔ یہہ بیان ہو چکا ہے کہ ذریعہ ترقی ہر جزو کا اور ہر خاصہ کا موجود کرنا چاہیے ورنہ جس جزو کا نہوگا بلا اسباب ترقی رہیگا۔ باقی رہا یہہ امر کہ افعال روح علیحدہ کیا ہین اور افعال جسم علیحدہ کیا ہین بتلانے چاہئین۔ تاکہ دونون کے دشمن سکے وجود مین لانیکا نفع ظاہر ہو جائے۔ پس جاننا چاہیے کہ روح و جسم انسانی مین ایسی ترکیب واقع کی گئی ہے کہ ایک کے افعال دوسرے پر موقوف ہین۔ اسلیئے جدا کر کے بتلانا کہ یہہ فعل روح کا ہے یہہ جسم کا دشوار ہے تاہم افعال انسانی دو قسم پر ایطرح منقسم ہو سکتے ہین کہ ایک قسم وہ ہے جسمین نفع روح کا مقدم ہے اور نفع جسمانی بالتبع ہے دوسری قسم وہ ہے جسمین نفع جسم کا مقدم ہے اور نفع روح کا بالتبع ہے مثلاً علم کا۔ عرفان ذات الہی کا۔ یہہ ایسے منافع ہین جسمین روح کا نفع مقدم ہے مثلاً کھانا پینا اور دیگر خواہشون کا طریق جائز سے برلانا یہہ ایسے منافع ہین جنمین نفع جسم کا مقدم ہے۔ جب یہہ تقسیم ہو جائے تو جاننا چاہیے کہ اگر دشمن روح کا نہوتا وہ افعال روحانی جو یقیناً افعال متعلق جسم سے بہتر اور برتر ہین اونکا ذریعہ ترقی معدوم رہتا۔ اگر یہہ تقسیم نہ مانی جائے تو ہم کہینگے کہ تقسیم الہی یہہ ہے کہ انسان روح و جسم سے مرکب ہے۔ فلاسفہ نے اسمین طباعی فرمائی ہے اور جو خواص اس ترکیب سے پیدا ہوئے ہین اونکو جدا کیا ہے۔ مثلاً عقل طبیعت وغیرہ۔ جب عقل روح مین شامل ہو ظاہر کام اور جدا کر کے کام روح کا یہہ ہے کہ وہ جسمانی خواہشون کی حاکم ہے۔ اور معنی یہہ ہین کہ روح حاکم ہے جسم محکوم۔ پس حاکم کے لئے دشمن نہوتا اور محکوم کے لیئے ہونا صریحاً اون تدابیر کا ناقص رکہنا ہے جو انسان سکے مراتب اعلی پر فائز کرنے کے لیئے ایجاد کیئے گئے ہین۔

یہان یہہ شبہہ ہوگا کہ حکومت عقل کی اگر بغیر دشمن کے کی جاتی نافع تہی۔ لیکن غلط ہے۔ اسلیئے کہ ذریعہ ترقی استعمال اضداد و مشق ہے۔ اگر حکومت عقل کی بغیر ضد کے ہوتی وہ تنزل کی طرف منجر ہوتی جیسے ہاتھ اوپر اوٹھائے رہنے سے بیکار ہوجاتا ہے خصوصًا اوسوقت جب خواہشون مین زور نہ ہتا۔ علاوہ بران عقل کامل کی حکومت نافع ہو سکتی ہے عقل کامل کا وجود بجز استثناے صورتون کے یعنی اہل دنیا مین نہین ہے ورنہ ترقی حد کمال پر پہونچ چکی ہوتی۔ عقل ناقص کی حکومت نقصان پر قائم کردیتا اور اوس مین محدود کرنا ہوتا اور یہ برا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایسی عقل کیون ہے۔ اوسکا جواب ابواب سابقہ مین خصوصًا باب دوم مین دیا گیا ہے ضرورت اعادہ نہین۔

وجہ سوم کہ اقتدار مخفی کا اظہار مصلحت نہین۔

(۳) توفیق و عدم توفیق دو جدا چیزین ہین اگر شیطان نہوتا توفیق بلا ضرورت ہوجاتی۔ جب دونون نہوتین اقتدار مخفی اللہ تعالی کا بشر سے اوٹھہ جاتا۔ جو چیزین مصالح کی بنا پر مخفی ہین کیسے ظاہر کردیجا سکتی ہین۔

وجہ چہارم۔ اگر شیطان دکہلائی دیتا آدمی کا اختیار سلب ہوجاتا۔

(۴) اگر شیطان و فرشتگان توفیق دکھلا دیئے جاتے دکھلانا موجب سلب اختیار بشر ہوجاتا وہ وہی حالت ہوتی جیسے آدمی کی شیر کے سامنے ہوتی ہے۔ جب اوسکا سامنا ہوتا ہے آدمی مارے ڈر کے گردن بہی تو نہین ہلا سکتا۔ اگر اب بہی دو آدمی حاکم و نگر ہر وقت انسان کے ساتھ کردیے جائین آدمی قیدی ہوگا۔ پس اگر شیطان ظاہر ہوتا آدمی کے لئے قید کی حالت پیدا ہوتی۔ یہہ صریح خلاف اختیار ہے۔

درجہ پنجم۔ کہ اگر ظاہر ہوتا بیکار ہوتا

(۵) شیطان اگر دکہلائی دیتا خلق کرنا اوسکا بیفائدہ محض ہوتا اسلیئے کہ تو تہا رے شہوانی کے ٹہر کانیوالے اب بہی نظر رہا ہین۔ وکہلائی دیتا تو وہ ہین مین سے ایک ہوتا۔ یا وہ ایک عورت ہوتا یا امرد۔ جب اوسے پہچان لیتے نکما تہا۔ کیونکہ اون دونون سے تو ایک خواہش پوری ہوتی ہے۔ اگر فرض کیجیئے کہ اوس سے بہی پوری ہوتی تو بیچارہ کا کیا حال ہوتا۔ یہہ ناممکن ہے۔ اگر نہوتی تو جاننے کے بعد کہ یہہ حضرت دیکھنے ہی کے ہین کوئی اونکی طرف رغبت نہ کرتا۔ انتباہ ملحوظ رہے کہ قابلیت رویت پیدا کرلینا ایک چیز ہے۔ ایسا ہونا کہ ہمیشہ دکہلائی دے اور قابلیت عدم رویت جاتی رہے دوسری چیز ہے۔ سوال مین جو اعتراض ہے وہ یہی ہے کہ شیطان ایسا کیون نہوا کہ برابر دکہلائی دیتا۔ چور جب چوری کرتا ہے اپنے آپ کو چہپاتا ہے۔ پس قابلیت سلب کردینا ضرور اوسکا بیکار کردینا تہا۔ جیسے چور کو لالٹین دینا۔ اب غور فرمایئے کہ یہہ سوال کس قدر لغو ہے۔

جواب دفع دخل کہ یہہ نظام زیادہ بہتر ہے۔

باقی رہا دفع دخل مقدر۔ یہہ بہی غلطی ہے۔ اسلیئے کہ اگر انسان پاک زندگانی بسر کرتے ضرورت دنیا مین بہیجنے کی نہوتی۔ جسکی طرف میر صاحب نے اشارہ کیا ہے اور تفصیل ترقیات باب سوم مین بیان کیگئی ہے حقیقت مین معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ خیر اس تبہ کا نہوتا جس تبہ کا اب ہے۔

ساتوان سوال۔

ساتوان سوال

شیطان کو قیامت تک مہلت

یہہ سب کچہہ مین نے تسلیم کیا کہ مجہے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی

کیون دی اگر نہ دی جاتی بقاء عالم خیر محض رہتا۔

اپنی ذات کی اور سجدۂ آدم کی۔ اور جب مین نے فرمانبرداری کی نکال دیا۔ اور پھر جب مین نے جنت مین جانا چاہا مجھے جانا ملا۔ اور پھر جب مین نے اپنا کام کر لیا پھر نکال دیا۔ پھر مجھے بنی آدم پر مسلط کر دیا لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجھے مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجھے مہلت دے قیامت تک۔ تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اسمین کیا حکمت ہے۔ اسلیئے کہ اگر اوسی وقت تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر عالم مین باقی نہ رہتا کیا عالم کا بقاء نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوئی ہون بہتر نہین ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان تابع بقاء بشر ہے۔

میر سید علی صاحب۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان پوچھتا ہے کہ مصلحت اور فائدہ قیامت تک مہلت دینے مین کیا ہے۔ اور جواب دیتے ہین کہ جواب اس سوال کا وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا۔ یعنی بقاء شیطان تابع بقاء بشری کے ہے۔ جبتک آدمی پیدا ہوتے رہینگے یعنی قیامت تک۔ شیطان کا وسوسہ اور اوسکا فائدہ بھی باقی رکھنا ضرور ہوگا۔ یہہ جو شیطان نے اعتراض کیا ہے کہ عالم کا بقاء نیکی پر بہ نسبت اسکے کہ نیکی بدی ملا کر ہو بہتر تہا۔ سو جواب اوسکا یہہ ہے کہ اوس حالت مین دنیا دنیا نہوتی۔ اگر کل دنیا نیکی اور محض نیکی بنائی جاتی تو وہ وقت بنائی جاتی کہ دنیا سے جا کر آخرت مین رہنا نہوتا۔ وہ عالم جسمین خیر و شر دونون ہین دوسرا ہے

(یعنی پہر دنیا مقام امتحان کیسی ہوتی-)

قاضی صاحب کا جواب کہ بقاءِ شیطان خود اوسکے اور انسان کے لئے اصلح تہا-

قاضی صاحب - فرماتے ہین کہ ابلیس کا اوسکے حال پر برقرار رکہنا ممکن ہے کہ اوسکے لئے اصلح ہو اوس سبب سے اوسکے عذاب مین تاخیر ہوتی تہی - یعنی جتنے دن بچا اوتنے ہی دن سہی - چنانچہ اسی لئے اوسنے خود اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ مجہے باقی رہنے دے - اور یہہ بہی ممکن ہے کہ باقی بندگان الٰہی کے لئے بہی اصلح ہو چنانچہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ بندے اوس سے مقابلہ کرکے بڑے بڑے رتبے پائین اونکی فضیلت فرشتون پر ظاہر ہو کیونکہ اونکا سیدہی راہ پکڑے رہنا اوس حالت مین کہ شیطان سا مزاحم اونکے ساتہہ ہو آسان کام نہین - سخت سے سخت دشوار ہے اور یہی وہ بات ہے جسکے سبب سے بڑی سے بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے - بخلاف ملائکہ کے کہ شیطان اونکا مزاحم نہین - اونکی جبلت یہہ ہے کہ سیدہی راہ پر قائم رہین - وہ جبلت اونسے اوسی طرح جدا نہین ہوتی جیسے چارسے وجیت جدا نہین ہوتی بعض لوگون نے یہ جواب دیا ہے کہ حکمتین شیطان کے مہلت دینے مین دو ہین اول یہہ کہ شیطان پر ظاہر ہو کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسنے اچہا کام کیا ہو اللہ تعالیٰ اوسکا اجر ضائع نہین فرماتا - سچا ارشاد ہے - اللہ کا دشمن ہونے کے بعد بہی اللہ اجر دیتا ہے - پس اوس حالت مین کہ دشمن نہو اجر کو کبہی ضائع نفرمائیگا دوسرے یہہ کہ گنہگار بہی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبول دعا سے ناامید نہون جیسے کہ باوجود اس کفر و گناہ کے شیطان ناامید نہوا اور سوال پورا ہوا -

قاضی صاحب کا استدلال ایک حدیث سے جسمین ذکر کثرت مغفرت کا ہے۔

حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ مین تیرے سب بندون کو بہکاؤنگا تو جواب ملا کہ ہم توبہ کا دروازہ کھول دینگے۔ ابلیس نے کہا کہ مین توبہ ہی نہ کرنے دونگا۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ اگر تو آدمیون کو توبہ سے منع کرنے پر قدرت رکھہ سکیگا کچھہ مضائقہ نہین تجھکو یہ تو طاقت نہین ہوسکتی کہ ہمکو اونکے گناہ بخش دینے سے روک سکے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اے اللہ تعالی ہم سب گنہگارونکو بخشدے اور شیطان کو شرمندگی کی ہی سزا دے۔ آمین۔

راقم کا بیان بنسبت شرح حدیث مذکورہ کے۔

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اوسمین بلا توبہ بخشش کے یہہ معنی ہین کہ ہم ایسے ذرائع پیدا کرینگے جو بلا توبہ بخشش کا باعث ہون وہ قواعد بحث رحم وغفران مین مفصل بیان کئے گئے ہین جنمین سے ایک شفاعت دوسرے یہہ قاعدہ کہ نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا ایک گنا دیا جائیگا۔ تیسرے یہہ قاعدہ کہ اجتناب از کبائر کفارہ صغائر ہوگا۔ اگر تفصیل سے دیکھنا ہے تو بحث رحم وغفران مین دیکھیئے۔ اور یہی ممکن ہے کہ قواعد ہون مگر اللہ بیقاعدہ کوئی کام نہین کرتا۔

راقم کا جواب کہ جب وجود شیطان مین حکمت ہے بقاے حکمت لازم ہے۔

راقم کا جواب۔ یہ سوال نتیجہ سوالات ماضیہ کا ہے اور اعادہ بیفائدہ۔ ویسے ہی اسکے اجزا تقریباً ہین جیسے سوال ششم کے ہین لہذا یہ سوال تو محض بیضرورت ہے۔ جواب اسکا اونکے جوابات سے ظاہر ہے مصلحت جب وجود شیطان مین ہے بقاے مصلحت تا قیام قیامت یعنی تا وقت فناے عالم ضرور ہے دونون کے بقا مین نسبت لازم وملزوم کی ہے۔ اگر شیطان مارڈالا جاتا تو عجز الہی ہی تھا

اور مفقود کر دینا اون اسباب کا بہی تہا جو ذریعہ عالم کے امتحانگاہ ہونیکے تہے۔ دونون
وجہ سے شیطان کو مہلت دی گئی۔ بقاے عالم خیر پہ ہونا ضرور اچہا ہے مگر خیر ایک شے
بالنسبت ہے۔ ایک خیر سے دوسری خیر بڑی ہے اور جب بڑی سے بڑی خیر کو چہوٹی
سے چہوٹی خیر سے ملائیگا خیر معلوم نہین ہوگی۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ اعراف بہشتیون کو دوزخ
معلوم ہوتا ہے دوزخیون کا وہ بہشت ہے۔ پس خیر جو اعلی درجہ کی خیر ہو وہ سیر بقاء عالم بہتر ہے
یا اوس چہوٹی خیر پر جسے لوگ حقارت کے سبب شر کہہ دیتے ہین۔ خیر جسے شیطان نے
سمجہا ہے وہی خیر ہے جو حیوانون مین بوجہ بے اختیاری کے پائی جاتی ہے معنی اس
اعتراض کے یہہ ہین کہ انسان انسان نہوتا گدہون کے مثال ایک جانور ہوتا۔ یہہ خیر
ہی اللہ اوسکے ساتہہ نکرتا۔ یہہ سوال معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح نکلا ہے کہ دشمنی جو شیطان کو
ہے اوسکی وجہ سے وہ جلا ہے کہ ایسی خیر کیون انسان کے ساتہہ اللہ نے کی۔ نَعُوذُ
بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ انتہاہ۔ حق تعالی جلشانہ کی شان اس سے ارفع
تہی کہ ایسے لغو سوالون کے جواب کی طرف توجہ فرماتے۔



خاتمہ

خاتمہ

حقیقت شیطان

تاویلات اور دوسری

ضروری چیزون

کا بیان۔

اوس مین ذکر حقیقت شیطان کا اور اوسکے وجود کا ہے اور یہ بھی بیان ہے کہ شیطان کے وجود کے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اُسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنے کی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کی تاویلات کرنے کی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

وجوہ بیان دلایل وجود شیطان

اب تک جو کچھ مینے بیان کیا وہ اس بناء پر تھا کہ شیطان کا وجود خارج مین ہے۔ اوسکے وجود کو تقریباً جملہ اہل مذاہب مانتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو مذہب کے اوپر اعتقاد رکھتے ہین۔ خواہ مسلمان ہون خواہ نصاریٰ ہون خواہ یہود ہون۔ مگر ان سب مین سے وہ لوگ نہین مانتے جو اپنے آپکو آزاد رائے کا سمجھتے ہین۔ اسلئے ضرور ہے کہ شیطان کے وجود اور ایسے اعتقاد کی نسبت کچھ ذکر کیا جائے۔

یہ حالت کچھہ آجکل پر موقوف نہین ایسے لوگ ہمیشہ ہوئے آے ہین اور اختلاف شیطان کی ماہیت اور وجود کی نسبت نیا نہین ہے - جو وجود شیطان کو مانتے ہین اونمین بہی نسبت ماہیت کے اختلاف ہے - بعض تو کہتے ہین کہ وہ فرشتہ ہے بعض کہتے ہین کہ وہ جن ہے - بعض کہتے ہین کہ وہ ہمزاد ہے بعض کہتے ہین کہ آدمیون کی روحین ہین - آجکل اسکا زور ہے کہ شیطان کچھہ نہین صرف اپنی خواہشون اور نفس امارہ کا دوسرا نام شیطان ہے - انکار وجود شیطان سب سے بہتر ذریعہ اعتراضات سے تفصی اور چہٹکارہ کا سمجھا جاتا ہے اسلئے اوسکا بیان کرنا بہی ضرور ہے - کیونکہ اگر وجود شیطان کا بطور ایک وجود مستقل کے نہ مانا جاے تو ایمان پورا نہین ہو سکتا - اتنی بڑی مصلحت کی چیز سے غفلت ہوتی ہے - اوسی سے فرشتونکا انکار پیدا ہوتا ہے اور وحی ایک خیالی چیز ہو جاتی ہے حالانکہ اوسکا پہونچنا بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گویا کہ متفق علیہ اہل اسلام ہے -

پہلے مین بیان کرونگا کہ اگلے لوگون نے اس باب مین کیا فرمایا ہے - پہر جو کچھہ مجھے کہنا ہے کہونگا -

میر سید علی صاحب فرماتے ہین اور پہلے لفظ شیطان کی تحقیق کرتے ہین -

لفظ شیطان کے معنی

تحقیق معنی لفظ شیطان	لفظ شیطان مین دو احتمال ہین اول یہ کہ کونسا اصلی ہے

ثانی یہ کہ نون زائد ہے۔

بتقدیر اول) یہ لفظ بموزن **فیعال** شطن سے ماخوذ ہے جسکے لغوی معنی بعد اور دوری کے ہین۔ چونکہ یہ خبیث اللہ تعالیٰ یا خیر سے خود دور ہے اور متقرب **الی اللہ** کو خدا سے دور کرنیکا قصد کرتا ہے کیونکہ اونکی بدولت خود دور کیا گیا اس لئے شیطان کہلایا۔

اور بتقدیر ثانی بموزن **فعلان** شیط سے بنایا گیا ہے جسکے حقیقی معنی بطلان اور ہلاک اور احتراق کے ہین۔ چونکہ یہ مردود خود باطل ہے اور اپنے اور اون لوگون کے مصالح کو بہی باطل کرتا ہے جنکی وجہ سے انجام کار ملعون ہوکر ہلاک ہوا۔ اور جنکے سبب سے ملعون ہوا اونکے ہلاک کرنیکا قصد کرتا ہے اور جب اونکا تقریب خدا سے دیکہتا ہے غضب اور غصہ سے جلگیا ہے اسلئے اوسکا نام شیطان ہوا۔

بعد اسکے فرماتے ہین کہ شیطان کے متعلق چند مسئلے ہین جنکا بیان کرنا مناسب ہے

پہلا مسئلہ شیطان موجود ہے یا نہین

دلائل منکرین وجود شیطان

شیاطین کا وجود مختلف فیہ ہے۔ ایک گروہ چند وجوہ سے منکر ہے اونکے دلائل یہ ہین۔

پہلے دلیل کہ اگر موجود ہوتے

پہلی دلیل اگر وہ موجود ہوتے تو دو حال سے خالی نہین

یا دکھلائی دیتے یا موجود نہ ہوتے ۔

اجسام لطیفہ ہوتے ۔ یا کثیفہ ۔ یہ دونون (شقین) باطل ہین لہذا وجود اونکا باطل ہے ۔ **شق اول** تو اسلئے کہ بتقدیر لطافت اجسام لازم آتا ہے کہ شیاطین اون اعمال شاقہ پر قادر ہنون جنکو مثبتین وجود اونکی طرف منسوب کرتے ہین علاوہ برآن اس صورت مین ضرور ہوگا کہ اون کے اجسام ادنی سبب اور قوت سے جو خارج سے اونپر ہوپہنچے (جیسے تند ہوا) پراگندہ و دریدہ ہوجائین حالانکہ یہ خلاف مثبتین ہے ۔ **شق ثانی** اسلئے باطل ہے کہ کثافت جسمانی سے یہ لازم آتا ہے کہ سب لوگ جنکے حواس درست ہین اونکو دیکھین مگر ہم نہین دیکھتے اگر ہم مان لین کہ اجسام کثیفہ ایسے ہی ہوتے ہین مگر دکھلائی نہین دیتے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہمارے سامنے پہاڑ اور ٹیلے ہون اور ہم اونکو نہ دیکھین بگل اور طبل بجین اور ہم نہ سنین یہ بالکل بیہودہ ہے ۔

جواب سید صاحب کا کہ موجود ہین مگر قابل دکھلائی دینے کے نہین ہین ۔

جواب یہ ہے کہ شیاطین اجسام لطیفہ ہین مگر اون کی لطافت بمعنی شفافیت کے ہے یعنی بیرنگی کے ۔ پس اس صورت مین نہ تو اعمال شاقہ سے اونکی عدم قدرت لازم آتی ہے نہ تھوڑے زور پہونچنے پر پراگندگی ۔ کیونکہ جائز ہے کہ جسم بیرنگ اعمال شاقہ پر قادر ہو اور جلد متاثر نہو اور باوجود اسکے ہم اوسکو نہ دیکھین ۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ ہوا باوجود کمال لطافت کے بڑے بڑے پتھرون کو پہاڑون کی چوٹیون سے لڑھکا کر گرا دیتی ہے اور اونچے اونچے درختون کو توڑ ڈالتی اور اوکھاڑ ڈالتی

ہے۔ اور نیز رفیع الشان عمارتون کو ویران کرتی اور گرا دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے
کہ اگر لطافت سے تمھاری مراد شفافیت ہے تو ہم بھی اونکی لطافت کے قایل
ہین مگر اسصورت مین قوت ہونا لازم نہین آتا۔ اور اگر لطافت سے اونکا جلد
متاثر ہونا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور رقت قوام مراد ہے تو ہم اونکی عدم لطافت کے
قایل ہین لیکن اس صورت مین اونکو دیکھنا لازم نہین آتا۔ جیسے افلاک کہ عنقریب
لطیف بمعنی مذکور ہین دکھلائی نہین دیتے۔ خداوند عالم نے باوجود لطافت اور
رقّت افلاک کے اونکو بڑی قوت عنایت فرمائی ہے۔ اسلیئے قوت قوام کو
رقّت اور غلظت اور جثہ کے بڑے چھوٹے ہونیسے کچھہ تعلق نہین چنانچہ انسان کا
قوام لوہے اور پتّھر کے قوام سے کمزور ہے مگر بعض آدمی ایسے ہین کہ لوہے
کو سوت اور رسّے کی طرح مروڑ اور پتھر کو توڑ سکتے ہین اور اونسے ایسے افعال صادر
ہوتے ہین جو غلیظ القوام سے نہین ہوتے۔ حیوانات کی قوت مین وہ اختلاف
ہے جو باعتبار اختلاف قوام اور جثہ کے نہین ہے جیسے شیر کی قوت گدھے
کے مقابلہ مین۔

جواب راقم کا کہ یہ کلیہ غلط ہے
کہ جو دکھلائے نہ دے موجود
نہین۔

راقم خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ شیطان اگر موجود ہے
اوسکے لیئے جسم کا ہونا ضرور ہے۔ جب جسم ہوگا یا
لطیف ہوگا یا کثیف۔ کثیف اگر ہو ممکن نہین کہ دکھلائی
نہ دے۔ لطیف اگر ہو ممکن نہین کہ زندہ رہ سکے۔ اسلیئے کہ جتنی چیزین لطیف

ہین وہ تھوڑے سے صدمے سے پھٹ جاتی ہین جسم جاندار کے لئے پھٹ جانا موت اور انعدام ہے۔ اصلی غلطی اس اعتراض مین یہ ہے کہ اجسام ارضی اور اجرام سماوی کو ایک دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ اور مجرد وجود کا ابطال بذریعہ ابطال نوعیت کے چاہا ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ شیطان موجود ہے اور جسم لطیف ہے مگر نوعیت جسم اوسکی ہماری فہم سے باہر ہے۔ اسلئے کہ ہم صحیح طور سے ماہیت اون چیزون کی دریافت کر سکتے ہین جنپر اتنا دسترس ہو کہ ہم اونکا تجزیہ کر سکین ایسا دسترس فلکیات پر نہین ہے جنمین سے ایک شیطان ہے۔ جب ہم ماہیت دریافت نہین کر سکتے تو قیاس بھی نہین کر سکتے۔ کیونکہ قیاس اوسی وقت کر سکتے ہین جب ماہیت معلوم ہو۔ ورنہ وہ قیاس مختلف ماہیتون کا قیاس ایک دوسرے پر ہو کر غلط ہو جائیگا۔ پس اعتراض فلاسفہ کا ابطال مجرد وجود نہین ہے۔ اور جب تک وہ مجرد وجود کا ابطال نکرین محض وجود کا عدم امکان ثابت نہین ہوگا نہ ایسی ناتمام دلیل سے جو قیاس مع الفارق پر مبنی ہے ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہم وجود شیطان کو بذریعہ ارشاد الٰہی کے مانتے ہین پس جب تک وجود ناممکن ثابت نکیا جاے ضرورت تاویل کی کلام الٰہی مین نہوگی۔ اگر ہم بعد اسکے کہ معترض ابطال مجرد وجود نہ کر سکے مجرد وجود کے دلایل عقلی بھی بیان کرین اور اون دلائل سے مجرد وجود کو ثابت کر دین تو لازم ہوگا کہ ارشاد الٰہی کو صحیح معنون مین لین۔ اور وجود شیطان کا اقرار کرین۔

علاوہ براں اس دلیل میں زیادہ تر اعتراض بربنار رویت ہے جسکا آلہ چشم سر ہے اور معنی اعتراض کے آخرکار یہ پیدا ہوتے ہیں کہ جسے ہم دیکھ نہیں سکتے اوسکا وجود نہیں مانتے۔ یہ تو حد سے زیادہ غلط ہے۔ اسلئے کہ بہت سے اعراض ایسے ہیں کہ موجود ہیں مگر دکھلائی نہیں دیتے۔ جیسے کشش زمین کی۔ یا قوت مقناطیسی یہ امر کہ اعراض کا وجود اسلئے مانا ہے کہ ہیولی کا وجود بذریعہ چشم سر کے دیکھا ہے۔ شیطان عرض نہیں ہے اسلئے اوس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ ہیولی بغیر اعراض کے قابل رویت نہیں ہو سکتا ہے ہیولی کو بذریعہ اعراض کے دیکھتے ہیں۔ پس جیسے اعراض کا وجود بذریعہ ہیولی کے مانا جاتا ہے ہیولی کا وجود بھی بذریعہ اعراض کے مانا جاتا ہے۔ کسی میں منفرداً منفرداً شرط رویت نہیں ہے۔

اس اصول میں کہ جو چیز موجود ہے ضرور قابل رویت ہے فاحش غلطی یہ ہے کہ بڑی شرط رویت کی یہ ہے کہ جسم مرئی (جو دیکھا جاوے) قابل رویت ہو۔ جب لطافت حد درجہ کی ہوگی یہ شرط فوت ہو جائیگی۔ چنانچہ اسے اعتراض میں مان لیا ہے کہ اجسام لطیف قابل رویت نہیں جیسے ہوا۔ اب بھی ہوا کا تجزیہ کیا جاتا ہے مگر مجموعہ کی رویت نہیں ہوتی۔ پس ہم بھی کہتے ہیں کہ شیطان باوجودیکہ عنصر سے مرکب ہے قابل رویت نہیں۔ اور چونکہ دست رس اوس پر نہیں اسلئے ہم نہیں بتلا سکتے کہ اُس جسم میں یہ خاصیت کیونکر پیدا ہوئی ہے کہ شفاف بھی ہو اور تھوڑے صدمہ سے دریدہ بھی نہوتا ہو یہ امر وہ عجز نہیں ہے کہ ہماری بات ماننے کا مخل ہو۔ کیونکہ وجہ

ماہیت ہم کسی ایک چیز کی بہی نہین بتلا سکتے ۔ اگر دعوی کرین ہمسے زیادہ کوئی جاہل نہو گا۔

شبہ نہو کہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ آگ سے بنا ہے ۔ یہ مستلزم رویت ہے اسلیے کہ ترکیب مانع رویت ہے ۔ مثلاً آدمی مٹی سے بنا ہے مگر جب تک آدمی زندہ ہے اوسمین مٹی اسطرح دکھلائی نہین جا سکتی کہ یہ مٹی ہے دیکھکر پہچان لو اور مٹی آدمی مین چھپی ہے ۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا ہے مگر ترکیب کے ذریعہ سے وہ آگ ایسی چھپ گئی ہے کہ ہم اوسے دکھلا نہین سکتے کہ یہ آگ ہے اوسے دیکھ لو۔ اور پوری مثال اوسکی عنصر ہوا ہے ۔ کہ اوسمین آکسیجن ہے جب ہوا کا تجزیہ کرین وہ جدا ہو کر قابل رویت ہو جاتی ہے مگر بحالت مرکب نہین ہوتی ۔ پس آگ سے بنا مستلزم رویت نہین ہے ۔ علاوہ برآن مادہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ لُون کی گرمی سے بنا ہے ۔ وہ بہی قابل رویت نہین ہے ۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی۔

حق یہ ہے کہ جو لوگ فلسفی بنکر انکار وجود شیطان کرتے ہین خود اپنے اصول سے یا غفلت کرتے ہین یا ناواقف ہین ۔ اور یہ بات کہ جو موجود ہے اگر دکھلائی نہین دیتا موجود نہین ۔ ایک عام پسند غلط بات ہے اس سے دہوکا نکہانا چاہئے۔

پھر سر سید علیہ صاحب فرماتے ہین

دوسری دلیل کہ اگر ہوتے تو دکھلائی دیتے۔

دوسری دلیل اگر عالم مین اونکا وجود ہوتا تو آدمیون سے ضرور ملتے جلتے اور اونسے دشمنی اور دوستی دکھی جاتی حالانکہ ایسا نہین ہے۔ ندامت زدہ لوگ جب اپنے افعال سے تائب ہوتے ہین تو جن امور کا انتساب شیاطین کی طرف کر رہے تھے اونکی بابت خود اپنے نفوس کی تکذیب کرتے ہین یعنی مانتے ہین کہ وہ ہمارے افعال ہین

جواب سید صاحب کہ دکھلائی دیتے ہین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ بطلان اور کمزوری اس دلیل کی ظاہر ہے کیونکہ شیاطین اور جنات کا اختلاط اور اونکی عداوت اکثر اشخاص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ الی آخر الآیۃ یعنی اے نبی یاد کرو جب ہمنے پھیر دیے تمہاری طرف تھوڑے سے جن قرآن کو سنتے ہوئے اور فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یعنی جنون مین سے وہ تھے کہ جو حضرت سلیمان کے سامنے کام کرتے تھے حدیث مین آیا ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح جاری اور ساری ہے۔ الغرض پیغمبرونکے ایک بڑے گروہ کا شیطان کو دیکھنا اور اوسکی آواز کا سننا بتواتر اخبار و احادیث ثابت ہے علاوہ اسکے اللہ تعالی جلشانہ کی عادت یہ ہے کہ سب کام اسباب کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔ اور جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اسکا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دیوارین گھر کی روشن اور چھت کالی ہو جاتا جائیگا کہ روشنی اور سیاہی کے اسباب

جدا جدا ہین - یہی حال دل کے روشن ہونے اور سیاہ ہونے کا ہے کہ کبھی وہ طلب بصیرت کرتا اور کبھی حیران رہتا ہے - پس روشن کرنے والا اللہ کا فرشتہ ہے آیندہ کے منافع کے لئے جو حق کو کھول دیتا ہے اور خلاف اوسکے شیطان ہے جو حیرت مین ڈالتا ہے -

تیسری دلیل کہ اون پر اعتماد کرنیسے معجزات پر وثوق نرہے گا -

تیسری دلیل یہ کہ وجود شیاطین کا برتقدیر تسلیم معجزات پر وثوق کرنے مین خلل ڈالتا ہے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ کہا جاے کہ جتنے معجزات ابنیار سے ظاہر ہوئے تو وہ جنون کی مدد سے یا شیطانون کی مدد سے ظاہر ہوئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ (حنین جزع) یعنی تنہ درخت خرما کی آواز کرنے کا معجزہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے لیے ہوا تھا اس سبب سے ہوا ہو کہ تنہ درخت خرما مین کوئی جن یا شیطان نفوذ کر گیا ہو اور وہ بولتا ہو - جو فرع کہ اصل کو باطل کرنے کی طرف لیجاے خود باطل ہے -

جواب میر صاحب کا کہ جب صحت معجزات ثابت ہو صاحب معجزہ کے ارشاد سے وجود شیطان ثابت ہوگا -

جواب اسکا یہ ہے کہ معجزہ اور غیر معجزہ کا فرق اس احتمال کی نفی کرتا ہے جیساکہ اپنے محل مین ثابت کیا گیا ہے - سواے اسکے جس دلیل سے انبیار کی نبوت ثابت ہے وہی دلیل اسبات کی ہے کہ جو خبرین انبیار نے بتلائی ہین سچی ہین اور منجملہ اون باتون کے جنکی انبیائے کرام نے خبر دی ہے وجود جن اور شیاطین کا ہے اسلئے اونکا وجود اور یہ خبر صحیح ہے -

جواب راقم کا کہ اطاعت ایسی مخلوق کی خود معجزہ ہے

راقم جنات کا تابعدار ہونا دو حال سے خالی نہین - یا

قبل نبوت ہوگا یا بعد نبوت کے۔ قبل نبوت اطاعت کیون ہو؟ اگر اطاعت ہو اغراض نفسانی کے لیے ہوگی نہ خداوند عالم اور ہدایت اور راستبازی کے لیے۔ اگر بعد نبوت کے ہو منکرین کی دلیل تمام نہین ہوتی۔ جو لوگ جانتے ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ جنات بذریعہ قرآن مجید کی آیات کے تابعدار ہوتے ہین۔ یہ اعتراض ناواقفیت سے پیدا ہوا اور محض خیالی ہے۔ ارواح خبیثہ جو ذریعہ سحر کا ہوتی ہین وہ اوسیوقت تابعدار ہوتی ہین جب آدمی نجس رہتا ہے اور جہان قرآن مجید ہوتا ہے وہان سے وہ ارواح بھاگا کرتی ہین حضرت سلیمان کی جو جنات اطاعت کرتے تھے ذریعۂ اطاعت ظاہر ہے کہ کچھ اور تھا ورنہ اطاعت ابتداءً کہان سے آئی۔ پھر سید صاحب فرماتے ہین۔

دوسرا مسئلہ شیاطین کی حقیقت مین

سید صاحب کا بیان حقیقتِ شیطان

مثبتینِ وجود جن و شیاطین اونکی حقیقت کی تحقیق مین مختلف ہین۔ متکلمین فرماتے ہین کہ وہ شفاف اجسام ہین جس شکل مین چاہین متشکل ہون (یعنی جیسا جسم چاہین اونمین پیدا ہوجاوے) وہ بواطن حیوانات مین حلول کرنے پر قادر ہین اور تنگ منافذ مین ہوائی مستنشق (ناک سے ہوا کھینچنے والی) کی طرح گھس جاتے ہین۔

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ خاکی نفوس ہین جو عناصر مین تدبیر اور تصرف کرتے رہتے ہین بعض نے کہا ہے کہ وہ نفوس ناطقہ ہین جو اپنے ابدان سے الگ ہوگئے ہین (یعنی مرُدونکی روحین) اونمین سے جو نیک ہین اونکو اچھے زندہ لوگون سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے

پھر خیر اور راستبازی پر اونکی اعانت اور امداد کرتے ہین اور وہی جن ہین اور اونمین سے جو بد ہین نفوس شریرہ سے جا ملتے ہین اور شر و فساد پر اونکی مدد کرتے ہین اور وہی شیاطین ہین - بعض کہتے ہین کہ وہ ہین تو نفوس مجردہ مگر اجسام سے متعلق ہوکر اپنے تصرفات جاری کرتے ہین اور کرۂ نار اونکا آلۂ ادراک ہے اونکی آگ سے مخلوق ہونیکے یہی معنی ہین - مگر جملہ فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان ایک خاص وہم ہے جو عقل کی مخالفت پر حکمرانی کرتا ہے - اوسکی فوج کفار اور فاسقین کی ساری وہ قوتین ہین جو اسکے ماتحت ہوکر متعلق احکام الہی عقل سے لڑا کرتی ہین - وہم قواے بدنیہ کا سردار ہوتا ہے - پھر سب قوتین عقل کے سعارضے اور وہم کی تبعیت مین ابلیس کی فوج اور اسکی ہم جنس ہو جاتی ہین - بعض فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان اور اوسکے ہم جنس کے ناری الخلقت ہونیکے معنی یہ یہ ہین کہ وہ ارواح جو ان قوتون کی حامل ہین ایسے اجسام لطیفہ ہین جو لطافت اخلاط سے پیدا ہوتے ہین - اور یہ اخلاط یقیناً گرم اور مائل بافراط حرارت و ناریت ہین اور ہوائیت کا اون پر بیشتر غلبہ ہے ایسے اجسام لطیفہ کی پیدایش ان اخلاط سے بہت آسان ہے - یہ اجسام بہ نسبت اور اجزار بدنیہ کے زیادہ گرم ہین اسیطرح قلب جو منبع ارواح ہے بہت گرم ہے پس یہ ارواح ان قوتون کے لئے بمنزلہ ابدان ہین اسی وجہ سے شیاطین آگ کی طرف منسوب ہوئے یعنی آتشی کہلائے ہین -

راقم کا بیان نسبت حقیقت شیطان کے -

راقم اس بحث کو کہ شیطان فرشتہ ہے یا جن - روح انسانی ہے یا ہمزاد اس طرح قطع کر لینا چاہیے کہ وجود اوسکا ارشاد الہی سے

ثابت ہوا ہے اور ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ جن ہے۔ ضرورت زیادہ بحث کی نہین۔

بیان وجہ انکار وجود شیطان - نسبت دلائل انکار وجود شیطان کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ضرورت انکار وجود شیطان یہ ہے کہ وجود اوسکا دلائل فلسفیانہ سے ثابت نہین ہوتا۔ عرصۂ دراز سے یہ کوشش جاری ہے کہ مسائلِ اسلام کو دلائل فلسفہ کے مطابق کر دیا جاوے اسلئے یا ایسے مسائل فلسفہ کا جو خلاف اسلام ہون غلط ہونا ثابت کیا جاتا ہی یا مسائل اسلام مین تاویل کیجاتی ہے تاکہ وہ مطابق دلائل فلسفہ کے ہو جاوین مین آگے تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا کہ یہ کوشش غلط ہے اس مسئلہ مین جو خاص غلطی ایسے ماولین کرتے ہین اول یہ ہے کہ کوئی چیز مطابق ارشاد الٰہی کے نہین مانتے اور بیشتر ایسے دلائل بیان کرتے ہین جنکے معنی یہ ہین کہ جو ہماری عقل مین نہ آئے غلط ہے۔ یہ اصول کہ جو ہماری سمجھہ مین نہ آئے باطل ہے ایک حد تک صحیح ہے مگر عموماً صحیح نہین ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ تاویل نہین کرتے ایسے معنی کلام الٰہی کے کہتے ہین جو اوس کلام کے جسکے کہتے ہین کہ یہ معنی ہین نہین ہوسکتے۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی۔

شیطان کے وجود کی دلیل عقلی کی پہلی تقریر - اب ہم مجرد وجود شیطان کو بدلائل عقلی ثابت کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ جو سمجھہ مین نہ آیا تھا غلط نہ تھا۔

اول یاد کرنا چاہئے کہ کام شیطان کا کیا ہے۔ اور کس طرح معلوم ہوا۔ ظاہر ہے کہ وہ کام حسب ارشاد الٰہی خود شیطان نے بیان کئے ہین یعنی کہا ہے کہ جیسے تو نے میری راہ ماری مین بھی تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی

دنیا کے سازو سامان کو اونہین عمدہ کر دکہاؤن اور بدا کر او نکے آگے سے آؤن اونکے پیچہے سے آؤن - اور اونکے داہنی طرف سے اور اونکے بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون - اور اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گذار نہین پاویگا - اسکی تفصیل نکات ششم و دہم مین خصوصاً اور جملہ نکات باب سوم مین عموماً کی گئی ہے اوسکے ملاحظہ کے بعد کوئی منصف انکار نہین کر سکتا کہ وجود شیطان جداگانہ مستقل نہین ہے ورنہ فطرت (نیچر) مین انسان کے خدا سے پہر جانا اور بوجہ چیزون کو عمدہ جاننا ہرگز نہوتا - حضرت آدم کی فطرت مین نافرمانی اور نقض معاہدہ داخل ہوتا اور اطاعت اور عبودیت داخل فطرت نہوتے - اونکی اولاد باعتبار اثر ولادت ایسی ہی ہوتی جیسے والد ماجد تہے ظاہر ہے کہ تخم سے جو درخت پیدا ہوتے ہین وہ اثر زمین کے ساتہ مختلف ہوتے ہین مگر اصل فطرت کسی مین سے نہین جاتی - پس تمام اولاد حضرت آدم کی قابیل ہی ہوتی اور بعد اونکے دنیا بسبب نقصان فطرت کے ضایع ہو جاتی - یہ پسند اور انہاک نہونے جو لوگ دہوکا کہاتے ہین وہ اس لئے کہاتے ہین کہ بنی بنای دنیا کو دیکہتے ہین ابتدا سے غفلت کرتے ہین - اسی بیان سے دلیل الزامی یہ پیدا ہوتی ہے کہ وجود شیطان خارج مین نہ ماننے سے تنزیہ ذات باری تعالی ناممکن ہو جائیگا کیونکہ یہ معنی ہونگے کہ خداوند عالم نے انسان کے نیچر و فطرت کو بدی پر مجبول پیدا کیا تہا مدعیان تحقیق زمانہ حال زور سے اسبات کے قائل ہین کہ اسلام مطابق فطرت کے ہے - اس طرح اسلام مطابق فطرت کے نہین رہتا - چنانچہ

علمار متقدمین کی یہ راے بہت صحیح ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ اگر شیطان ہنوتا یہ نظام عالم کا ہنوتا - نہ اتنا شر زیادہ ہوتا اور چونکہ خیر و شر ایک دوسرے پر موقوف ہین ناخیر اس درجہ پر ہنوتا - پس منکرین وجود شیطان عقلاً بھی غلطی کرتے ہین اور صریح خلاف نص بھی - نص قرآنی جس مین گنجایش تاویل کی نہین یہ ہے چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ اونکو بھڑکاتا ہے - اور فرماتا ہے کہ جب جزا اور سزا کا معاملہ ہو لے گا تو شیطان کہیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - اس سے وجود شیطان کا علحدہ وجود انسانی سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاے کہ شیطان کوئی چیز نہین انسانکی قوتین شیطان ہین تو وہی قوتین کیسے الگ ہوکر الزام دے سکتی ہین - وہی تو ملزم ہین - یہ آیات صریح ہین کہ شیطان صرف بھڑکاتا ہے جسکے سبب سے انسان ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل وجود شیطان کی تفصیل کیجاے وہ اسبات کے متعلق ہے کہ امتیاز کیا جاے کہ نفس کا انبعاث کہان سے ختم ہوتا ہے اور دوسرے کا انبعاث کہان سے شروع ہوتا ہے -

ایک طرح بیان اوسکا یہ ہے کہ آپ اسکے قائل ہین کہ انسان جب پیدا ہوا امتزاج عناصر کی وجہ سے اوس مین ایک قوت پیدا ہوئی جسکا نام جان ہے اور وہ جسم کے ساتھ بڑہی ایک نے دوسرے کو نفع پہونچایا اور جسم کے ساتھ وہ فنا

ہو گئی - اسکے بعد ہر قوت کے فعل کو جدا جدا خیال فرمائے جب جدا جدا ہون ایک
اونکا حاکم ہونا چاہئے تاکہ وہ اس مجموعہ جسم انسانی کو باقی رکھے - مسلم ہے کہ دماغی قوتین
حاکم ہین - ارادہ ہو تو کچھ ہو - چنانچہ ظاہر ہے کہ جب عقل کا حکم ہوتا ہے اعضا کام کرتے
ہین خواہ وہ حکم بسبب زور کرنے خواہش دوسرے اعضا کے ہو یا اپنی قوت محض
کی وجہ سے - یعنی محض خیال سے - اب دیکھئے کہ انسان غلطیان کیون کرتا ہے
بیشتر وہ غلطیان اسلئے ہوتی ہین کہ قوتون مین اسقدر زور ہوتا ہے کہ عقل دب
جاتی ہے اور مطابق اون خواہشونکے باوجود جاننے اسبات کے کہ برلانا ان
خواہشون کا موجب ضرر ہے عقل اعضا و جوارح کو حکم دیتی ہے کہ خواہش کو پورا کرو
اس سے لازم آتا ہے کہ جب قوتونکا زور نہو عقل غلط حکم نہ دے - حالانکہ ہم دیکھتے
ہین اور صریح ہے کہ قوتونکا زور اور ایسا زور کہ عقل کو مغلوب کردے باقی نہین رہا مگر
عقل اوسی طرح حکم غلط باوجود علم کے دئے جاتی ہے جبکہ وہ مجبور نہین ہوتی پس
یہ حالت ظاہر ہے کہ بغیر دوسری چیز کے نہین رہے جو عقل سے ہمیشہ غلطی کرایا کرتی
ہے - اگر ایسا نہوتا غلطی کرنا عقل کا کام نہوتا - اور عادت غلطی کی پیدا ہی نہوتی - یہی حال
ہوتا کہ جب ہاتھ تھک جاے اوٹھہ نہ سکے - صاف ظاہر ہے کہ جب قوت جو عقل
پر متقاضی تھی دوسرے اعضا مین سے جاتی رہی تو وہ عقل سے کہتے نہین کہ تو
غلط حکم دیدے - پھر عقل کیون غلط حکم دیتی ہے - ضرورت عقل کو باقی نہین کیونکہ
اکثر صورتونمین وہ اچھا برا جان چکی ہے رغبت بھلائی کی طرف خود انسان مین

پائی جاتی ہے اگر نہین پائی جاتی کیا ایسی صورتین نہین کہ اچھی تعلیم سے مشق قوت صدور افعال حسنہ کی پیدا کی گئی ہے اور الف عادت یا conscienie ایمان قوی کر دیا گیا ہے اگر اونہین بسبب ضرورت کے ایک وقعہ یہ کمزوری ہو کم سے کم ایسے لوگون مین کبھی عقل غلط حکم جب ضرورت ہو نہ دیگی حالانکہ دیتی ہے جو اس سے انکار کرے منکر بدیہیات ہے۔

مثال اونکی حالت اون لوگون کی ہے جو جرائم پیشہ ہین۔ ٹھگون کیحالت کے لئے امیر علی ٹھگ کا قصہ جو ٹیلر صاحب نے لکھا ہے دیکھئے وہ جھوٹا قصہ نہین ہے۔ مینے کرنیل ہاروی صاحب جنرل سپرنٹنڈنٹ انسداد ٹھگی کا محکمہ دیکھا تھا اوسمین کتابین ٹھگون کے جرایم کی جو خود اونہون نے تبلائے اور وہ ذریعہ اونکے جرایم کھلنے کا ہوئے دیکھی تہین۔ سوانح عمری کے لقب سے وہ اوس دفتر مین کہی جاتی تہین۔ وہ بہی ایسی ہی قصص تہے۔ الغرض ہر فرقہ جانتا ہی کہ ہمارے افعال خراب ہین مگر اون افعال سے بعد اسکے کہ عقل قوی ہو جائے ضرورت نہ سے جدا نہین ہوتا یہان تک کہ اولاد کو اپنے پیشہ کے لئے تیار کرتا ہے۔ جسطرح یہ فرقے بنے ہونگے اونکی حالت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ بنانیوالا کسی فرقے کا احمق کبھی نہین ہوتا۔ اوسنے کبھی برائی کو نہین چھوڑا سزا اون پر یہ لوگ باز نہین آسکے۔ یہ دوسرے کا بھڑکانا ہے یا نہین۔ کیون رنڈیان بالعموم جب قوت یا سخت ضرورت اور بھڑک نہین رہتی تائب نہین ہو جاتین۔ مجرم لوگون نے جب اقرار جرایم کئے ہین اونسے

معلوم ہوتا ہے کہ اونکے آپس مین ذراسی بات مین میل شروع ہوجاتا ہے
مخلی بالطبع ہوکر جرائم کرتے ہین - اچھی بات کے لئے ایسا میل برسون نہین ہوتا
بچے جب جمع ہوتے ہین فوراً اونکو رغبت ہوتی ہے کہ شرارت کرین - چار چار سال کی
بچون کو مینے بُری طرح کہیلتے ہوئے دیکھا ہے - یہ سوا بدی پر انبعاث کرنیوالی
کے دوسرے سبب سے نہین ہوسکتا - اونمین قوت شہوانی اوسوقت کہان ہی
ٹھگون کی تہوڑی سی تفصیلی حالت لیجیے - ایک شخص ہمیشہ اونکے ساتھ شگون تبلانے
والا ہوتا ہے وہ ہر مسافر کی جیب کے روپیہ جان لیتا ہے کہ کتنے ہین - زنانون کی
حالت یہ ہے کہ جب قوت جاتی رہتی ہے تب ہی افعال بد سے توبہ نہین کرتے
وہ قوتین جو اصلی سبب اونکے افعال کا ہین جاتی رہین عقل پوری ہوگئی مگر افعال
کو نہین چھوڑا - شہد سے جنکا معاملات مین سخت ایماندار ہونا معلوم ہے افعال بد کرتے
ہین آجکل اسکے متعلق یون سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مین ایک مادہ الف عادت اور
کمزوری Conscience یعنی ایمان کا ہے وہی وجہ عدم ترک افعال قبیحہ
کی ہوتی ہے - یہ غور فرمائے کہ یہ دونون کیا چیز ہین - الف عادت یا کمزوری ایمان
کی اگر ایسی ہے جیسے رسّی تو اوسمین بعد کمزوری کے پھر قوت کا آنا ناممکن ہوجانا
ضرور ہے اگر ایسی نہین ہے بلکہ عقل مین مادہ پھرنے کا طرف افعال حسنہ ہے
تو پھر وہ قوت کے انحطاط کے بعد کیون اپنا صحیح کام نہین شروع کرتی - سبب جب
باقی نہین مسبب کیسے باقی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کمزوری کو

رسی کی مثال کی کمزوری سمجھتے ہین - بطلان دونون صورتون کا آدمی کی توبہ اور ترک
افعال قبیحہ سے بخوبی ظاہر ہے اسلیئے کہ اگر کمزوری اور الف عادت اس طرح
کے ہوتی کہ وہی باعث اور علت عدم ترک کا ہوتی تو ترک کبھی نہین ہوتا - وہی حال
ہوتا جیسے ہاتھ کا بعد بیکار ہونے کے ہوتا ہے حالانکہ گناہگار توبہ کرتے ہین اور تائب
پھر گناہگار ہوتے ہین - اسباب توبہ پر جب خیال کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہو
کہ وہ اسباب ایسے طور پر اثر نہین کرتے جیسے آگ مین ہمیشہ جلانے کا خاصہ ہے
بلکہ اثر اوسکا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا پس اختلاف آثار صاف دلیل دوسری شے
کے وجود کی ہے - اسباب سے ہمیشہ لوگ دہوکا کہاتے ہین اوس سے غفلت
سم ہے -

الغرض الف عادت اور کمزوری ایمان کے سبب اصلی اور علت افعال قبیحہ
کی ہرگز نہین ہے - اگر پھڑکانے والا ہوتا لازمہ یہ تھا کہ برے افعال مین سے
جب ضرورت نفسانی جاتی رہا کرتی ہمیشہ ترک ہو جایا کرتے - کوئی سبب اسباب
مین سے یا کوئی الف عادت روک ترک کی نہوتے بلکہ الف عادت اور کمزوری
ایمان Conscience کا وجود ہی نہوتا - آپکو الف عادت اور کمزوری ایمان
کی جو اس وجود کے ماننے کی مانع ہے خدا کے لیئے تھوڑی دیر کے واسطے
اوسے دل مین سے نکال ڈالئے - اور حقیقت کو دیکھیئے اوس وقت صاف معلوم ہوگا
کہ الف عادت کیسی پیدا ہوئی کمزوری کہا سے آئی یہ دو نام آپنے کس چیز کے رکھہ چھوڑے ہین

مین جب تفصیلی حالت پر فرق مذکورہ بالا کے غور کرتا ہون یہ بات پاتا ہون کہ ایمان
کی کمزوری ہرگز دلیل صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب ایمان کمزور ہو جاوے ہر چیز
مین کمزور ہونا چاہیے لیکن ان فرقون مین جو عمدہ اور مواثیق ہوتے ہین وہ اوپر بڑے
زور سے عمل کرتے ہین اور اون پر پابند ہوتے ہین۔ پس ایمان بطور ایک شئے
کُلّی کے کمزور نہین ہوتا۔ رنڈیون کی حالت ظاہر ہے کہ باوجود بقا رقوت اونہون
نے پوری توبہ بلا وجہ کی ہے یعنی اس طرح کہ پھر اُس قوت کو کبھی کام مین نہین لائین۔ کیا
ایسی مثالون سے کوئی انکار کرسکتا ہے۔ ضرور نہین ہے کہ مین نام لیکر پردہ دری
کرون۔ اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمزوری اور الف عادت ایک فرضی نام
ہے جسکو اون لوگون نے اختراع کیا ہے جو حقیقت سے بے خبر ہین۔ ظاہر ہے
کہ صدہا آدمی جو نہایت خراب ہون ایک بات مین درست ہو جاتے ہین وہی باتین
ہزارون پر اثر نہین کرتین۔ بہت سے آدمی جو اچھے تھے بگڑ جاتے ہین اور بہت سے
آدمیون پر وہی باتین کچھ اثر نہین کرتین اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ انقاظ اور وہ غفلت
اون اسباب یا قوتون سے نہ تھی دوسرے سبب سے تھی ورنہ ایک ساحال ہوتا
ترک گناہ اور توبہ کی نسبت یہ خیال بعض وقت ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ خاص اسباب کے
واقع ہوتے ہین اسباب مذکور اور اونکا اثر طبایع کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتا
ہے وہی الف عادت اور کمزوری ایمان کو دور کرتا ہے۔ اسباب کی تفصیل آگے
بیان کیجاتی ہے طبایع کا اختلاف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت ساتھ

اعضا کے اور اونکے نفع کے لیئے مخلوق ہوئی ہے یہ تفاوت طبیعت کا باوجود تفاوت کے اپنی خلقی غرض مین محدود ہونا چاہیے۔ اسباب کا اثر بعد خواہشون کے بڑہنے یا کمزور ہونے کے اوس رتبہ کا ہونا ہی نہین چاہیے۔

دلیل وجود شیطان کی دوسری تقریر

دوسری طرح بیان اوسکا یون ہوسکتا ہے کہ انسان مین ہر طرح کی قوتین ایام نمو مین بڑے زور کی ہوتی ہین اور بعد نمو کے اونمین سے زور جاتا رہتا ہے۔ پہلے اونمین بہڑکنے کی بڑی قابلیت ہوتی ہے بعد مین بہڑکنے کی قابلیت بالنسبت اسقدر کم ہوجاتی ہے کہ گویا نہین رہتی۔ انسان بعد تمیز آجانے کے جانا کرتا ہے کہ بعض اوقات خواہش ہاے نفسانی کا پورا کرنا خلاف عقل ہے مگر قوت خواہش کی اور اوسکا زور اور بہڑک عقل کو مغلوب کردیتی ہے لیکن جب قوت ہاے مذکورہ مین سے زور جاتا رہے لازم آتا ہے کہ عقل کے مطابق ہمیشہ آدمی کام کرے لیکن ہم صریحًا دیکھتے ہین کہ ایسا نہین ہوتا انسان بغیر بہڑک کے بہی افعال خلاف عقل کرتا ہے یہ بغیر دوسرے بہڑکانے والے کے نہین ہوسکتا وہی شیطان ہے الف عادت نہین ہے۔

عرب کی حالت جو جواب سوال اول مین بیان کی گئی ہے یہان بطور مثال خیال فرمائیے اوسمین تقریر بالا دوسری طرح بیان کیجاتی ہے۔ اگر محض قوتین انسان کی اور نفس کا ہمیشہ بلا بہڑکانے والے کے یہی کام ہوتا تو اصلاح عرب یا کسی اور ملک کی جب انتہائی مرتبہ کو پہونچ جائے خارج از امکان ہوجاتی۔ کیونکہ اس صورت مین

کہ وجود بہر کا نہ ماننے والے کا نہ مانا جاسے لازم آیگا کہ نفوس کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ ہمیشہ
بدی کی طرف چلے جایا کرین اور وہ بدی پر مجبول پیدا ہوئے ہون حالانکہ ایسا نہین پایا
جاتا - وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کی عقل وہ چیز ہے کہ نفس کو روک کر قوت کو اچھی جگہ
کام مین لاتی ہے عرب کی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ اونمین صاحب عقل پیدا ہی
نہ ہوئے تھے کیونکہ بعد کی حالت اسکے خلاف ہے - حالت عرب کے ساتھہ اور عام
طور پر بھی اگر عقل اور نفس پر غور کیا جاسے تو چار حالتین پیدا ہوتی ہین - (۱) عقل قوی
نفس قوی (۲) عقل ضعیف نفس ضعیف (۳) عقل قوی نفس ضعیف (۴) عقل
ضعیف نفس قوی - یہ قوتین یعنی دونون عقل و نفس کی جب کم ساتھہ پیدا ہوتی ہین -
اگر یہ خلقی طور سے بدی اور نیکی کرتین تو ایام انحطاط مین ایک طرح سے گھٹا کرتین حالانکہ
اب دیکھا جاتا ہے کہ ایام انحطاط مین قبل اوس حالت کے کہ بیہوشی ہو نفس گھٹ جاتا
ہے عقل بڑہجاتی ہے - پس صورت اول و دوم مین جب عقل بڑہ جاسے انسان
کو کوئی شغل برا نہ کرنا چاہیئے اسلئے کہ جب عقل ہی ہمیشہ قوت نفس کے مقابلہ کے لئے
موجود ہو تو خاصہ الف عادت کا وجود نہوگا - صورت سوم مین جب انحطاط قواسے نفس کا
ہوگا تو ابتدا سے بدی انسان مین نہین ہوگی اور اوسوقت معصوم ہو جائیگا - صورت
چہارم مین جب انحطاط ہو تو زمانہ نمو مین کمزور عقل ایسی کمزور ہوگی کہ کبھی نہ ابھر سکے -
الف عادت ایسی زنجیر سخت ہوگی کہ قید ہوا وہوس سے نجات ناممکن ہو - ان سب کے
ملانے سے لازم ہوگا کہ تغیر اور اصلاح ناممکن ہے - یہان اصلاح کی حالت بتلائی ہے

کہ عدم امکان نہین تھا - ان چارون صورتون کے ساتھ اگر اسباب کو لیجئے - صورت
اول مین اسباب اگر قوی جمع ہون جو نفس قوی کو عقل قوی کے مقابلہ مین لاتے رہین تو
بھی جب نفس کو ساتھ قواے جسمانی کے انحطاط ہو تو عقل غالب آجائیگی - اور ساتھ
ہی چونکہ عقل قوی ہے ہمیشہ نفس اور عقل مین لڑائی رہے گی الف عادت کبھی نہو گا
صورت دوم مین جب عقل اور نفس دونون کمزور ہون اسباب کا اثر ہی نہین ہوگا - صورت
سوم مین اسباب کا اثر ابتدا سے ناممکن ہوگا صورت چہارم مین عقل ایسی مغلوب ہو گی
کہ کبھی اوسمین قوت پیدا نہو سکے گی - عرب کی نسبت اب اسبات پر غور فرمائے کہ وہ
ملک گرم ہے اوسمین جب قواے نفس قوی پیدا ہون ساتھ ہی عقلی قوت کا بھی
قوی پیدا ہونا لازم آتا ہے اسلئے کہ عقل اور ذہن کی قوت حرارت سے ہے بڑے ذہین
آدمی اکثر کم عمر ہوتے ہین یعنی جلدی مرجاتے ہین جب قوی عقل کے آدمی زیادہ
پیدا ہون تو وہ قسم سوم مین داخل ہونے چاہئین نہ چہارم مین - پھر لازم آئیگا کہ عرب
مین اتنی بدی نہو اگر مان لیا جائے کہ قسم چہارم کے زیادہ پیدا ہوئے تو بھی ناممکن
ہونا چاہئے کہ اتنے بدنفوس سے پیدا ہو کر جو اسباب کثیر جمع کئے وہ ایک بشر سے
نہ ٹوٹ سکین - ان امور پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفوس بشری
مین اصلی قوت جو عقل کے ساتھ جمع ہے طبعاً و خلقتاً بدی پر مجبول نہین
ہے اور خاصہ اوسکا بدی نہین ہے - بدی ہڑکانے والے کا فعل ہے - جب
شیطان مغلوب کیا جائے اصلی نیکی بڑھ جائے اور جب اسباب ترقی کو قوت

دیجاوے بہت بڑھ جاوے چنانچہ یہان یعنی مثال عرب مین کتنی بڑہگئی۔

غور فرمایئے کہ اگر اسبات کو مان لیجئے کہ نفوس کا بہڑکانے والا اور بہڑک مین روک لگانے والا سوا ے قوت عقلی کے اور نہین ہے تو انسان کی وہی حالت ہوجالی لازم آیگی جو حیوانون کی ہے ایسے زور کی تغیرات ناممکن ہونگی۔ کیونکہ وہ جبلت ہوگی اور جبلت سے عدول ناممکن ہے۔

یہان اسبات سے دہوکا نہونا چاہئے کہ جو بیان اول رسالہ مین عقل کی خوبیون کا کیا گیا ہے یہ دلیل اوسکی تنقیص ہے اسواسطے کہ یہان بیان نفوس کے بہڑکانے والے کا ہی اور روکنے والے کا۔ وہ ذکر عقلی قوتون کا ہے جو متعلق ایجادات اور صنایع کے ہین نیکی کے لیے سبب مددمانی جاوے اوس سے بہی تنقیص عقل کی لازم نہین آتی اسلئے کہ مدد اور روک اسطرح کی نہین ہے کہ عقل کی ماہیت موجودہ کو منقلب کردے۔

اس حالتِ عرب مین اگر خاص حالت جناب رسول خدا صلعم کو غور سے دیکہیے کہ اونمین دونون قوتین عقلی اور نفسانی قوی تہین اور وہ ہرطرح فردِ کامل تہے تو صاف معلوم ہوگا کہ ابتدا سے ایسی قوتون کو جو ہمیشہ عقل کو مغلوب کرتی رہے کوئی اور مدد بہی شامل تہی۔ اوس سے اونکی عقل کی تنقیص نہین ہوگی۔ آنحضرت صلعم پر جو ایک قوت خاص کے متعلق اعتراض ہوتا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے کہ کسقدر غلط ہے کیونکہ تمام عمر آنحضرت صلعم نے صرف ایک عورت کے ساتہہ بسر فرمائی۔ آخر مین تعدد ازدواج اس

مصلحت سے تہا کہ بعض قبایل عرب کے سردار بغیر اسکے قابو مین نہ آسکتے تہے آپ ہندوستان مین اکبر بادشاہ کی حالت کو دیکہیے جب اوسنے راجگان ہند سے بیٹیان لین اوسکی سلطنت کسقدر مضبوط ہوگئی۔ اکبر عقلمند تہا اوسنے اس فعل کی پیروی کی۔ آپ خدشات پیدا فرماے۔ وہ اصل ضرورت کی وجہ سے غفلت کر جانے سے پیدا ہوئے ہین افسوس ہے کہ اکبر کا حال چونکہ معلوم ہے اوسکے فعل کی مدح ہوتی ہے۔ یہان باوجود علم غفلت ہے تاہم بعد رفع اعتراض قوت کے کمال کا وجود ظاہر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجود شیطان اور یہ کہ اوسکا کام کیا ہے ارشاد الہی سے معلوم ہوا ہے۔ تاویل بات بتاتا ہے اوسکی ضرورت نہین۔ کیونکہ وجود شیطان خلاف عقل ہرگز نہین۔ بلکہ آثار اوسکے ہماری چہوٹی سی سمجہ مین بہی آتے ہین۔ ہم بعض چیزون کے وجود کے قائل ہین اور صرف آثار سے قائل ہوئے ہین۔ اون چیزون کو علحدہ اور مجسم کرکے نہین دکہلا سکتے مثل کشش زمین کی۔ اور بہت سے خواص۔ اسی طرح شیطان کا وجود نتیجون سے سمجہ مین آتا ہے فلسفی کو ہماری بات کا یقین کامل اوسوقت ہوتا جب سامنے دکہلایا جاتا کہ یہ شیطان ہے ملاقات فرماے اب تو ہٹ دہرمی ہو رہی ہے۔ ہان کوئی فلسفی اگر کہدے تو مانا جاوے۔

آپ اس مقام پر پہونچ کر یہ خیال دلمین نہ لاے کہ جب مدد الہی ایک چیز ہوا اور شیطان کا بہڑکانا دوسری چیز تو انسان ذمہ داری سے بچ گیا اسلیئے کہ اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کنوئین مین گرنے کا قصد رکہتا ہے ایک بد آدمی نے آگے اوسکے راستہ نیچا کردیا

اور وہ اوسمین لڑھک کر جا پڑا۔ دوسرے نے گڑھے سے نکلنے کا ارادہ کیا ایک نیک شخص نے اوسکے لیئے تدبیر کروی مثلاً ڈہال کر دیا اور کنارے گڈہے کے نیچے کر دیئے اور یا رسی ڈالدی۔ تو یہ دونون ذمہ داری سے پاک نہین ہوئے دوسرے کی مدد سے فعل کا فاعل ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا۔

وجود شیطان کی دوسری دلیل

وجود شیطان کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ اگر مان لیجیے کہ انسان کی ولالت حضرت آدم کے اور حضرت نوحؑ کے ذریعہ سے ہوئی تو اگر شیطان نہوتا آدمی کافر کبھی نہوتے۔

بیان اسبات کا کہ تاویلات نے آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ امور دین مین عموماً اور اونکے متعلق تاویلون سے جو اپنی رائے کے موافق ہون آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔ اور اوسمین کیا غلطی ہے۔ ان تاویلات کو تاویلات نہین کہا جاتا تطبیقات نام رکہا گیا ہے۔

وجہ زیادتی رواج تطبیقات کی حقیقت مین خیر خواہی اسلام کی ہے۔ اور وہ اسطرح سمجھہ مین آئیگی کہ علم کی دو بڑی شاخین قرار دیجئے ایک علوم دین دوسرے علوم دنیا دین کے علم کا موضوع یہ ہے کہ آدمی خدا کے صفات کو پہچانے تاکہ بندگی پوری ہو اور دنیا کو بطریق دین چلائے۔ علوم دنیا کا موضوع یہ ہے کہ جتنی چیزین ہمارے سامنے ہین اونکی حقیقت اور اوس حقیقت سے منافع کو جانکر اوسکو صحیح کام مین لائین جو شخص بقدر قوت بشری اشیاء کو جیسی کہ وہ ہین جانتا ہے اور مطابق علم کے عمل

کرتا ہے حکیم کہلاتا ہے اوسے فلسفی بہی کہتے ہین - یہ لفظ آجکل بعض اصطلاح مین اُن لوگون کی نسبت استعمال ہونے لگا ہے کہ جو منکر وجود الہی ہونیکے سبب سے بڑے سمجھے جاتے ہین - یہان لفظ فلسفی سے وہ غرض نہین ہے بلکہ فلسفی کو بمعنی حکیم کے استعمال کیا جاتا ہے یعنی عالم علوم - ڈاکٹر - پس فلسفی جب علوم کو سیکہتا ہے اوسوقت اوسکو یہ سکہلایا جاتا ہے کہ ماہیت اشیاء کی یہ ہے اور اونسے صحیح کام اسطرح لیا جا سکتا ہے - اوسکے لئے مشاہدات کرائے جاتے ہین اور ہر چیز کے تجربے اوسوقت یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ جو کچہہ سیکہا ہے صحیح ہے اسکے سوائے کوئی چیز صحیح نہین ہو سکتی - اوسکے بعد جب حکیم اون اشیاء کے بیان کو دیکہتا ہے جسمین سے بعض کو دین نے بطور ثبوت وجود اللہ تعالےٰ کی ذات باکمال کے بیان کیا ہے اور اون اصولون کو دیکہتا ہے جسپر دین نے دنیا کا چلانا بتلایا ہے اونہین اپنی تحقیقاتون اور اپنے مقرر کئے ہوئے اصولون سے اختلاف پاتا ہے تو حیران ہوتا ہے اور وہ غلط معلوم ہوتے ہین - اور یہ معلوم ہونا لازمی امر ہے - جب جوش اسلام پیدا ہوتا ہے تب مسلمان حکیم یہ چاہتا ہے کہ جو ایسی غلطیان ہون اونکو رفع کرکے بیانات مذکور کو اور اصول ہاے مذکورہ کو مطابق فلسفہ کی کردینا چاہیے -

پہلی غلطی اصول تاویل و تطبیق فلسفہ و اسلام کی

اب دیکہنا چاہیے کہ اسمین کیا غلطی ہے میرے خیال مین وہ دو طرح کی ہے - اول یہ ہے کہ فرق اسبابت نہین کیا جاتا تا کہ علوم حکمت دراصل کس چیز کے متعلق ہین اور علم دین دراصل کس چیز کے متعلق ہے

پس جاننا چاہیے کہ علم حکمت متعلق اون مصنوعات الٰہی کے اور اونسے کام لینے کے ہے جو بذریعہ محسوسات معلوم ہوتے ہین۔ علم دین اولاً متعلق صانع کے اور شناخت صفات صانع کے ہے جسکے صفات عین ذات ہین۔ ثانیاً متعلق چلانے دنیا کے ہے جسمین وہ اسباب داخل ہین جو اوس علم سے باہر ہین پس جو علم مصنوعات کے متعلق ہو صانع کے متعلق نہین ہوسکتا حکمت (یعنی حکمت طبیعی جو آجکل زیادہ تر محل بحث ہے) محسوسات مین محدود ہے اللہ تعالیٰ محسوسات مین نہین ہے۔ اوسکے اسباب خاص کا دریافت کرنا اوس علم مین داخل نہین اسلیئے فلسفہ ذریعہ شناخت اللہ تعالے کا نہین ہوسکتا۔ چنانچہ حال جناب رسول خدا کو دیکھیے۔ اونہون نے کوئی علم نہین پڑہا ممکن ہے کہ یہی وجہ اونکے نہ پڑہانے کی ہو۔ مگر یہ بات سب مانتے ہین کہ وہ بہت ہی بڑی مضبوط عقل کے آدمی تہے ایسے شخص نے کیا کیا! برسون حق تعالے کی مصنوعات کو سوچا اور دنیا سے علحدہ پہاڑ مین بیٹھ کر۔ تب ایسی عقل کے آدمی کو عقلاً یہی ثابت ہوا کہ خدائے واحد اس عالم کا خالق ہے اکثر حکمار کو جب مصنوعات کی خوبیون کی طرف توجہ ہوئی ہے وہ بہی وجود الٰہی کے قایل ہوئے ہین۔ الغرض اوسوقت جب اسقدر استعداد پیدا ہوئی تب افاضہ انوار الٰہی ہوا۔ اور حضرت جبرئیل اونپر نازل ہوئے اور شرح صدر کیا اور تمام علوم اوسکے ذریعہ سے ذات جناب رسول خدا مین درآئے۔ اوسوقت وہ نبی ہوگئے اور ہدایت کا کام اونکے سپرد ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی علوم اللہ تعالےٰ کے صفات اور احکام جاننے کے لیئے کافی ذریعہ نہ تہے۔ چنانچہ اوسکے آثار بذریعہ

معجزات سے کے آنحضرت صلعم نے بتلا کر ثابت کئے۔ اور جو طریقے حکمت اور خاصیت اشیاء کے تھے اونکو باطل کر کے دکھلایا۔ پس جو علم اسطرح حاصل ہوا ہو اور مافوق حکمت کے ہو حکمت اوسکا ذریعہ نہین ہو سکتی۔ ضرور اہل حکمت کو چونکہ اعتقاد اپنی معلومات کی صحت کا ہے وہ اونکو یقین نہین کرتے مگر غلطی اونکی اصول علم مذکور سے پائی جاتی ہے اور پوری ثابت ہے۔ نسبت معجزات کی دہوکا ہوتا ہے کہ معجزات اور بازی گری مین فرق نہین مگر غور کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً بازی گر مردہ نہین جلا سکتا۔ اگر بازی گر مردہ جلادے تو ہم اوسے بہی رسول کہتے کو تیار ہین بازی گرون کے تمام افعال اور جناب رسول مقبول کے تمام افعال پر غور فرمائے۔ سوائے بازیگری کے بازیگرون کے افعال کیسے ہوتے ہین یہان کیسے تہے یعنی وہ نیکی سکہلاتے تہے اونہون نے عرب کو کہان سے کہان پہونچا دیا۔ ایسے شخص کے افعال کیا بازی گری تہے ہرگز نہین۔ تہوڑے سے امتیاز کی ضرورت ہے انکار مردہ جلانے سے جو کیا جاتا ہے وہی اعتقاد ہے جو ہمنے بیان کیا کہ ہمارے اصول کے موافق جو چیز مجرب نہو اور ہمنے نہ دیکھی ہو صحیح نہین ہے حالانکہ تواتر ایک شے ہے جب تواتر سے بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جسکی مثالین اوپر مذکور ہوئین اسکو بہی ماننا چاہیے۔ لیکن اس زور مین حکماء تواتر سے انکار کرتے ہین جو صریح غلط ہے اور غلطی اصول حکماء سے پائی جاتی ہے۔ آنحضرت نے بعد اس فاصلہ کے بیان کیا کہ فرشتے ہین۔ شیطان ہے خدا قادر مطلق ہے۔ اسباب اور بلا اسباب سب کچھہ کرنا قدرت الہی مین ہے وہ کیسے بذریعہ حکمت معلوم ہوتے۔

دوسری غلطی اصول تاویل و تطبیق کی

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل حکمت کو جو ہمیشہ اپنی تحقیقاتون اور نتیجون پر ایسا بھروسہ ہوتا ہے کہ خلاف اوسکے ہر چیز غلط معلوم ہوتی ہے یہ بھروسہ اور اعتماد اصول حکمت کی رُو سے بھی غلط ہے اسلئے کہ ہر حکیم مانتا ہے اور ہر اہل علم کو یقین ہے کہ علوم کی تکمیل ابتک نہین ہوئی اور اونمین جو نقصان ہے اوسکے پورا کرنے کی کوشش بڑے زور سے جاری ہے۔ باوجود اسکے ہر وقت یقین ہے کہ ہمنے جو اسوقت سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور اوسکے سوا اور کچھہ صحیح نہین ہو سکتا غلط ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب بعد مین خود حکیم کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی راے غلط تھی اور اونہین ذریعون سے جو تحقیقات ہوئی اونکی غلطی ثابت ہوتی ہے خود قائل ہوتا ہے۔ اگر غور فرماے تو اُسکی ایسی مثال ہے جیسے سیڑیون پر چڑہنے والے کی ہو۔ انسان ایک سیڑہی پر چڑہے اور دیکھے اوسکو کچھہ نظر آئیگا اور وہ دیکھیگا کہ بعض چیزین ایسی ہین بعض ایسی ہین۔ جو چیزین اوسی وہان سے نہ دکھلائی دیتی ہون تو سمجھیگا کہ اوسیقدر موجود ہے جتنا دکھلائی دیا۔ اور ایسا ہی ہے جیسا دکھلائی دیا۔ اوسکے بعد دوسری سیڑہی پر چڑہیگا اور چیزین دکھلائی دین گی اور معلوم ہوگا کہ پہلے جو خیال تھا کہ اوسیقدر ہے غلط تھا اور ہر سیڑہی پر چڑہنے مین کچھہ ترقی ہوگی۔ اسوقت کی بجنسہ یہی حالت ہے کہ ہر سیڑہی کا آدمی یہ جانتا ہے کہ بس جو مجھے دکھلائی دیا اوسی قدر ہے اور ایسا ہی ہے جب اور ترقی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا علم ناقص تھا۔ پس ہر زمانہ کے علم کے موافق تطبیقات غلطی فاحش ہوئین۔ ہم اوس شخص کے معتقد ہین جو ہمارے نزدیک سب سیڑہیون کو طے کرکے اعلی اسی اعلی

مقام پر اور سب سے اونچے کوٹھے پر بیٹھا ہے اور وہان سے دیکھکر سب کو بتلاتا ہے
اگر کوئی کہے کہ یہ اعتقاد کہ وہ سب سے اونچی سیڑہی پر ہے غلط ہے اوسکا جواب یہان بیان
کرنے کی ضرورت نہین اسلئے کہ ہمارا خطاب اون لوگون کیطرف سے جو دین رسول خدا
کو صحیح دین مانکر تاویلین کرتے ہین۔
تاہم اسقدر بیان کرنا کافی ہوسکتا ہے کہ جو شخص خبر دے کہ روم جواب مفتوح ہوگیا ہے
جسکی پہر فتح پانے کا کوئی ذریعہ اوسوقت نہ تہا (دیکہو تاریخ) وہ بالیقین بتلا دے کہ اب
تہوڑے دن بعد پہر اوسکو فتح نصیب ہوگی اور مطابق بتلا دینے کے نصیب ہوجاے
اوسکے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوجاے۔ مردون کو زندہ کرے۔ فصاحت و بلاغت
مین یقیناً کہدے کہ ایک چہوٹی سی عبارت کا بہی (آیۃ) جواب نہین ہوسکتا اور سب
مان بہی لین کہ نہین ہوسکتا۔ وہ ایک سخت بیکسی کی حالت سے ساری دنیا کا فاتح ہوسکے
بے تعلیم ظاہری کے ایسی شریعت قایم کرے کہ جو بالکل مطابق فطرت کے ہے اور نہایت
صحیح ہے جسکی صحت تیرہ سو برس مین ابتک نہین ٹوٹ سکتی۔ اوسکے مخالف اوسکے
معجزات کو لاچار ہوکر سحر کہین (معاذ اللہ)۔ کہ یہ امر شاید سب سے بہتر دلیل صدق معجزات
کی ہے ایسے شخص مین ضرور وہ مادہ ہونا چاہیے جو فلسفی کے علوم سے باہر ہے۔ وہ
ضرور سب سے اونچی سیڑہی پر بیٹہا ہوا ہونا چاہیے۔
اب مین دو ایک مثالین فلسفیون کے اغلاط کی جو ایسا اعتقاد کرنے سے ہوئی ہین
بیان کرتا ہون۔

پہلی مثال غلطی دلائل فلسفہ کی نسبت نظریات کے

پہلی مثال دلائل فلسفہ ایسے ہین کہ اسباب کو دیکھہ کر نتیجہ نکالتے ہین جب تک کوئی سبب دریافت کرنے کا نہین ہوتا مگر نتیجہ معلوم ہوتا ہے اوسکو خلاف عقل جانتے ہین اور نہایت لغو سمجھتے ہین۔ اوسوقت جب تصویر عکسی کا طریقہ نہ نکلا تھا اگر کوئی شخص فلسفی سے کہتا کہ عکس کو روک سکتے ہین اور کاغذ مین اوسوقت رکہہ سکتے ہین کہ عکس و معکوس عنہ مقابل نہون تو وہ ہنستا اور بلا تامل کہدیتا کہ بکتے ہو۔ اسی طرح اگر اب کسی فلسفی سے جسکو طریقہ عکسی تصویر لینے اعضا اندرونی جسم کا معلوم نہو کہا جاے کہ شئے کثیف کا حائل ہونا مانع انعکاس نہین ہے آدمی بعد حائل ہولے کسی چیز کے عکس لے سکتا ہے ایسا فلسفی سمجھیگا کہ قائل عقل سے خارج ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جو نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ صندوق کے اندر رکہی ہوئی چیز کا عکس اوسیطرح اوترآتا ہے کہ ڈہکنا صندوق کا اور اوسکا مخفی ہونا مانع اخذ عکس نہین ہوتا اندرونی اعضا کے تصویر بعد حائل ہونے جلد کے اسی طرح لیلی جاتی ہے جیسے بلا حائل ہونے کے۔ باریک باریک سی رگون کا خون چلتا ہوا دکہلائی دیجاتا ہے۔ اوسے فلسفی کو دکہلاے اور پہر فرماے کہ یہ ایک طریقہ سے انعکاس بلا ارتفاعِ حائلِ کثیف ہے یا نہین اوسوقت وہ فلسفی جو ایسے لوگون کو جو معجزات و کشف کے قائل ہین، خارج از عقل فرماتے تھے بتلایے کہ صحیح عقل سے وہ خارج ہین یا فلسفی کہ اپنے ناتمام علم پر بہروسہ کیے ہوئے اہل ایمان اور اللہ کی قدرتون اور صنعتون کو خلاف عقل سمجھتے تھے۔ فرق اسیقدر ہے کہ یہان بذریعہ ترکیب ثابت ہوا ہے وہان اوس ترکیب سے وجود اوسکا مانا جاتا تھا جو اوسوقت معلوم نہین تھی۔

دوسری مثال حرکت شمس کی

دوسری مثال نظام فلکی پہلے ایک حکیم کی راے کے مطابق
مانا جاتا تھا پھر دوسرے کی راے کی مطابق مانا جاتا رہا۔ اب اور حکمار کی راے کے مطابق
مانا جارہا ہے۔ اونکی راے بھی متغیر ہورہی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائے کہ اللہ تعالی نے
جوارشاد فرمایا ہے کہ آفتاب مین گردش ہے والشمس تجری لمستقر لھا یعنی سورج چلا جاتا
ہے اپنی مستقر کی طرف۔ مدت تک ہیئت والون کا یہ مذہب رہا کہ سورج مین گردش نہین
ہے اور مسلمان ہیئت دان تاویل کرتے رہے کہ اللہ تعالی نے کلام مطابق فہم مخاطبین
کیا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ نہین شمس مین حرکت ہے اور معلوم ہوا کہ کلام الہی بیان حقیقت
تھا۔ اوسوقت فلسفی سے کوئی کہتا کہ حرکت شمس اسلئے مان لو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے
وہ ہرگز نہ مانتا۔ اب جب فلسفی نے بتلادیا بیچون وچرا مانتا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے
کہ اب حکمار فرنگ نے ثابت کیا ہے کہ زمین مین تین حرکتین ہین ایک اپنے محور پر
دوسری آفتاب کے گرد جو ایک سال مین ختم ہوتی ہے تیسری کل نظام شمسی کی حرکت
طرف Constelation Hercules کی اور اوسمین بھی اب فرق ثابت ہوا ہے
اسپر بھی اب معلوم ہوا ہے کہ آفتاب کی بھی ایک نہین دو حرکتین ہین ۔ ایک
اپنے محور پر دوسری جانب Constelation Hercules
کی۔ اس حرکت دوم مین نہ صرف کل نظام شمسی بلکہ جملہ نظامات متعلق نجوم شامل ہوتے
ہین چنانچہ دوربینون سے ثابت ہوا ہے کہ آفتاب کی سطح پر دھبے ہین اور وہ ہمیشہ
ایک ہی جگہ پر نہین رہتے بلکہ آفتاب کے سطح پر حرکت کرتے ہین۔ آجکل کے ہیئت

والون کو وجہ اوسکی پورے طور سے دریافت نہین ہوئی۔ تاہم یہ راے قوی قرار پائی ہے کہ
آفتاب کے سطح پر ہمیشہ بہت شدت کے طوفان رہتے ہین اسقدر شدت کے کہ اُسقدر
اور ستارون مین نظام شمسی کے نہین پائے جاتے۔ بلکہ سکون ہوا کا زیادہ رہتا ہے یہانتک
کہ اوس ستارہ مین جسکا نام مارس Mars ہے ہماری زمین کے مثل ہی پائے
نہین جاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب مین ایک سے زیادہ قسم کی حرکت
موجود ہے اور اسقدر ہے اور اوسیقدر بڑے درجہ کی ہے جتنا آفتاب بڑا ہے یہان ملاحظہ
فرمائیے کہ سیڑھی کی مثال کسقدر چسپان ہے۔

تیسری مثال پہاڑون کے وجود ہونے کی۔

تیسری مثال پہاڑون کے وجود کی ہے۔ خداوند عالم
فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ترجمہ۔ کیا نہ
زمین کو فرش (مہارا) اور پہاڑون کو زمین کی میخین نہین بنایا۔ یہ بیان مخالف زمین کے
کرہ ہونے کے ہے اور جب زمین کرہ ہو تو میخ کی ضرورت نہین ہے۔ اسباب مین فلسفی
کو یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین باوجود کرہ ہونے کے اگر ہے ہمارا فرش ہے اور میخ کی اُسمین
سخت ضرورت ہے کیونکہ میخ کا کام یہ ہے کہ وہ جس چیز کو جہان ہے برقرار رکھے۔ اس سے
بقدر فرش میخ کی ضرورت رفع نہین ہوتی جیسے جہازونکو بوجھل کرتے ہین اسی طرح زمین بوجھل
کی گئی ہے اور فائدہ اوسکا خصوصاً زلزلون کے وقت ظاہر ہوتا ہے اگر پہاڑ نہوتے زمین
اسقدر زیادہ ہلتی کہ کوئی چیز اوپر کی برقرار نرہتی۔ سب ضایع ہوجاتین۔ اب چھوٹے زلزلے
محسوس نہین ہوتے ہین۔ ایک یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین اندر سے نرم ہے اور بخارات

پیدا ہوتے ہین اور زمین بقدر ضرورت پہاڑ کھونٹون کی طرح گڑے ہوئے ہین تاکہ بخارات
اور زمین اندرونی طور پر ایک جگہ رہین اگر ایسا نہوتا تاثیر ملکون کی بدل
جاتی جسکا رکنا ضروری تھا کیونکہ اندر زمین کے جزر و مد ہے۔
مہد کے دو معنی ہین گہوارہ اور فرش - لفظ جَعَلَ بمعنی خَلَقَ
کے نہین ہے یعنی مرادف اوسکا اور معنی یہ ہین کہ فرش اور میخ کا کام لیا ہے یہ
معنی تاویل نہین ہین لغوی اور حقیقی ہین ایک یہ غفلت ہے کہ بوجہ جب ایک جگہ مجتمع ہو
جیسے پتھر مین اور جو متفرق اور پہیلا ہوا ہو جیسے روئی اور ہوا مین اوسکے اثر مین بڑا فرق ہوتا ہے
چنانچہ اگر دو کھونٹون پر تختہ رکہا جاوے تو ایک پتھر جس وزن کا کسی خاص مقام پر اوس تختہ کو
توڑدیگا روئی کا وزن دو چند اوسکو توڑیگا - ۱/۲ کی نسبت ہوتی ہے - لوہا پہاڑ و نسے جسقدر
نکالا گیا ہے آپکو معلوم ہے ریلون مین اوسکا صرف اور ریلون مین اور ہر ضرورت زندگی مین ملاحظہ
فرمائیے اوس نکالنے سے زمین پر جو بوجہہ کا اثر پہاڑون کے ذریعہ سے تھا وہ کم ہوگیا ہے - یہ
سچ ہے کہ وہ بوجہہ کہین گیا نہین مگر اثر کم ہوگیا ہے - اس سے زمین میری راے مین اپنی
جگہ پر باقی نہین رہی چنانچہ اب جو تین سو برس سے مختلف ملکون مین Observations
معائنے ہو رہے ہین اونسے نسبت Variations اختلافات کے صاف
پایا جاتا ہے کہ مقناطیسی سوئی ہمیشہ مغرب کی جانب چلی جاتی ہے اسکے علاوہ بہی مقناطیسی
سوئی مین فرق ہوتا ہے گو بہت تہوڑا ایک درجہ کا یا اوس سے کم ہوتا ہے مگر ہوتا ہے چنانچہ
ہر ہر صدی مین جب حساب کیا جاتا ہے اس فرق کے لئے کچھہ عدد بڑہے گہٹا دیجاتے ہین

یہ سب امور دلیل اپنی جگہہ پر زمین کے باقی نرہنے کے ہین سوائے انکے اور کوئی امر معلوم نہین ہوتا۔ ورنہ سوئی ٹھیک رہا کرتی پس یہ فائدہ بوجہہ کا تھا اور وہ وتد تھے۔ لوہے کی تعداد و بمقابلہ کل زمین کے ضرور کم ہے مگر اسقدر کم نہین ہے کہ اثر نہو۔ کیونکہ وہ بوجہہ ہے اسلئے امید ہے کہ تھوڑے دنون مین فلسفی قائل ہونگے کہ باوجود کرہ ہونے کے زمین ہمارا فرش ہے اور پہاڑ اوسکی میخین ہین۔ پہلے بالکل ہنستے تھے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہی حالت رہی نظام شمسی اور عالم کا انتظام اوس کے ذریعہ سے تباہ ہوجایگا۔

چوتھی مثال فلسفیون کا خدا پرست ہوجانا۔

چوتھی مثال ہم دیکھتے ہین کہ اہل فلسفہ اپنی تدبیرون مین ایسے منہمک ہوتے ہین کہ وہ قدرت کو نہین مانتے لیکن بعض مین وہی اعتقاد وجود خالق عالم سے بالکل پھیر کر آدمی کو منکر مطلق بنا دیتا ہے بعض کو محض موحد اور ایسا کہ دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ کی پرستش کر کے فقیر ہوجاتا ہے یہ دونون امر ثبوت اسکا ہین کہ خود فلسفی اپنی غلطی کا قائل ہوتا ہے۔

پانچوین مثال۔ دور و تسلسل کی غلطی

پانچوین مثال یہ ہے کہ منطق مین یہ قرار پایا ہے کہ دور اور تسلسل باطل ہین لیکن فلسفی جب خدا سے انحراف کرتا ہے قاعدہ دور و تسلسل سے جو اسقدر مضبوط ہے خود انحراف کرتا ہے ورنہ منکر وجود الٰہی کبھی نہوتا۔

چھٹی مثال متعلق انکار بدیہیات کے

چھٹی مثال غلطی کی یہ ہے کہ بدیہیات سے انکار کرتا ہے مثلاً فلسفی سے اگر کوئی کہے کہ تاثیر روح و الفاظ موجود ہے اور وہ مثل اسکے تاثیر رکھتی ہے جیسے زنجیر اور قوت ظاہری لو گو کیسا ہی ثبوت اوسکا آنکھہ سے دکھلایا جاے منکر ہی رہتا ہے۔

حسن خان جینی کا قصہ مشہور ہے جب وہ ۱۸۶۵ء مین وارد دہلی ہوا اوسنے کوئی بات ایسی پیدا
کی تہی کہ جس چیز کو وہ ہاتہہ لگادے اوسکے پاس آجاے چنانچہ جب یہ خبر کرنیل ہملٹن صاحب
بہادر کمشنر دہلی کو پہونچی تو اونہون نے اوسے بلایا۔ اور اپنی انگوٹہی اوسکے ہاتہہ مین دیدی اور پہر
لیکر ایک ڈبیہ مین بند کرلی۔ اور ڈبیہ کو اپنے ہاتہہ مین جسکا ڈہکنا مضبوط بند تہا لیلیا اور اوسے
زور سے دباے رہے۔ تہوڑی دیر نگذری تہی کہ انگوٹہی حسن خان کے پاس تہی۔ ڈبیہ خالی تہا
اوسوقت کرنیل صاحب کو تعجب ہوا کہ بلا خرق والتیام و نظر آنے کے انگوٹہی کیسے حسن خان
کے پاس پہونچی مگر اونہون نے کہا کہ وجہ نہین معلوم ہوئی اسلئے اسے ہم نہین مانتے۔ ایک
مثال وہ ہے جو مینے صد ہا مرتبہ دیکہا کہ ایک شخص سانپ پکڑتا تہا اور جب پکڑکے لاتا تہا
کچہہ پڑہ کر اوسپر دم کر دیتا تہا۔ یا کنکری پڑہی ہوئی مار دیتا تہا چنانچہ سانپ کے لئے ممکن
نہوتا تہا کہ منہ کہولے جبان اوسنے دوسری کنکری پڑہی اور ڈالی سانپ منہ کہولتا تہا۔ اسوقت
موضع چرتہاول ضلع مظفرنگر مین ایک شخص ہین کہ کچہہ پڑہا اور دستک دی جسقدر سانپ
آس پاس ہوتے ہین ایک دو نہین سو دو سو سب آئے اور پاس آ بیٹہے۔ جب دوسرے
دستک دی چلے گئے۔ یہ قوت مقناطیسی نہین ہے ورنہ سانپ پر محدود نہوتی اور کہتے
ہی وہ چلے نجاتے۔ سواے سانپ کے اور اونکو اسباب مین کچہہ نہین آتا۔ اور اسکی ہزارہا
مثالین ہین۔

بیان ضرہاے تاویلات

اب مین بیان کرتاہون کہ ضرران تاویلات وتطبیقات کا کیا ہے
وہ بہی بہت طرح کا ہے بعض ضرر بیان کئے جاتے ہین۔

ضرر اول - دین اسلام اسلام نہین رہا-

پہلا ضرر یہ ہے کہ دین بدل گیا اسلام اسلام نہین رہا کیونکہ اوس اعتقاد سے جو آجکل ایسے حضرات اور اونکے مقلدین کا دیکھا جاتا ہے صریح مخالفت احکام الہی کی لازم آتی ہے اور وہ مخالفت انسان کو اصل دین پر باقی نہین رکھتی اسلئے کہ دین یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے - عادل ہے - اوسنے نبی بھیجے - اون پر وحی بھیجی - اونکو خود حضوری مین بلایا - اوسنے اونکے جانشین بنائے اوسنے موت پیدا کی - اوسنے روح کو پیدا کیا جو باقی رہیگی - اوسنے قیامت کی خبر دی ہے اوسنے نماز واجب کی - اوسنے روزہ واجب کیا - زکوۃ واجب کی خمس واجب کیا حج واجب کیا - اہل فلسفہ اللہ تعالی کو علت العلل مانتے ہین اور کہتے ہین کہ نتائج جو عالم مین پیدا ہوتے ہین محض اسباب سے پیدا ہوتے ہین - یہ انکار قدرت مطلق ہے - یعنی اسباب مانع نفاذ قدرت ہین - وہ فرشتون سے انکار کرتے ہین اسلئے وحی کوئی چیز نہین رہتی القا اور الہام ہوجاتی ہے - اور جب ایسا ہو کوئی شخص اعتماد نبوت پر نہین کرسکتا - کیونکہ القا اور الہام خیال ہے - اور خیالات اچھے برے اوس اعتقاد کے موافق ہر شخص مین پیدا ہوتے ہین وہ روح کا وجود نہین مانتے - اس سے قیامت کا انکار ہوتا ہے اور سزا و عدل باطل ہوتی ہین - وہ جنات کا انکار کرتے ہین اس سے لازم آتا ہے کہ کلام الہی مین کذب شامل ہے اور ان سب اعتقادات سے ساری عبادات نماز و روزہ خمس و زکوۃ حج سب کے سب باطل ہوتے ہین - سبب مجھے جو کچھہ اسبابت معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی تطبیقات کے ثبوت مین اقوال علماء بیان کرتے ہین وجہ اسکی یہی ہے کہ ہمیشہ سے کوشش تطبیق

فلسفہ اور اسلام کی چلی آتی ہے اسلیے اپنے سے خیالات کے لوگون کے قول اونکو اپنی تائید مین ملجاتے ہین - حالانکہ اونمین اور انمین کوئی فرق بظاہر نہین ہے -

دوسرا ضرر - تاویلات سے کمزوری دین کی ظاہر ہوتی ہے

دوسرا ضرر یہ ہے کہ جو اون تاویلون کو دیکھے گا جانیگا کہ مذہب اسلام نہایت کمزور مذہب ہے اسلیے کہ تطبیق امکان سے باہر ہے مسلمان عجیب لوگ ہین کہ اونکے بڑے بڑے ایسی باتین بناتے ہین -

تیسرا ضرر - اسلام سے زور کا جاتا رہنا -

تیسرا ضرر یہ ہے کہ تاریخ اسلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اہل اسلام مین عموماً ایک زور تھا جو اب نہین ہے - وہ اسلیے گھٹ گیا کہ عرب مین جہانسے اسلام کی بنا ہے فلسفہ داخل ہوا جب لوگون نے فلسفہ پڑھا اور بیانات اسلام کو جو دلائل وجود جناب باری تعالی مین مذکور ہوے تھے دیکھنا شروع کیا تو اونمین شکوک پڑنے لگے اور یہ کوشش ہونے لگی کہ شکوک رفع کیے جائین - ظاہر ہے کہ بحالت شک اون اصول کے مطابق عمل کرنے مین جنمین شک راہ پاجاے وہ زور نہین رہ سکتا جو اوسوقت ہوگا کہ اصول مذکورہ مین شک نہو - یہ حالت ابتدائی تھی - جسکا ضرر بھی ابتدائی ہونے کی وجہ سے چھوٹا تھا - چونکہ بیج ان شکوک کا دلون کی زمین مین پہونچ چکا تھا آخر کو وہ بڑے بڑے اشجار ہوکر ظاہر ہوا اور ضرر بھی اوسکے بہت ہی ترقی پا گیے - نتیجہ یہ ہوا کہ شکوک نے اسلام کو بدل دیا اور جتنی عام قابلیتین ترقی کی اسلام نے بخشی تھین سب کی سب جاتی رہین - یہانتک آخرکار نوبت پہونچی کہ امور دینی مین خصوصاً اور جملہ امور مین بھی عموماً عادت بزرگون کے استحقاف کی پیدا ہوئی اور اطاعت معدوم ہوگیی لنکا ئین سب

باون سر کے ہوگئے - چونکہ منافع عامہ بغیر اطاعت کے حاصل نہین ہوسکتے ترقی کا مادہ ختم ہوکر تنزل کا مادہ پیدا ہوگیا جسکی آجکل ہری واویلا ہے - افسوس ہے کہ اصل سبب ہے یعنی عادت اطاعت پیدا کرنے مین کوشش نہین کیجاتی اون اسباب مین ترقی ویجاتی ہے جنہون نے اولاً مادہ ترقی کو روکا ثانیاً مادہ تنزل کو پیدا کیا -

چوتھا ضرر - افعال تعبدی کا ترک ہوجانا -

چوتھا ضرر یہ ہے کہ اون خرابیون کے بعد جو ضرر سوم مین بیان کی گئین لازم نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی عادت جاتی رہی - بلکہ عادت ہوگئی کہ اعمال وافعال مطابق احکام شرعی کے صادر نہون - وجہ اسکی ظاہر ہے یعنی یہ کہ دلائل افعال تعبدی کے بیان نہین کیے گئے - اور دلائل سے نتیجہ صحیح نکالنا ہر شخص کا کام نہین - (دقتِ دلائل کی مین شرح کرچکا ہون -) اب عادت یہ ہے کہ بغیر دلیل کوئی کام نہین کرتے - بغیر دلیل کسی کی بات نہین مانتے - پس عبادت کہان رہ سکتی ہے - عبادت ایک بہت بڑی چیز ہے اسلیے کہ جو قوت ابتدا اہل اسلام مین تھی ذریعہ اوسکا وجود باری تعالی کا اذعان تھا - جنت و دوزخ اور عقبی کا اذعان تھا - عبادت کرانا ہر وقت اوس اذعان پر عمل کرانا اور اس ذریعہ سے اوسکا باقی رکھنا اور بڑہانا تھا - وہی ترقی اذعان ایک چیز تھی جسنے اذعان کے ساتھہ جمع ہوکر اسباب ترقی پیدا کیے تھے - ظاہر ہے کہ اوس عادت کا ترک ہونا بہت ہی برا ہے جو چیز غیر ضروری ہو اوسکی طرف اور اوسکے احکام کی طرف اور اون علوم کی طرف جو ذریعہ اونکے دریافت کا ہین لازماً بے توجہی ہوگی - اور لازم ہوگا کہ وہ علوم نہ پڑہے جائین - اونمین توغل نہو - اس عدم توغل نے اور اپنے بنائے ہوئے آسان

دلائل ناتمام پر عمل کرنے نے ایک نئی قسم کا ضرر پیدا کیا - وہ یہ ہے کہ اعتقاد ہو گیا کہ عبادت
دراصل واجب نہین ہے - دلیل اسکی یہ قرار دی گئی کہ اللہ جو رحیم ہے وہ عذاب نہین کریگا
پس کیون عبادت کرین - اس دلیل کو اس زمانہ کے لوگ عبادات مختلفہ مین بیان کرتے
ہین یہان تک کہ ممتاز لوگ بہی ان شکوک مین پڑے ہوئے ہین - بلکہ بعض حضرات اسپر
یقین کرکے اہل عمل پر استہزا و تمسخر کرتے ہین -

توضیح - یاد رہے کہ جیسے اعتراضات شیطان کے حکمت نظام عالم پر بذریعہ اللہ تعالے
کے قادر و حکیم ماننے کے ہین یہ اعتراض احکام شریعت و اعمال تعبدی پر بذریعہ اللہ کے
رحمن و رحیم ماننے کے ہے - اون اعتراضات کے جواب مین جیسے بسط بیان کی
ضرورت تہی اسمین بہی ضرورت ہے - اوسی مین تاویل کی تعریف بہی بیان کیجاتیگی کہ وہ مقام
زیادہ مناسب تہا -

ممکن ہے کہ یہ بیان جدا رسالہ بنالیا جاوے -



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ والہ واصحابہ الی یوم الدین

ستائیس برس کے قریب زمانہ گذرا کہ ایک بزرگ نے مجھسے سوال کیا۔

سوال۔ اللہ اگر رحیم ہے اتنے بندون کو عذاب نہین کر سکتا۔

سوال

تم اللہ تعالیٰ جلشانہٗ وعم نوالہٗ کو رحیم جانتے ہو یا نہین۔ مینے جوابدیا کہ ضرور۔ بلکہ اوسے ارحم الراحمین جانتا ہون۔ تب اونہون نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا رحیمی ہے کہ معدود چند جنّتی ہون اور سارا عالم آتش دوزخ مین جلنے کے لئے ہو۔ اگر سارا عالم دوزخ کے لئے ہو اللہ تعالیٰ رحیم نہین ہے۔ اگر رحیم ہے تمام عالم دوزخ کے لئے نہین ہے۔

غرض اس سوال کی یہ تہی کہ اہل مذاہب صرف اپنے ہم مذہبون کو ناجی اور اس وجہ سے جنّتی جانتے ہین۔ باقی جملہ اہل مذاہب کو ہالک اور اسوجہ سے دوزخی۔ تعداد کسی ایک مذہب کے معتقدین کی بمقابلہ تعداد جملہ مذاہب کے معتقدین کے بہت تہوڑی ہے گویا کچہہ نہین لہذا معنی یہ ہوئے کہ بہت تہوڑے جنّت کے لئے بنائے گئے اور بہت زیادہ دوزخ کے لئے۔ یہ خلاف رحم ہے۔

اس زمانہ مین ایک اور بزرگ کی کتاب دیکہنے کا اتفاق ہوا اوسمین یہ تقریر بہت دلچسپ عبارت مین لکہی تہی۔



عبارت یہ ہے

یہ وہ زمانہ تھا کہ مذہبی خودپسندی کے نشہ مین سرشار تھے۔ خدا کی تمام مخلوق مین صرف مسلمانون کو اور مسلمانون کے تہتّر فرقون مین سے اہل سنّت کو اور اہل سنّت مین سے صرف حنفیہ کو اور اونمین سے بھی صرف اون لوگون کو جو صوم وصلوٰۃ اور دیگر احکام ظاہری کے نہایت تقید کے ساتھ پابند ہین نجات اور مغفرت کے لایق جانتے تھے۔ گویا دائرہ رحمت الٰہی کو کوئین وکٹوریہ کی وسعت سلطنت سے بھی جسمین ہر مذہب وملت کے آدمی بامن وامان زندگی بسر کرتے ہین زیادہ تنگ اور محدود خیال کرتے تھے جسقدر کسی کے ساتھ محبت یا لگاؤ زیادہ ہوتا تھا اوسیقدر اسبات کی تمنا ہوتی تھی کہ اوسکا خاتمہ ایسی حالت پر ہو جو ہمارے زعم مین نجات اور مغفرت کے لئے ناگزیر ہے۔

جواب

جواب

تقریر اعتراض کی غلطیان

مناسب ہے کہ پہلے اس تقریر کی غلطیان بیان کرون پھر تفصیل کرون کہ یہ غلطیان کیونکر پیدا ہوئی ہین یعنی اسباب کیا ہین۔ پھر اون غلطیون کی غلطیان ہونے کے وجوہ بیان کرون۔ وہی جواب ہوگا۔

غلطیان اس تقریر مین یہ ہین۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ جب آدمی کوئی مذہب اختیار کرے اور اوسپر پختہ ہو اوسے خودپسندی قرار دیا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ احکام شرعی کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ معنی مغفرت کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے دائرہ کو غلط طور سے وسیع سمجھا ہے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ معنی رحم کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے وسعت دائرہ کو بھی غلط سمجھا ہے۔

پانچوین غلطی یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے مواقع استعمال کے متعلق غلطی کی ہے۔

غلطیون کے اسباب

اسباب ان غلطیون کے یہ ہین

پہلی غلطی کے اسباب

پہلی غلطی یون پیدا ہوئی ہے۔

پہلا سبب تقلید سلطنت ہے۔

(ا) ہم لوگ ایسے بادشاہ کی رعیت ہین جسکی تدبیر سلطنت یہ ہے کہ کسی مذہب وملت سے سروکار نہو۔ آدمی بادشاہ اور اہل حکومت کے خیالات واطوار کو طبعاً پسند کرتا ہے اس پسند مین اس طرح غلطی ہو جاتی ہے کہ تدبیر سلطنت دنیا اور خدا پرستی مین جو فرق ہے وہ نظر سے نکل جاتا ہے۔

دوسرا سبب حفاظت ضرر ہے

ہم لوگ ایسے ملک مین آباد ہین جہان مختلف قوم و مذہب کے آدمی رہتے ہین اور اوس حالت مین کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے مذہب کی رسوم بغیر کسی مداخلت کے ادا کرسکتا ہے۔ صرف یہ قید ہے کہ دوسرون کے رسوم مذہب مین ہرج نہو اور اونکو رنج نہ پہونچے۔ سخت پابندی رسوم مذہب کی ہرج

اور رنج کی طرف منجر ہوتی ہے اور رنج ڈالنے والون اور رنج پہونچانے والونکو ضرر پہونچتا ہے
لہذا وہ لوگ اچھے سمجھے جاتے ہین جو رنج نہین ڈالتے اور رنج نہین پہونچاتے۔ ضرر سے بچنے
کی خواہش مین یہ غلطی اسطرح ہوتی ہے کہ امتیاز نہین کیا جاتا کہ اصلی پابندی مذہب و
بجا آوری صحیح رسوم مذہب کی کیا ہے اور اوسکو بطریق رنج وہی اور رنج دوسرون کے
بجالانا کیا ہے۔

تیسرا سبب خیالات ازادی ہے

(۳) آجکل زبان حکام سیکھنے کی سخت ضرورت ہے اور اوسکی
ساتھ خیالات لبرٹی کے (آزادی) جو ایک مشہور اور نہایت پسندیدہ لفظ اوس زبان کا
ہے دل مین جاگزین ہوتے ہین اور آزادی کے حصول کی اسقدر عظیم خواہش ہوتی ہے کہ
صحیح آزادی اور غلط آزادی مین امتیاز باقی نہین رہتا۔

چوتھا سبب خواہش تاویل ہے

(۴) آجکل بعض حامیان دین کی یہ راے ہوئی ہے کہ اون اعتراضات
کے جواب دینے کا جو عموماً اسلام پر کیے گئے یا وارد ہوتے ہین (یعنی حمایت حوزۂ اسلام کا)
سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ صرف قرآن مجید مستمسک قرار دیا جاے اوسمین تاویل کر لیجائیگی
اور احادیث نبوی سے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑا لیا جاے کہ اوسمین اختلاف اسقدر ہے کہ صحیح سے
سقیم کو پہچاننا ایسا دشوار ہو گیا ہے جسے ناممکن کہہ سکتے ہین۔ اونکی وجہ سے تاویل کی
گنجایش نہین۔ پیچھا چھوڑا لینے سے جواب آسان بھی ہو جائیگا اور مضبوط بھی معلوم ہوگا۔
اس طریقہ کا یہ لازمہ ہے کہ مذہب مین پختگی نرہے۔ یہ غلطی اس سبب سے ہوئی ہے کہ
(۱) یہ کام اون لوگون نے اختیار کیا تھا جنکو فن حدیث مین دخل ہی نہین تھا۔ (۲) اسکے

ساتھہ ہی وہ طلب دنیا مین منہمک تھے۔

دوسری غلطی کے اسباب عدم فہم تصوف وغیرہ ہین۔

دوسری غلطی یون پیدا ہوئی ہے کہ ایسے لوگون نے نہ تصوف کو صحیح طور سے سمجھا تہا نہ مذہب کو متعلق بجاآوری احکام صوم وصلواۃ وغیرہ کے۔ اسکے ساتھہ وہ اسباب شامل ہوگئے جو پہلی غلطی کے اسباب کے ضمن مین ابہی بیان کئے گئے۔

تیسری اور چوتھی غلطی کا سبب ناواقفیت اور حیرت ہے

تیسری اور چوتھی غلطی کے دو سبب ہین (۱) ناواقفیت کچھہ تو ناواقفیت صحیح معنی سے ہے لیکن جسقدر واقفیت ہے اوسمین سے بہی نتیجہ غلط نکالا جاتا ہے (۲) حیرت کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ اکثر لوگون کو اوسپر غور کرنے سے ایسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ حیرت عقل اور فہم صحیح کو اپنا عمل کرنے سے باز رکہتی ہے۔

پانچوین غلطی ان اسباب کا لازمہ ہے

پانچوین غلطی ان سب اغلاط کا لازمہ ہے تاہم غلطی اول کا دوسرا سبب اسکا خاص ذریعہ ہے۔

تفصیل اسکی کہ یہ غلطیان کیون غلطیان ہین۔

اب ان غلطیونکے غلطیان ہونے کی تفصیل بیان کیجاتی ہے۔

پہلی غلطی کی نسبت اول اسباب مین اغلاط کے شمول کی تفصیل کرنا ضرور ہے اسکے بعد حقیقت غلطی اول کی بیان کیجائیگی یعنی اوسکے غلطی ہونے کے وجوہ۔

سبب اول میں غلطیوں کی تفصیل - اور بیان فرق تدبیر سلطنت و مذہب -

سبب اول تدبیر مملکت بادشاہت اور حکومت کی تدبیر ہے - مذہب عبودیت اور بندگی کی - حکومت مین غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت مضبوط ہو - اور بندو نمین جہانتک ایک کو دوسرے سے تعلق ہے امن باقی رہے - ہر واحد کی ذات بحیثیت ذات متعلق نہین ہوتی مذہب مین غرض یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے پہچاننے کے ذریعہ سے اور اوسکے یاد کرنے کے ذریعہ سے اپنی ذات کی اصلاح کرے جسمین اصلاً مقصود اپنی ذات ہے تبعاً دوسرون کی - پس اصول مملکت مین جب اپنی ذات کی درستی اصلاً داخل نہین تو اصول مذہب مین اصول مملکت داخل کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہمنے اپنی ذات کی درستی سے قطع نظر کرلی ہے - افسوس ہے کہ لوگ ہوس پسند افعال حکام وقت و تدابیر سلطنت مین ایسے منہمک ہوئے ہین کہ اپنی خبر یعنی ذات کی نہین لیتے - ہمارے حکام وقت وہ تدبیرین سلطنت کی کرتے ہین جو عمدہ ہین اور ہندوستان کے لئے خصوصاً مناسب ہین - مگر ہماری نظر مین اونمین سے بہت سے اپنی مذہبی درستی سے غافل ہین - گو اپنے نزدیک وہ اس سے بھی غافل ہون یا نہون - پس پسند و تقلید کرتے وقت یہ بھول جانا نہین چاہیئے کہ ہم کس بات مین تقلید کرتے ہین - اگر اونکی تقلید ہر امر مین کرنا مقصود ہے تو اس بحث مین داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ رحیم ہے اور دوزخ ہے یا نہین - جیسا اونکا خیال ہے اوسپر پورا عمل کرنا چاہیئے کہ خدا صرف سبب اول ہے آیندہ دُنیا سے بے دخل ہے - اونمین سے بہت سے ایسے بھی ہین کہ باوجود بڑے مُدبرانِ سلطنت ہونیکے

مذہب مین سخت ہین چنانچہ جناب گلیڈ اسٹون صاحب - کہ اونکی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ مذہب نرکہتے تھے اور اوسپر پورا عمل نہ کرتے تھے -

سبب دوم کی غلطیون کی تفصیل اور اسلام مین ریچ ذہنی کا منع ہونا

سبب دوم آجکل ضرور یہ ہور ہاہے کہ جو لوگ بیجا آوری رسوم دیگر مذاہب مین ہیچ ڈالتے اور رنج پہونچاتے ہین وہ مذہبی خیال کئے جاتے ہین - مگر حقیقتہً دیکہنا چاہئے کہ وہ لوگ نافہم متعصب ہین یا صحیح طور پر مذہب مین پختہ ہین - اور تعصب و پختگی مذہب حق مین فرق کرنا چاہیے - تعصب یاری کردن و پشتی کردن کو کہتے ہین جسکی غرض یہ ہے کہ بلا امتیاز صحیح و غلط اپنی بات کی پچ کرین - امر حق کی تائید خود اوسکی حقیت اور صحیح ہونے سے ہوتی ہے - پچ کرنے کی ضرورت نہین - یہ ضرورت صرف امر ناحق کے لئے ہوتی ہے - چنانچہ ہمارے زمانہ مین بہی تعصب کا مفہوم کہینچنا اور تائید امر غلط کی کرنا ہے - امر صحیح کو صحیح ماننا اور اوسپر سختی سے عمل کرنا ہر صحیح ماننے والے کے لئے لازم ہے - ورنہ جسقدر اوسمین سختی نہوگی اوسیقدر اوسکی صحت مین یقین کی کمی ہوگی - مثال دونون حالت کی یہ ہے کہ ہمنے اپنے گہوڑے کو مان لیا ہے کہ ہمارا گہوڑا اچہا ہے - لوگ کہتے ہین کہ وہ اچہا نہین اسلئے کہ وہ کہڑا ہو کر اولٹ جاتا ہے - دورودم نہین - ہم نہین سنتے - جواب دیے چلے جاتے ہین کہ وہ اچہا ہے - اعتراضات غلط ہین - اولٹ جانے مین گہوڑے کا قصور نہین - جب تم لگام سخت کہینچوگے اولٹ جائیگا - دو رودم نہونا عیب نہین - وہ گہوڑا امیرانہ ہے قاصد تو نہین ہے - ظاہر ہے

کہ جس گھوڑے مین یہ عیوب ہون وہ اچھا گھوڑا نہین۔ سواری مین خطرہ ہے اور وہ پوری سواری نہین۔ پس ایسی تائید تو تعصب ہے۔ لیکن اگر وہ گھوڑا حقیقت مین اچھا ہے تو اوسپر اعتراضات اگر ہون رنگ جواب دوسرا ہوگا۔ یعنی کہینگے کہ گھوڑا اولٹا نہین۔ چڑھ دیکھیئے۔ دور وم ہے ساٹھ کوس لیجا کر دیکھیے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ خوبی گھوڑے کی خود ظاہر ہوکر سچی بات کی تائید کریگی اور اوسکی نسبت جو جواب ہوگا اوسمین سختی اور زور موجود ہوگا اور وہ تعصب سنوگا۔ پس غلطی یہ ہے کہ جو لوگ نافہم متعصب ہین اونکے اعمال ذریعہ اوس پختگی کے چھوڑنے کا گردانے جاتے ہین جو امر حق کے ساتھ لازم و ملزوم ہے کبھی جدا نہین ہوتی جدائی اوسیوقت ہوتی ہے جب امر حق کو صحیح جاننے مین شبہ ہو۔

اب یہ تبلانا چاہیے کہ مذہب اسلام مین ایذا دہی و رنج دہی ممنوع ہے۔ جو ایسا کرے وہ مذہب پر عمل نہین کرتا۔ اللہ تعالی نے نسبت اہل کتاب کی ارشاد فرمایا ہے وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ترجمہ اور مسلمانون اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ ہو۔ اور فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ترجمہ یعنی مت برا کہو ان لوگون کو کہ پکارتے ہین سوائے اللہ کے پس برا کہنے لگینگے اللہ کو تعدی سے بغیر علم کے۔ جناب رسولخدا صلعم نے جس طریقہ رحیمانہ کا برتاؤ کیا قرآن اور تاریخ دونون اوسکے شاہد ہین۔ قرآن کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا

مِنْ حَوْلِكَ ترجمہ اور بیشک آپکا اخلاق بہت ہی بڑا ہے - اگر آپ سخت اور درشت قلب
ہوتے تو لوگ آپکے پاس نہ پہٹکتے تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اعجاز التنزیل مین متعلق
فتح مکہ کے تاریخ کا یون خلاصہ کیا ہے - اب مکہ اور اہل مکہ سب آپکا مال تہے اور جو ظلم اونہون نے
آنحضرت اور صحابہ پر کئے تہے وہ ہر کسیکو معلوم تہے پس آپ چاہتے تو سب کو لونڈی
غلام بنا لیتے اور جسکو جو سزا چاہتے دیتے - مگر الله رے رحم و کرم - کہ آپ نے اون باتون
کو بہلا دیا - اور اہل مکہ سے وہی برتاؤ کیا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بہائیون سے کیا تہا
اور اونکو مخاطب کر کے فرمایا - لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
ترجمہ یعنی آج بیٹے اپنے قصور تمکو معاف کئے خدا جو سب سے زیادہ رحم والا ہے وہ بہی
معاف کرے - اور پہر فرمایا - اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ یعنی جاؤ بیٹے تم سب کو آزاد
کیا و دیگر معاملات مین آنحضرت صلعم کی یہ حالت تہی کہ مورخ عظیم الشان جناب
گستاولی بان نے لکہا ہے کہ ”آنحضرت نہایت نیکنام تہے اور آپکی نیکی اور آپکے اخلاص
نے قریش مین آپکو امین کا خطاب دلوایا تہا“ - اور آپکے مطیعون کی نسبت اسی عالم نے
لکہا ہے - ”وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تہے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب و رسوم و اوضاع
کی پوری طرح سے حرمت کیجائیگی“ پس جو لوگ صحیح طور سے پیرو دین محمدی کے ہین
اونسے بیخ دہی اور جہگڑے سے کیا تعلق ہے -

مجہے وہ قصہ یاد ہے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک نواسہ میری یاد کے زمانہ
کے قریب دہلی مین رہتے تہے - ایک شخص نے جو چوک کے قریب جہان ہنود آباد ہین

رہتا تہا بعد آپنے ایک مکان چہوڑا اور اوسکی نسبت وصیت کی کہ اسکو کار خیر مین مولوی صاحب موصوف صرف کرین۔ مسلمانون نے کہا کہ اس مکان کو منہدم کرادیجیے تاکہ ہم لوگ یہان مسجد بنوا دین۔ اہل ہنود کو وہان مسجد بننے سے تکلیف تہی اور فساد کا اندیشہ۔ سب ہندو لوگ مولویصاحب کے پاس جمع ہوکر آئے اور درخواست کی کہ مکان کی بیع ہمارے ہاتہہ کردیجائے۔ مسجد نہ بنائی جائے۔ مولویصاحب اوس مکان پر تشریف لے گئے اور اوسے دیکہہ کر مسلمانون سے فرمایا کہ بہائیو تم یہان مسجد نہین بناتے لڑائی کا گہر بناتے ہو۔ اور یہ فرماکر مکان کی بیع کا تکملہ ہندؤن کے نام کردیا۔

جہاد کی بابت مجہے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلئے کہ جسقدر جہاد جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے وہ ذریعہ بقاء اسلام کا یا ذریعہ بقاء اہل اسلام کے تہا جو ہی تو کار ہدایت مین مخل ہونا ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کی وہ حکایت مشہور ہے کہ آپنے جب ایک کافر کو زیر کیا اوسنے آپکے ساتہہ گستاخی کی اور روے مبارک کی طرف لعاب دہن پہینکا۔ آپ فوراً جدا ہوگئے اور اسلئے وہ مسلمان ہوگیا۔ پس یہ جہاد ہے۔ اور یہ نفس کشتی ہے۔ اور یہ ہدایت کی رسوم ہین۔ جناب باری تعالی فرماتا ہے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یعنی ہر حال مین انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری سے بہت قریب ہے جو مسلمان ہے وہ اس حکم سے باہر اور جدا نہین ہوسکتا۔

| سبب سوم کی غلطیون کی تفصیل |

سبب سوم پہلے آزادی کے معنی کی تحقیق ضرور ہے حریت[1]۔ آزادی[2]۔ لبرٹی[3] liberty تین مختلف زبانون کے لفظ ہین۔

آزادی کے معنی لغت عرب سے - حرار کے معنی صراح مین آزاد شدن بندہ کے ہین - یعنی غلام کا آزاد ہونا حُرّیّۃ کے معنی آزادی اور آزاد مردی و اصلی شدن کے لکھے ہین - حر کے معنی آزاد و آزادہ کے ہین - وما ھذا بحر منک کے معنی یہ ہین کہ کیا یہ تجھسے بہتر اور خوبصورت نہین ہے - صاحب قاموس نے لکھا ہے خلاف العبد وخیار کل شیٔ رجل بین الحروریۃ یعنی حر ضد غلام کی ہے - اور ہر چیز مین سے جو بہتر ہو اوسے کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین رجل بین الحروریۃ یعنی فلان شخص سے حروریت ٹپکی پڑتی ہے -

آزادی کے معنی لغت فارسی سے - آزاد کے معنی لغات فارسی مین یہ لکھے ہین (۱) وہ شخص جو جو مملوک نہو - (۲) راست یعنی سیدہا جیسے سرو - (۳) مجرد - (۴) بے عیب (۵) کامل - مصرع - سرو ہرگز چنین نرفت آزاد - کے معنی مین اختلاف ہے کہ سرو بسبب سیدہا ہونے کے آزاد کہلاتا ہے یا اسلئے کہ اوسے آسیب خزان نہین پہونچتا - اسیطرح سوسن کو آزاد کہتے ہین - یا اسلئے کہ سفید ہے اور بار رنگ سے آزاد ہے یا اسلئے کہ پتے اوسکے سیدہے ہوتے ہین - آزاد اوسے کہتے ہین جو دوسرے کے قبضہ سے چھوٹ کر آزاد ہوا ہو - آزادہ اوسے کہتے ہین جو اس طرح آزاد نہوا ہو مگر خود مختار ہین اوس مین ہو -

Freedom Liberty

آزادی کے معنی لغت انگریزی سے - لغات انگریزی وار دو مین آزادی ترجمہ لبرٹی اور فریڈم کا ہے لغات انگریزی مین کافی ہوگا کہ ویبسٹر صاحب کے معنی نقل کیے جائین -

(۱) معنی عام اس لفظ کے یہ ہین کہ جسم اور طبیعت یا افعال ذہنی اون چیزون سے

پاک ہون جو اونکے افعال پر بطور بالغ اثر کرتے ہون مثلاً جسم کی آزادی یہ ہے کہ اوسے
آزار یا ضعف نہو۔ طبیعت یا قوت فکری کی نسبت آزادی کا اطلاق اوسوقت ہوگا
جب اونپر کسی چیز کی روک نہو۔ یا اونپر کوئی حاوی نہو۔ چنانچہ نعمت آزادی حاصل
ہونا اوسوقت کہین سگے جب کوئی جسمانی قوت اون قوتون کے روکنے کا یا ذہن پر
موثر ہونے کا عمل نہ کرتی ہو۔

Naturalliberty

(۲) نیچرل لبرٹی یعنی قدرتی آزادی اوس حالت کو شامل ہوتی ہے جسمین قوت ابسات
کی حاصل ہو کہ جو فعل مناسب معلوم ہو اوسکو بغیر کسی روک کے یا دوسرون کی حکومت یا
اقتدار کے عمل مین لاسکین۔ باستثنار قانون قدرت کی روک یا اقتدار کے۔ یہ آزادی
اوس حالت کا نام ہوا جسمین کسی دوسری کا دباو نہو اور اصلی قوانین یا قواعد تمدن کا بھی
نہو۔ اس قسم کی آزادی جب کوئی گورنمنٹ قایم ہوتی ہے محدود ہو جاتی ہے۔ قدرتی
آزادی مین جب اس قسم کے قیود قایم کیئے جائین جو عامہ خلایق کے لئے مصلحت
نہون سختی یا ظلم ہونگے۔

Society Society Civil liberty civil

(۳) سول لبرٹی وہ آزادی ہے جو نظر بحالت سوسائٹی یا نیچرل لبرٹی کے حاصل ہو
اور وہین تک وہ آزادی محدود ہو جہان تک نظر بہ آسایش واغراض سوسائٹی کے
اور سلطنت یا قوم کے ضروری ہو۔ وہ روک جو قدرتی آزادی مین لگائی جاے جسکی ضرورت
نہو یا مناسب نہو ظلم یا دباؤ ہوگا پس معنی سول لبرٹی کے وہ حالت ہوئی کہ دوسرون کی
اون خواہشون سے جو نامفید ہون انسان بچا ہوا ہو۔ یہ بچنا اور استثنار وہ ہے جو بذریعہ

قوانین کے محفوظ رکھا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے کوئی شخص دوسرے شخص کو ضرر نہین پہونچا سکتا۔ اسلئے قانون کی روک سول لبرٹی کے لئے ضرور ہے۔

Political
(۴) پولیٹکل آزادی (یعنی ملک کا آزاد ہونا) کبھی مرادف سول لبرٹی کا ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح معنی اوسکے قوم کے آزاد ہونے کے ہین۔ اور وہ اوس حالت کو کہتے ہین کہ قوم دوسرے کی محکوم نہو اور ایسی حالت ہو کہ دوسری قوم کو اوسکے حقوق کے محدود کرنے کا اختیار نہو اسی معنی مین یورپ کے ملک اور اقوام یورپ کی آزادی کا اطلاق ہوتا ہے۔

Religious
(۵) رلیجس آزادی یعنی مذہبی اوسے کہتے ہین کہ اعمال مذہبی کے کرنے کی بغیر کسی قید کے قدرت حاصل ہو۔ اور جس اہل مذہب کا جو طریقہ عبادت ہو وہ اوسکے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے۔

Meta-Physics
(۶) لبرٹی ان مٹافزکس۔ یعنی علوم الٰہیات و قدرت کے متعلق آزادی جب ضد ضرورت کے معنی مین لیجائے اوس قوت کو کہتے ہین جو عالم مین اختیار عمل یا منع عمل کے لئے مطابق اپنے ارادہ کے باعث ترجیح و اختیار افعال ہو۔ فرڈیم آف دل ترجمہ لبرٹی کا ہے

Freedom of Will
(یعنی آزادی ارادہ کی) یعنی وہ حالت جو کسی روک یا مانع سے ارادہ یا قوت ارادی کے مقید نہو۔

Liberty
(۷) لبرٹی اوس استحقاق عام کو کہتے ہین جو کسی مجمع کو کسی رسم یا کر سے مستثنیٰ ہونیکا ہے جیسے آزادی تجارتی شہرون کی۔

(۸) اجازت یا رخصت حاصلہ کو بھی آزادی کہتے ہین جیسے گواہ کو اجازت ہو گئی کہ

کچھری سے چلا جاے۔

(۹) ایک زمانہ جسمین کسیکو اجازت ہو کہ بغیر روک ٹوک کے گذر جاے جسکے علاوہ آمد و رفت جواز رکھتی ہو۔

(۱۰) ایسی آزادی عمل یا تقریر کی کہ تہذیب یا شایستگی کے باہر ہو۔ چنانچہ بولا جاتا ہے کہ عورتون کو نامناسب آزادی ترک کرنی چاہیے۔

Tota ke liberty
ٹو ٹیک لبرٹی کے معنی ہین وہ بات کہنی یا وہ فعل کرنا جسکی اوسوقت اجازت نہ لی گئی ہو۔

To sit at liberty
ٹو سٹ ایٹ لبرٹی کے معنی ہین قید سے رہائی۔

To be at liberty
ٹو بی ایٹ لبرٹی کے معنی ہین موانع سے آزاد ہونا۔

پریس کی آزادی یہ ہے کہ طبع کتب و اخبارات مین اسبات کا اختیار حاصل ہو کہ جو چاہے چھاپے اور جو دلمین آئے لکھے۔ صرف یہ قید ہو کہ جو شخص اس آزادی کو بری طرح کام مین لائے وہ سزا پاے۔ مفسدانہ کتب یا مضامین نہ چھاپے جائین۔

عربی اور فارسی اور انگریزی کے ساق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وسعت معنی آزادی مین رفتہ رفتہ پیدا ہوئی ہے اور غلط ہو گئی ہے۔

ان سب تعریفات کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آزادی ایک خاص چیز تھی رفتہ رفتہ اوسکے معنی مین وسعت پیدا ہوئی ہے۔ عربی مین آزادی اور حریت ضد غلامی کی تھی اوسکے بعد معنی اوسکے خیال کل شئی کے ہو گئے فارسی مین بھی یہی معنی تھے اوسکے بعد معنی اوسکے مجرد و بے عیب کے ہو گئے چنانچہ رجل بین الحرویۃ

وآزادہ کا مفہوم ایک ہے تاہم یہ وسعت کمال اور خوبی کے قیود سے محدود رہی۔ اہل یورپ نے جو معنی بتلائے ہین بظاہر اونمین کوئی قید کمال و بے عیب ہونی کی نہین ہے کیونکہ خلاصہ اونکے معنی کا یہ ہے۔ وہ حالت جسمین قوت صدور افعال جسمانی و ذہنی کی باستثنار بعض قیود ناگزیر کے جملہ ایسے قیود سے پاک ہو جو قوت مذکور کی روک یا مانع ہون۔ قیود ناگزیر مین کمال و خوبی داخل نہین ہوسکتے اس وسعت پیدا ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ پچھلے زمانہ کے لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے اسلیئے قوت فکری مذہب سے باہر جانے کے متعلق مذہب سے مقید تھی۔ قوت جسمانی طرح طرح کی سختی حکومت اور اوسکی خرابیون سے ایسے قیود مین مبتلا رہتی تھی (مثلاً جب راستے لٹتے ہون ہوا کھانے کو جانا دشوار ہوگا صرف جانون کی پڑی ہوگی) کہ خیال آزادی آنا دشوار ہوکر رعایا کو مثل غلامون کے رہنا طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ یہانتک اس حالت کا زور تھا کہ اکثر لوگون کی یہ راے ہوئی کہ ہم جسقدر اختیار صدور افعال کا رکھتے ہین حقیقت مین وہ بھی حاصل نہین ہے۔ بلکہ ہماری ایسی حالت ہے جیسے کلون کی۔ اور وہ ایک مذہب ہوگیا تھا۔ چنانچہ وہ فرقہ جسے جبریہ کہتے ہین اسوقت بھی بتعداد کثیر مین پایا جاتا ہے یہانتک یہ خیال بڑھا تھا کہ ایک شاعر کہتا ہے **شعر**

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ	باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

پس بیشتر اشخاص کے دلمین ایسی حالت کا وجود نہ تھا۔ بلکہ تصور بھی اس حالت کا نہ آسکتا تھا کہ کوئی فرد بشر ان معنون مین آزاد ہو اگر آتا ہوگا اسطرح آتا ہوگا کہ جیسے ہم کبھی خواب دیکھین

کہ پرندون کی طرح اوڑ کر ایک مکان سے دوسرے مکان مین چلے جارہے ہین اور جب آنکھہ کہلے اور دیکھین کہ پلنگ پر لیٹے ہین تو معلوم ہو کہ اضغاث احلام تھے - اگر کسیکے دل مین یہ خیال بیداری مین آتا ہوگا اور اونکو جو خودسر بادشاہ یا رئیس تھے - وہ ان خیالات کو ظاہر نکر سکتا ہوگا - اگر اونکو لکھتا ہوگا تو مطابع کے نہونے سے وہ ایسی شہرت نہ پاسکتے ہونگے کہ اوسکے خیالات عام ہون - جب سے قوانین اور قواعد کی پابندی شروع ہوئی اور وہ جابرانہ طریقہ جاتا رہا لوگون کے دلون مین یہ خیالات پیدا ہونے لگے کہ ایسی حالت کا بہی وجود ہے جسمین افعال ذہنی و جسمانی موانع و مزاحمات سے پاک ہوتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ جب سے انگریزی زبان مین علوم آئے اور فلسفیت پیدا ہوئی اوسنے قوت فکری کی نسبت قیود مذہب کو کم کردیا - قوت ہاے جسمانی کی روک قانون کے ذریعہ سے کی گئی مگر جتنے افعال جسمانی آزاد قوت فکری کی لتمیس حکم مین خلاف قانون نہون وہ بغیر مزاحم کے خیال ہونے لگے -

جو تعریف آزادی کی اہل یورپ نے کی ہے اوسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو طرح کی ہے ایک تعریف مطلق دوسری تعریف اقسام - اور دونون قیود سے خالی نہین ہین اور سب سے قید بے عیب ہونے کی نکلتی ہے گو قید کمال کی نہین نکل سکتی - تعریف مطلق جسمین نیچرل آزادی شامل ہے - قانون قدرت اور گورنمنٹ کے قیود سے محدود ہے

Liberty of Enquiries.

اقسام یعنی سول لبرٹی - و پولٹیکل لبرٹی و ریجس لبرٹی - و لبرٹی ان مٹافزک و لبرٹی آف پریس و آزادی ارادہ کی و آزاد ہونا قید یا عدالت سے - یا بغیر اجازت کام کرنا جیسے مجامع

وغیرہ مین - اونمین جو آزادی ہے وہ خود ایک خاص طرح کی آزادی ہے اور معنی اوسکے
یہ ہین کہ وہ اوس حالت کا نام ہے جسمین کوئی خاص طرح کی قید یعنی موثر موجود نہو - تفصیل اسکی
یہ ہے کہ سول لبرٹی کا بڑا جزو قانون اور رسوم قومی ہین جنکے ذریعہ سے وہ آزادی باقی رکھی
جاتی ہے - قوانین و رسوم کے اعتبار سے کوئی آزادی باقی نہین رہتی بجز اوسقدر کے کہ خلاف
قانون یا رسوم کام نہ کرین - یہ سخت قید ہے اور وہ خاص حالت کا نام ہوا - پولٹیکل لبرٹی
ایک قومی حکومت کی حالت ہے جو دوسری قومون کے تحت اقتدار نہونے کو کہتے ہین
اور وہ بھی ایک خاص حالت ہے - اور اسیطرح باقی آزادیون کی حالت ہے - مثلاً
جیلخانہ سے چھوٹ کر پھر بھی قانون و رسوم کی قید مین رہنا - یا کسی وقت خاص مین عرض معروض
کی آزادی لینا -

پس صاف معنی اس تعریف کے یہ ہین کہ قواے جسمانی و ذہنی امراض سے پاک ہون اور
انسان کو ایسی قدرت و مکنت حاصل ہو کہ وہ ایسے کام جو مناسب ہون جہانتک
اوسکی قدرت مین ہے کر سکے - یہ قدرت اچھی سلطنت اور زمانہ امن مین حاصل ہوتی
ہے اور اچھی چیز ہے - لیکن اس خیال کا اسقدر زور بڑہا ہے اور معنی مین اسقدر زیادہ
وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ زمانہ حال کی آزادی کی تعریف اور معنی یہ ہین کہ آزادی وہ حالت ہے
جسمین انسان افعال ذہنی یا جسمانی کو مطابق اپنے مرضی کے صادر کرنے پر قادر ہو - خواہ
وہ مناسب ہون یا نہون جسکا دوسرا مفہوم وہ ہے جسے نامقیدی کہتے ہین اور اوسکے
مفہوم مین تمام قوانین قدرت و گورنمنٹ کی حدود و رسوم کے قیود کا توڑنا اور توڑ سکنا داخل ہے

یہ تعریف نہ انگریزی کی ہے نہ فارسی کی نہ عربی کی۔ آیندہ اسکا نام آزادی مصطلحہ ہوگا یہ وسعت اسطرح پیدا ہوئی ہے کہ عاقلانہ حکومت نے جب امن قایم کیا اور اوس ذریعہ سے نمایان ترقیات ہوئین چونکہ اصلی روک دلونمین نہ تھی۔ یعنی خدا کا ڈر۔ تو ہر شخص چاہنے لگا کہ جہان تک ہوسکے موانع اور مزاحمات کم کیے جائین جسقدر کم ہونگے ہم وہ کرسکینگے جسکے کرنیکو ہمارا دل چاہے ہے۔

ثبوت اسکا حالات زمانہ ہین۔ کیونکہ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ وہ افعال جنکو قوانین ورسوم نے منع کیا تہا جب سزا کا ڈر نہو قابل عمل ہوگئے ہین۔ ظاہر ہے کہ خواہش ہاے نفسانی بڑے زور کی ہوتی ہین۔ اور پابندی تکلیف وہ چیز ہے اگر غور سے دیکہا جاے انسان ہین اللہ تعالی اسنے اختیار صدور افعال کا دیا ہے اور آزاد نہین کیا بہلائی کے لئے ثواب اور برائی کے لئے عذاب بنایا ہے اور کوئی حالت افعال جسمانی کی آزاد نہین ہے۔ افعال ذہنی کی حالت البتہ آزاد ہے۔ جو ایجاد کرے جو بات عمدہ نکالے نکال سکتا ہے مگر وہین تک جہانتک خوبی ہے۔ جو خیالات تضیع اوقات ہون وہ بہی اچہے نہین ہین۔ پس ظاہر ہے کہ اس تعریف کے لئے جو کی گئی ہے صحیح لفظ اختیار ہے نہ آزادی۔ کیونکہ جب اللہ تعالی کے ہم بندہ ہین آزاد نہین ہین۔ جب ہم ایک بادشاہ کی رعایا ہین آزاد نہین ہین۔ صرف اختیار اس بات کا ہے کہ ہم افعال صادر کرسکتے ہین۔ اور وہ اختیار صرف اسی لئے ہے کہ ادنی حالت سے اعلی حالت پر ترقی کرین۔ اختیار کو بری طرح کام مین لائینگے تو سزا ہوگی۔

جب صحیح یہ حالت ہو تو معلوم ہوگا کہ جسقدر طباعی اہل یورپ نے تعریف آزادی مطلق مین فرمائی ہے اوسقدر صحیح نہین ہے جیسی ہونی چاہیے کیونکہ پورا غور قیود و موانع اور مزاحمات پر نہین کیا ہے۔ وہ اسقدر زیادہ ہین کہ اونکو ملا کر دیکھنے سے کوئی حالت افعال ذہنی یا جسمانی کی یا آزاد حالت بالمعنی الاعم باقی نہین رہتی۔ یا ایسے قیود ہر وقت موجود ہوتے ہین جنپر عمل کئے بدون چارہ نہین۔ یا عمل کرنا مناسب ہوتا ہے۔

موانع و مزاحمات قوت ہاے جسمانی کے اتنے زیادہ ہین جنکا حصر مشکل ہے۔ بعض یہ ہین۔ اول یہ کہ قوتین انسان کی مختلف اور محدود ہین کسی مین ایک من بوجہ اوٹھانے کی طاقت ہے۔ کسی مین ۲ دو من کی۔ مگر کسی مین پچاس من بوجہ اوٹھانے کی طاقت نہین۔ پس وہ حد جو ہر وقت ہر قوت مین لگی ہوئی ہے ایک مزاحم موجود ہے کہ اوس سے زیادہ قوت کام نہین دیتی۔ اپنی حد مین آزاد ہونا کچھہ نہین ہے۔ جیسے جینٹی۔ صریح ہے کہ ضعف قوت خلاف آزادی ہے۔ دوسرا مزاحم عادت اور مشق صرف قوت ہے مثلاً ایک بہرے کلکٹر کا سرشتہ دار تین چار گھنٹے اتنے زور سے مثل سنا سکتا ہے کہ دوسرے سرشتہ دار کو جسے عادت نہو ممکن نہو۔ مرثیہ خوان ۶ گھنٹہ زور سے مرثیہ پڑہتے ہین دوسرے نہین پڑہ سکتے پس یہ حد مزاحم ہے۔ تیسرا مزاحم تعلقات اور حالات ہین۔ مثلاً اسوقت دل سیر کرنے کو چاہتا ہے مگر سیر کیجئے تو شام کو بچون کے لئے کہانے لائے کہ کہائین۔ اور اپنا پیٹ کس چیز سے بہرے۔ اس سیر سے اپنی اور بچون کی سیری

رک جائیگی اور وہی مزاحم ہے۔ مثلاً پیشاب کی ضرورت ہے مگر حیا مانع ہے کہ مجمع مین
ستر نہ کھولا جاے۔ مثلاً جاڑہ مین باہر نکلنا یا گرمی مین باہر نکلنا۔ اوس سے فالج اوس سے
لون لگنے کا ڈر مانع نکلنے کا ہوتا ہے چوتھا مزاحم قانون اور قواعد ہین۔ قوانین ایسی چھوٹی
چھوٹی باتون کے لیے ہین کہ کوئی آزادی درحقیقت موجود نہین۔ قواعد سوسائٹی جسکی تفصیل
ضروری آگے ہوگی۔ ایسے ایسے خفیف خفیف امور کے متعلق ہین کہ آدمی بستہ
سمجھا جاتا ہے ان امور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حالت علی الاطلاق انسانئین
ایسی نہین ہوتی جو موانع و مزاحمات سے خالی ہو۔

موانع اور مزاحمات قوت ہاے ذہنی کے بھی ایسے ہی کثرت سے ہین جیسے جسمانی
کے اور وہ کثرت بھی قابل حصر نہین۔ بعض مزاحم یہ ہین۔ اول تفاوت مراتب اذہان۔
دوسرے اونکی غلطیان تیسرے وہ حالت جنین آدمی ہے۔ چوتھے
اوسکی معلومات پانچوین مرز بوم کا اثر۔ یہ سب بعض چھپے ہوئے بعض ظاہری ایسے
مزاحمات ہین جو ہر وقت موجود ہین اور کوئی فرد بشر ان سے خالی نہین۔ اگر یون کہین شاید
مناسب ہوگا کہ وہ آزادی جسے اب آزادی کہتے ہین دوسرا نام جنون کا ہے جس حالت
مین آزادی مطلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مجنون اپنے آپ کو بحالت جنون مریض نہین
جانتا اسلیئے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ شعر

فارغ از رسم و رہ گبر و مسلمان کردی	اے جنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

دست کی خرابیان

الغرض اس زیادتی دست سے طرح طرح کی خرابیان پیدا کی ہین جو بعض

بیان کیجاتی ہین۔

اول آزادی مذہب سے

اول سب سے پہلا کام آزادی کا خیالات مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ کیونکہ جب قانون اور گورنمنٹ کی سزائین کافی روک برائیون کا نہین ہوتین توجس چیز کی روک نہو وہ کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ علاوہ برآن مذہب پر چلنا آسان ہی نہین ہے۔ آزادی آسانی چاہتی ہے۔ یہ شر عظیم ہے اسلئے کہ مذہب دل مین ایک ڈر پیدا کرتا ہے جو انسان کا اصلی مزاحم صدور افعال قبیحہ کا ہوتا ہے۔ خوبی اس ڈر مین یہ ہوتی ہے کہ معاملات انسانی درست ہوجاتے ہین۔ اور آدمی اس ڈر کے ذریعہ سے تمام مخوفات سے بےخوف ہوجاتا ہے یہانتک کہ جان دینے کی قابلیت آجاتی ہے۔ اس ڈر کی اتنی بڑی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری تعالی نے اسکی قرآن مجید مین تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ یہانتک تاکید ہے کہ جہان یہ ارشاد فرمایا ہے کہ معاملات لکھے جایا کرین وہان یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی باوجود سب احتیاطون کے اللہ سے ڈرنا مقدم تر ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کہ قبالجات لکھنا بھی بےایمانون کو کافی نہین۔ رجسٹری کا محکمہ ہوگیا وہ بھی کافی نہین۔ ظاہری ایماندار تک یہ چاہا کرتے ہین کہ قبالون اور وثیقون کی ایسی عبارت ہو کہ ایک کا ناواجب ضرر دوسرے کا ناجائز نفع ہو۔ پس وہ خیالات جو اس ڈر کے مخالف ہون ضرور نہایت نامستحسن ہونگے آزادی کے ساتھ پہلا خیال یہی ہوتا ہے۔

جن لوگون نے اس ڈر پر نظر تعمق کو کام فرمایا ہے وہ اسکی عظمت کے قائل ہوئے ہین

چنانچہ فیلسوف عظیم الشان گستاولی بان نے لکھا ہے "یہ خلاقین ترقیات خیالی بلاشک بعض اوقات توہمات و تخیلات کے پابند ہوجاتے ہین لیکن اگر اونکے توہمات اور تخیلات نہوتے تو ہم ہرگز اتنی ترقی موجودہ کے درجے پر نہ پہونچتے" جو لوگ کہتے ہین کہ پابندی قوانین سوسائٹی سے کام چل جاتا ہے اوسکی بابت اسقام پر اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ سزا روک ہے اور جزا ترغیب ہے۔ پس اچھے کام کرانے کی تدبیر کے یہ دو جزو ہین جب ایک کو ترک کیا جائیگا تدبیر کا نصف جزو متروک ہوجائیگا سوسائٹی سے اخراج برائے نام سزا ہے اور اون لوگون مین محدود ہے جو قابل سوسائٹی کے ہون۔

علاوہ برآن وجود خداوند عالم اسقدر ظاہر ہے کہ اب بہت سی مخلوق بظاہر موحد ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو ایک جاننے کی مدعی ہے کسقدر بے خوفی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو دنیا سے بے تعلق جان لے۔ سوچنا چاہیے کہ اگر تعلق نکلا تو ایسے خیال والون کا کیا حال ہوگا۔

اسی ڈر نہونے سے اور اسی کمزوری کے دور ہوجانے سے افعال قبیحہ کی تعداد بہت بڑھگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جسقدر قوم مین عقل بڑھتی ہے تدبیرین اپنی خواہشون کے برلانے کی اور قوانین کی سزاؤن سے بچنے کی بہی بڑھ جاتی ہین۔ قوانین نازک کیے جاتے ہین مگر کافی نہونا اونکے روز روز تبدیلی سے ظاہر ہے۔ گو روز ضرورتین بہی بدلین۔ اگر ڈر بہی عقل کے ساتھ ہوتا یہ حالت نہوتی اور اوسوقت عقل ڈر کو معدوم نہ کرتی۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے جو مالدیب جزیرہ کا حال لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ نسبت قلت جرایم کے کوئی ملک اسوقت

اوس کا مقابلہ نہین کر سکتا - اور جہ اوسکی پابندی مذہب کی لکھی ہے - یعنی خدا کا ڈر -

علاوہ برآن مذہب کو کسی قوم کے قوم بنانے مین دخل عظیم ہے - کیونکہ قوم کی تقسیم مین آثار مرزبوم اور روحانیات کو سب سے زیادہ دخل ہے - مذہب کے ذریعہ سے روحانیات مین وہ وحدت پیدا ہوتی ہے جو بذریعہ تناسل ہی نہین ہوتی -

دوسرے اصول حسن و قبح کا بدل جانا -

دوسری آزادی کے لئے اور اوسکے ذریعہ سے ہم اصول حسن و قبح کو بدل رہے ہین یعنی جن چیزونکو ہم پہلے اچھا جانتے تھے وہ بری جاتی جاتی ہین - یہ ایک شر عظیم ہے - اصول مذکور عقلاً قابل تبدیلی نہین ہین - دلیل یہ ہے کہ افعال اختیاری مین حسن و قبح کے ذریعہ سے ایک قید لگائی جاتی ہے پس اوسمین آزادی کو داخل کرنا جو ضد قید کی ہے اجتماع نقیضین ہوا - اور وہ محال ہے کیونکہ ایک ہی چیز بستہ اور کشادہ نہین ہو سکتی حقیقت مین آزادی کے لئے قیود کو کم کرنے کے زیادہ تر معنی یہ ہین کہ ہم اختیار کو جو بھلائی اور برائی سے محدود ہے صرف جرا بناتے ہین اختیار کو وسعت نہین دیتے - اور افعال مین سے قید حسن کو جدا کرتے ہین -

شبہ نہو کہ حالات مین تغیر ہونا حکم حسن و قبح کا بدل جانا ہے اور وہی تغیر اصول حسن و قبح کا ہے اسلئے کہ حالات کے ذریعہ سے وہی فعل حسن اور وہی فعل قبیح ہو جاتا ہے اصول نہین بدلتا - مثلاً لحاف کی ضرورت کی تبدیلی گرمی و سردی کے لحاظ

سے یا ہوائے سرد کی ضرورت کی تبدیلی فالج ولقوں کے لحاظ سے ۔ قتل کے حسن و قبح کی تبدیلی حکم کے لحاظ سے ۔ ان صور تو ں مین اصول نہین بدلا یعنی نفع و ضرر ۔ تاہم بعض ایسی مثالین بھی ہین جنمین حالات کے تغیر سے حکم حسن و قبح متغیر نہین ہوتا ۔ جیسے ظلم کبھی اچھا نہین ہوتا ۔ انصاف کبھی برا نہین ہوتا ہے ۔

تیسرے مذہب خذ ما صفی کا بیدا ہونا۔

تیسری آزادی نے ایک مذہب خذ ما صفی ودع ما کدر کا پیدا کیا ہے یعنی جو اچھا ہو کرین ۔ جو برا ہو نہ کرین ۔ اصولاً اچھا ہے مگر عملاً نہایت غلط اور فرضی چیز ہے ۔ اسلئے کہ عقول مین تفاوت ہے ۔ ولایل مین وقت ہے سخت احمق آپ نے دیکھے ہونگے مصرع کار یوزینہ نیست نجاری ۔ سنا ہوگا متوسط عقل کے لوگ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصول اچھائی اور برائی کے قایم کرنے کے لایق ہین ۔ بڑی عقل کے لوگ جملہ اصول پر نظر بہ ضعف بشری حاوی نہین ہو سکتے ۔ اور وہ معدود چند ہوتے ہین ۔ شرکت آزادی مین عام ہے ۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ہر جاہل اور احمق اصول بنانے والا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین اصول ایک دوسرے کا متحد نہین اور کوئی اصول نہین ۔ جو اصول اگلے لوگون نے مقرر کیے تھے وہ کبھی برے نہین ہو سکتے اور یہ مان لینا کہ ابتدائے عالم سے تھوڑے پہلے زمانہ تک سب کے سب احمق تھے ۔

ایک ایسا امر مان لینا ہے جو کسی طرح ماننے کے قابل نہین اسلئے کہ جو نصایح اون لوگون نے کیے ہین وہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اچھے نہین ہین ۔ اگر اون نصائح پر عمل کیجیے تنزل ہو ہی نہین سکتا ۔ ترقی ہی ہوگی ۔ دین نے جس تقلید کو منع کیا ہے وہ جاہلون کی تقلید ہے ۔

چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرنا اگرچہ وہ کچھہ بجا نتے ہون برا ہے۔ ورنہ ہر جگہ

انبیا اور حکما سے استدلال وجود مذہب حق پر ہوا ہے۔

چوتھی۔ ضرر رسان آسان پسندی پیدا ہونا۔

چوتھی یہ ہے کہ خواہش آزادی کی جس آسان پسندی کو پیدا ہوتی ہے اوس سے بیشتر ضرر ہوئے ہین۔ عقول کا تفاوت مدنظر رہے۔ مثلاً عادت زنا مورث امراض ہے۔ جس سے آخر کو انسان صحت جسمانی کھو کر بیکار ہو جاتا ہے اور ایسی صورت مین خواہش پرستی جسے Sensuality کہتے ہین زیادہ بڑہ جاتی ہے اوسکی مضرت محتاج تفصیل نہین۔ جس مین سے ایک شراب خواری ہے۔ ہمارے ملک مین ایسی مثالین موجود ہین کہ اوس سے جو ضرر پہونچے قابل علاج نہ تہے۔

پانچوین بیحیائی اور عدم اطاعت پیدا ہونا۔

پانچوین برائی یہ ہے کہ اس خیال سے ایک عادت بیحیائی اور عام عدم اطاعت کی پیدا ہوئی ہے۔ اوسنے اس ملک مین ضرر پیدا کئے ہین۔ مثلاً جب پہلے خیال آزادی کا آتا ہے اولاد والدین کی اطاعت ترک کرتی ہے۔ یہ امر کہ والدین کا اونسے اطاعت چاہنا غلطی ہے سب حالتون مین غلطی نہین ہو سکتی اسلئے کہ تجربہ بغیر طول عمر کے نہین ہو سکتا۔ اکثر حالتون مین ماں باپ زیادہ تجربہ کار ہوتے ہین اور وہ چاہا کرتے ہین کہ اولاد غلطی نکرے۔ اولاد نہین سمجھتی غلطیان کرتی ہے بعض کو اوسوقت ہوش آتا ہے جب زمانہ سزا دیتا ہے۔ بعض کو اوسوقت بھی نہین آتا۔

چھٹی۔ قطع رحم پیدا ہونا۔

چھٹی یہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھے آزادی حاصل ہو اور

ایسا خواہشمند موانع اور مزاحمات کو کم کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے وہ صلہ رحم سے علیحدگی
کے بعد ماں باپ سے دست کش ہوتا ہے۔ چاہتا ہے کہ دنیا بھر سے بے تعلق ہو
کسی کی مدد نہ کرے۔

سا تو ین - قدرت حصول فوائد عامہ کا کم ہوجانا۔

ساتوین آزادی مصطلحہ اوسوقت پوری ہوسکتی ہے جب اطاعت
نہو یہ اُسوقت ہوسکتا ہے جب انسانو نمین ایک کو دوسرے
سے تعلق نہو۔ یہ حالت اسلئے بری ہے کہ حصول قواعد عامہ کے مانع ہے۔ اس عدم
تعلق سے لازم آئیگا کہ بادشاہ نون نہ قوتین دبائی جائین۔ اوسحالتین قوانین کوئی چیز
باقی نرہین گے اوسوقت انسان کو ایک دوسرے سے لڑنا چاہیے اور تمام ہوجانا۔
اسلئے کہ کوئی مانع نہوگا کہ اعلی درجہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ خواہش نہو کہ ہم ہی
ہم باقی رہین۔ یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اوسوقت آزادی پوری ہوگی اور اوسوقت اوسکا
کمال سمجھا جائیگا جب نوع انسانی کی ترقی وہان تک پہونچے کہ ضرورت سلطنت وگورنمنٹ
کی باقی نرہے۔ کیونکہ آزادی سے ہر شخص کو کمال عقل حاصل ہوتا ہے لہذا وہی کمال
عقل روک فساد کی ہوگی یہ خیال محض خیال اور غلط ہے۔ اسلئے کہ آزادی مصطلحہ باعث
کمال عقل نہین صرف مورث فسادات ہے۔ علاوہ بران عقل انسانی کا کمال ہر شخص کو ہونا
ممکن نہین کیونکہ قدرت نے انسان کو ایسا پیدا نہین کیا کہ ہر متنفس عاقل کہا جائے پس
آزادی کے خیال مین کمال عقل کلہ شمول ایک فرضی شے ہے۔ کمال ہمیشہ بالنسبت
ہوتا ہے۔ جب آزادی کی حالت سوچی جاے اسبات سے غفلت نہین ہونی چاہیے

کہ آزادی موجودہ نوع بشر کے متعلق ہم سوچ رہے ہین اور یہ حالت کہ ہر متنفس افلاطون روزگار ہو کر خم مین بیٹھ کر غائب ہو جائے فرض محض ہے۔ مگر جو خرابی انتہائے آزادی کی اس دلیل مین بیان کیجاتی ہے وہ فرضی نہین ہے اور اوسکی خواہش اپنا عمل کر رہی ہے۔

آٹھوین۔ عورتون مین مضر آزادی پیدا ہونا۔

آٹھوین یہ ہے کہ آزادی نے اسقدر زور کیا ہے کہ عورتین بھی آزادی پسند ہین۔ اب عورت سے اوسوقت تک نکاح نہین ہو سکتا جب تک مرد اپنی آزادی کہو کر عورت کی غلامی اختیار نہ کرے۔ اس خواہش آزادی نے مردون مین ایک نوع کی غلامی پیدا کی ہے۔ جو بہت سے وجوہ سے عقلاً بھی بری ہے اور بخیال آزادی مصطلحہ تو اجتماع نقیضین ہے۔

نوین۔ مقدمہ فنا عالم ہونا۔

نوین یہ ہے کہ آزادی مصطلحہ ایسی بری چیز ہے کہ اوس سے فنا عالم ہونا چاہیے اور نوع انسانی کا عدم ہو جانا لازم آتا ہے۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب مرد بھی آزادی پسند ہون اور عورتین بھی۔ آزادی کے لئے قوانین قدرت کے توڑنے کی بھی کوشش ہوگی اور قوانین گورنمنٹ کی بھی چنانچہ ہو رہی ہے مثال قانون قدرت کے توڑنے کی رضاعت ہے۔ بچہ کے لئے مان کا دودہ پینا فطرت ہے اور مان کے لئے دودہ پلانا فطرت ہے مگر رضاعت مان کے لئے باعث ضعف ہے مسلم ہے کہ ضعف آزادی جسمانی کے خلاف ہے۔ اسلئے کوشش کیجاتی ہے کہ مان دودہ نہ پلا سے دوسرون سے پلوائے یہ بہت زیادہ خلاف قانون قدرت یعنی فطرت کے نہ تھا۔ مگر

اب دودھ مین چونہ کا پانی ملا کر آلہ کے ذریعہ سے بچہ کو سیراب کر کے پرورش کیجاتی ہے اور
یہ بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ قوانین گورنمنٹ کے توڑنے کی مثال ہر ملک کے
امرا کی حالت ہے جسکے لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین "آخر کار لازم آتا ہے کہ
صحیح عمل کرنے والے آزادی مصطلحہ کے ازدواج سے پرہیز کرین۔ اور جیسے دودھ آلون
کے ذریعہ سے پلا کر بچون کی پرورش کر لیتے ہین اوسی طرح قدرت کی اور ضرورتون کو رفع
کر لین چنانچہ جو آزاد طبیعت ہین نکاح کو پسند نہین کرتے۔ یہ حالت مہذب ملکون کی
مسلم ہے کہ صدہا مرد عورت بغیر نکاح کے مر جاتے ہین۔ اس صورت مین تناسل
بند ہو جانا چاہیے اور جب آیندہ ولادت بند ہو جاے وہی فناے عالم ہوا۔ اگر یہ
صورت نہو اور مان لیا جاے کہ بعض کو بعض سے حالت عشق پیدا ہو اور تناسل بند نہو
تو ظاہر ہے کہ جب آزادی حد کو پہونچے جیسے قوانین قدرت توڑے جاتے ہین قانون
عشق بھی توڑا جایگا کیونکہ عشق سے زیادہ غلام بنانے والی کوئی دوسری چیز نہین
ہے۔ اور ایسی صورتین جنمین مرد عورت یکجا ہون اتنی کم ہو جاینگی جنکو قابل شمار و حساب
نہ سمجھین وہ بھی فنا کا سبب ہوگا۔ اگر یہ صورتین نہون اور مان لیا جاے کہ بلا عقد نکاح
مرد عورت ملینگے۔ عنفوان شباب مین جب جوانی دیوانی ہوتی ہے اور محبت پیدا ہوتی
ہے۔ ظاہر ہے کہ سبب بلا سبب کے باقی نہین رہتا۔ خواہش جب پوری ہو جاے
یا سیری حاصل ہو یہ تعلق دوامی نہوگا تو ایسی حالت ہوگی کہ مرد عورت ضرورت کے لئے
مل لئے۔ اوسوقت غور کرنا چاہیے کہ اولاد کہان جائیگی۔ مرد کیون پرورش کریگا اور

عورت کیون پرورش کریگی - اب بہی اولاد زنا کی پرورش جسطرح ہوتی ہے ظاہر ہے - اور اسلئے اکثر اولاد ضایع ہوگی - اور آخر کو مردم شماری گہٹتے گہٹتے فنا رعالم ہوگا - یہ امر کہ فنار عالم برا نہین ہم کب کہتے ہین کہ بعد نیکی محض کے فنا برا نہین - مگر یہ آزادی مصطلحہ جسطرح فنا کر سکتی ہے وہ برا ہے اور ہم حماقت کی وجہ سے فنا ہونے کے ذریعے اس آزادی کی بدولت پیدا کرتے ہین -

دسوین - تکلیف سے آزاد ہونیکی خواہش کا پیدا ہونا -

دسوین خواہش آزادی کا انجام یہ ہے کہ تمام تکالیف سے آزادی حاصل ہو بظاہر یہ آزادی صرف بعد موت حاصل ہوگی چنانچہ لوگ اسکے حصول کے لیئے خودکشی کر گذرتے ہین ممالک یورپ مین جسقدر خودکشی ہوتی ہے اور کہین نہین ہوتی - پس غور کیجئے کہ آزادی مصطلحہ کتنی بری چیز ہے جو ذریعہ امراض کا - جان جانیکا - امن و آسایش کے جانے کا ہے مذہب کی بموجب موت تکالیف کا انجام نہین ہے - شعر

قبر مین ہوگا حساب زندگی	بعد مرنیکے بہی جہگڑا رہگیا

گیارہوین - سامان جیلخانہ جانیکا پیدا ہونا -

گیارہوین ہندوستانیونکو چونکہ پولٹیکل آزادی حاصل نہین ہے اگر خیالات آزادی کو ترقی ہوگی پولٹیکل آزادی کے لئے بہی ہوگی - وہ کوشش شروع کی اور جیلخانہ مین پہونچ گئے -

آزادی کی خوبیون کی شرح

اب مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آزادی مصطلحہ کی اون خوبیون کا جو آزاد دلوگ نہین ہے ذکر کیا جاے - سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل

کہنا مانتے ہین کہ ہم آپ نہین مانتے ۔

حاکم کو ایسا مانتے ہین کہ ہم نہین مانتے ۔

عدالت کا اگرچہ ہندوستانی حاکم ہو ایسا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے ۔ قانون کی اتنی پابندی کرتے ہین جتنی ہم نہین کرتے ۔

مان باپ کا وہ اتنا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے ۔ پس یہ پابندی اونکی ترقی کا سبب ہے آزادی ترقی کا سبب نہین ہے ۔ تاہم جہانتک نامقیدی ہے وہ مضرتین پیدا کر رہی ہے اصل امر یہ ہے کہ ہر حالتمین غلطیان کرنا انسان کا کام ہے ۔ اوس حالت اطاعت مین جب خیال آزادی نہ تہا غلطیان ایک طرح کی بری طرف لے گئین ۔ اب خیال آزادی کی غلطیان بہی دوسری طرح کی بری طرف لیجا رہی ہین ۔ حقیقت مین آزادی یا قوت صدور افعال اور اوسکا مزاحمات و موانع سے پاک ہونا ایک امر بزرگ ہے جہانتک وہ خلو عن المضرات ہے ۔ آزادی مصطلحہ کا پہلے تو وجود ہی نہ تہا ۔ اور اب بہی جو وسعت نامناسب ہے قابل ترک ہے ۔ اس بیان مین ذکر اسبات کا آیا ہے کہ غفلت مذہب کو ترقی دینا مین بڑا دخل ہے لیکن مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ مانع ترقی کا نہین ۔ اوسکے فرایض پورے کرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہتا ہے کہ آدمی ترقی کر سکتا ہے ۔ باقی رہا یہ امر کہ کرتا بہی ہے یا نہین اوسکے وجوہ اور ہین ۔

ایک یہ ہے کہ ضرور جب انسان خدا پرست ہوتا ہے اوسے کسی چیز مین سوا خدا پرستی کے مزا نہین آتا ۔

دوسرے یہہ کہ تاریخ اسلام پڑہیئے اور دیکہیئے کہ مسلمانون سے وہ کون بات تہی جسمین ترقی نہ کی تہی جب مسلمانون نے اپنی بدنصیبی سے پابندی قواعد کی اور محنت چہوڑدی تنزل ہوگیا۔

اسبات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ لوگون کے دلونمین ایک طرف خیالات آزادی سمائے ہوئے ہین۔ ایک طرف خیالات نوکری۔ دونون مین کس قدر نقیض ہے۔ نوکری دوسری غلامی ہے۔ باوجود اسکے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی ہون یا انگریز۔ نوکری کو بڑا عزیز جانتے ہین چنانچہ جب Exchange compensation یعنی معاوضہ ارسال زر تجویز ہوا اور بحث ہوی بڑی دلیل اس معاوضہ کے استحقاق کی یہ ہی بیان کیگی تہی کہ Bestchildren of the soil بسٹ چلدرین آف دی سائل (یعنی جو وقت موجودہ مین سب سے بہتر اولاد پیدا ہوتی ہے۔) جب ایسا نقصان ہوگا ہندمین آنا قبول نکریگی اور جو نظم کی عمدگی ہے باقی نرہیگی۔ معنی یہ ہوے کہ جو بہتر بچے ہوتے ہین وہ ہندوستان مین نوکر ہوکر آتے ہین۔ اسیطرح جو ہندوستان کے بہتر بچے پیدا ہوتے ہین وہی تعلیم مین مدارج بی اے اور ایم اے کے حاصل کرتے ہین۔ پس بہترین مخلوق اس زمانہ کی آزادی پسند ہوکر طالب غلامی ہوتی ہے صاف معنی اسکے یہ ہین کہ لوگ خواہشہاے نفسانی کے برلانے کے ذرایع کی تلاش مین ہین اور کچہہ نہین۔ کیسی آزادی۔ کہان کی آزادی۔

سبب چہارم یعنی تاویل مین غلطیون کی تفصیل	سبب چہارم پہلے (۱) معنی تاویل (۲) حد وسعت دائرہ

تاویل (۳) ضرورتِ تاویل (۴) قابلیت تاویل کی شرح کیجاتی ہے اوسکے بعد مقصود بیان کیا جائیگا۔

تعریف تاویل

۱۔ تاویل بیان کردن ''آنچہ سخن بوے باز گردد'' کو کہتے ہین۔ یعنی بیان کرنا اوس چیز کا جس سے سخن اوس طرف پہر جائے جو اب بیان کیا ہے۔ غرض یہ ہوئی کہ سخن کے وہ معنی ہو جائین جو اسوقت بیان کئے ہین وہ نہین جو ظاہر ہونے کی وجہ سے پہلے سمجہ مین آئے تہے۔ اسکے دوسرے الفاظ۔ صرف عن الظاہر ہین۔ مگر اسمین اغلاق کی تفصیل یا ذو معنی الفاظ مین سے کسی ایک معنی کا تعیین جب تعیین صرف عن الظاہر ہو یا اجمال کی شرح ہو داخل نہین البتہ اونمین تاویل کا موقع زیادہ ہوتا ہے۔

وسعت دائرۂ تاویل

۲۔ وسعت دائرۂ تاویل کی حد یہ ہے کہ سخن وہان تک پہیر اجاے جہانتک (۱) باعتبار خود معنی سخن کے (۲) بپابندی اصول مسلمۂ فن کے (۳) باعتبار مواقع اظہار مقصود کے پہر سکتا ہو۔ اگر وسعت تاویل کی کوئی حد نہو یا حد تاویل حصول مقصود ہو یعنی وہانتک سخن پہر سکتا ہو جہانتک اپنا مقصود حاصل ہو جائے کوئی کلام صریح مفید مقصود باقی نرہیگا یعنی مطلب ایک دوسرے کا سمجہ مین آنا بند ہو جائیگا نطق جو ذریعہ اظہار ما فی الضمیر کا ہے باطل ہو جائیگا۔ ہم کہینگے کہ نیچے بیٹہو آپ اوپر بیٹہینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجہا تہا۔ ہم کہین گے کہ کرو آپ نکرینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجہا تہا۔

ضرورت تاویل

(۳) **ضرورت تاویل** - ایک یہ ہے کہ (قطع نظر اون کلاموں کے جو نا قابلیت قائل کی وجہ سے بطریق ایصال الی المقصود ادا نہوئے ہوں جس ادا کو انگریزی مین Exactness کہتے ہین) تاویل کرنے والا پہلے سے جانتا ہو کہ مقصود اصلی یعنی امر حق یہ ہے - صرف مواقع استعمال کے ضرورت کی وجہ سے ادا رمافی الضمیر کا وہ طریقہ قائل نے اختیار کیا ہو جسمین سخن ادا کیا - مگر اور لوگ ان دونون امور کا علم نہونے کے سبب سے مافی الضمیر کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہون اوسوقت اظہار معنی صحیح کا لازم یا مستحسن ہو -

دوسرے یہ ہے کہ ایسے چند کلام مین سے جنمین ضرورت تاویل کی پہلی وجہ سے واقع ہوئی - یعنی ضرورت اختیار طرز ادا - صحیح معنی نکالنے کا قصد اسلئے کیا جائے کہ امر حق معلوم ہو جائے -

تیسرے - یہ ہے کہ اعلام یا استعلام امر حق کی ضرورت ہو صرف اوسوقت کا اعتراض اوٹھانا مقصود ہو جیسے الزام یا سزائے دروغ گوئی سے بچنے یا بچانے مین ہوتا ہے -

قابلیت تاویل

(۴) **قابلیت تاویل** کی نسبت بیان بالا سے ظاہر ہے کہ صحیح قابلیت صحیح تاویل کرنے کی اوس شخص مین ہوگی جسے صحیح معنی اور مواقع استعمال سخن قابل تاویل کے معلوم ہون - جبکہ یہ دونون معلوم ہوں اور چاہے کہ مجرد کلام سے صحیح معنی اور امر حق نکالے اوسکے لیے بہت سی دقتین پیش آئین گی اور وہ دقتین

الغ صحیح معنی تک پہونچنے کی ہونگی۔ بعض وقتین یہ ہین۔(۱) وہ سب جو وسعت دائرہ تاویل
وضرورت تاویل مین بیان کی گئین۔(۲) ہر زبان کے الفاظ مین بیشتر الفاظ کے اندر معانی
کا التعدد۔(۳) ضرورت تاویل کا بدل جانا جو اکثر اوقات مین پیش آئیگا۔ کیونکہ بیشتر تاویل کے
ذریعہ سے اپنا جانا ہوا مقصود ثابت کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیشتر اوس حالت مین ہوتا ہے
جب اسباب خارجی موجودہ وقت ذہن کو گھیرے ہوئے ہوتے ہین۔(۴) اکثر اوقات
مین فہم معنی صحیح کی عدم قدرت شرح اس بیان کی یہ ہے کہ اوسوقت صرف الفاظ باقی رہ جاینگے
جو ذریعہ صحیح معنی تک پہونچنے کا ہون۔ اول تو ایک بڑا ذریعہ جاتا رہیگا یعنی موقع استعمال
الفاظ تاویل طلب کا علم۔ دوسرے ہر زبان کے الفاظ مین متعدد معنی کے الفاظ
شامل ہوتے ہین صرف سیاق وسباق کے ذریعہ سے ایک معنی متعین ہوا کرتے
ہین جسکو سب معنی معلوم نہون یا اوسوقت ذہن مین نہون وہ کیسے صحیح معنی متعین کریگا۔
اگر معلوم ہون مگر سیاق وسباق معلوم نہو وہ کیسے ایک معنی متعین کریگا۔ اوسمین اگر نا قابلیت
یعنی ناواقفیت زبان کے شامل ہو جائے تو وہ کیا ظلم کریگا۔ اسپر بھی اطمینان
کیسے ہوگا کہ صحیح معنی ہی ہین کیونکہ خود مادل کے علم مین جب زیادتی ہوگی اوسے
اپنے معنی بدلنے پڑینگے اسپر ہی دوسرون کو اطمینان کیون ہوگا۔ ان سب
صورتون مین ایسے دلائل سقیم موجود ہونگے جو بیشتر غلط معنی کی طرف لیجائین۔ پس صاف
ظاہر ہے کہ قابلیت تاویل کی اونہین لوگون مین ہوسکتی ہے جنکو صحیح معنی پہلے سے معلوم ہون
یا وہ خود وہی ہون جنہون نے سخن کو ادا کیا۔ یا وہ ہون جنکو ادا کرنے والے نے بتلایا۔

اب بہی جو لوگ تاویل کا قصد کرتے ہین ہمیشہ سخن کو اپنے مسلمہ معنی مین پہیرا کرتے ہین
اور ہر صورت مین پہلے سے تسلیم معنی کی موجود ہوتی ہے خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ بعض
کلام کو صریح مان کر متعین کر لیا ہے۔ خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ اپنے مسلمہ مقصود کو دوسرے
ذریعہ سے تسلیم کیا ہے۔ جو لوگ محض رفع الزام کے لیئے تاویل کرتے ہین اوسی صورت
مین بچ سکتے ہین کہ ایسی تاویل کر دین جو صورت ہاے بالا مین داخل ہو۔ یعنی اپنے یا دوسرے
کے سخن کو مطابق مسلمات مخاطب کے کر دین۔ یا تسلیم اوسکی بدل دین۔

ضرورت تاویل کا کلام مجید مین بسبب سقیم کلام کے ہونا۔

اب مقصود شروع کیا جاتا ہے۔ نسبت کلام مجید
اول یہ تصفیہ کرنا چاہیے کہ اوسمین ضرورت تاویل کی اسوجہ
سے ہے کہ قائل جلشانہ مین قابلیت اداے مقصود کی صحت کے ساتھہ نہ تہی جسکے
سبب سے صراحت کرنیکا سلیقہ نہ تہا۔ اور سچائی نہ تہی جسکے سبب سے کلام متناقض ہوتا تہا
یا کسی اور وجہ سے یہ ضرورت ہے۔ عدم قابلیت کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے
اسلیئے کہ دو حال سے خالی نہین یا وہ کلام جناب رسول خدا مانا جاے یا کلام جناب
ایزدی۔ اگر کلام جناب رسول مقبول مانا جاے تو اونکی قابلیت ایسی تہی کہ دوست ہو یا
دشمن دونون کو قابلیت کا اعتراف ہے اگر کلام جناب ایزد متعال مانا جاے تو صرف
یہی مان لینا قائل کی اوس قابلیت کا مان لینا ہے کہ ما فوق اوسکے کوئی قابلیت نہین ہو سکتی
باقی رہی سچائی۔ دونون صورتون مین کہ کلام مجید کلام خدا ہو یا کلام رسولخدا ہی مان لینا اسبات کا
مان لینا ہے کہ اوسمین دروغ شامل نہ تہا اسلیئے کہ جناب رسولخدا کا صادق القول ہونا

ایسا امر ہے کہ موافق و مخالف اوسکا انکار نہین کرسکتے کیونکہ جن لوگون مین جناب رسولخدا
تہے وہ بہی باوجود مخالفت اونکو امین کہتے تہے۔ بعد کے لوگ اگر اونپر اس قسم کا کوئی الزام
لگائین خود سمجہ لینا چاہیے کہ ایسا غلط ہے جسکے لئے احتیاج دلیل نہین۔ جناب رسولخدا
اون لوگون مین برسون رہے تہے یعنی مدۃ العمر۔ یہ نہین تہا کہ ایک بازیگر آیا اور تماشہ دکہلا کر
حیران کرکے چلا گیا۔ اون لوگون نے جناب رسول کو ساری عمر دیکہا ان لوگون نے ایک
دن بہی نہین۔ علاوہ برآن آنحضرت پر ایسا الزام لگانا بالکل خلاف عقل ہے۔ جو شخص خدا
پرستی سکہلاتا ہو۔ تمام اخلاقی برائیون سے منع کرتا ہو اعلی درجہ کا Reformer
ریفارمر ہو۔ خود کیسے جہوٹا ہوسکتا ہے۔ اور یہ سب فریب کے لئے کیسے ہوسکتا ہے۔
کیا اس خیال کا بعد جملہ حالات پر غور کرنے کے امکان ہے۔ اگرچہ ہر ریفارمر کی نسبت یہ

کلام مجید کا وحی ہونا

واضح ہو کہ دونون شقون کی نظر سے ابطال عدم قابلیت مینے اسلئے
اختیار کیا ہے کہ آجکل کی آسانی پسند طبعتین نزول قرآن مجید کو الہام کہتی ہین اسکے قایل
نہین ہین کہ خداوند عالم نے بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام الفاظ قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً
بہیجا تہا۔ اور یہ کہنا اسلئے ہے کہ جب وہ وجود شیطان کے قائل نہین فرشتون
کے وجود کے بہی قائل نہین۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ قرآن مجید و فرقان
حمید الہام نہین وحی منزل من اللہ ہے۔ یعنی اوسکے الفاظ کلام الہی ہین کلام
جناب رسولخدا نہین ہین اور قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ بحیثیت الفاظ بہی معجزہ ہے اور بحیثیت معانی
بہی۔ اس ایمان کی ایسی حالت نہین ہے کہ ہمارا یقین ہے بلکہ ہمنے جن وجوہ پر یہ اوعان

وایقان حاصل کیا ہے ہم اونکو بتلاتے ہین - اور دعوی کرتے ہین کہ جو انصاف کریگا ممکن نہین کہ دل اوسکا مان نجائے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہین گو وہ بشر ذات اقدس جناب رسول مقبول ہی کیون نہو -

دلائل کا حصر کرنا بندہ کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کہ جملہ افعال الٰہی ایسے صفات سے متصف ہین کہ اون صفات کو وہ درجہ بلندی کا حاصل ہے کہ بسبب کثرت اور بیمثل ہونے کے حیرانی ہوتی ہے اور عقل انتہا تک پہونچنے سے درماندہ ہوجاتی ہے - اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات بر سبیل اجمال بیان کئے جائین اور اون اعتراضونکی حالت دکھلائی جائے - اوسکے ذیل مین یہ سب باتین ثابت ہوجائینگی کہ (۱) کلام مجید کلام الٰہی ہے کلام جناب رسولخدا نہین (۲) بحیثیت کلام باعتبار فصاحت بہی معجزہ ہے (۳) بحیثیت معانی اور بلاغت بہی معجزہ ہے (۴) بحیثیت اثر بہی معجزہ ہے (۵) اوسکی کسی خوبی پر اعتراض نہین ہوسکتا اور اون سب وجوہ سے اوسکے الفاظ سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کے الفاظ نہین ہوسکتے اور معانی و مضمون بہی -

اجمال کی ایک وجہ یہ بہی ہے کہ تفصیلی اعتراضات اور جوابات جداگانہ کتابون مین مندرج ہین - جسکو تفصیل سے اس بحث کا طے کرنا مقصود ہوا سے اون سب کتابون کا ملاحظہ کرنا چاہئیے - خصوصاً کتاب تنزیہ الفرقان اور اعجاز التنزیل کو کہ یہ دونون کتابین آجکل کی ضرورت کی نظر سے بے مثل و بنظیر - حق تعالیٰ اونکے مصنفون کو اجر جزیل عنایت فرمائے حقیقت مین اونکی سعی مشکور ہے اور کمال اونکا غیر مستور -

انکار فصاحت کی وجہ اور اوسکی تردید

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انکار اعجاز کلام مجید بربنار فصاحت آجکل خاص اسلیئے اختیار کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام نے اس خاص امر مین بڑی کوشش کی ہے اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ فصاحت نہین ہے۔ زمانہ حال کی حامیان اسلام نے اسکو آسان سمجہا ہے کہ باعتبار فصاحت انکار اعجاز کلام مجید کردین۔ اور کافی سمجہا ہے کہ دوسری خوبیون کی نظر سے دعوای اعجاز کرین۔ اتنا انکار بہی غلط ہے۔ اسلیئے کہ جب ہم ثابت کرینگے کہ اوس نظر سے بہی اعجاز ثابت ہے تو واضح ہوگا کہ بناء انکار عدم قابلیت تہی۔ ورنہ وہ انکار پر قادر نہوتے چنانچہ عرب قادر نہوئے یہی نہین ہے کہ قادر نہوئے اقرار کرتے تہے کہ یہ کلام بشر نہین۔ یہی نہین ہے کہ اقرار زبانی کرتے تہے۔ جو اثر ہوتا تہا وہ خود ظاہر کرتا تہا کہ حقیقت مین وہ اثر پیدا ہوا جسنے تبلا دیا کہ اقرار زبانی نہین ہے جنانی ہے چنانچہ ثابت ہے کہ جب وہ سادے الفاظ کی آیت نازل ہوئی یَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي الخ تو بعض اوسکو پڑہتے پڑہتے بسبب کمال ذوق کے مر گئے۔ جو لوگ عربی پڑہتے ہین گو کمال حاصل کرین اونمین سے کسی کی ایسی حالت نہین ہوتی یا کچہہ بہی نہین ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ اہل زبان اپنی زبان سے وہ لطف اوٹہاتے ہین جو غیر اوٹہا نہین سکتے زبان غیر مین وہ کمال جو اہل زبان کو ہوتا ہے غیر کے لئے شاذ ہے۔ اور جب ہوا اوسکا بہی وہی حال ہوگا جو اہل زبان کا ہوتا ہے۔ سو عربی کا یہ کمال عجم مین کسی معترض کو نہین۔ اور یہ انکار سخت ناقابلیت کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ بعض علمار متقدمین نے انکار اعجاز فصاحت کیا تہا۔ مگر وہ انکار فصاحت نہ تہا۔ انکار اعجاز فصاحت تہا۔ یہ اونکی سمجہہ تہی۔

لیکن وہ علماء بھی ایسے تھے کہ جنہوں نے عراق وحجاز مین پرورش نہ پائی تھی - اپنی
فصاحت کی نسبت اونکو خیال ہوگیا ہوگا کہ ہم بھی اعلیٰ درجہ کے فصیح ہین اسلئے فصاحت
اعجاز نہین ہوسکتی - اگر وہ اس حالت پر نظر کرتے کہ وہ فصیحان عرب جنکی فصاحت
یقیناً اونسے اعلیٰ درجہ کی تھی فصاحت کلام مجید سے کس حالت مین ہوگئے تھے یہ انکار
نہ کرتے - پس یہ ایک دہوکا ہے جو اونکو ہوا جمہور کے مقابلہ مین ایک آدہ آدمی کا قول
قابل استدلال نہین ہوسکتا اسلئے کہ شاذ ہے - تاہم اعتراضات وجوہ مطلق فصاحت کے
مقابلہ مین گرہنے کے یہ معنی ہین کہ مطلق فصاحت کے وجوہ سے ہم انکار کرتے ہین اور
یہ ایسا امر ہے کہ کسی مسلمان عالم یا جاہل نے نہین کیا حقیقت مین وہ محض عجز اور
غلط ہے -

تفصیل ضروری اعتراضات کی - معترضین کے معظم اعتراضات کا خلاصہ یہ بیان ہوسکتا
ہے کہ اولاً فصاحت درکنار کلام الٰہی مین اغلاط موجود ہین - ثانیاً آدمیون کے
کلام بھی ایسے ہین کہ باعتبار فصاحت لاجواب ہین - پس اعلیٰ درجہ کی فصاحت فی نفسہ
دلیل اعجاز نہین - تیسرے علماء نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ انسان ایک حالت پر
نہین رہ سکتا کبھی وہ مبتلاء آلام ہوتا ہے - کبھی خوش کیسی ہی طبیعت قوی ہو اس اثر
سے پاک نہین ہوسکتی - کلام الٰہی مین یہ خوبی ہے کہ اثر طبیعت بشری سے پاک ہے
اسلئے کلام بشر نہین - اوسکا یہ جواب دیا ہے کہ کلام مجید کو باعتبار نزول جمع کیا ہو اور اس سے یہ ثابت کیا ہے
کہ اول زمانہ نبوت مین جو آیات نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین - اونمین زور زیادہ ہے

جو زمانہ مابعد مین نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین اُنمین زور کم ہے - یہ وہی تغیر ہے
جو بشر کے لئے لازم ہے - چنانچہ پہلے زمانہ کی آیات مقفی اور مسجع ہین بعد کی ایسی
نہین ہین - اسلئے کلام مجید کلام بشر ہے - کلام الہی اور معجزہ نہین -

جواب اجمالی اعتراض اول کا - بذریعہ اثبات عدم قابلیت معترضین کے

امر اول حد درجہ مین غلط ہے اسلئے کہ حضرات معترضین کی
قابلیت معلوم ہے کوئی معترض ایسا نہین ہے کہ ایک
جملہ عربی کا صحیح لکھہ سکے - اور کوی معترض وہ مذاق عربیات کا جسکا بیان ابھی کیا گیا -
(یعنی اہل زبان کا) نہین رکھتا - ہر ایک کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بوڑھیا نے
باز پر اعتراض کیا تھا کہ اسکی چونچ اور ناخن ٹیڑہے ہین دانہ کیسے اوٹھا سکیگا - اسلئے
چونچ اور ناخن کاٹ کے باز کو مار ڈالا تھا — وہ لوگ جنکے سامنے کلام مجید نازل ہوتا تھا
ظاہر ہے کہ اس فن مین کامل تھے اونسے بار بار کہا جاتا تھا کہ ایک آیہ کی مثل بنا لاؤ -
اور قادر ہنوتے تھے کہ ایک آیہ کی مثل بنا لائین یہان تک مبالغہ سے کہا جاتا تھا کہ ایک
دوسری کی مدد کرو اور جواب دو - تب بھی نہ دیسکتے تھے - ظاہر ہے کہ جب تک ذرا سی
بھی ہٹ دھرمی کرنے کی گنجایش ہوا کرتی ہے مخالف اوسے اختیار کر لیتا ہے مگر کسی
نے اسباب مین ہٹ دھرمی اختیار نہ کی - یہ دلیل روشن اسبات کی ہے کہ یہ دعوی
اسقدر مضبوط اور صحیح تھا کہ کسی ہٹ دھرمی کی مجال اور گنجایش نہ تھی - اگر احتمال ضعیف
بھی ہوتا کہ ایک جملہ بھی مثل ایک آیہ کے بنا لاسکین گے خود جناب رسول مقبول کہ ضرور
اعقل الناس تھے ایسا دعوی نکرتے - بلکہ ایسے عاقل آدمی کا ایسا دعوی کرنا خود دلیل اسبات

کی ہے کہ اونکو بالیقین معلوم تہا کہ کسی حالت مین جواب ایک آیہ کا بہی نہین ہو سکتا۔
یہ یقین اوسیوقت ہو سکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ کلام بشر نہین۔ ورنہ بشر کے کلام کا ضرور
امکان ہے کہ جواب ہو جاے۔ یہ امر یاد رہے کہ جو زور فصاحت کا اور مشق سخن
اوسوقت تہی پہر عرب مین بہی نہین ہوئی اور اسلئے کسی بعد کے زمانہ سے بہی استدلال
نہین ہو سکتا۔ یہ بہی یاد رہے کہ قصد جواب اوسوقت بہی اون لوگون نے کیا تہا جو خود
فصیح نہ تہے۔ فصحاء نے نہین کیا۔

اور اسی لئے اوس زمانہ مین اتفاق ہوگیا کہ مثل کلام مجید ایک آیہ کا لکہنا
بہی ممکن نہین۔ یہ بہی یاد رہے کہ کسی مضمون کی قید نہین لگائی جاتی تہی جسپر یہ امر صادق
آئے کہ ایک ہی مضمون کی نسبت جواب کلام بشر ہی دشوار ہوتا ہے۔ یہ ثبوت اسکا
ہے کہ کلام مجید کلام بشر نہین۔ اور یہی ثبوت اسکا ہے کہ معجزہ ہے۔

جواب تفصیلی اعتراض اول کا بذریعہ فرق کلام کلام۔

ایک دلیل۔ وجدانی اعجاز کی یہ ہے کہ بعض لوگ
ایسا شعر کہتے ہین (جو کلام کی شکل قسم ہے) کہ اوسکا جواب
نہین ہوتا یعنی ویسا شعر اوسی معنی مین یا قریب معنی مین کہ وہی لطف دے دوسرونسے
نہین بن پڑتا۔ مثال اوسکی یہ ہے۔

غالب

سب کہان کچہہ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین		خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

معنی اس شعر کے یہ ہین کہ تعریف حسن کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مٹی مین ملکر صورت

بگڑ جاتی ہے اور حسن جاتا رہتا ہے ۔ اب غور کرنا چاہیے کہ وہ کیسی حسین صورتین ہونگی جو مٹی مین ملکر خراب ہونے کے بعد سب ظاہر نہو سکین کچھ بصورت لالہ و گل ظاہر ہوتین یہ کس بلا کی تعریفِ حسن ہے ۔ ایسی تعریف کسی دوسرے کلام غالب مین نہین ہے نہ دوسرے شاعرون مین ۔

آتش

نہ پوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہون	لگا کے آگ مجھے کاروان روانہ ہوا

برادر مرحوم سید احمد حسن فرقانی

مارا جمون نے مجھکو شروعِ شباب مین	جل جل کے جو بجھا سر شب وہ چراغ ہون

عزیزی سید محمد مرتضیٰ بیان سلمہ

لب نہ گویا ہوئے جراحت کے	کچھ مزے پوچھتے شہادت کے

ناسخ

بیعت خدا سے ہے مجھے بواسطہ نصیب	دستِ خدا ہے نام میرے دستگیر کا

دبیر

زیر خنجر بھی نہ تڑپا پسر شیر خدا	یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر مین ہے



انیس

بلوی یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی | افسوس کہ تمنے مری تنہائی نہ دیکھی

یہ شعر اوس مقام کا ہے جہان شاعر بیان کرتا ہے کہ جناب سید الشہدا جب تنہا مصروف جنگ ہوئے اور شہداء کی نعشون سے گذرے تو اونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان اشعار مین جو فصاحت و بلاغت ہے وہ دوسرے اشعار ہم معنی مین نظر سے نہین گذری - اور جن کملا نے قصد کیا وہانتک نہ پہونچے - مثال کوشش ناکامیاب کی یہ ہے -

انیس

عصر کے وقت کے مشتاق تو ایسے شبیر | صبح سے تھی یہ دعا رن کہین ڈہلجا ابہی

یہ جواب میان دلگیر کے شعر کا ہے جسمین میر انیس صاحب سا شخص کامیاب نہین ہوا دلگیر شوق شہادت کو یون بیان فرماتے ہین -

شعر

سلامی کہتے تھے عابد جو وقت عصر ڈہلجاتا | تو دم بابا کا خود ذوق شہادت مین نکلجاتا

پس اللہ تعالی کے سارے کلام ایسے ہین کہ جنکا جواب نہ بنکا ہوسکتا ہے نہ کسی ایک کا لہذا (۱) ہر کلام کا ایسا ہونا جو فرق کلام بشر و کلام الٰہی کا ہے معجزہ ہے (۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ شعر مین یہ خوبی وقت کی وجہ سے یعنی شعر کہنا آسان نہین - پیدا ہوتی ہو نثر کم تر ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا جواب نہ ہوسکے - کلام مجید نثر ہے اور غالب ہے -

جواب اجمالی مقابلہ کلام فصحاء انگریزی کا۔

دوسرے امر کے متعلق انگریزی وان شیکسپیر صاحب کی تصانیف پر استدلال کرتے ہین طریق استدلال یہ ہے کہ کلام شیکسپیر مجموعًا ایسا ہے کہ کوئی اوسکا مثل نہین لیکن اوسکو اسلیئے کلام الٰہی نہین کہہ سکتے اس طریق استدلال مین انواع اور اقسام کی غلطیان ہین۔

اول یہ ہے کہ مجموع کلام لاجواب مانا جاتا ہے منفردًا لاجواب نہین مانا جاتا۔ نسبت کلام مجید کے یہ دعوی ہے کہ منفردًا و مجموعًا لاجواب ہے۔

دوسرے۔ آجتک شیکسپیر کے کلام کی نسبت یہ دعوی نہین کیا گیا کہ اوسکے کسی فقرہ کا بھی جواب نہین ہو سکتا۔ نہ کبھی اسبات کی کوشش کیگئی کہ جواب دینے کے لیئے تمام فصحاء وقت جمع ہون اور ایک فقرہ کا جواب دین۔ مجموعًا لاجواب ماننے کے صاف معنی یہ ہین کہ فقرونکا جواب ہو سکتا ہے۔

تیسرے فصاحت کا مفہوم مشہور یہ ہے کہ معنی ایسے الفاظ مین ادا کئے جائین کہ اوس سے بہتر کوئی لفظ اون معانی کے لیئے نہو۔ یہ صفت کلام شیکسپیر پر موقوف نہین ہے بلکہ بہت سے مصنف ایسے ہین جنکے الفاظ نہین بدلے جا سکتے۔ (جیسے گولڈاسمتہ وغیرہ) اور یہ امر مسلم ہے۔ کلام مجید مین باعتبار فصاحت ہی خوبی نہین ہے بلکہ اور بھی خوبیان ہین جنکا بیان یہ ہے کہ مسلمانون نے علم معانی و بیان کی بڑی کوشش سے اور بہت بسط کے ساتھ تدوین کی ہے اور وہ قواعد صرف کلام مجید ہی سے نہین نکالے کیونکہ مثالونمین آیات ہی پیش نہین کی گئین۔ اون قواعد

کے مطابق شمار کرکے بتلایا جاتا ہے کہ آیات کلام مجید مین صدہا خوبیان باعتبار صنائع معانی وبیان کی موجود ہین - یعنی کلام الٰہی مین صرف یہی خوبی نہین ہے کہ اون معانی کے لئے اوس سے بہتر الفاظ استعمال نہین ہوسکتے تھے - بلکہ یہ خوبی بھی ہے کہ باعتبار اون قواعد کے بلحاظ معانی وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین کہ اونمین اوس سے زیادہ صنائع وبدائع علم معانی وبیان کے سمانے کی گنجایش نہین - چنانچہ آخر آیہ کرسی مین ایک سوبیس نکات ہونا اسکے مثال ہے شیکسپیر کلام کے ساتھہ استدلال اوسوقت صحیح ہوتا جب پہلے ایسے قواعد زبان انگریزی مین جمع کرلئے ہوتے اور اونکو شمار کرکے بتلایا ہوتا کہ اتنی خوبیان دوسرے کلام انگریزی مین نہین ہین - بغیر اسکے کسی دوسرے اہل زبان کو میسر نہین ہوسکتا کہ اپنے زبان کے کلام کو عربی کے کلام کے مقابلہ مین پیش کرے -

چوتھے اعجاز کا دعوی دونون فصاحت وبلاغت کی نظر سے ہے - شیکسپیر قصہ گو ہے قصہ گوئی مین زیادہ تر بلاغت کو دخل نہین - اوسکے کلام کو جو زیادہ پسند کیا جاتا ہی اوسمین بڑا دخل اسبات کو ہے کہ وہ پلاٹ Plot (ڈھانچہ) ایسا بناتا ہے اور اوسکے ساتھہ ایسے الفاظ شیرین استعمال کرتا ہے کہ دونون چیزین ملکر لاجواب معلوم ہوتی ہین - شاعری اور قصہ گوئی مین آزادی ہوتی ہے کہ جیسا بہتر سے بہتر مضمون خیالی خواہ خوش کن ہو خواہ دلشکن پیدا کرنا ممکن ہے پیدا کرلیا جاوے - یہان آزادی نہین ہے - اور مضمون ایسا خشک ہے کہ جسکے اندر وہ صفتین نہین ہین - پس کلام شیکسپیر کو

پر بمقابلہ کلام مجید کے استدلال کرنا جان انصاف پر ستم کرنا ہے۔

پانچوین کلام مجید کی یہ خوبی مسلم ہے (اور یہ تسلیم اونہین لوگون کی نہین ہے جو عرب مین یا دوسرے ملکون کے مسلمان ہین اور عربی مین بسبب ضرورت دینی کے کچھہ مہارت یا مذاق رکھتے ہین بلکہ اون انگریزون مین جنہین صرف ترجمہ کرنیکی قابلیت ہے یہی تسلیم ہوگیا ہے) کہ کلام الٰہی مین یہ خاصہ ہے کہ پڑہتے پڑہتے اوس سے ایسی دلچسپی ہوتی ہے کہ آدمی اوسکے پڑہنے کو ترک نہین کرتا۔ چنانچہ نسیل صاحب نے اسکا اعتراف کیا ہے۔ شیکسپیر کے کلام یا کسی اور کلام پر فریفتگی نہین ہوتی۔

چھٹے یہ خوبی ہے کہ کلام مجید مین جب تلاش کیجیے اوس سے سب اعتراضات کا جواب ملجائیگا خواہ وہ کسی وقت پیدا ہوئے ہون۔ یہ خوبی (ہم دعوی کرتے ہین) کسی اور کلام مین نہین ہے جسکی مثال یہ ساری کتاب ہے۔ ایک حکایت لطیف زبان زد ہے کہ ایک معترض نے کسی مسلمان سے سوال کیا کہ تم مدعی ہو کہ ہر چیز کلام مجید مین ہے تبلاؤ کہ ریل کا ذکر کہان ہے۔ یہ ایسا مشکل سوال تہا کہ دفعتاً جواب دینا اسکا محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر اوسوقت معجزہ ہوا اور مخاطب کے ذہن مین گذرا کہ وہ یہ آیت ہے کہ بعد ذکر خلق سواریون کے فرمایا ہے۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی اور بہت سواریان پیدا کریگے جنکو تم نہین جانتے۔ معترض کو حیرت ہوگئی۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین آپ تبلا سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ اول نظر مین کلام مجید مین کوئی ربط معلوم نہین ہوتا مگر جب غور فرمائیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت معلومات کا ایک دریاے عمیق

ہے جسکی کوئی تھہ نہین پا سکتا۔ اور ایسی خوبیان ظاہر ہوتی ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اقرار اعجاز کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ جو محض اعتراض کے لئے کلام الٰہی کو دیکھتے ہین اس حکم سے مستثنیٰ ہین۔ اور اوسکو بھی خداوند عالم نے تبلایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ دیکھو کیا فرمایا ہے یعنی اول شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب لائے۔ تب قرآن ہدایت کریگا پس جن لوگون مین وہ نہین ہے کلام مجید اونکا ہادی بھی نہین ہے۔ جسکی مثال یہ ہے کہ پہلے زمین درست کرلینی چاہیے تب تخم ریزی —

ساتوین یہ خوبی ہے کہ قاعدہ زبر و بینات کے مطابق ہر آیت سے کلام مجید کی دوسرے معانی حاصل ہوتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین اوس قاعدہ کی بھی رعایت ملحوظ تھی یہین تک ختم نہین ہوا جن لوگون نے خدمت کلام الٰہی کی ہے اونہون نے مختلف علوم مثل جفر وغیرہ کے کلام مجید سے نکالے ہین۔ جنکی واقفیت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ اور مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جسقدر غور کیے جائے مختلف علوم پیدا ہونگے۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین کہان ہے —

آٹھوین الفاظ فصیح مین ایک تاثیر مسلم ہے۔ چنانچہ اب بھی انگلستان مین فصیح اسپیچون سے وہ کام نکلتا ہے جو تلوارون سے نہین نکل سکتا۔ عربی رجز جو لڑائیون مین کام دیتے تھے سب کو معلوم ہین۔ کلام مجید مین یہ تاثیر اوس مرتبہ کی کہ مشغول کو فریفتہ کرلے کہین بڑہی ہوئی ہے۔ مثلاً ہر آیت مین ایک خاص تاثیر ہے کہ امراض کو صحت دیدیتی ہے۔ مین آپکو مثال تبلاتا ہون آنکھہ پر روزدم کیا کیجئے فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ

آشوب نہو گا اور بصارت نہ جائیگی یہین جب ۱۸۹۵ء مین مظفر نگر تہا یہ تاثیر اس
آیت کی معلوم ہوئی تہی - اور اس طرح معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی آنکھہ ایک ڈاکٹر
کو دکہلائی اوسنے دیکہکر کہا کہ تمہاری آنکھہ مین جملہ امراض جنسے بصارت زائل ہوجانی چاہیے
موجود ہین تعجب ہے کہ آنکھہ کام دیتی ہے تب اونہون نے یہ وجہہ بیان کی راقم کی حالت
یہ تہی کہ ہر آٹہہ نو مہینہ مین آنکھہ آشوب کر لیتی تہی - اور مین اوسمین ایک مہینہ سے زیادہ
تک مبتلا رہا کرتا تہا - اسوقت کہ دو سال گذرے ہین آشوب نہین ہوا - اور یہ برکت صرف
اس آیہ کی ہے - یہ خوبی شیکسپیر کے کلام مین بتلائے کہ کہان ہے ؟ الغرض خوبیان
کلام الہی کی حصر و شمار سے افزون ہین - اور جو لوگ مذاق رکہتے ہین جانتے ہین کہ خاندان
نبوت کی زبان مین اور خاندانون کی زبان سے ایک زیادہ نرمی اور لطافت ہے اور وہ وحدت
کلام جناب رسالتمآب و کلام خاندان مین ہے - مگر ویسی شباہت کلام مجید سے نہین ہے -
اسلیئے وہ کلام جو اللہ تعالی کا ہے آنحضرت کا نہین ہے -

آخر مین یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ راقم کی حالت انگریزی زبان کی نسبت وہی ہے جو
معترضین فصاحت قرآن کی عربی کی نسبت ہے اسلیئے مجہے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اوسطرح کے اعتراضات شیکسپیر پر کرکے اوسکے کلام کو خلاف جمہور غیر فصیح یا
غلط ناکہون -

جواب تفصیلی اعتراض بعض کلام کے مقطع ہونے اور نہونے کا

تیسرے امر کی نسبت جاننا چاہیئے (۱) کلام مجید کو بہ ترتیب
نزول کسی مسلمان نے جمع کرنیکا قصد نہین کیا (خلافا للشیعہ)

اسلئے کہ یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ ذرا سی غلطی مین بڑے بڑے فتور پڑ سکتے ہین
اور یہ امر جب قرن اول کو نصیب نہین ہوا تو اب جو ہمارے نصاری بھائی اس کام کے
کرنیکی ہمت باندہتے ہین اسی سبب سے باندہ سکتے ہین کہ اونکو درد دین سے نہ ضرورتون
سے واقفیت ہے۔ بلکہ اعتراض مقصود ہے۔ پس ایسے کام کو اعتراض مین پیش کرنیکے
یہ معنی ہین کہ اسلام پر اعتراض اپنے افعال سے کیا جاتا ہے۔

(۲) اعتراض یون پیدا کیا گیا ہے کہ جو آیات مکہ مین نازل ہوئین اور زمانہ ابتداء نبوت
مین اونمین بیان کا زور زیادہ ہے۔ فقرات مقفی اور مسجع ہین۔ جون جون زمانہ ابتدار نبوت
کو عرصہ گذرتا گیا وہ زور گہٹتا گیا ہے۔ اور یہ دلیل اسکی ہے کہ قرآن مجید کلام الہی نہین ہے
یہ اعتراض اصولاً غلط ہے۔ اسلئے کہ غالباً اس بات سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ جن
کلامونکو سہل ممتنع کہتے ہین وہ مسجع اور مقفی نہین ہوتے اور بظاہر اونمین کوئی زور معلوم
نہین ہوتا حقیقت مین بڑا زور ہوتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ لطف زبان سے واقف ہین جانتے
ہین کہ گلزار نسیم میر حسن کی مثنوی سے بہتر نہین ہے۔ اور رجب علی بیگ سرور کی فسانہ عجائب
دلی کے میان امن کی چہار درویش سے بہتر نہین ہے چنانچہ ایک شعر نقل کرتا ہون

لب نازک اور پردہ مہتاب دہر	میر حسن	نکالے تہی پردہ سے دود جگر	
سنبل میرا تازیانہ لانا	گلزار نسیم	شمشاد انہین سولی پر چڑہانا	

دونون مین کیفیت رنج کا بیان ہے۔ جو لوگ جانتے ہین اس بات کو جانتے ہین کہ
میر حسن کا شعر ہزارون درجہ گلزار نسیم کے شعر سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس مصرعہ مین۔

(لب نازک اوپر وہ منہال دہر) الفاظ (اوپر وہ منہال دہر) بظاہر نہایت معمولی الفاظ معلوم ہوتے ہین لیکن اونمین خوبی یہ ہے کہ (۱) انسان حالت رنج مین بے خود سا ہوتا ہی کھانے پینے تک کی خبر نہین رہتی ۔یہان شاعر کو اوس تکلیف کا بیان کرنا بھی منظور ہے جو اس چھپانے مین اختیار کیگئی تھی ۔یعنی ہونٹ کے اوپر منہال دہرنا بھی ایک تکلیف تھی اوسی بیان کر دیا ہے۔

(۲) منہال منہہ سے لگانا نہین کہا اوپر دہر لینا کہا ہے تاکہ خوب ظاہر ہو کہ ہونٹ پر منہال رکھی ہوئی تھی اندر نہ تھی۔ اس حالت سے ظاہر ہے کہ معیار حسن کلام تکلف نہین ہے۔ نفس کلام کی خوبی اور پختگی معیار و محک ہے۔ یہ پختگی اور خوبیان اول سے آخر تک تمام کلام مجید مین یکسان ہین۔ صرف یہ قید ہے کہ کیا بیان کرنا ہے یعنی باعتبار معانی بلند وہ الفاظ نفیس و مناسب اختیار کئے گیے ہین جو پختگی معانی کے ساتھہ دوش بدوش جاتے ہین۔ اور حسن معانی کو دوبالا کر دیتے ہین۔ باقی رہا یہ امر کہ اول زمانہ کے کلام مین رعایت سجعہ اور قافیہ کی بہ نسبت کلام مابعد کے زیادہ ہے اوسکی وجہ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابتدا ء نبوت مین مقام جناب رسول مقبول صلعم کا مکہ تھا جہان ہر سال شعراء عرب آتے تھے اور مقابلہ کے لئے اپنے اچھے کلام کعبہ مین لٹکاتے تھے۔ وہ کلام اکثر اشعار ہوتے تھے کلام الٰہی شعر نہین ہے مگر اوسوقت ضرورت مقابلہ کی اشعار سے تھی پس لازم تھا کہ اوسمین رعایت قافیہ کی ہو اسواسطے کہ جہان کلام الٰہی اور وجوہ سے معجزہ ہے یہ امر بھی ضرور ہے کہ بطور اعجاز مفید مقام ہو۔ اگر ایسا نہوتا یہ خوبی کہ نثر نظم پر غالب آجائے اور یہ غلبہ ظاہر ہو جاے

نہوتی - نہ بطور اعجاز مفید مقام ہوتا - جب یہ ضرورت جاتی رہی کلام مین سے اوس رنگ
کے پیدا کرنیکی ضرورت بھی جاتی رہی - پس یہ فرق ایک ضرورت خاص سے ہے -
یہ نہین ہے کہ کلام الٰہی مین وہ فرق ہے جو باعتبار طبیعت بشری کلام بشر مین ہوتا ہے
بلکہ کلام مسجع و مقفیٰ مین بھی وہی خوبی فصاحت کی ہے جو غیر مسجع و مقفیٰ مین ہے
خواہ وہ کلام ابتدای زمانہ کا ہو یا مابعد کا - قطع نظر اسکے متعلق طبیعت بشری کے یہ امر خاص
قابل توجہ ہے کہ ہنگام نزول وحی آنحضرت صلعم پر ایک حالت طاری ہوتی تھی وہ ایسی تھی
کہ معترضین اسلام اوسے جنون (معاذ اللہ) کہتے تھے - پس یہ عجیب بات ہے کہ بشر کے
کلام مین باعتبار راحت و رنج فرق ہو اور جناب رسولخدا صلعم سے ہمیشہ حالت جنون مین
ایک کلام فصیح صادر ہو - جب وہ کلام ہمیشہ حالت جنون کے ہون کم سے کم لازم آئیگا
کہ ایک طرح کے ہون - یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلعم کے لوگ حضرت کو شاعر مجنون کہتے
تھے اور ساحر اسطرح اپنے نزدیک معجزہ کو سحر کہکر اور نثر کو شعر کہکر اپنا پیچھا چھوڑاتے تھے
اسکا ذکر خود کلام مجید مین ہے - اور یہ دلیل روشن دونون عجز و کذب کی ہے -
واضح رہے کہ شاعر ہونا خلاف شان جناب رسولخدا تھا - چنانچہ اب بھی حکیم کے لئے
شاعری مناسب حال نہین ہوتی اسلئے کہ دونون کے مقصود مین بُعد بعید ہے حکیم
کا مقصود اور مدِ نظر ماہیت اشیا رہے - شاعر کا مقصود اور مدِ نظر ماہیت سے قطع نظر کرکے
بات کو اسطرح کہنا ہے کہ اپنے ماہیت سے زیادہ خوش کن یا رنج دہ ہوجاے - چنانچہ
خود جناب باری تعالی نے اس بات کو فرمادیا ہے یعنی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ وط

ترجمہ - اور ہمنے ان پیغمبر کو شاعری نہین سکھلائی - اور شاعری انکی شان کے لایق بہی نہین - اگر آنحضرت شاعر ہوتے ممکن تہا کہ جو طبعتین شعر پسند نہین ہین وہ کلام مجید سے قطع نظر کرین -

علاوہ بران یہ بہی ظاہر ہے - (اور جو لوگ جانتے ہین جانتے ہین) کہ بیشتر کا مسجع اور مقفی کلام بیشتر سبت زیادہ اچھا کلام نہین ہوتا بلکہ اوسمین بیشتر معیوب ہوتے ہین جو قافیہ کے پردہ مین چہپائے جاتے ہین - کلام مجید مین ملاحظہ فرمائیے کہ ایسی قافیہ بندی کہین نہین - اگر تمام کلام مسجع ہوتا تو اوسمین یہ نقص پیدا ہوجاتا کہ شاعرون کا جواب ہے اور مثال اوسکی مقامات حریری کی سی ہوجاتی - اور یہ خوبی نہ رہتی کہ خداوند عالم مین بغیر تسجیع و قافیہ کے ایسے کلام فصیح کہنے کی قدرت ہے جسکا کوئی مثل نہو - پس کلام مجید جو مقفی ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے اور جو نہین ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے -

۴ - اس اعتراض پر کہ ابتدا زمانہ نبوت کا کلام بہ نسبت مابعد کے بہتر ہے غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین مذاق سخن سے جہان ناواقف ہین انسان کے نیچر سے بہی ناواقف ہین - اسلئے کہ تمام دنیا مین یہ مسئلہ مسلم ہے کہ مشق سخن مدت کے ساتہ بڑہجاتی ہے - چنانچہ بیشتر شاعرون نے اس کا ذکر کیا ہے - اوستاد ذوق فرماتے ہین ع

ہمنے سر سٹھہ برس اس فن مین ہین پاپڑ بیلے

(میر انیس فرماتے ہین)

نکلے قلم سے ضعف مین کیا کیا بلند بند

پہر فرماتے ہین۔

گہٹا زورِ مشقِ سخن بڑہ گئی	ضیفی نے مجکو جوان کر دیا

پس یہ کہنا کہ بے مشقی کے زمانہ کا کلام تو بڑہا ہوا تہا اور بعد مشق گہٹ گیا کسقدر اصولاً غلط ہے۔ بلکہ اگر یہ دلیل معترضین کی مان لیجاوے تو انکے اصول پر کلام مجید کا کلام الٰہی ہونا ایک طرح سے ثابت ہوگا۔ یعنی طبیعت بشری یہ ہے کہ کلام بعد مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہو یہان کلام بے مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہے۔

۴۔ فرق کلام بشر مین یہ ہوتا ہے کہ جب فارغ البال ہو کلام زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا صلعم مکہ مین فارغ البال ~~نہ تہے~~ بلکہ سخت مصائب کا سامنا رہتا تہا ہر وقت جان کا خطرہ اور اوپر طعنے سُننے کی روحی تکلیف کا سامنا۔ اُسوقت مذاق معترض کے مطابق زیادہ زور دار کلام صادر ہوتے تہے۔ جب مدینہ مین فارغ البالی حاصل ہوئی زور گہٹ گیا۔ یہ اولٹی بات ہے۔ پس حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آیات جو مکہ معظمہ مین نازل ہوئین اور وہ آیات جو مدینہ طیبہ مین نازل ہوئین ہر جگہ کی آیات کے چھوٹے چھوٹے جملون مین صدہا نکات معانی و بیان اور صنائع و بدائع نکلتے ہین جنمین سے بعض کی تفصیل کتب محولہ بالا مین ہے۔

اگر مقصود یہ ہے کہ شوخی اول زمانہ مین زیادہ ہوتی ہے اور پختگی آخر زمانہ مین تو بہی غلط ہے اسلئے کہ شوخی نام عدم پختگی کا ہے اور شوخی سے کلام مجید بالکل مبرا ہے حقیقت مین شوخی کلام کی خلاف حکمت ہے۔ اور خوبی نہین ہے جسکے لئے دلیل کی احتیاج نہین

خلاصہ یہ ہی کہ کلام مسجع اور غیر مسجع دونون مین یہ خوبی ہو کہ مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے کہ الفاظ ایسے ہین جو بدلے نہین جا سکتے۔ اونمین اتنی خوبیان فصاحت و بلاغت کی ہین کہ اون معانی کے لیئے جو الفاظ مقرر ہین اونمین اوسسے زیادہ جمع نہین ہوسکتین۔ اونمین وہ علوم مخفی موجود ہین جو کسی دوسرے کلام مین نہین ہے۔ یقیناً یہ تینون چیزین فوق کلام بشر اور معجزہ فصاحت ہین۔ اور ایسے خیالات کہ کلام مسجع قرآن کا غیر مسجع سے بہتر ہے محض دہوکا اور غلط ہے۔

بیان وجہ ضرورت تاویل کلام مجید مین۔ جب یہ امر طے کر لیا گیا کہ کلام مجید کلام الٰہی ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ کلام موصوف مین ضرورت تاویل کیون ہے وہ اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی یہ حالت مسلم ہے کہ وہ ایک دفعہ نازل نہین ہوا ہر آیت ضرورت کے موافق وقتاً فوقتاً نازل ہوئی ہے۔ اس ضرورت کے ساتھہ یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ کلام ایسا ہو کہ سب سے زیادہ مناسب مقام ہو۔ یہ وجہ بہی ہے کہ ہدایت مین جلدی ہو۔ اور جب کلام ہر طرح عمدہ ہوگا بطریق اعجاز مفید رفع ضرورت ہوگا پس جب ضرورتین بدل جائینگی کلام موقع کے الفاظ ضرور بدلینگے۔

مثال ذیل سے وجہ اختلاف شان نزول کی بصراحت سمجہہ مین آسکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک حالت یہ تہی کہ ایک مجمع آیا اوسنے بحث کی کہ دنیا مین جو کچہہ ہوتا ہے بذریعہ اسباب کے ہوتا ہے اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ کمال قدرت کا بیان کیا جاوے۔ قدرت لاانتہا ہے اور جب بیان ہی اوسکا زور سے کیا جائے تاکہ اوسوقت تمام نفع دے

اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود ایک قسم کا ہو جائیگا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دوسرا مجمع آیا۔ اوسنے بحث کی کہ ہم قدرت الٰہی کیوجہ سے مجبور ہین۔ اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ انسان کا اختیار بیان کیا جائے اور ایسا بیان کیا جائے کہ اختیار کو نہایت زور سے بیان کیا جائے تاکہ اوسوقت نفع تام دے اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود دوسری قسم کا ہو جائے گا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دونون صورتین موجود نہ تہین اوسوقت مقصود ایسے الفاظ مین بیان ہوگا جنمین اون حالتون کا زور نہو اور وہ طرز ادا صرف بیان مراد کا ایسا بیان واضح ہوگا جسمین گنجایش دوسرے معنی کی نہو اور وہ تیسری قسم کا بیان ہوگا پہلے دو قسم کے آیات متشابہات ہونگے اور تیسری قسم کے محکمات۔ جب دونون قسم قلت قابلیت وعدم صدق کے سنون متعین ہوجاتا ہے کہ کلام مجید مین ضرورت تاویل کی صرف اختلاف شان نزول کی وجہ سے ہے اور آیات متشابہات مین محدود ہے۔ محکمات مین ضرورت نہین ہے۔ ورنہ کوئی ذریعہ ہدایت کا کلام موصوف مین باقی نرہے گا۔

اصول تاویل کے کلام مجید سے متعلق کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قابلیت راسخون فی العلم مین ہے	ان سب کے بعد اون اصول کو نسبت تاویلات قرآن مجید کے متعلق کرنا چاہیے جو تاویل کے ہین۔ اور اوس ذریعہ سے حالت تاویلات کی اور اون تاویلات کے

ذریعہ سے حالت تاویلین کی دیکھنی چاہیے۔ آیات محکمات ذریعہ شناخت مراد قائل جلشانہ کے ہین۔ چونکہ محکمات اور متشابہات کی پہچان مین بہی عدم وقوف شان نزول سے غلطی ہوتی ہے اسلیئے پہلے وقت کلام مجید کی تاویل مین بغیر علم حدیث کے یہ ہے کہ جو سب سے پہلا اور مقدم ذریعہ تاویل کا ہے وہ عام طور پر تاویل کرنے والے کے پاس نہین ہوتا یعنی کلام کو اوسطرف پہیرنا جو مراد قائل کی تہی۔ اسی لئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تاویل قرآن مجید کی اللہ اور رَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ جانتے ہین۔ اللہ تو خود قائل ہے جلشانہ اوسے اپنی قدرت و مراد کلام معلوم ہے۔ راسخون فی العلم کو قدرت و مراد کلام کا وہ علم حاصل ہے جو اللہ تعالی جلشانہ نے عنایت فرمایا ہے اور اسلیئے اونکو یقیناً محکمات کا پہچاننا حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا نے اس کام کے لئے بہیجا ۔ (یعنی کار ہدایت) اور اوسکی ضرورتون کے رفع کرنے کے لئے مختلف آیات نازل کین وہ اون ضرورتون سے زیادہ واقف ہوسکتا ہے۔ کوئی دوسرا اسقدر واقف نہین ہوسکتا گو اوس مجمع مین شریک ہو۔ نہ یہ کہ وہ واقف ہو جو مجمع مین شریک نہ تہا اور مجمع والونکی صرف مختلف رایون سے واقف ہے۔ نہ یہ کہ اوسنے بہی واقف نہین اور بلا اس ذریعہ کے تاویل کرے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سب سے مقدم راسخ فی العلم (یعنی علم القرآن جسمین سب علوم داخل ہین) ذات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی ہے۔ اوسکے بعد اونکی جنکو جناب ممدوح نے تعلیم علم قرآن دی ہو۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حدیث سے

قطع نظر کرنا کس درجہ کا غلط ہے۔ جو لوگ چاہتے ہین کہ صرف قرآن کو مستمسک قرار دین حدیث نبوی صلعم سے قطع نظر کرکے صحیح تاویل کرسکین صرف اسیوجہ سے کہ قرآن مجید کو مستمسک قرار دیتے ہین حدیث سے قطع نظر کرتے ہین قابلیت تاویل صحیح سے نکل جاتے ہین۔

بعض تاویلات وتصریحات راسخون فی العلم کی حالت کابیان۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ حالت اون تاویلات کی جو راسخون فی العلم یعنی جناب رسولخدا صلعم نے فرمائی ہے کیا ہے۔ بیشتر وہ تصریحات ہین جیسے نماز روزہ کے متعلق احکام اللہ تعالی اسنے عدد رکعات وکیفیت وذکر وقیام وقعود وصحت شرائط صلواۃ نہین بیان فرمائے ہین۔ ارشاد فرمایاہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اور فرمایا ہے وَالصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ انکی شرح انحضرت نے فرمائی اور اسقدر اسکو مطابق مراد الہی کے کردیا کہ ٹھیک وہ مرضی الہی کے (یعنی ہدایت اور اچھا بنانا) مطابق ہوگئی۔ اب جو نماز بتلائی ہے اوسکو دیکھیے کہ ایسی ہے یا نہین۔ مین اولاً بعض امور کو جنسے نماز بنتی ہے بیان کرتا ہون۔ بعد مین بعض شرائط بیان کرونگا شروع نماز نیت و حضور قلب ہے جب نماز کے لئے کھڑا ہو آدمی کو سب خیالات سے جدا ہو کر پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ مین اللہ کے سامنے کھڑا ہون اور بندگی شروع کرتا ہون۔ اللہ کے سامنے جب آدمی کھڑا ہو اور کون آدمی جو گناہگار ہے۔ کون آدمی جو اوسکے احکام کی نزاکت اور اوسکے عذاب کو جانتا ہے۔ کون آدمی جو اپنے بے حقیقتی اور اوسکی عظمت کو جانتا ہے۔ جسقدر اوسکے

علم مین پختگی سے ہے اوسیقدر اوسکی اسحالتین زیادتی ہوگی کہ بدن موم ہوجاے اوسمین رعشہ پیدا ہو آنکھوں سے آنسو جاری ہون کم سے کم وہ حالت ہو جو ایک رعیت کی بڑے بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے۔ اوسکے بعد ذکر ہے سب سے پہلا ذکر اللہ اکبر کہنا ہے اوسکے بعد سورہ فاتحہ پڑہنا۔ یہ سورہ جہان فاتحہ کتاب الہی ہے ساری قدرت کا خلاصہ بیان بہی ہے۔ چنانچہ اپنی رحم کو اول بیان فرماکر ذکر قیامت فرمایا ہے اوسکے بعد اپنی بندگی کا حکم دیا ہے پہر اپنی ذات اقدس سے استعانت کا اور گمراہی سے بچنے کا حکم دیکر بتلایا ہی کہ غضب الہی مین ابتلا رہوتا ہے۔ اس حالت مین جب یہ ذکر کیا جاے خیال کرنا چاہیے کہ آدمی پر کیا حالت طاری ہوسکتی ہے لازماً وہ پہلے جہکیگا اور جب حالتین ترقی ہوگی گر پڑیگا۔ اسلئے رکوع وسجود ہے۔ اور سب مین وقفہ ہے کہ حالت طاریہ حد مدہوشی کو نہ پہونچا دے۔ جب بار بار ایسا کریگا اور رات دن مین پانچ مرتبہ۔ تو یہ حالت مرتکز ہوجائیگی اوسوقت آدمی گناہ کرہی نہ سکیگا۔

شرائط نماز بہی ایسی ہی مقرر کی ہین۔ یعنی شرط اول طہارت جسم ہے اور طہارت مین دونون چیزون سے پاک کرنا مقصود ہے۔ نجاست سے بہی اور غصب سے بہی۔ ان دونون کی پانچ وقت ضرورت اسبات کی طرف خواہ مخواہ کہنچیگی کہ ہر وقت طاہر رہنے کی عادت ہو۔ اور غصب کیا ہوا پانی تک بیکار ہوجاے۔ دوسری شرط طہارت لباس مصلی۔

تیسری شرط طہارت مکان مصلی ہے اوسمین بہی دونون طرح کی طہارت مراد ہے۔ یعنی لازم کیا ہے کہ ظرف اور مظروف سب کے سب پاک ہون پس فرمائے کہ اوس نماز کا جو

فحشاء و منکر سے باز رکھے کوئی اور ذریعہ اس سے بہتر ہو سکتا ہے اور بعد خیال اس بات
کے کہ آدمی دنیا مین ہی اور بعد خیال اسبات کی کہ آدمی عبادت کے لیئے پیدا ہوا ہی اس سے بہتر اوقات و عدد رکعات
و طریقہ صلوۃ کوئی دوسرا مقرر کر سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ یہان یہ خیال آتا ہے کہ کیا جرات ہے
کہ ایسے احکام کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

اسی طرح آیۂ تطہیر مین اہل کسا کا داخل کرنا۔ اور احکام وضو مین جو نسبت پاؤن دہونے
کے شبہ ہوتا ہے اوسکا صاف کرنا۔ تاہم جہان وہ تصریح حد تاویل کو پہونچی ہے
اوسکا بھی ایسا حال ہے کہ اوس کمال ادب کو مرعی رکھکر جو ایک خاص فرمانبردار آدمی
کا طریق عمل ہو سکتا ہے اور وہ ہمیشہ حکم کو صریح معنی مین لیتا ہے۔ کچھ ایسا ارشاد کر دیا ہے
جو اوسوقت کی ضرورت کو رفع کر دے۔ جسکی مثال وہ حدیث ہے جو آگے بیان
تاثیر و عار مین نقل کیجائیگی۔ خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم سے حضرت
سراقہ نے سوال کیا کہ اگر خداوند عالم نے ہر چیز کو مقدر کر دیا ہے تو ہم عمل کیون کرین
جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے وہ چیز جسکے لئے
وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الہی کے عمل کریگا
میرے نزدیک اگر تمام علما جمع ہون اور آیات تقدیر و حکم عمل کی تطبیق اسطرح کہ سب آیات
ظاہری معنی دین اس سے بہتر اور آسان تر نہین کر سکتے۔ آیات تقدیر کے نقل کی ضرورت
نہین آیاتِ عمل بعض یہ ہین۔ لِمِثلِ ھٰذا فَلیَعمَلِ العَامِلُونَ لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ

تاویلات نبوی مین ایک خاص نکتہ ہے کہ وہ نابکجی تاویلیین ہین۔

تاویلات نبوی صلعم کے متعلق ایک نکتہ خاص قابل

لحاظ وخیال ہے وہ یہ ہے کہ ذات جناب ایزدی بادشاہ حقیقی دونون جہان کی ہے
اور ذات جناب نبوی خلیفہ اور نائب اوس بادشاہ حقیقی کی ہے اور بلا تشبیہ بادشاہ
اور وزرا دنیا کا سا حال ہے کہ امور سلطنت سے وزیر آگاہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ رموز
دوسرونکو نہین بتلاتا۔ البتہ جو کام اون رموز کے متعلق لینا ہوتا ہے جس سے لیتا ہے
اوسکو اوسیقدر بتلا دیتا ہے جتنا اوس کام کے لینے کے لئے ضروری ہے۔ بالکل
یہی حالت اوس دربار عظیم الشان مالک حقیقی کی معلوم ہوتی ہے کہ تاویل آیات رموز ہین ان رموز کو
اوس ذات پاک کا وزیر جانتا ہے مگر بادشاہ کی رعایا رکو اوسقدر بتلا دیتا ہے جو غرض
کے پورا کرنے کے لئے لابد وضروری ہے۔ وہ تاویلین یعنی باتین بنانا جو دبے
ہوئے آدمیون کا یا خوشامدون کا شیوہ ہے نہین کرتا۔ اوسکی شان اس سے
کہین بلند ہے کہ ایسا کرے۔ چنانچہ ہمنے کافی کلینی مین ایک حدیث دیکھی ہے
جسکا منشاء یہ ہے کہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام محکوم نہین کہ مطابق اپنی معلومات کے بات
کرین یہ حکم ہے کہ مطابق معقول مخاطبین کے بات کرین۔

ان تصریحات کے مقابلہ مین ہمارے زمانہ اور ویسے ہی پہلے زمانہ کے ماوّلین
کی تاویلین دیکھنی چاہئین۔ تصریحات کا کیا ذکر ہے۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت وجود سموات کے

پہلی مثال تاویل کی انکار وجود سماوات سے ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
اَلَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جسنے تہ برتہہ سات آسمان بنا دئے
اور فرماتا ہے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ پس گھبرا جاوینگے وہ جو

آسمانون مین ہین اور جو زمین مین ہین - پہر فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا ترجمہ پہر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ کہر تہا اوسکو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون آؤ خوشی سے یا جبر سے دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہین یعنی بتعمیل حکم کے لئے - اوسکے بعد دو دن مین اوسکے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان مین انتظام بتا دیا - پس حضرات اولین سما کے معنی صرف بلندی کے فرماتے ہین اور وجود سماوات سے اسلئے انکار کرتے ہین کہ اونکو بذریعہ دلائل حکما ثابت ہوچکا ہے کہ آسمان کا اوس معنی مین جیسے ہم سمجہتے ہین وجود نہین - اگر سما بمعنی آسمان کے لیا جائے تو کذب کلام الٰہی مین لازم آئیگا یعنی تاویل کی یہ ضرورت ہے - ظاہر ہے کہ یہ معنی خود آیات مذکورہ سے نہین نکل سکتے اسلئے کہ پہر طباق کے کیا معنی ہونگے - اور بلندی کے سات طبق قرار دینے کا کیا ذریعہ ہوگا - ہر ایک مین انتظام کے کیا معنی ہونگے - ان آیات سے ظاہر ہے سما جسیم ارض ہے محض بلندی مراد نہین ہے کیونکہ محض بلندی مین کوئی نہین رہ سکتا - پس اس تاویل مین اصول تاویل سے یہ غفلت ہے کہ سیاق و سباق سے قطع نظر کی ہے - اگر سیاق و سباق ملحوظ نہون بیشتر کلام مفید معنی نرہینگے - اسلئے کہ وہی ذریعہ تعین معنی واحد کا اوس صورت مین ہوا کرتا ہے جب کسی لفظ کے چند معنی ہون - اور چونکہ سیاق و سباق وہ معنی دیتا ہے کہ سما بمعنی آسمان کے ہے وہی مراد الٰہی ہوسکتی

ہے - اور یہ تاویل خلاف مراد الٰہی و مطابق مراد فلاسفہ ہے -

یہ امر کہ سمار کا وجود نہین ہے اسلئے غلط ہے کہ ہم ارشاد الٰہی کے بموجب اوسے مانتے ہین کہ موجود ہے خواہ وہی ہو یا اس سے بلند جو ہمکو نظر آتا ہو - اگر اندہا کہے کہ مجہے دکہلائی نہین دیتا اسلئے موجود نہین تو یقیناً غلط ہوگا -

حالتِ تاویل ماولین کی نسبت انکار جنات کے

دوسری مثال اونکی تاویل کے انکار جنات ہے وہ بہی اسی لئے ہے کہ فلاسفہ اونکے وجود کے قائل نہین ہین - اسلئے جہان قرآن مجید مین صاف ذکر جنات کا ہے اوسکو قسم انسان کہتے ہین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی ہمنے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے - (یعنی نافرمانی کے لئے نہین) اور پہر فرماتا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ترجمہ اوسی نے انسان کو ٹہیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا - اور جنون کو آتش بلا دخان سے -

عالیجناب مولوی نذیر احمد صاحب نے مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ کا ترجمہ آگ کی لو کیا ہے - یہ غلطی ہے -

صاحب قاموس نے لکہا ہے من مارج من نار سے نار بلا دخان یعنی چراغ کی لو اور بہت سی لوؤن مین دہوان ہوتا ہے - پتہر سے جو آگ نکلتی ہے اوسے لو نہین بولتے - بجلی سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ بہی لو نہین کہلاتا اگر یہ ترجمہ لو کا صحیح ہو خلاف

آیۂ وخلقنا الجآن من قبل من نار السّموم کے ہوگا نار سموم کا ترجمہ لون کی گرمی ہے - وہ لو
نہین ہے بلکہ وہ ایک حرارت ہے جو سخت لون چلنے مین مثل نار مضطرب کے
دکھلائی دیتی ہے اور بغیر دہوین کے ہوتی ہے - ممکن ہے کہ نار سموم یا مارج
من النار ترجمہ اُسی جن کا ہوگا جسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی - اور یہ بھی قصۂ حضرت سلیمان
مین فرماتا ہے - قال عفریت من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من
مقامک اس تاویل مین لغت کی ناواقفیت موجود ہے - جنون وجن بالفتح پوشیدن کو
کہتے ہین - وجن علیہ اللیل اسی سے ہے جن بالکسر اسم ہے اور پری کو کہتے
ہین اور لغت مین صاف متعین کیا گیا ہے کہ وھو خلاف الانس یعنی جو انسان نہو - جن
سپر کو کہتے ہین جنت بہشت اور بستان کو کہتے ہین - عفریت دیو سفید کو کہتے ہین
پس جن حضرات نے یہ تاویل کی ہے اونکو لغت عرب مین امتیاز نہ تہا اور یہ خبر نہ
تہی کہ عرب لفظ جن سے پری کے معنی کے سوا اور کچہ نہین سمجہتے - اسمین اس سے
بہی غفلت ہے کہ جب اللہ تعالی مادۂ خلق کو تبلائے اور فرمائے کہ آدمی مین مٹی
ہوتی ہے جن مین آگ اور یہ فرق مابہ الامتیاز ہے - تو معنی یہ ہین کہ جن مین مٹی
نہین ہوتی اور یہ قسم انسان نہوا قسیم انسان ہوا - ایسے ماولین کو قسم وقسیم کا امتیاز
نہین - یہ تاویل بہی ویسی ہی ہے جیسی پہلی مثال مین بیان کیا گیا کہ آیت سے وجود
جن صریحاً ثابت ہے - انکار یہ تبیعت فلاسفہ ہے اور ضد معنی قائل کی ہے - جنات
کے وجود مین ہزارون نفر کی شہادت موجود ہے تبیعت فلاسفہ مین سب کو ایسے

ماولین جھوٹا بھی مانتے ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ چار یا زیادہ عنصر سے جو چیزین بنے اوسیکو اسلئے کہ ہمنے چار یا زیادہ عنصر کی مخلوقات دیکھی ہے مخلوق جانین اور جب خود بنانے والا کہے کہ ایک دو عناصر سے بھی ہمنے مخلوق پیدا کی ہے تو اوسے صحیح نہ مانین۔ کیونکہ جو عناصر کو پیدا فرمائے اور اونمین امتزاج پیدا فرمائے اوسکے لئے ایسی کوئی شرط لگانا سوائے فضولی کے اور کچھ نہین ہو سکتا۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار معجزہ غرق فرعون کے۔

تیسری مثال معجزات کے انکار مین معجزہ غرق فرعون کا انکار اور اوسکی تاویل ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ○ ترجمہ پھر ہمنے موسی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر دے مارو۔ چنانچہ دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ تھا۔ اور اوسی موقع کے قریب ہم دوسرے لوگون کو لے آئے۔ اور ہمنے موسی اور جو لوگ اوسکے ساتھ تھے سبکو بچا لیا اس صورت سے کہ پانی کا اس طرح پھٹنا کہ دو ٹکڑے ہو کر جدا کھڑا رہے اور اتنی دیر تک کھڑا ہوا معلوم ہوتا رہے کہ ایک گروہ اس سڑک سے جو دریا پھٹ کر بنی ہو خشکی مین اوتر جائے اور دوسرا اوہان پہونچے محال عادی ہے رائے ماولین کی یہ ہوئی ہے کہ وہ جزر و مد تھا۔ خرق عادت کے وجود کی مثالین مین نے بیان کی ہین۔ پس یہ ضرورت کوئی ضرورت نہین۔ صرف تبعیت فلاسفہ کی ہے جنکی غلطی ثابت ہو چکی ہے۔ علاوہ بران یہ تاویل ہنسنے کے قابل ہے اسلئے کہ قطع نظر خلاف

جملہ حالات ہونیکے اور سیاق و سباق کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماول نے کبھی
جزر و مد سمندر کا نہین دیکھا کیونکہ جب مد ہوتا ہے پانی بڑہتا چلا جاتا ہو اور جب جزر ہوتا ہے
پانی گھٹتا چلا جاتا ہے اوسمین کبھی صورت پہاڑ کی پیدا نہین ہوتی - دو ٹکڑے ہو کر کھڑا نہین
ہوتا - لکڑی سے ہٹکر کبھی پہٹنے کی حالتین باقی نہین رہتا - میرے نزدیک اگر معجزہ
سے اطمینان ثبوت نبوت نہین ہو سکتا - بہتر ہوتا کہ جو لوگ قرآن شریف مین اپنی عقل کے
خلاف باتین پاتے ہین اور اونکی عقل متفاوت یا ناقص یا نامستحکم اوسکو نہین مان سکتی
قرآن مجید کے تمسک سے دست بردار ہون - جیسا کہ بیان ہوا - معجزات کا انکار ایسی بڑی چیز
ہے کہ وہ انکار وجود خداوند عالم بذریعہ انکار قدرت الہی کے ہے - اور انکار اون ذریعون
کا جو کمال اوعان حقیت نبوت جناب رسالت مآب صلعم کا دلاتے ہین - ضرور اونکی امتیاز
مین وہی دقت ہے جو سچے موتی اور جھوٹے موتی اور اصلی ہیرے اور بنائے ہوئے
ہیرو مین ہوتی ہے لیکن اوسکے سبب سے اصلی شئے کا بطلان لازم نہین آتا -
ان دونون حالتون کے ملانے سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کا کام صرف تمسک
قرآن مجید سے نہین چل سکتا - اور بڑی غلطی ہے جو لوگ احادیث نبوی صلعم سے قطع
کرتے ہین - اونکی مثال یہ ہے کہ کتاب سے طبیب بنا چاہتے ہین - اونکی برائی یہ
ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مراد نہین تبلاتے اپنی مراد کو اللہ تعالی کی مراد بناتے ہین جو
بنتی نہین اور دین اسلام اسلام نہین رہتا دوسرا دین ہو جاتا ہے - اونکی برائی یہ ہے
کہ وہ اعتراض کو اوٹھاتے نہین تسلیم کرتے نہین - وہ حمایت حوزہ اسلام کی نہین کرتے

اوسکی مخالفت کرتے ہین - وہ بیدہڑک ہین اونہون نی صریح حکم الٰہی کی مخالفت پر کمر باندہ لی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ترجمہ اور جو شخص اللہ اور اوسکے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہونچینگے - ظاہر ہے کہ ایسے اقوال سخت بے خوفی پر مبنی ہین -

بیان اعتراض کہ علمار اسلام کی تاویلون مین اور ماولین کی تاویلون مین فرق نہین ہے -

ممکن ہے کہ جناب ماولین ارشاد فرمائین کہ ضرورت تاویل اور رنگ تاویل ہمارا اور علمار اسلام کا یکسان ہے - یعنی بحکم ضرورت عقل تاویل کرنا اور سخن کو مطابق عقل کر دینا - چنانچہ علمار اسلام اون آیات مین تاویل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی مجسم ہے جیسے يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ و فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اونکی بہی ضرورت تاویل یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ اللہ تعالی مجسم نہین ہے اون آیات کو تاویل کے ذریعہ سے عقل کے مطابق کر دیتے ہین - اسیطرح ہماری ضرورت تاویل کی بہی یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ محال کا وجود مین آنا ممکن نہین - معجزات کا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے - یا آگ سے جو جوہر یا عنصر نہین محض عرض ہے - خلق ہونیکا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے - اسی لئے ہم معجزات اور ایسی آیات مین تاویل کر کے اونکو مطابق عقل کے کر دیتے ہین - پس کوئی فرق ہماری اور اونکی تاویلون مین نہین - یہ بالکل غلط ہے اور انواع و اقسام کی غلطیان اسمین موجود ہین بعض بیان کیجاتی ہین -

جواب اول کہ . . . . . . محال عادی وعقلی مین امتیاز نہین کیا جاتا۔

(۱) محال عادی اور محال عقلی مین فرق نہین کیا جاتا۔ محال عادی باعتبار اون قواعد کے محال ہے جو اللہ تعالی نے ہمارے لئے خلق فرمائے ہین۔ محال عقلی ایسی چیز ہے جسکو قدرت سے تعلق نہین۔ چنانچہ بیان اوسکا ہوچکا ہے۔ محال عادی جب متعلق ذات جناب ایزدی کے ہو محال نہین ہے۔ اسلئے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ جو اس عالم کے کارخانۂ عظیم الشان کو بنا سکتا ہے۔ اوسمین ایسی بڑی قدرت ہے جسکی انتہا نہین اور انتہاے قدرت کا علم ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس وہ اون قواعد کا جو ہمارے لئے بسبب محدود ہونے قوت کے ہین پابند نہین۔ اسلام نے یہ بتلایا ہے کہ حق تعالی جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اوسیوقت ہوجاتی ہے۔ پس پانی کا دو ٹکڑے ہوکر کھڑا ہوجانا یا چاند کا شق ہوجانا یا ایک بکری کے کسی عضو کے گوشت سے ایک بڑی جماعت کا سیر ہوجانا جب اللہ تعالی قصد کرے ناممکن نہین۔ ضرور جب ہم قصد کرین ناممکن ہے۔ اور یہ محال عقلی نہین ہے پس غلطی یہ ہے کہ ہم جب عقل کی حکومت قایم کرتے ہین عقلاً غلطی کرتے ہین کہ اپنے لئے محال اور خدا کے لئے محال مین امتیاز نہین کرتے اور غلط عقل کے مطابق تاویل کرتے ہین۔

دوسرا جواب کہ علما کی تاویلون اور حال کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ وہ بہ نظر آیات ہین یہ بنظر فلسفہ۔

(۲) علماء اسلام کی تاویلون مین اور آجکل کے ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ اونکی تاویلین بعض آیات کی نسبت نظر بہ بعض دیگر آیات کے ہوتی ہین یعنی متشابہات

مین تاویل نظر بہ احکام محکمات کے کرتے ہین۔ ماولین کی تاویلین متشابہات اور محکمات دونون کی یکسان ہین اور اسلئے غلط ہین۔ مثلاً علمار اسلام آیات تجسیم مین تاویلین اسلئے کرتے ہین کہ بہت سی آیات سے خداوند عالم کا مجسم ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین تسے رگ گردن سے زیادہ قریب ہون۔ جو جسم ہمارا سا ہو وہ اس طرح قریب اور ہر شخص کے قریب نہین ہو سکتا۔ سوا اسکے جو جسم ہو وہ محتاج مکان اور ظرف کا ہوگا۔ اللہ تعالی کا محتاج ہونا تمام کلام مجید سے ظاہر ہے خلاف اسکے جنات کا آگ سے نہ پیدا ہونا کسی آیت سے نہین نکلتا۔

تیسرا جواب کہ یہ تاویلین تحریف دین ہین۔

(۳) علمائے فلسفہ کی تاویلون مین وسعت غلط ہے اس غلط وسعت تاویل سے اسلام اسلام باقی نہین رہتا جسکا بیان ہو چکا ہے۔ دوسری تقریر مین یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ناممکن خدا کے لئے ناممکن مانے جائین تو لازم آیگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہون۔ حضرت عیسی علیہ السلام مردہ کو زندہ نکرتے ہون۔ جب کوئی شخص بعد موت کے زندہ نہین ہو سکتا تو قیامت غلط ہو۔ جزا اور سزائے آخرت مہمل ہو۔ وعید سب باطل ہون۔ اصول دین مین توحید اور نبوت اور قیامت داخل ہین جو انکار توحید جسمین قدرت مطلق داخل ہے۔ انکار نبوت جسمین حضرت عیسی کا بغیر باپ کے پیدا ہونا شامل ہے۔ اور انکار قیامت جسمین مردہ کا زندہ ہونا مسلم ہے۔ لفظاً یا معنیً کرے مسلمان نہین ہے۔ علاوہ اسکے جب وسعت دائرۂ تاویل سخن کی مطابق مقصود کے

کر لینا قرار پائے تو کوئی وجہ نہین کہ مشرکین مسلمان نہ مانے جائین - نصاریٰ خدا
کو ایک جانتے ہین اور کہتے ہین کہ تین خدا اسطرح ایک ہے کہ جیسے کسی مثلث کے
تین ضلعے یا زاویے - مشرکین کہتے ہین کہ ہم بت مین ہو کر اللہ کی جسے پرمیشر یا دوسرے
اسم سے مسمّی کرتے ہین پرستش کرتے ہین - پس ایسی تاویلون کے یہ معنی ہین
کہ اسلام کوئی چیز نہین ہے - ہر مذہب اسلام ہے جس مین مشرکین
داخل ہین -

چوتھا جواب کہ حال کی تاویلین مخالف لغت ہین -

(۴) علمار کی تاویلون مین اور ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے
کہ ماولین کی تاویلین ایسی ہوتی ہین کہ مخالف لغت اور سیاق وسباق
کے ہوتی ہین - علمار کی تاویلین ایسی نہین ہوتین - مثال اوسکی وہ تاویلین بھی ہین جو مذکور
ہوئین چنانچہ جن کی تاویل اور آیات تجسیم کی تاویل مین یہ فرق ہے کہ لفظ جن سے
عرب سوائے پری کے دوسرے معنی نہین سمجھتے - آیات تجسیم مین جیسے يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ
اَيْدِيْهِمْ یا اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ مین عرب لفظ یدی اور وجہ سے دونون معنی ہاتھ اور قوت
اور منہ حقیقی اور مجازی (وجاہت) کے سمجھتے ہین - علاوہ برآن انکار تجسیم سے ہماری
مراد یہ ہے کہ خداوند عالم ایسا جسم نہین رکھتا جیسے ہمارا اور مخلوق ارض کا ہے ہم یہ کہتے
ہین کہ کُنہ ذات الٰہی معلوم نہین - مگر وجود اوسکا ماننا ہمارا ایمان ہے - پس ہم نہین جانتے
کہ وہ کیسا جسم ہے اور عرش پر مستوی ہونا اوسکا کس طرح کا ہے - غور فرمائے کہ تاویلات
علمار اور تاویلات ماولین مین کتنا فرق ہوا -

پانچوان جواب کہ تبعیت فلاسفہ مقابلہ دین عموماً غلط ہے اور آگ کا عنصر نہ ماننا خصوصاً

(۵) اعتقاد فلاسفہ کے مطابق ہر وقت مان لینا کہ ماہیت اشیار وہی ہے جو فلاسفہ وقت بیان فرما رہے ہین عموماً غلط ہے چنانچہ بیان وجوہ ہوچکا ہے آگ کا جوہر اور قایم بالذات ہونا مذہب فلاسفہ وقت کا ہے مگر فلاسفہ سابق کا مذہب یہی تہا کہ آگ جوہر اور عنصر ہے۔ وہ بہی دلائل بیان کرتے تہے یہ بہی دلائل بیان کرتے ہین۔ سب سے بڑی دلیل فلاسفہ وقت کی یہ ہوسکتی ہے کہ عناصر ۶۰ ہین جو بعد تجزیہ اشیار مختلفہ کے ثابت ہوئے ہین۔ اونمین آگ کوئی چیز نہین ہے۔ بلکہ وہ ایک خاصہ اور عرض ہے جو تصادم سے پیدا ہوتا ہے اور بشکل نور دکہلائی دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ قایم بالغیر ہے۔ وہ غیر جب فنا ہوجاتا ہے وہ نور بہی فنا ہوجاتا ہے۔ یہ خیال محض خیال ہے (۱) اسلئے کہ اگر ایسا ہو دو حال سے خالی نہین ہوسکتا۔ یا اعراض بطور خاصہ لازمی عناصر پر طاری ہونگے۔ یا اتفاقی۔ اتفاقی ہونا صریحاً غلط ہے۔ اگر ایسا ہو عالم مین نظام باقی نرہے سردی کی جگہ گرمی پیدا ہوجائے تری کی جگہ خشکی۔ جو کہانا پکا ئین کبہی وہ امرت ہوجائے کبہی زہر۔ کپڑا رنگین کبہی وہ زرد ہوجائے کبہی سرخ۔ الغرض بنائین کچہہ بنے کچہہ اور۔ جب خاصہ لازمی ہونا صحیح ہے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مادہ کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ تصادم سے مشتعل ہوجائے وہی مادہ نار قایم بالذات ہے اور تصادم ذریعہ عرض نور ہے اوس مادہ کو نار کہنا چاہیے نہ اوس چیز کو جو تصادم سے پیدا ہوکر حالت اشتعال مین آجاتی ہے (۲) تہوڑی دیر کے لئے اگر اعتقاد فلاسفہ حال سہی

جدا ہو جاے اور اسباب پر غور فرمائیے کہ وہ نار جو حالت اشتعال مین ہوتی ہے
اور آپ اوسے نار کہتے ہین ایک اکال حالت سے کہ جسمین وہ ظاہر ہوتی ہے
اوسے نظر سے غائب کر دیتی ہے اور مرکب موجود کو جسکے اندر وہ لگی ہوتی ہے
فنا کر دیتی ہی - اگر آفتاب مین ہی جسکا نور آتش وحرارت کو ایسا پیدا کرتا ہی کہ جب آتشی شیشہ سے شعاعین
اسکی مجتمع کر کے کسی چیز پر ڈالیجاتی ہین اور وہ چیز حالت اشتعال مین آجاتی ہی یا جنگلون مین زیادتی حرارت
شمس کے اوقات مین خود بخود آگ لگ اوٹھتی ہے مادہ نار ایسا ہی ہو تو لازم آئیگا
کہ آفتاب بہی اسی طرح کے فنا ہو جانے والی چیز ہو جیسے کوئلہ مین آگ لگ کر اوسے
خاکستر کر کے حالت نور کو زائل کر دیتی ہے - آفتاب کی نسبت یہ حالت بداہتہً قابل
تسلیم نہین ہے - اور لازم آتا ہے کہ آفتاب مین نار بحالت اشتعال قایم الذات ہے
ممکن ہے کہ کرہ ارض کی نار اوسکا اثر اور عرض محض ہو - پس ان دونون صورتون
مین یعنی نار اوس مادہ کو کہین جو قابل اشتعال ہے (بالقوہ) یا اوس مادہ کو کہین
جو حالتِ اشتعال مین ہے (بالفعل) لازم آئیگا کہ فلاسفہ حال نے یا دہوکا کھایا
ہے یا تحقیقات ناتمام ہے - دہوکا اسلئے کہ حالت مشتعلہ بالفعل کو نار سمجہا ہے -
تحقیقات اسلئے ناتمام ہے کہ یا اب تک وہ خاص چیز جو مادہ نار محض ہو اوسکو تجزیہ
کر کے ایک عنصر قایم نہین کر سکے - وہ اسقدر نازک ہونا چاہئے کہ جدا نہو سکتا ہو -
یا محض تجزیہ اجزاء موجودہ کرہ ارض مین نار کا مادہ نہ پاکر یا جدا کرنے کی قابلیت نہ رکھکر
مطلقاً انکار اوسکے عنصر ہونے کا کر دیا ہے - مخلوق الٰہی کرہ ارض ہی نہین ہے

آفتاب اور لاکھون کرہ ہین۔ جب اونکا تجزیہ نہین ہوا تو مطلق انکار بھی صحیح نہین ہوا
اللہ تعالی نے یہ نہین فرمایا کہ اوس نار سے جو ایک عنصر کرۂ ارض مین ہے جنات
پیدا کئے ہین۔ (۳) یہ دیکھنا چاہئے کہ خداوند عالم نے جنات کا پیدا ہونا کس چیز سے
فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ نار سے پیدا فرمایا ہے۔ مگر سورۂ حجر مین صاف بتلا دیا ہے
کہ کس نار سے پیدا فرمایا ہے وہ نار سموم ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
ترجمہ اور ہم نے ہی کالے اور سڑے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر
کھن کھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو آدم سے پہلے لُون کی گرمی سے
پیدا کر چکے تھے۔ میرا خیال یہ ہے اور اگر تفسیر بالرائے کر دینا جائز ہوتا مین بلا ادعا
کہدیتا کہ نار سموم ترجمہ آکسیجن کا ہے۔ چونکہ یہ لفظ اوس وقت جب کلام مجید نازل ہوا
بنا نہ تھا اور عرب مین نہ تھا پس اس سے بہتر کوئی لفظ آکسیجن کے مقابل نہین ہو سکتا
تھا جس سے عنصر جنات کے خلق کا تعبیر کیا جاتا۔ پس اگر یہ معنی مان لئے جائین
کوئی نزاع باقی نہین رہتی اور سارے وجوہ انکار وجود جنات کے باطل ہو جاتے
ہین۔ اگر یہ معنی نہ مانے جائین تو یہ کہنا بداہت ہوگا کہ جنات کے خلق کا عنصر نار سموم
ہے۔ نہ نار مشتعلہ۔ اور یہ معنی ہونگے کہ وہ چیز جسے مٹی کہتے ہین (اس سے قطع
نظر کر لیجئے کہ اوسکے اجزا کا تجزیہ کرنے کے بعد اوسکے عنصر کتنے ہین) عنصر خلق
آدم کا ہے۔ اور وہ جنات کا عنصر خلق نہین ہے۔ اور یہ معنی ہونگے کہ نار سموم مین

جونار ہے یعنی وہ جو حالت اشتعال مین نہین اور وہ ایک مادہ ہے جو اشتعال پایا جاتا ہے خواہ اوسے اشتعال کی ضرورت ہو یا نہو عنصر خلق جنات کا ہے۔ علاوہ اسکے ہمارا اعتقاد فلاسفہ کے تبلانے سے نہین ہے کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے۔ جناب باری تعالیٰ جلشانہٗ کے ارشاد سے ہے۔ عنصر ہونے اور نہ ہونے کی جسمین بحث نہین ہے نہ اسکی خداوند عالم نے بحث فرمائی ہے کہ نار عنصر اور جوہر ہے یا عرض۔ نہ یہ فرمایا ہے کہ وہ ارضیات کا عنصر ہے۔ اگر یہ مان لیا جاتا کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ نے ہی فرمایا ہے کہ عناصر سے مخلوق پیدا ہوئی ہے تب یہ کہنا کہ نار عنصر نہین ہے (نہ کرہ ارض مین نہ کرہ آفتاب مین) اوراس سے مخلوق پیدا نہین ہوتی جائز ہوتا۔ اب ہرگز جائز نہین ہے۔ اس سے ہی قطع نظر نسبت روح کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حکم ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی نسبت ارادہ کرتا ہے کہ ہوجائے پس حکم دیتا ہے کہ ہوجاے۔ اور وہ ہوجاتی ہے پس صاف معنی یہ ہین کہ جس چیز کو حکم قیام ہو خواہ قایم بالذات ہو یا قایم بالغیر وہی قایم اور باقی رہیگا اور وہی خلق ہے چنانچہ خود مادہ بھی حکم ہے اور اعراض بھی حکم ہین ورنہ مادہ کا قدیم ہونا لازم آئیگا۔ پس حقیقت مین جوہر اور اعراض کی بحث کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی قدرت خلق سے کچھہ لگاؤ اور تعلق نہین نہ معجزات سے اور اسی لئے ضرورت تاویل معجزات اور جنات کی عموماً غلط محض ہے۔ جب مین اس بات پر غور کرتا ہون کہ انکار قایم بالذات ہونے نار کا حقیقت مین انکار نار ہے تو یہ آیت یاد آتی ہے۔ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم

بِهَا تُكَذِّبُونَ - یہی وہ نار (دوزخ) ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے -

ترک تمسک احادیث کا یہ ضرر کہ چھوٹی تدبیرین اس سے فوت ہوتی ہین -

اب مین ترک تمسک احادیث کی ایک اور بُرائی بیان کرتا ہون کہ احادیث نبوی مین ہر چیز کی تعلیم موجود ہے چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑی سے بڑی بات کی - چھوٹی تدبیرون سے بڑی تدبیرین پیدا ہو جاتی ہین - چنانچہ اسکا بیان اس کتاب مین تفصیل سے ہو چکا ہو مناسب ہے کہ یہان ایک نئی مثال بیان کیجائے جو ممکن ہے کہ فرضی ہو حقیقی ہو - اور وہ یہ ہے - جب بچے چوری سیکھتے ہین پہلے اپنے ماں باپ کی چیز چراتے ہین جسمین استفادہ کا اونکو ایک حق ہوتا ہے پھر دوسرنکی بہت ہی چھوٹی چیز - اور ابتدائی درگذر کے سبب سے آخر کو بعض نامی چور ہو کر تمام عمر جیلخانہ مین رہتے ہین چنانچہ وہ قصہ اسکی مثال ہے جو ایک انگریزی کتاب مین دیکھا تھا -

حکایت پہلے زمانہ مین سزا چوری کی قتل تہی - ایک شخص چوری کا ملزم ثابت ہوا اور اوسکی نسبت حکم قصاص دیا گیا - پھانسی سے پہلے اوس سے پوچھا گیا کہ اوسکے دلمین کیا آرزو ہے اوسنے جواب دیا کہ اپنی ماں سے ملاقات کرنا چاہتا ہون - چنانچہ اوس سے ملاقات کرائی گئی - جب ماں بیٹون کا سامنا ہوا تو بیٹے نے ماں سے خواہش کی کہ مجھے اپنی زبان کا بوسہ دیدیجئے - ماں کچھ نہ سمجھی اور اپنی زبان نکالدی - صاحبزادہ نے ماں کی زبان منہ مین لیکر اس زور سے

کاٹ کہ کٹ گئی۔ ماں چلانے لگی غل ہوگیا۔ لوگ دوڑے اور جب دیکھا کہ عورت کے منہ سے خون جاری ہے زبان کٹ گئی ہے قیدی کو ملامت کی۔ تب اوسنے جواب دیا کہ میری یہ نوبت ان والدہ ماجدہ کی بدولت پہونچی ہے۔ جب مین بچہ سا تھا پہلی دفعہ مینے ایک انڈا چرایا اور امان جان کو لاکر دیا اونہون نے اوسے اوبالا آدہا خود کہایا نصف باقی مجھے دیا مینے اپنا حصہ کہالیا۔ اوسی دن سے مجھے چوری سے رغبت شروع ہوئی اور آخرکار عادت ہوگئی اگر یہ مان مجھے روک دیتی اور سزا دیدیتی مین اس حال کو نہ پہونچتا انصاف یہی تہا کہ حصہ سزا سے بہی وہ محروم نہ رہے۔

پس جو آدمی کو اعلیٰ درجہ کا بنانا لازم ہے کہ ہر چہوٹی اور بڑی بات کی شرح کرے اور ہر چہوٹی اور بڑی بات کے لئے احکام نافذ کرے اور چہوٹی برائیون سے اوسی طرح منع کرے جیسے بڑی برائیون سے۔ کیونکہ صغائر کبائر کی طرف منجر ہوتے ہین۔ ایک دفعہ آنکہہ اوٹہا کر دیکہہ لینا بہت ہی چہوٹی چیز ہے مگر نتائج بزرگ اوسکے محتاج بیان نہین ہین۔ اس اصول کے مطابق غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ احادیث کو ترک کرتے ہین وہ چہوٹی تدبیرین جنکے بغیر بڑی تدبیر پوری نہین ہوتین چہوڑتے ہین۔ اور حقیقت مین اون عمدہ مدارج پر پہونچنے سے باز رہتے ہین جہان پہونچانا مقصود الٰہی تہا۔

تمسک احادیث پر استہزا کا بیان — تاہم یہی نہین ہے کہ احادیث سے قطع نظر

کیجاتی ہینے دیکھا ہے کہ اونکی نسبت اعتراض و استہزا ہوتا ہے کہ اوٹمین چہوٹی چہوٹی باتین ہین اور وہ بے حقیقت ہونے کی وجہ سے قابل پابندی نہین - مجھکو تعصب ہوتا ہے کہ اٹیکیٹ Etiquette کی کتابون مین یہانتک بیان کیا گیا ہے کہ جب مسواک باہر کی طرف دانتون مین کیجاے اندر کیطرف بہی کرلی چاہیے اس پر بے حقیقت ہونیکا کوئی الزام نہین لگاتا اور قابل ترک نہین سمجھتا - احادیث کے جزئیات کو چہوٹی باتین کہکر باعث ترک جانتے ہین - مسواک کا طریقہ بتلانا آخرکار دانتون کے لئے نفع عظیم کا ذریعہ ہوتا ہے ایسے ہی احادیث مین جزئیات کی تعلیم باعث نفع عظیم ہے -

مناسب ہے کہ چہوٹی باتومین سے مثالاً ایک بات بیان کیجاے - جناب رسولخدا صلعم نے حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین ہر تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے - اسپر بہت بحث کیجاتی ہے - اور لباس کی تقلید کی وجہ سے یہ حدیث یا غلط یا قابل تاویل یا ناقابل عمل سمجھی جاتی ہے اسکے مقابلہ مین اٹیکیٹ Etiquette کے بعض مقررات قابل توجہ ہین - جو شخص اپنے آپکو سوسائٹی مین داخل ہونیکے لایق بنانا چاہے اوسپر لازم ہے کہ کالر اوسکا ایک خاص طرح کی حالت مین ہو - بٹن خاص طرح کے ہون - رومال خاص طرح کا ہو خاص طرح سے رکھا ہوا ہو - خاص طرح کے بال ہون - مونچھین خاص قسم کی ہون - ڈاڑہی خاص طور کی ہو یا اوسیدن کی منڈی ہوئی ہو - عمدہ دوکان کے سلے ہوئے کپڑے ہون -

ان تیوہ‌ون کی نہایت خوشی سے پابندی کیجاتی ہے مگر آنجناب صلعم نے جو تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے اوسے غلط جانتے ہین حالانکہ نفع کا وجود اوسمین ظاہر ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جسقدر حکام وقت ہین بہ نسبت ہندوستانیون کو جو انگریزی لباس پہنتے ہین بہروپیہ سمجھتے ہین۔ بعض ایسی مثالین مینے دیکھی ہین کہ انگریزی کا ایک لفظ نہین جانتے مگر کوٹ پتلون سے ایسے درست ہین معلوم ہوتا ہے کہ ابہی لنڈن سے چلے آتے ہین۔ اگر اہل ہند وضع مین تغیر نہ پیدا کرتے میرا خیال یہ ہے کہ اُس حالت کی بہ نسبت وہ جلدی میل جول پیدا ہونے کا ذریعہ ہوتا۔ یا بے وقعتی نہوتی۔ بہرحال اس حدیث کا غلط جاننا نہایت ہی غلط اسلئے ہے کہ زمانہ جناب نبوی زمانہ لڑائیونکا اور ابتدا اسلام کا تہا۔ ایسے زمانہ مین لباس کی علیحدگی اور وضع اسلام کا جدا کرنا ضروری تہا۔ چنانچہ اب بہی وردیون کی تاکید ہے۔ اور وضع اوعانی کا اختیار کرنا جرم ہے۔

متمسکین احادیث کے اوہام مین مبتلا ہونے کا بیان۔

یہی نہین ہے کہ پابندی احادیث سے اعراض کیا جاتا ہے یہانتک نوبت پہونچی ہے۔ بعض حضرات متبعین سنت کا یہانتک استخفاف کرتے ہین کہ جو لوگ پابند احادیث ہین اونکو بلا اوہام مین مبتلا اور نکمے جانتے ہین۔ چنانچہ بعض چیزونکا نام مذہبی اوہام رکہا گیا ہے۔ جو لوگ ایسا ارشاد فرماتے ہین غالبًا اونکی غرض تاریخون مین سعد و نحس کے اعتقاد۔ تعویذون کے اعتقاد۔ دعا کے اعتقاد اور اسیطرحکے اور اعتقادات سے ہے۔ غور کرنیسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ

امور نتیجہ ایک خاص امر کا ہین یعنی اللہ سے ڈرنے کا - یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ موجود اور
حاضر و ناظر ہے اسکا سبب ہوتا ہے کہ آدمی جیسا اوسوقت کہ گواہ موجود ہون ارتکاب
معاصی سے باز رہے اوسوقت بھی باز رہے جب گواہ موجود نہون - یہ ایک بڑی خوبی
ہے لیکن انسان جب خائف ہوتا ہے اور خوف بڑھجاتا ہے لاؤنا اوسکی یہ حالت
ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز مین احتیاط کرتا ہے جیسے ہم لوگ نوکری کی حالت مین کرتے
ہین - بعضونکی وہ حالت ہوتی ہے جو انسان کی ڈوبنے مین - ڈوبنے والے
بچنے کی کوشش مین تنکے پکڑنے لگتے ہین - یہ زیادتی ہے - تاہم اس امر
عظیم الشان یعنی خوف الٰہی کے بعد جب غلطیان ہون وہ قابل برا کہنے کی نہین ہین -
نہ اس سبب سے مذہب قابل استغفار ہے - انسانون کو بتلانا چاہیے کہ بعض چیزین
جو حالت خوف مین اوسطرف لیجاتی ہین جنکو تشبث غرایق بکل حشیش کہتے ہین توہمات
محض اور غلطی مین داخل ہین - بعض ایسے نہین ہین چنانچہ جو توہمات مذکور ہوئے
اونمین بھی بعض ایسے ہین کہ قابل اعتراض نہین جنمین سے ایک یعنی تاریخ ہاے
سعد و نحس کے اعتقاد کی حالت بیان کیجاتی ہے -

تاریخون کے سعادت و نحوست کا اعتقاد بے اصل نہین ہے - ہر ملت اور قوم
مین اسکا وجود پایا جاتا ہے کیونکہ جب کسی دن کوئی واقعہ عظیم پیش آتا ہے لوگون کو وہ
دن یاد رہتا ہے - مثلاً جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھے اوسکا روز تخت نشینی روز جشن
ہوجاتا ہے - جب پیدا ہو وہ دن روز تعطیل ہوجاتا ہے - جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہی

تو وہ دن ہمیشہ یاد رہا کرتا ہے - جیسے حضرت عیسیٰ کا روز غیبت - اور ۲۵/دسمبر کا یاد
رہنا - یا جناب سید الشہدا کا روزِ شہادت اور ۱۰ محرم کا یاد رہنا - یا ہفتہ مین ایک دن کا خالی
رہنا اس بنا پر کہ اللہ تعالے نے چھہ دن مین زمین وآسمان بنائے اور ساتوان دن
خالی تھا - جیسے کوئی اتوار کوئی ہفتہ کوئی جمعہ مانتا ہے - پس ہفتہ یا مہینے یا سال مین
جب وہ دن یا تاریخ آئے یاد رکھنے والے اوسکو خواہ مخواہ اور دنون سے خود بخود ممیز
جانتے ہین - بعض اس سے بڑہجاتے اور اوسمین سعادت یا نحوست خیال کرتے
ہین - پس اگر مسلمان بھی بعض ایام وتواریخ کو ممتاز جانین کیا برائی ہے - اگر کچھہ بڑہکر اونکو
نامبارک خیال کرین کوئی بڑا الزام اونپر نہین - اگر زیادہ تفتیش کیجائیگی اور وجوہ بھی موجود
ملینگے جو الزام سے پاک کردین - علاوہ برآن یہ امر خاص طور سے غور کے قابل ہے کہ
ایسے واقعات کو نہ ماننا اون واقعات کا استخفاف اور توہین ہوسکتا ہے - اور وہ
استخفاف وتوہین بدترین اشیا مین سے ہے - وہ حضرات جو ایسی چیزون کو اوہام مطلق
کہکر استخفاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک جو ایسا اعتقاد رکھے گو کسی
مذہب کا ہو برابر ہے اونکو چاہیے کہ وہ صاف کہین کہ ہم خدا کو نہین مانتے - عیسائی -
ہندو - مسلمان بنکر ایسا کہنا روا نہین ہوسکتا -

احادیث مین تنقید کی دقت وجہ ترک نہین ہوسکتی -

اب باقی رہا یہ امر کہ احادیث مین تنقید کی دقت ہے -
ضرور دقت موجود ہے مگر آدمی جسقدر مشکل کام کرتا ہے اوسیقدر
اوسکا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے - جیسے لڑائیون مین - پس مین پوچھتا ہون کہ آپ تھوڑی دیر

کے لئے انصاف کو کام فرما کر تبلائے کہ آپ سے اتنی محنت احادیث کی تنقید مین اوٹھائی
ہے جسقدر طالب دنیا مین ۔ جتنی محنت اون علوم کے پڑہتے مین جنسے آدمی بی۔اے
ہوتا ہے ۔ اوٹھائی جاتی ہے (یہانتک کہ بعض صحت سے دست بردار ہو گئے ہین) اتنی
تنقید حدیث مین اوٹھائی ۔ اگر اوٹھاتے غالبًا ایسا نفرماتے ۔

غلطی اول کا اثبات بذریعہ اسکے کہ مذہب حق ایک ہی ہو سکتا ہے

اسباب کی غلطیان بیان کر دینے کے بعد اب حقیقت غلطی اول کی یعنی اوسکے وجوہ بیان کئے جاتے
ہین ۔ اس ارشاد کی کہ مذہبی خود پسندی کے نشہ مین سرشار تھے اور تمام کلام پر نظر
کرنے سے یہ معنی ظاہر ہین کہ خود پسندی مذہب کی بری چیز ہے اسلئے کہ مذہب ضرور
نہین ہے کہ ایک ہی حق ہو ۔ یہ صریحًا غلط ہے ۔ اسلئے کہ اگر مذہب خدا پرستی کا مذہب
ہے وہ دو نہین ہو سکتے ایک ہی ہو سکتا ہے ۔ ایک کے سوا جسقدر ہونگے وہ سب
غلط ہونگے ۔ اور پسند امر حق کے حق جاننے کے لئے لازم ہوگی ۔ جتنا اس پسند
کے نشہ مین سرشاری کی کمی ہوگی وہ پسند امر حق کی نہوگی ۔ تکبر اور خود پسندی منع ہے
امر حق کا حق جاننا واجب ہے اوسی کا صلابت فی الدین نام ہے ۔ جب مذہبی خود پسندی
نہوگی آدمی اوسپر قایم نہوگا ۔ اور وہ حالت ہوگی جسکو اللہ تعالی فرماتا ہے مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ
ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ترجمہ کفر اور ایمان کے بیچ مین پڑے جہول رہے ہین
نہ ان کی طرف اور نہ اون کی طرف ۔ (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادہر کے ہوئے
نہ اُدہر کے ہوئے ۔

اس کتاب کا موضوع کسی خاص مذہب کا بتلانا نہین ہے البتہ عام مذہب اسلام کی تائید مقصود ہے۔ اسلیئے جہانتک اس مقصود کو تعلق ہے مذہب کا ایک ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اول جناب باری تعالی کی نسبت یہ تعین کرنا چاہیے کہ ہے یا نہین۔ اگر ہے ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔ وجود خداوند عالم اوسکی مصنوعات سے اور اوسکی کمال حکمت سے ظاہر ہے۔ ان صنعتو مین اصولاً ایک وحدت موجود ہے یعنی سب ایک طرح سی پیدا ہوئین ایک سا نظام ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا یعنی او رتم اللہ کے دستور مین کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ یہ وحدت اور صنعت زور سے پکار رہی ہین کہ خالق ہے۔ اور خالق ایک ہے خدا کا دو ہونا محتاج دلیل ہے جتنے دلائل خدا کے دو ہونے کے ہین وہ خدا کے وجود کے دلائل نہین ہین۔ دیکھیے اللہ تعالے ان سب باتو نکو بہت ہی تھوڑے لفظون مین بطریق اعجاز بیان فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ترجمہ اگر زمین و آسمان مین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو برباد ہو گئے ہوتے یعنی اگر دو اللہ ہوتے تو معاملہ بگڑ جاتا مختصر بیان اوسکا یہ ہے کہ دو برابر کی چیزونمین اطاعت نہین ہوتی۔ نہ دو برابر کے بادشاہ یا افسرون مین۔ اب جو پارلیمنٹ سے کام چل رہا ہے وہ دھوکا دیتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کاسٹنگ ووٹ یعنی راے مختتم ایک شخص کے ہاتھ مین ہوتی ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہین۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا پریسیڈنٹ۔ دو بادشاہ یا دو پریسیڈنٹ کہین نہین ہین۔ شوری آدمی کی راے کا مصحح ہے۔ خدا کو ضرورت شوری کی نہین۔ اسلیئے کہ انسان ضعیف

پیدا ہوا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یا مین تو ار۔

جب متعین ہو گیا کہ خدا ایک ہے تو اوسکے بعد متعین کرنا چاہیے کہ طریقۂ خدا شناسی اور طریقۂ بندگی یا مذہب ایک ہو سکتا ہے یا دو۔ ظاہر ہے کہ احکام بندگی ایک ہی ہو سکتے ہین جیسے ایک سلطنت کا ایک قانون۔ دو نہین ہو سکتے۔ (ملکون کے اعتبار سے جو قوانین مقامی بنائے جاتے ہین۔ وہ فرق کلیات و جزئیات کا ہے اس بیان کے مخالف نہین) ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بننے کے دو ذریعہ کبھی نہین ہوتے چنانچہ نوعیت و کیفیت خاص کا جو کھانا پکائے یا دوا بنائے جیسا وہ ہے اوسی ایک تدبیر سے۔ غلط ہو یا صحیح۔ بن سکتا تھا جس سے بنایا تیار ہوا۔ جب تدبیر مین فرق ہو گا کیفیت اور نوعیت بدل جائیگی اور اوسیقدر جسقدر ترکیب مین فرق ہوا۔ جتنی آنچ جتنے اجزار جتنا مصالحہ دینے سے ایک کھانا یا دوا تیار ہوئی بالکل ویسی ہی اوسیقدر مصالحہ اور اوسی طریقہ کی آنچ سے خواہ غلط ہو خواہ صحیح حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک نتیجہ کی صحت کے دو دلائل ہونا جیسے اقلیدس کے شکلون کے دو ثبوت اس دعوی کے مخالف نہین ہے اسلئے کہ نتیجہ جو نکلا ہے وہ ان دلیلون سے نہین بنا تھا۔ اوسکے اور ذریعے تھے مثلاً تساوی حقیقی دو چیزون مین مساوی بنانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ثبوت کے طریقے متعدد ہین لیکن وہ ثبوت ایک چیز کا ہے جب کسی چیز کے بننے کے دو ذریعے نہین ہوتے تو خدا پرستی کے بھی دو ذریعہ اور ملک کے دو قانون نہین ہو سکتے۔ اسیطرح اگر ہم ایک نقطہ ہین اور معرفت آلہی ایک نقطہ

ہے اور دونون کا ملانے والا خط مذہب ہے تو صحیح خط ایک ہی خط ہوگا دو نہین ہوسکتے ۔ صحت وراستی خط مین اوسیوقت متروک ہوگی جب نظر اوس نقطہ سی جسطرف خط کھینچنا مقصود ہے علحدہ ہوجائے ۔ جب ایکدفعہ نظر چوکی پھر کون اوسے سیدھا کرسکتا ہے ۔ نقطہ جب پھر نظر آئیگا اوسیوقت سے راستی اور سیدھا پن شروع ہوگا ۔ جو لوگ سمجھتے ہین کہ منحنی ہوکر بھی اگر خط نقطہ مقصود تک پہونچ جاے ۔ جیسے کسی شہر کے دو راستے ۔ اور آدمی دونون راستو ن سے شہر مین پہونچ جاے ۔ بُرا نہین ہے حقیقت مین غلط ہے ۔ اسلیئے کہ اس استحسان مین اسبات سے غفلت کی گئی ہے کہ نقطۂ مفروضہ یعنی خدا ہر مذہب کا جدا ہے ۔ علاوہ اسکے جو شخص چند مذاہب مین سے تحقیق مذہب حق کرے اوسے نقطہ صحیح معلوم نہین نہ اس شہر کا پتہ ۔ دو راستون سے ایک شہر مین پہونچنا اسلیئے ممکن ہوتا ہے کہ شہر معلوم ہوتا ہے یہان جب خدا دکھائی نہین دیتا ذریعہ پہونچنے کا یہ مثال نہین ہوئی ۔ یعنی شہر دیکھا نہین تھا پتہ پر جارہے ہین جب ایکدفعہ پتہ گم ہوا الگلے پتے جو شہر مین پہونچائے نہین مل سکتے ۔ یہ امر کہ ہر مذہب کا خدا واحد نہین ہے یعنی نقطہ مفروضہ متحد نہین ۔ اسبات سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ تین خدا کو ایک جانتے ہین ۔ بعض لوگ اوتارونکو بھی خدا جانتے ہین ۔ اور خدا کو وہی خدا جانتے ہین جو بتون مین سے ہوکر دکھلائی دے ۔ بعض اللہ کے قدیم ہونے کے ساتھہ مادہ کو بھی قدیم جانتے ہین ۔ بعض آگ کو خدا جانتے ہین ۔ یہانتک کہ بعضے پانچ پیر کو خدا جانتے ہین جنکو یہ بھی معلوم نہین کہ وہ کون ہین ۔ بڑا فرق یہ ہے

کہ ذات باریتعالی کی شناخت ناممکن ہے یعنی کہنہ ذات ۔ صفات سے جناب ایزدی کی شناخت ہوسکتی ہے جو داخل ذات ہین ۔ صفات ثبوتیہ وسلبیہ دونون قسم کی ہین پس شناخت صفات ہوسکتی ہے ۔ جب صفات مین اختلاف ہو ذات مین اختلاف لازم ہوگا اور جب صفت بدل جائیگی نقطہ مفروضہ بدل جائیگا حقیقت مین یہ کہنا کہ ہر مذہب کا خدا ایک ہے نہایت لغو ہے اور وہی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے جسنے کبھی غور نہ کیا ہو کہ ہمارا اللہ کیسا ہے ۔

جب معین ہوگیا کہ احکام بندگی ایک ہوسکتے ہین تب یہ امر غور کرنا چاہیے کہ سب سے چھوٹا راستہ اور احکام بندگی کے کون تبلا سکتا ہے ظاہر ہے کہ وہی تبلا سکتا ہے جسکو اللہ تعالی کی شناخت کامل ہوچکی ہو ۔ وہ کون ہوسکتا ہے ؟ جواب اسکا اسکے سوا اور کچھہ نہین ہے کہ وہ نبیؐ ہوسکتا ہے ۔ جناب محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت اس طرح صاف ظاہر ہے کہ قرآن اونھون نے ایسا معجزہ مستمرہ چھوڑا ہے کہ وہ کامل ثبوت اونکی حقیت کا ہے اور ساتھہ ہی وہ اسبات کا بھی ثبوت ہے کہ وہی نبی آخر الزمان تھے ورنہ معجزہ مستمرہ کسی اور کو نہین ملا ۔ یہ وہی نبیؐ تھے جنکی خبر نبیؐ نے دی ہے اور یہ بھی ثبوت قطعی حضرت کی حقیت کا ہے ۔ پس اسکے علاوہ جو اور راہ پیدا کرتے ہین وہ اس ارشاد کے اندر داخل ہین ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ

عَلٰٓى اَبِّاً مُّهِيْنًا○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ - جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون سے برگشتہ ہین - اور اللہ اور اوسکے رسولونمین جدائی ڈالنی چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم بعض (پیغمبرون) کو مانتے ہین اور بعض (پیغمبرون) کو نہین مانتے اور چاہتے ہین (کہ پیغمبرون مین مغایرت قرار دیکر) کفر اور ایمان کے بیچ بیچ مین (کوئی دوسرا) رستہ اختیار کرین تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہین - اور کافرون کے لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکہا ہے - اور جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون پر ایمان لائے اور اون مین سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجہا تو ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ آخرت مین اونکے اجر عطا فرمائیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس بیان کے بعد یہ بتلانا باقی نہین رہا کہ آجکل بیشتر اہل مذاہب مدعی ہین کہ ہم خدائے واحد کی پرستش کرتے ہین حقیقت مین وہ خدائے واحد کی پرستش نہین کرتے دوسرونکی پرستش کرکے ایک خیال باندہتے ہین - چنانچہ جو جواب اللہ تعالیٰ نے سوالات شیطان کا دیا ہے اوسمین شیطان کو باوجود عبادت فرمایا ہے کہ وہ تصدیق الوہیت مین صادق نہ تہا لیس اور اونکا کیا ٹہکانا ہے - نہ اوتار و انبیا مین فرق بتلانے کی ضرورت ہے کیونکہ انبیا صاف لفظونمین اقرار عبودیت کرتے ہین اوتار اسکے خلاف ہین -

دوسری غلطی کا اثبات بذریعہ بیان نوعیت تصوف و شریعت

دوسری غلطی - یعنی احکام شرعی کو قابل ترک جاننا اور اسباب کا دخل اوسمین فقط بیان وجوہ کافی ہوگا یہ غلطی

اسقدر ظاہر ہے کہ بسط کی ضرورت نہین - صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جن اہل تصوف
نے طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت کو جدا کیا ہے اونہون نے یہ غلطی کی ہے کہ لازم
سے ملزوم کو جدا کیا ہے کیونکہ خدا کا پہچاننا مستلزم اوسکے احکام پر عمل کرنے کا ہے -
یہ تاویل کہ احکام شریعت احکام ظاہری و قابل ترک ہین اوسی قسم کی ہے کہ ہم کہین
کہ کرو آپ نہ کرین اور کہین کہ ہین یہی سمجھا تہا - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپنے طریقۂ
طریقت کو قابل عمل اور طریقۂ شریعت کو قابل ترک کس آیت سے سمجھا تہا - اسکا جواب
کچھہ نہین - اور کسی آیت و حدیث سے نہین ملتا - برائی اس اعتقاد کی اسبات پر غور کرنیسے
صاف ظاہر ہے کہ طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت مین اگر فرق ہو تو لازم آئیگا کہ طریقۂ
طریقت محض خداشناسی ہو - اور طریقۂ شریعت محض عمل - محض ایمان بلا عمل جب
ترک عمل گناہ نہ جانا جاے باعثِ نجات نہین - اسی طرح محض عمل جب عمل بغیر خداشناسی
کے ہو باعث نجات نہین - نجات مین خداشناسی اور عمل دونون مشروط ہین (ترک
عمل بطور گناہ دوسری چیز ہے جسے یہان داخل فہم مرام نکرنا چاہیے -) طریقۂ
طریقت اوسیوقت باعث نجات ہو سکتا ہے جب اللہ تعالی کو بعد خلق عالم اوس
سے غرض نرہے اور یہ خیال دوسری صورت اوس خیال کی ہے کہ اللہ نے دنیا
کو بنایا اور اوس سے بے تعلق ہو گیا اب جو کچھہ ہو رہا ہے بذریعہ اسباب ہو رہا ہے
جب صحیح یہ بات ہو کہ خداشناسی مین عمل ساتھہ ہے اور عمل مین خدا
شناسی ساتھہ ہے وہی تصوف صحیح ہے اور وہی شریعت صحیح ہے

اور دونون ایک چیز ہین۔ غلط متصوفین سے نے آیام غلطی کے ذریعہ سے اس خیال کو پیدا کر کے جدائی ڈہونڈی ہے اور حقیقت مین اسپنے اولیا اللہ کے طریقہ پر چلنے سے جنکو وہ اس طریقہ کا موجد بناتے ہین روگردانی کی ہے یعنی جناب امیر علیہ السلام۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ جناب امیر طریقہ شریعت پر نچلتے تھے۔ یہانتک کہ شاہ عبد القادر صاحب جیلانی۔ اور سید معین الدین صاحب چشتی اگلون مین اور مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی اس زمانہ مین تارک صوم وصلواۃ نہ تھے اور سید المتصوفین تھے۔ پس وہ لوگ متصوف نہین ہین جو ایسا غلط خیال کرتے ہین۔

تیسری اور چوتھی غلطی کا اثبات وتحقیق معنی رحم۔

تیسری اور چوتھی غلطی - معنی رحم ومغفرت اور دونون کے دائرہ کی وسعت بیان کر کے بیان حیرت کرنا مناسب ہوگا اسلئے اول معنی رحم کے بیان کئے جاتے ہین اوسکے ضمن مین معنی مغفرت کے بیان ہوجاینگے۔

معنی رحم صاحب صراح کے

صاحب صراح نے معنی رحم کے بخشودن لکھے ہین اور مہربانی کرنے کے۔

معنی رحم صاحب قاموس کے

صاحب قاموس نے معنی رحم کے رقت ومغفرۃ و مہربانی کے لکھے ہین۔

معنی رحم صاحب مجمع البحرین کی

مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وہی فی بنی آدم عند العرب رقۃ القلب ثم عطف۔ وفی اللہ عطف وبرہ ورزقہ واحسانہ والرحمن ھو

ذوالرحمۃ ولا یوصف بغیر اللہ بخلاف الرحیم الذی ھو عظیم الرحمۃ یعنی رحم جب باعتبار بنی آدم کے لیا جاسے تو معنی اوسکے دل کی نرمی اور اوس نرمی کے مطابق مہربانی کرنے کے ہین۔ اور جب اللہ تعالی کے متعلق ہو معنی اوسکے مہربانی اور نیکی اور احسان کرنے اور روزی دینے کے ہین۔ (یعنی یہ فرق ہے کہ آدمی مہربانی نرمی قلب کی وجہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالی اس ذریعہ سے نہین کرتا) رحمن کے معنی صاحب رحمۃ کے ہین مگر وہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے دوسرے کی نہین۔ مگر رحیم صاحب رحمۃ عظیم کو کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب بحار کے — کتاب بحار الانوار مین جہان شرح اسمار حسنی کی لکھی ہی اوسمین اسمار آلہی رحمن ورحیم کے یہ معنی لکھے ہین والرحمن والرحیم اسمان مشتقان من الرحمۃ علی وزن ندمان ونديم ومعنی الرحمۃ النعمۃ والراحم المنعم کما قال عزوجل لرسولہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی نعمۃ علیھم ویقال للقرآن ھدی ورحمۃ وللغیث رحمۃ یعنی نعمۃ ولیس معنی الرحمۃ الرقۃ لان الرقۃ عن اللہ عزوجل منفیۃ وانما سمی رقیق القلب من الناس رحیما لکثرۃ مایوجد الرحمۃ منہ ویقال ما اقرب رحم فلان اذا کان ذا مرحمۃ وبر والمرحمۃ الرحمۃ ویقال رحمۃ مرحمۃ ورحمۃ

یعنی رحمن ورحیم دو صیغہ اسم کے ہین وزن ندمان ونديم پر اور معنی رحمۃ کے نعمۃ ہین راحم یعنی نعمت دینے والا چنانچہ اللہ تعالی اپنے رسول صلعم کی نسبت فرماتا ہے کہ ہمنے تمکو صرف بنظر رحمت تمام عالم کی طرف بہیجا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اہل عالم کو نعمت

دی ہے۔ اور کلام مجیب کے رد لئے کہا جاتا ہے کہ ہدایت و رحمت ہے اور ھینہ کو رحمت
کہتے ہین یعنی نعمت۔ معنی رحم کے رقت کے نہین ہین اسواسطے کہ رقت ایسی صفت
ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب نہین ہوسکتی یعنی نرمی۔ یا تنگی۔ اور جو آدمی رقیق القلب
ہوتے ہین وہ اسلئے رحیم کہے جاتے ہین کہ اونسے فعل رحمت بشیتر صادر ہوتا ہے
دلیل اسکی یہ ہے کہ کہتے ہین کہ ما اقرب رحم فلان (کیا جلدی فلان شخص کو رحم
آتا ہے) جبکہ کوئی شخص صاحب مرحمت ہو اور نیکی کرنے والا۔ مرحمۃ بمعنی رحمت کے
ہے چنانچہ کہتے ہین۔ رحمۃ مرحمۃ و رحمۃ یعنی مین نے رحم کیا بطور مرحمت و
رحم کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر جلالین کے۔ صاحب تفسیر جلالین نے تعریف رحم کی یہ کی ہے
وھی ارادۃ الخیر لاھلہ یعنی نیکی کرنا اوس شخص کے ساتھ جو مستحق نیکی کا ہو۔

معنی رحم صاحب تفسیر کبیر کے۔ امام فخر الدین رازی نے معنی اوسکے یہ لکھے ہین فاعلم ان
الرحمۃ عبارۃ عن التخلیص من الآفات وعن ایصال الخیرات الی اصحاب الحاجات
یعنی رحم آفات سے بچانے اور خیر و بہتری پہونچانے کو اصحاب حاجات
کے کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب تفسیر مجمع البیان کے۔ تفسیر مجمع البیان مین لفظ الرحمن الرحیم کی نسبت
لکھا ہے۔ اسمان وضعا للمبالغۃ واشتقا من الرحمۃ وھی النعمۃ
الا ان فعلان اشد مبالغۃ من فعیل یعنی رحمن و رحیم دو نام ہین جو

رحمت سے نکلے ہین اور رحمت بمعنی نعمت کے ہے لیکن وزن فعلان مین جو کیفیت مبالغہ کی ہے وہ اوس مبالغہ سے بہت بڑی ہوئی ہے جو وزن فعیل مین ہے۔ تہوڑے فاصلہ سے لکہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رقت سے نہین ہو سکتی۔

مہائمی نے تفسیر تبصیر الرحمن مین لکہا ہے | یعنی رحم صاحب تفسیر تبصیر الرحمن کے۔

والرحمۃ رقۃ القلب وعطف۔ ویراد فی حق اللہ تعالیٰ غایۃ من ایصال الخیر ودفع الشر وتنقسم الی ذاتیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ الوجود۔ وخاصۃ۔ تخصیص بعض لعبیدہ للتقریب الیہ وہما المرتبان علے اسم اللہ ووصفیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ ما یلیق من اعراض وخاصۃ ما یتفضل بہ البعض علے البعض وہما المرتبان علے اسم الرب۔

یعنی رحمت رقت قلب کو کہتے ہین اور اوسکے مطابق مہربانی کرنے کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق معنی اوسکے انتہا مرتبہ کی خیر پہونچانے اور شر دور کرنے کے ہین اور اوسکی دو قسمین ہین۔ ایک ذاتی اور اوسکی بہی دو قسمین ہین۔

اول عام افاضۂ وجود یعنی وجود مین لانے کی نیکی سب کے ساتھہ۔

دوسری خاص یعنی بعض بندونکو اپنے تقرب دینا اور یہ دونون اوس اسم کے متعلق ہین جو اللہ ہے۔

دوسری قسم وصفی ہے وہ بہی دو قسم پر منقسم ہے ایک عام یعنی جو اغراض مناسب ہون اونکو بہم پہونچا دینا اور ایک خاص یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دینا اور یہ متعلق

اسم رب کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر غرائب الفرقان کے۔

علامہ نیشاپوری نے غرائب الفرقان مین لکھا ہے۔

الثالث عشر فیما یتعلق بالرحمن الرحیم۔ الرحمن فعلان من رحم والرحیم فعیل منہ۔ واشتقاقہ من الرحمۃ وھی ترک عقوبۃ من یستحقہا وارادۃ الخیر لاھلہ واصلہ الرقۃ والتعطف ومنہ الرحم لرقتہا وانعطافہا علی ما فیہا یعنی تیرہوین۔ بیان متعلقات رحمن ورحیم کا۔ رحمن وزن فعلان پر ہے اور رحم سے مشتق ہے اور معنی رحمت کے یہ ہین۔ مستحق سزا کو سزا نہ دینا اور جس نیکی کے لایق ہو اوسکو وہ نیکی کرنا اور اصل اسکی رقت یعنی نرمی ہے اور نرمی کی مطابق وہ کام کرنا جسکی ضرورت ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر عزیزی کے

مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقیقت رحمت کی حق باری تعالی مین ایصال خیر و دفع شر ہے اور رحمت اللہ تعالی کی دو قسم پر ہے۔ ذاتی وصفاتی۔ اور ذاتی بہی دو قسم کی ہے عام اور خاص رحمت عام افاضۂ وجود ہے کہ جو کچھ دنیا مین ہے ہر ایک کو اوسکا حصہ پہونچا ہوا ہے۔ اور خاص استعداد تقرب الی اللہ ہے کہ اپنے بعضے بندونکو اوسکے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور صفاتی بہی دو قسم کی ہے۔ عام۔ اور خاص۔ عام کے معنی دینا اوس چیز کا جو ہر موجود کے لئے لایق اور سزاوار ہو متعلق صفات و اغراض کے اور خاص کے معنی ہر موجود کو وہ چیز دینا کہ اوسکے ذریعہ سے مزیت

وفضیلت دوسرون پر حاصل کرسکے ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دوبارہ رحمٰن ورحیم
کو جو اس سورہ مین ارشاد فرمایا ہے باوجودیکہ بسم اللہ مین بہی ان دونون اسم کا ذکر کرلیا
تہا تکرار نہین ہے اسلئے کہ وہ رحمت جو بسم اللہ مین مذکور ہے ذاتی ہے ۔ وہ رحمت
جو سورہ مین ہے صفاتی ہے اور چونکہ ذاتی کی دو قسمین ہین یعنی عام اور خاص ۔ دونو نام
رحمٰن ورحیم بسم اللہ مین اسلئے ذکر کئے ہین کہ ان دونون قسم پر دلالت کرے ۔ اور
چونکہ صفاتی کی بہی دو قسمین ہین یعنی عام وخاص دونو نام رحمٰن ورحیم کے بیان بہی لائے
ہین تاکہ ان دونون قسم پر دلالت کرے ۔

بعد اسکے تہوڑے فاصلہ سے فرمایا ہے کہ ابن مبارک نے کہا ہے کہ رحمٰن وہ
ہے کہ جب اوس سے سوال کرین دے ۔ اور رحیم وہ ہے کہ اگر اوس سے کچہہ نہ
مانگین خفا ہو ۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ نعمتہا ے گوناگون دنیا اور آخرت کے آثار
رحمت رحمانی کے ہین و دفع بلیات وآفات دنیا وآخرت کی بمقتضاے رحمت
رحیمی کے ہے ۔

معنی رحم صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج ۔ صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج نے لکہا ہے کہ رحمٰن یعنی
بہت دینے والا مخلوق کو دنیا مین بذریعہ دینے وجود اور زندگی کے اور رزق کے اور نعمت کے
تاکہ اوس وسیلہ سے اوسکی شناخت حاصل کرین اور اوسکی عبادت مین مشغول
ہون رحیم یعنی اچہا دینے والا بندون کو آخرت مین بذریعہ عرفان کے اور اونکو باغ
جنت مین پہونچانے کے ۔

معنی رحم صاحب تفسیر مظہر العجائب کے

تفسیر اردو مظہر العجائب مین لکھا ہے اور لغت مین رحمت کہتے ہین رقت قلب کو جو تفضل اور احسان کا مقتضی ہو۔ اکبر مین ہے کہ نص قرآن مین یہ رحمت بیس معنون مین مستعمل آیا بمعنی قرآن[1] ۔ و سید الرسل[2] و توفیق طاعات[3] ۔ و نبوت انبیا علیہم السلام[4] و اسلام[5] ۔ و نور عرفان[6] ۔ و عصمت[7] ۔ و افاضہ مطر[8] ۔ و نجات[9] ۔ و نصرت[10] ۔ و الفت[11] ۔ و توریت[12] ۔ و مدح ابراہیم[13] ۔ و اجابت دعوات ذکریا[14] ۔ و افتتاح ابواب روح و ریحان[15] ۔ و جنت[16] ۔ و بمعنی صفت ذات الٰہیہ[17] و مغفرت[18] ۔ و عافیت[19] ۔ و رزق[20] قال اللہ تعالیٰ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ ۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ ۔ يَنْشُرْ رَحْمَتَهٗ ۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ ۔ اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۔ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۔ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ ۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ ۔

Com fassior nore

معنی رحمت لغت انگریزی سے

انگریزی مین مرادف اسکا مرسی اور کمپیشن Mercy & Com-passion

ہو سکتے ہین معنی مرسی کا خلاصہ جو وبیسٹر صاحب نے لکھا ہے یہ ہے کہ وہ ہمدردی
اور نرمی اجسے ملائمت دل کی کہتے ہین۔ اجو کسی شخص کو مجرمون سے درگذر کرنے یا
کسی مجرم کے ساتھہ استحقاق سے بہتر عمل کرنے یعنی درگذر کرنے کا میلان پیدا کرے
اور وہ خیال جو انصاف کی طرف راجع ہو کر میلان اسبات کا پیدا کرے کہ ضرر رسیدہ
جرایم مداخلت بیجا یا ضرر کا معاف کرائے۔ یا سزا کم دلانا چاہیے یا مطلق نہ دلانا چاہیے
اسکا استعمال مجرمون کی نسبت ہوتا ہے۔ اور خداوند عالم کی صفت خاص ہے جس سے
اوسکی ذات مخلوق سے ممتاز ہوتی ہے۔ اور نیز معنی اوسکے کرم و بخشش و خیرات و
عنایت و حیات و دوامی دینے و عفو کے ہین۔ کمپشن کے معنی موثر ہونا دوسرون کی
تکلیف سے ہے اور اوس جوش کو کہتے ہین جو دوسرون کی تکلیف اور آفات مین
پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جوش شفقت و عنایت کا۔

معنی رحمت بموجب اقوال بالا کے تین ہین۔	جو معنی لفظ رحمت کے علمائے اسلام نے لکھے ہین پایا جاتا ہے کہ وہ تین معنی ہین۔

اول نعمت دینا جسمین ہبہ۔ عطف۔ رزق۔ احسان یعنی خلاف سور داخل ہین۔
خواہ وہ دینا مانگنے پر ہو یا اپنی طرف سے بطور مہربانی کے۔
دوم۔ تخلیص آفات کرنا یعنی آفتون سے چھوڑانا اسی طرح۔
سوم۔ ترک عقوبت کرنا۔ جو ذریعہ نجات ہے اسی طرح۔
جن لوگون نے تعداد معنی مستعملہ قرآن مجید کی ۲۰ لکھے ہین خوب صحیح نہین ہے اسلیے

کہ افراد کو معنی قرار دیا ہے۔ حالانکہ افراد یعنی نعمت حد حصر سے خارج ہین چنانچہ
قرآن[۱] سید الرسل[۲] ۔ توفیق[۳] طاعات ۔ نبوت[۴] انبیا علیہم السلام ۔ اسلام[۵] ۔ نور عرفان[۶]
عصمت[۷] ۔ افاضہ[۸] مطر یعنی مینہ برسانا ۔ توریت[۹] ۔ اجابت[۱۰] دعوت ذکریا ۔ افتتاح[۱۱] ابواب
روح[۱۲] و ریحان ۔ جنت[۱۳] ۔ عافیت[۱۴] ۔ رزق[۱۵] ۔ افراد نعمت ہین ۔ یعنی بر و عطف و احسان
و رزق کے ۔ مثلاً آیہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
مین اگر لفظ رحمت سے قرآن کے معنی لئے جائین تو آیہ کے یہ معنی ہونگے
کہ قرآن شفا اور قرآن ہے ۔ اور آیہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مین اگر لفظ
رحمت کے معنی سید الرسل کے ہون تو یہ معنی ہونگے کہ ہمنے تمکو نہین بھیجا مگر سردار بھیجے
ہوئونگا ۔ وقس علی ہذا صاف ظاہر ہے کہ قرآن اور ذات جناب رسول مقبول صلعم
اور توفیق طاعت یا اسلام اعلی درجہ کی نعمات آلہی ہین ۔ جنسے لا تعد و لا تحصی
برکتین ہمپر نازل ہوئی ہین ۔ نصرت و الفت ۔ تخلیص آفات ہین ۔ نصرت کی نسبت
شرح کی ضرورت نہین ۔ الفت اسلئے کہ اختلاف آفت ہے الفت اختلاف کے
دور کرنے کا ذریعہ ہے ۔ جو اختلاف آرا تحقیق حق کے لئے ہو وہ اس سے
مستثنی ہے کیونکہ غرض اوس اختلاف کی یہ ہوتی ہے کہ آخر کو اتفاق ایک
رائے پر ہو جائے ۔
نجات[۹] ۔ مغفرت[۱۸] ۔ ترک عقوبت ہین ۔ مدح ابراہیم[۱۳] ۔ صفت ذات الہیہ[۱۷] جو آیات
رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَكَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

سے جدا کرکے لگائے ہین غلطی ہے - ان دونون آیتون مین رحمت کے صاف
طور سے انہین تین معانی مین سے ایک معنی متعین ہین - یعنی نعمۃ - چنانچہ آیۃ
رَحْمَتُ اللّٰہِ مین ضرورت تصریح کی نہین - آیۃ کَتَبَ رَبُّکُمْ مین اگر معنی
رحمت کے صرف صفت ذات الٰہی کی ہون تو یہ معنی ہونگے کہ اوس صفت کے معنی ہمکو
معلوم نہین - سخت تعجب ہے کہ اس کمال استقرار کی باوجود نعمت کو معنی رحمت نہین
قرار دیا حالانکہ آیہ وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَۃِ مین یہ معنی متعین ہین - کیونکہ
اور معنی خوب نہین بنتے - صاحب تفسیر جلالین نے جو معنی لکھے ہین وہ ایک
ہین یعنی نیکی کرنا اوسکے ساتھ جو سزاوار نیکی کا ہو - بظاہر یہ معنی آیہ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءً
اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً سے اخذ کئے ہین - حالانکہ ہر سوء انعدام نعمت ہے

اور نہین رقت شامل نہین ہے

ان معانی مین ایک امتیاز علمار نے بتلایا ہے وہ یہ ہے
کہ وجہ نعمت دینے و تخلیص آفات و ترک عقوبت کرنے کی اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے
لئے رقت قلب نہین ہوتی - صرف نعمت خود بخود یا بعد سوال کے نعمت دینے
کے لئے دیتا ہے - آدمی رقت قلب کے سبب سے نعمت دیتا یا آفت سے
چھوڑاتا یا گناہ معاف کرتا ہے - چنانچہ اون لوگونین سے جنکے اقوال نقل کئے گئے
صرف صاحب غرائب الفرقان ایسے ہین جنہون نے یہ تصریح نہین کی - اور سبنے
بالاتفاق تصریح کی ہے کہ رقت قلب اللہ تعالیٰ مین نہین ہوتی - اہل یورپ
اس غلطی مین اونکے شریک ہین اور یہ تعجب کی بات نہین اسلئے کہ علوم الٰہیات

کی طرف اونکو توجہ نہین ورنہ وہ وجود ابتدائی اور حیات ابدی کو صفت خاص ذات الہی کی اقرار دیتے نہ رقت قلب اور عفو کو۔ مگر خرابی یہ ہے کہ آجکل ہمیشہ رحم مین رقت قلب کا خیال شامل ہوتا ہے جو معنی لغوی تھے اور جسکا استعمال انگریزی دانون مین غالباً اسی وجہ سے بڑھگیا ہے چنانچہ وہی رقت قلب زیادہ رقیق القلب لوگون مین اس راے کی طرف لیجانے کا باعث اور سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے اس لیے بہت سے لوگون کو عذاب نہین کرسکتا۔

پس اولاً ضرور ہے کہ اسبات کا بیان کیا جاے کہ اللہ تعالی مین رقت قلب نہین ہے پھر یہ بیان کیا جاے کہ رحمن ورحیم مین کونسے معنی رحمت کے مراد ہین۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ مغفرت کیا چیز ہے، اور رحم کیا چیز ہے۔ اور اللہ تعالی جلشانہٗ کا قاعدہ کیا ہے۔

شرح رقت قلب کی

رقت قلب۔ اول بیان کیا جاتا ہے کہ۔ وہ کیا چیز ہے اور اوسمین کیا برائی ہے۔ دوم یہ کہ رقت اللہ تعالی مین نہین ہے۔ سوم یہ کہ اس معنی کے ملانے سے صفت رحم مین کیا سقم پیدا ہوتا ہے۔

(۱) رقت بمعنی تنکی اور پتلا اور باریک کے ہے قلب کی رقت اوسکی نرمی ہوئی رقیق چیز جلد متاثر ہوتی ہے۔ جن آدمیونکا دل کمزور ہے وہ ہر چیز سے جلد متاثر ہوتے ہین۔ جو قلب ایسا ہو ظاہر ہے کہ وہ کسی کام کا نہین ہوسکتا۔ وہ انصاف نہین کرسکتا۔ وہ کوئی قاعدہ مقرر نہین کرسکتا۔ وہ حکومت نہین کرسکتا۔ وہ دہو کو نہین

آتا ہے وہ ضایع ہوتا ہے۔

انصاف نہ کرسکنے کی مثال یہ ہے کہ نرم حکام کی دنیا مین یہ حالت ہوتی ہے کہ اونکے زمانہ مین چورون اور بدمعاشون کو زور ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے حکام کا یہ حال دیکھا گیا ہے کہ حکم دیا۔ چھہ مہینے قید۔ اول تو وہ بجاے پانچ برس کے چھہ ماہ تھے۔ پہر چور رو بیچے آئے اور روئے پیٹے کہ ہم مرجائینگے۔ اوسمین ایک دفعہ کمی ہوئی۔ تین مہینے رہے۔ پہر واویلا ہوئی اور بار بار کمی ہونے لگی یہانتک کہ ایک مہینے کی قید رہگئی۔ یا محض جرمانہ جو خود حاکم نے دیدیا۔ اون وقتون مین بدمعاش لوگ طریقہ اختیار کرلیتے ہین کہ ایسی صورتین پیدا کرین اور اوسپر بہروسہ کرکے ارتکاب جرایم کرنے لگین اس سے نہ انصاف ہوا نہ انتظام۔

قاعدہ مقرر نہ کرسکنے کی حالت ظاہر ہے کہ جب ذراسی بات مین آدمی پہسلجاے تو اوسکے لئے کوئی قاعدہ قاعدہ نہین۔ ایک مثال کمزوری کی پابندی اوقات کے متعلق ہے کہ ایسے آدمی اس قاعدہ پر بہی عمل نہین کرسکتے مفت اوقات عزیز جو روپیہ سے بہی زیادہ قیمتی ہے ضایع کرتے ہین مثلاً جو اونسے ملنے آتا ہے اوس سے نہین کہہ سکتے کہ میرا حرج ہے۔ یا دروازہ بند کرلین۔ جب یہ نہو تو اور بڑے قاعدون کا کیا ذکر ہے۔

حکومت کی قابلیت کی نسبت بہی ظاہر ہے کہ ریاست بغیر سیاست کے نہین ہوسکتی اور جب رقت قلب ہو سیاست کہان سے آئیگی۔ اور یہ ظاہر ہے ضرورت تصریح کی

نہین - مینے ایسے آدمی دیکھے ہین کہ مجرم کو ادہر پہانسی ہوئی اودہر وہ بہی
چکر کہا کر گر پڑے -
دہوکو نمین آنے کی حالت بہی ایسی ہی ہے - چنانچہ ایک طریقہ چوری کا بڑے میلون مین
یہ ہے کہ جب لوگ تیرتہہ والے متبرک دریاؤن مین نہانے جاتے ہین کپڑے
اوتارتے ہین مگر عورتین زیور نہین اوتارا کرتین - ایک دفعہ لوگون نے یہ مشہور کردیا کہ
کہ ایک تیرتہہ مین چور ایسے زبردست ہین کہ اندر ہی اندر پانی کے زیور والی عورت
کی ٹانگ پکڑ کر کہینچ لیجاتے ہین - اوسوقت عورتین زیور بہی اوتارنے لگین - اور
بڑی حفاظت اوسکی یہ کی گئی کہ ایک موڑہے کے تلے زیور کو رکہکر اوسپر آدمی بٹہلادیا
اور بڑی تقید کے ساتہہ کہہ دیا کہ ہرگز اوٹہنا نہین ورنہ زیور جاتا رہیگا - اوٹہائی گیرے نے
دیکہا کہ زیور رکہا ہے اور آدمی بیٹہا ہے اوسنے یا تو یہ کیا کہ ایک لڑکے کو لایا اور اوسے
سختی سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ جو صاحب موڑہے پر تہے رقت قلب کے
سبب سے اوٹہے اور بیچ بچاؤ کرنے پر آمادہ ہوئے - دوسرا ساتھی موڑہے کے تلے
سے سارا زیور لیکر چلتا ہوا - اگر اسپر بہی موڑہے پر بیٹہا ہوا آدمی نہ اوٹہا تو وہ لوگ
چہری سے لڑنے لگے - اور بچا بچا کر ایک کو دوسرا چہریون سے مارنے لگا تب تو
وہ ضرور ہی اوٹہے - بس ادہر اوٹہے اودہر زیور غائب ہوگیا - جن لوگون نے ٹہگون
کے قصے پڑہے ہین اونمین اکثر مثالین ایسی ہین کہ لوگ اسی رقت قلب کی بدولت
مارے گئے ہین - چنانچہ راستو پنر جو ٹہگ بیٹہتے تہے وہ آدمی کو پہچان کر کہ اس قابلیت

نکا ہے کہتے تھے کہ بیچارہ مرتا ہے ذرا دیکہہ لیجئے۔ اس بہانے سے اندر لے گئے
اور کام تمام کر دیا۔ پس رقتِ قلب سے زیادہ کوئی بری چیز نہین۔ اور معنی یہ ہوتے
ہین کہ رقیق القلب خود اپنے بس مین نہین ہوتا۔ چنانچہ عورتو نمین یہ صفت مردون
سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ذراسی بات مین گہبرا جانا اور رونا اونکا پہلا کام ہے۔
ہمیشہ اپنی ناپارسائی مین اونکو اپنی کمزوری کا عذر ہوتا ہے یہانتک کہ انگریزی مین اونکا
نام ویک سکس ہے۔ -Weakse*

رقت قلب کا اللہ مین نہین ہے

(۲) رقت قلب کا اللہ تعالیٰ مین نہونا۔ جناب
باریتعالیٰ مین نرمی قلب نہونیکی تہوڑی سی تفصیل یہ ہے۔ جب موت آتی ہے بچے یتیم
ہوتے ہین۔ نیک بی بی یا بچون کی ماں کس درد سے رویا کرتی ہے۔ باپ ماں
کی کیا حالت ہوتی ہے۔ دوست احباب۔ اگر بادشاہ ہے اوسکے ہواخواہ کس
حالت مین ہوتے ہین لیکن وقتِ موت نہین ٹلتا۔ ایک منٹ کا بہی تو فرق نہین ہوتا
اگر رقت قلب ہوتی ضرور ٹلجاتا۔

مرض موت کی بیشتر تکالیف ایسی ہوتی ہین کہ لوگ دیکہہ نہین سکتے۔ اللہ تعالےٰ
جلشانہ وہ ہے جسنے یہ تکالیف بنائی ہین۔ اوسپر وباء کیحالتین تو عجب پریشانی ہوتی
ہے۔ اور سارے اون لوگون کی جہان وبا رہو حالت سخت مصیبت کی حالت ہوتی
ہے مگر ذرا رعایت نہین ہوتی اور مصیبتون کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگون پر مصیبت
جب پڑتی ہے۔ پڑتی چلی جاتی ہے۔ یکے بعد دیگرے۔ اور ذرا اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نرمی نہین ہوتی۔

مثلاً بعض شہر غارت ہو گئے۔ مثلاً قحط ہوا۔ اللہ اکبر کیا بری حالت ہوتی ہے آدمیونکا کسقدر دل کڑہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا نہین کڑہتا۔ الغرض یہ حالت ایسی پُرظاہر ہے کہ اسیقدر بیان اوسکا کافی ہوگا کیونکہ امراض و موت سے کوئی بہی تو خالی نہین۔ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی اپنی تکالیف یاد کرے۔ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے یہان نرمی نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قاعدے ہین جنکی پابندی گو وہ کیسے ہی نرم ہون بڑی سختی سے کیجاتی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ رقت صفت قلب کی ہے اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق جوارح کے نہین ہین۔

شرح اوس سقم کی جو رقت کے معنی رحم مین شمول سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) رقت قلب کے ملانے سے معنی کا سقم

(۱) رقت قلب اگر اوس ذات پاک جلشانہٗ مین ہو۔ اور جب صفت رحمت مین اعلےٰ سے اعلیٰ درجہ کے مبالغہ کے صیغے استعمال ہوئے ہین لہذا رحمت اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہو تو رقت قلب بہی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ اون دونون صور تو نمین لازم آیگا کہ ذات جناب باریتعالیٰ اون افعال پر قادر نہو جو بذریعہ ضرر کے نفع پہونچانے سے حاصل ہوتے ہین۔ اور یہ غلط ہے۔

ایک مثال اونکی طب سے ہے جسمین کڑوی دوا پلاکر بخار دور کیا جاتا ہے یا ہاتھ کاٹ کر جان بچائی جاتی ہے۔ جو لوگ اعلیٰ درجہ کے رقیق القلب ہوتے ہین وہ خون نکلتا

ہوا دیکھہ کر غش کر جاتے ہین۔ بچونکو دوا انہین پلا سکتے۔ ہیضہ مین کسیکو مبتلا دیکھہ کر ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ خود مبتلای ہیضہ ہوتے ہین۔ شاک یعنی صدمہ قلبی سے اکثر مر جاتے ہین۔ اور

دوسری مثال اسکی مفضلت دینا ہے ایک کو دوسرے پر جس سے بہت سے فضیلت سے محروم رہتے ہین۔ اوسپر یہ اعتراض بہی کہ اللہ رحیم ہے اسلئے سبت تھوڑے کیون اچھے بنائے۔ لازم آیگا۔

(۲) استحسان افعال مین نیت پر موقوف ہوتا ہے بغیر اوسی سے عمل کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے مثلاً جو شخص علم پڑہے اسلئے کہ عالم ہونے کی بخوبی حاصل کرے وہ ذریعہ علم مین حصول کمال کا ہوگا۔ اور علم علم کے لئے حاصل کرنا ہوگا اور استحسان اوسکا اعلی درجہ کا ہوجائیگا۔ جو اسلئے پڑہے کہ پڑہ کر دنیا طلبی کرے وہ نہ علم مین کامل ہوگا نہ نیت اوسکی اسقدر اچھی ہوگی اسی لئے نہ اسقدر استحسان ہوگا۔ پس ہر نیکی کا اسلئے کرنا کہ وہ نیکی ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نیکی اس وجہ کے سوار کسی اور وجہ سے کیجاوے۔ مثلاً اسلئے کہ مین نیک مشہور رہون یا اوسوقت کی ضرورت رفع ہو یعنی دل کڑہنا بند ہوجاوے۔ پس نیک مشہور ہونا ممکن ہے کہ اصلی نیک ہونا نہو۔ وضع ضرورت وقت یعنی رقت قلب کے سبب سے نیکی باعتبار رقت کے مختلف ہوگی۔ اور یہ دونون قسمین ناقص نیکی کی ہین۔ کیونکہ ممکن ہے کہ طالب رحم کا اوس سے کام نہ چلے یا بے وجہ نفع عظیم ہو۔ جب نیکی نیکی کے لئے ہو وہ اعلی

اعلیٰ درجہ کی نیکی ہوگی اور پوری ہوگی جس سے صحیح کام چلے۔ پس جب ہم رقت قلب کو داخل تعریف رحم کرتے ہین جو نیکی ہے اس دخول سے اوسے ادنیٰ قسم کی نیکی بناتے ہین اور اپنے مقصود کے خلاف کام کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی اللہ تعالیٰ اسلئے رحم کرتا ہے کہ اوسنے رحمت کو اختیار کرلیا ہے یعنی اپنے اوپر لازم۔ یہ ارشاد صاف تبلاتا اسبات کا ہے کہ ہم رحم کی لئے رحم کرتے ہین اور کسی غرض سے نہین کرتے اور معنی یہ ہین کہ اگر ہم رحم نہ کرتے آدمی کو اختیار دیکر اوسکے ساتھ سختی سے معاملہ کرتے تو بھی ہمارے لئے برائی نہ تھی۔

یہ ارشاد صفات کی عین ذات ہونے کے خلاف نہین ہے اسلئے کہ (۱) اس آیۃ مین یہ ارشاد نہین ہے۔ کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تب سے ہمنے رحمت کو اختیار کرلیا ہے۔ یہ اختیار بھی قدیما ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات و انسان کی صفات مین ایک فرق بیّن ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات انسانی جو عین ذات ہین اونمین انسان مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ باوجود صفات کے عین ذات ہونے کے اون پر مجبور نہین ہوتا۔ اور یہ خاصہ اوسکی ذات مین ہونا تمام آثار سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلق کا کام ہر چیز کے بروقت نہین ہوتا۔ جسکا بیان ہو چکا ہے۔ پس یہ اختیار کرلینا اس معنی مین ہے کہ صفت تو قدیم ہے مگر ظہور اوسکا اور برتاؤ اوسکا اسلئے زیادہ ہے کہ اس زیادتی کو برتاؤ اور ظہور کے اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اختیار کرلیا ہے۔

(۳) سیاق و سباق اسی ارشاد کا دوسری آیۃ مین خود دلیل اسکی ہے کہ یہی معنی ہین۔

چنانچہ وہ ساری آیت یہ ہے۔ قُل لِّمَن مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُل لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ؕ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ ترجمہ اے پیغمبر پوچھو کہ جو کچھہ آسمان وزمین مین ہے کسکا ہے۔ اور کہو کہ اللہ تعالی کا ہے جسنے مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور وہ قیامت کے دن جسکے آنے مین کچھہ بہی شبہ نہین تم لوگون کو ضرور جمع کر کے رہیگا۔ جو لوگ اپنا نقصان کرتے ہین وہ ایمان نہ لاینگے۔ یعنی سب خلق کو اسلئے خلق کیا ہے کہ اپنے نفس پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ ایسی حالت نہین ہے جیسی خاصہ طبیعت بشری سے جو خاصہ مجبوری پیدا کرتا ہے رحمت کی ہو۔ چنانچہ قیامت کو جزا اور سزا ملیگی۔

بیان معنی رافت — یہان بیان کرنا معنی رافت کا بہی مناسب ہے جو قریب رحمت بمعنی رقت کے سمجھا جاتا ہے۔ رؤف اسماے الہی مین سے ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ صاحب قاموس نے لغت رؤف مین لکھا ہے الرأف السکون ولیس من الرافۃ والرؤفۃ والرحمۃ یعنی سکون کو رافت کہتے ہین اور یہ رحمت نہین ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ رافت اوس حالت کو کہتے ہین جو جوشش کے خلاف ہو جب رحمت نعمت دینے کو کہتے ہون اور رافت رحمت نہو رقت ہرگز رحمت نہین ہوسکتی۔

اس طرح صفت یا غضب یا حب یا رضا کا حال ہے چونکہ اللہ تعالی حکیم علی الاطلاق

ہے اور مجرد عقل - اسلئے یہ سب حالتین نتیجہ علم افعال کا ہوتی ہین ایسی حالت
نہین ہوتی جیسے انسان بسبب جوش خون یا خواہش کے غضب یا رضا یا عشق
مین مبتلا ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ ایزدی تاثُّر سے پاک ہے دنیا مین بھی بعض
اعلیٰ درجہ کے آدمی ایسے موجود ہین اور تھے جو افعال کی جزا و سزا دیتے تھے اون معاملات
مین اتنے متاثر نہین ہوتے کہ بظاہر تاثر معلوم ہو - بعض علماء نے بیان کیا ہے
کہ ان صفات مین دو چیزین ہوتی ہین ایک مبدا اور ایک منتہیٰ - مبدا تو تاثر ہے منتہیٰ
تاثر کے سبب سے وہ فعل - اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق منتہیٰ کے ہین - کیونکہ
تاثر نہین ہے -

تنقیح معنی صحیح رحم کے - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ تینون معنی مین کونسے معنی
رحمت کے صحیح ہین -

شرط اول - اسکے لئے امر اول یہ ہے کہ جب صفات انسانی اور صفات
الٰہی مین ایک فرق عظیم ہو یعنی صفاتِ الٰہی عین ذات ہون - اور صفاتِ انسانی
عین ذات نہون ہم صحیح تصور صفات الٰہی کا نہین کر سکتے اسلئے کہ ہمارے ادراک
کا ذریعہ حواس ہین - ذات خداوند عالم اور جب اوسکے صفات داخل ذات ہون ہمارے
ذریعہ ادراک سے مافوق ہونگے - پس ذریعہ تصور یہی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو
اوسکی مخلوق اور حکمت خلق مخلوق سے پہچانتے ہین اوسکی صفات کو اونہین صفات
کے ذریعے سے پہچانین مگر جو فرق انسان اور اللہ تعالیٰ مین ہے وہ ہر مقام پر

ملحوظ رکھکر معنی صفات الٰہی کا تصفیہ کرین۔

شرط دوم دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اسمار حُسنے بہت سے ہین جنکی تعداد اور حصر دشوار ہے۔ افراط اون مین اوسی وقت ہوسکتی ہے کہ وہ جدا جدا ہون۔ ورنہ شئے واحد کے لئے چند الفاظ کا وجود زیادہ مفید نہین ہے ان دونون اصُول کو تنقیح معنی رحم مین کسی وقت فروگذاشت نکرنا چاہئے۔ اور اسی کو ذریعہ صحیح معنی نکالنے کا گروانا چاہیے۔ اصول مذکورہ کے بموجب اول یہ امر دیکھنا چاہئے کہ بعض صفات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے مقدم بیان کیا ہے اور یہ ایک تخصیص ہے اور اوسمین خود مبالغہ کے صیغے استعمال فرمائے ہین۔ بعض کو اسطرح مخصوص نہین فرمایا بعض مین انتہا درجہ کا مبالغہ و کثرت شامل ہے۔ بعض مین عام طور کی کثرت اور مبالغہ۔ پس ذریعہ صحیح امتیاز کا یہ ہے کہ ہم اون چیزونسے جو ہو رہی ہے نتیجہ نکالین کہ کونسے معنوںمین اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق سب سے زیادہ مبالغہ والے اسمار کا ہوتا ہے اور کونسے معنی مین صرف اوسی پر اطلاق اوس صفت کا ہوسکتا ہے۔ اور کونسے معنونمین معمولی مبالغہ کا جسمین اُسکی ذات اور دوسرے شریک ہین۔ لفظ رحمت سے رحمٰن و رحیم نکلے ہین۔ لفظ رحمٰن مین انتہا کا مبالغہ ہے اور رحیم مین اوس سے کم پس اس لحاظ سے معنی رحمٰن و رحیم کے وہ صحیح معنی ہونگے جنمین رحمت عملاً سب سے کثرت کے ساتھ اور نہایت مبالغہ کے ساتھ پائی جائے اور اوسمین خصوصیت ہو۔

معنی نعمت صحیح معنی ہین — معنی اول ہین یعنی نعمت - یہ بات یاد رہے کہ نعمت
مین رزق و بر و عطف و احسان ہی واخل نہین ہین ہر وہ چیز جسپر اطلاق نعمت کا
ہوسکے واخل رحمت ہے - چنانچہ ارادہ خیر سزاوار خیر کے لئے نعمت ہے - لیکن
شوکہی مہربانی جسکو لوگ تپاک کہتے ہین محض تپاک نعمت نہین ہے - گو بعض صورتین
ایسی نکلین کہ وہ بہی نعمت سمجھا جاوے -

مبالغہ کے لفظ کی بابت یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ مبالغہ انسانونمین اوسوقت بہی
بولا جاتا ہے جب کسی صفت کو بڑہا کر اس طرح بیان کرین جو زیادتی یعنی غلطی سے
خالی نہو ہیان مبالغہ بیان حقیقت ہے -

تفاصیل بعض نعمات — رحم الٰہی اس معنی مین اسقدر بڑا رحم ہے کہ ہماری سمجھ سے
باہر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری نعمتون کا اگر شمار کرو حصر نہین کرسکتے - یہ ارشاد
نہایت صحیح ہے - جزئیات تو گنے ہی نہین جاسکتے - کلیات بہی حصر و شمار
سے باہر ہین بعض یہ ہین -

نعمت اول وجود — (۱) اول وجود کو لیجئے - جو جڑ اور ابتدا و بنا ہر چیز کی ہے -
وجود مین لانا بڑی نعمت ہے - کیونکہ ہمکو ہمارا وجود اسقدر پیارا ہے کہ سب کام وجود کی
بقار کے لئے کرتے ہین - اللہ تعالیٰ کا فائدہ ظاہر ہے کہ ہمارے وجود سے کچھ
نہین - پس بڑی رحمت یہ ہے کہ نعمتِ وجود عطا کی - یہ نعمت اوسکے ساتھ مخصوص
ہے کوئی دوسرا اوسے نہین دیسکتا -

نعمت دوم بقا روجود (۲) پھر ہمارے زندہ رکھنے کے لئے جو تدبیرین ہو سکتی تھین اوسمین سے کوئی فروگذاشت نہین کی۔

ہوا[1] چلائی اوسکو عام کیا جو کسی کے روکنے سے نہین رکتی۔ ہوا اگر ایک منٹ کے لئے نہو وہی موت ہے اسلئے جو بڑا ذریعہ حیات ہے کسی کے بس کا نہین

زمین[2] کو بنایا جس کے بدون وجود مین رہنا ممکن نہ تھا اور اوسکو مثل ہوا کے عام کیا

پانی[3] بنایا اوسکو عام کیا مگر جسقدر ہوا کے اوپر مدارِ زندگی ہے پانی پر نہین اسلئے اوس سے انتظام شروع کیا چند مہینونمین وہ برستا ہے۔ ہر وقت پانی برسے تو تری باعث ہلاکت ہو۔

آگ[4] کو بنایا جسکے بدون کام نہین چلتا۔ مگر اوس کو زیادہ تر محدود کیا کہ ضرر اوسکا بڑا تھا۔

چاند[5] اور سورج بنائے جس سے دنین روشنی رہے۔ غلہ پکے۔ اور آدمی کام بغیر روک ٹوک کے کرین۔ رات مین آرام کرین اور وہ حاجتین جنمین پوشیدگی مناسب ہے برلائین۔ چاند دانہ کو پکائے اور راحت ضروری دے۔ چونکہ کام پر مدار زندگی کا ہے اسلئے سورج روز نکلتا ہے۔ اور چاند مناسب اوقات مین۔ یہ نعمت بھی مخصوص ہے مگر بعد انتظام بعض صورتین ایسی پیدا ہوتی ہین جن مین آدمی شریک ہوتا۔

نعمت سوم تمتع ذاتیات۔ (۳) بعد اسکے ایسا قاعدہ مقرر کیا کہ اسبابِ زندگی کو ہم

اسطرح کام مین لائین کہ خود ہمکو اوئمین راحت ہو۔ اور اوسکے ذریعہ سے سب کام کرین۔ مثلاً کہانا کہاتے ہین بہوک مین کہانا کسقدر مزہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرتے ہین اوسکا ذریعہ کیا ہے۔ اولاد کی پرورش کرتے ہین اور اوسمین کسقدر راحت ہوتی ہے۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمتہ چہارم فضیلت روح

(۴) پہر یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو وہ روح دی ہے جو اپنی طرف منسوب کی ہے اور اس سبب سے ہمکو حاکم بنایا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے

نعمتہ پنجم اختیار

(۵) بعد اسکے یہ نعمت دی ہے۔ کہ ہمکو اختیار دیا ہے کہ اس ذریعہ سے صدور افعال کرسکین لکڑی کی مثال سے اس اختیار کا نعمت ہونا سمجہ مین آتا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمتہ ششم اختلاف مراتب

(۶) یہ نعمت دی ہے کہ ہم مین اختلاف مراتب پیدا کیا ہے کہ ہم عمدہ تدابیر جو سوچین اونکو عملی طور پر ظاہر کرسکین۔ باوجود اس کے قناعت بہی دی ہے اور امنگ ترقی مدارج کی بہی۔ یہ نعمتہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہفتم تمتع متعلق دیگر مخلوق۔

(۷) ہمکو یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو اسطرح کا پیدا کیا کہ ہم تمام اوسکی مخلوق سے متمتع ہو سکتے ہین اور ہمکو اوسنے تمتع دیا ہے۔ آنکہہ سے دیکہہ سکتے ہین۔ اگر روشنی بنتی اور آنکہہ نہوتی تو ہمارے لئے سب کچہہ نکما ہوتا۔ قوت تمتع نہوتی تو سب ہمارے لئے کچہہ نہ تہا چنانچہ لوہا

پتھر جواہرات سب یکسان اور نکمے ہوتے۔

جانورونکو ہمارا تابع کیا گوشت کہاتے ہین چمڑے کو کام مین لاتے ہین۔ نباتات سے ہمکو دوائین دین۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہشتم ہدایت (۸) اختیار دیکر ہمکو ہدایت کی اور اچہا راستہ چلنے کا حکم دیا اور ہدایت کے ذریعے پیدا کئے جنکا سب سے بڑا ذریعہ رحمۃ للعالمین ہمارے جناب رسولخدا محمد مصطفےٰ صلعم ہین۔ اوسکے بعد زمانہ ہادیون سے خالی نہین رکہا۔ یہ نعمت اولاً مخصوص ہے اسمین بعد کو ہادی شریک ہوجاتے ہین۔

نعمت نہم شر کا خیر مین مبدل ہونا (۹) یہ اصول قایم کیا کہ ہر ضرر اور برائی نیکی اور بہلائی مین بدل جاے۔ یہ بہی اولاً مخصوص ثانیاً عام ہے۔

نعمت دہم افزایش جزا خیر (۱۰) نیکی کے لئے افزایش جزا مقرر کی بدی کے لئے نہین کی مثلاً ایک نیکی کرو وہ گونہ ثواب ملے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا بدی کا ایک ہی بدلا ملیگا۔ یہ بھی مخصوص ہے۔

نعمت یازدہم جنت (۱۱) ایک طرف آسان قاعدون کے ساتھ جنت کی وہ نعمتین ہمارے لئے بنائین جو ہمارے افعال سے گو کیسی ہی اعلی درجہ کے ہون کچھ مناسبت نہین رکہتین یعنی بہت بڑا عوض ہے۔

نعمت دوازدہم حفظ دخول نار (۱۲) دوسری طرف دوزخ مین ڈالنے کو اس طرح روکا کہ جسکی کوئی حد نہین۔ یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک حجت تمام نہو عذاب نہو گا

یہ بھی مخصوص ہین۔

نعمت کے قاعدہ کا عموم

الغرض نعمت الٰہی کی ایسی حالت ہے کہ جسقدر سوچی جاے کلیات نعمت اسقدر نکلینگے کہ حصر نہین ہو سکتا اور میری چھوٹی سی عقل جس عجیب وغریب نعمت کے سبب سے حیرت مین رہتی ہے وہ یہ ہے کہ نعمتون کے دینے مین قاعدہ اطاعت کو ملحوظ نہین رکہا۔ اب خیال فرمایئے کہ نعمت وجود۔ نعمتِ آسایش۔ نعمتِ حکومت۔ نعمتِ ہدایت۔ نعمتِ کشایش رزق و ثروت سے کوئی مستثنیٰ نہین۔ کوئی اوسنے محروم نہین۔ جتنی نعمتین ہین سب بحیثیت مخلوق ملتی ہین اور دینے کو بیش کیجاتی ہین جس اعتبار سے اوسکے بیان سب برابر ہین۔ آپ نوکری مین غفلت کیجئے جرمانہ ہوتا ہے زیادہ قصور کیجئے موقوف ہو جائیگا اللہ تعالیٰ جلشانہٗ باوجودیکہ اوس سے ہزارون پھرے ہوئے ہین لاکھون منحرف ہین سب کو بحیثیت مخلوق روزی دیتا ہے یہانتک کہ جن لوگون نے خدائی کا دعویٰ کیا (یعنی ایک تو خدا کو نہ مانا پھر خود خدا بنے) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتون سے اونکو بھی محروم نہین کرتا۔ اور کسیکو موقوف نہین کرتا کچھہ پروا نہین خدا بھی بنتے ہو بنے جاؤ۔ نعمت جسکا قاعدہ جدا ہے مطابق قاعدہ کے ملی جائیگی یہانتک کہ جو ایسے وجود ہین جنکی بُرائی کرنا معلوم ہے اونکو بھی ملیگی اور مہلت بھی تاکہ امکان راہِ راست پر آنے کا باقی رہے۔ یہانتک اس قاعدہ مین عموم ہے کہ یہی نہین ہے کہ قاعدہ روزی و وجود مین اطاعت کو دخل نہین۔ بلکہ اونکو بیان زیادہ

ملتا ہے جو اس سے منحرف ہین اور سخت پابندی قاعدہ رحم کی کیجاتی ہے۔
اس سے بھی زیادہ بزرگ ایک نکتہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ صفت رحمت
اللہ تعالی جلشانہٗ کی اسقدر غالب ہے کہ ہر صفت مین جو اسمار حسنیٰ مین مذکور ہین یہ صفت
پائی جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ صفت رحمت بطور علت اون صفات کی ہے
تعریف اونکی نہین ہے یعنی جو کلیات بیان کیے گئے اونکی اور دوسری نعمتون پر
غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ صفت رحم خداوند عالم کی ذات کے ساتھ ایسی مخصوص
ہے جسے حقیقت کہنا چاہیے دوسرون کی نسبت جو اطلاق اس صفت کا ہوتا ہے
وہ مجاز ہے۔ اسلیے کہ انسان جو نعمتین دیتا ہے وہ اللہ تعالی کے دینے کے بعد
دیتا ہے۔ پس آدمیون کے ذریعہ سے نعمت دلانا مختلف ذریعون سے نعمت
دینا ہوا۔ لیکن بعض ایسی نعمتین ہین جنمین انسان بطور مجاز بھی شریک نہین ہے جیسے
نعمتِ وجود دینا۔ رزق کا پیدا کرنا آخرت مین حیات ابدی بقول ویبسٹر صاحب کے
دینا۔ پس وہ صفتین صفت رحمٰن مین مراد ہین جسکے ساتھ آدمیونکو موصوف نہین کرتے
وہ صفات جنمین انسان مجازًا شریک ہے وہ صفتین صفت رحیم سے مراد ہین۔ اور
چونکہ حقیقت مین رحیم بھی صرف اللہ تعالی ہے اسلیے یہ صفت بھی ساتھ رحمٰن کے
استعمال کی گئی ہے۔ پس جسقدر معنی رحمت کے نعمت کے صحیح ہوتے ہین ایسے
دوسرے معنی صحیح نہین ہوتے۔

معنی رحمۃ مین تخصیص پیدا کرنا غلطی ہے | شاہ عبد العزیز صاحب نے جو مثل صاحب تفسیر مہائمی

کے دو قسمین رحم کی فرمائی ہین یعنی ذاتی اور صفاتی ۔ اور ذاتی کی دو قسمین کی ہین یعنی
عام و خاص اور صفاتی کی بھی دو قسمین کی ہین یعنی عام و خاص ۔ بہت خوب ہے لیکن
میری نظر مین اللہ تعالیٰ نے جو سورۂ فاتحہ کی بسم اللہ مین رحمٰن و رحیم کی صفت کو شامل
فرمایا ہے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات اللہ ہے اور صفت مقدم عین ذات رحمٰن
و رحیم ہین لیکن ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ صرف اسبات کی تعلیم ہے کہ اسم ذات
معہ صفات مخصوصہ اس طرح پر ہر چیز کی ابتدا مین لیا کرو ۔ کیونکہ یہ تینون ملکر ایک
اسم ہوگئے ہین ۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے پایا جاتا ہے کہ سارا جملہ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ
الرَّحِیۡمِ اسم اعظم ہے ۔ بعد اسکے سورۂ فاتحہ مین جو اس اسم کا تکرار بعد رَبِّ
الۡعٰلَمِیۡنَ کے فرمایا ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ یہان اسم مراد نہین ہے اوس کے
معنی مراد ہین ۔ کہ اونپر غور کرنے کے بعد بھی یہ یاد رکھو کہ وہ روز جزا کا مالک ہے
اور رحمٰن و رحیم ہونا خلاف سزا نہین ۔ اسکے صاف معنی یہ ہین کہ گناہ بندگان مین اون
قواعد پر عمل کرنا جو نعمت دینے کے لئے بنائے ہین اخلاف رحمۃ نہین ۔ جن حضرات
نے فضل و تخصیص کو رحمۃ کے اقسام قرار دیا ہے وہ اقسام افراد نعمت ہین معنی
کے اندر تخصیص نہین ہے نہ وہ اقسام ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ
وَیَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ پس اگر خود رحمت کے معنی مین تخصیص موجود ہو تو
تخصیص مکرر مین زیادہ فائدہ نہوگا ۔ اور معنی بعض کو رحمت کے لئے مخصوص کرنے
کے یہ ہونگے کہ بعض نعمت ۔ کو بعض کے ساتھ مخصوص کیا آخر کو وہ خاص

بھی نعمت دینا ہوا جو ایک فرد نعمت کی ہے ۔ علاوہ برآن رحمت کے معنی مین تخصیص پیدا کرنا خلاف مبالغہ ہے ۔ جب افراد عام ہونگے بعض افراد کی تخصیص خلاف مبالغہ نہو گی ۔

یہ تدقیق جن حضرات نے فرمائی ہے اوسکی ضرورت یہ ہے کہ وہ آیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو صرف جزو سورہ فاتحہ کا جانتے ہین ۔ مجھے اس سے اتفاق نہین ہے ۔ کیونکہ کلام مجید مین ہر سورہ کی پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہے ۔ اگر جزو ہر سورہ کا نہ مانی جاے یہ تکرار بلا وجہ ہوگا ۔ چنانچہ جس سورہ کا جزو نہین ہے اوسمین نہین لکھی ۔ وہ سورہ برات ہے ۔ الغرض یہ آیتہ ایک خاص آیتہ ہے جو ہمیشہ شروع مین ذکر کرنی چاہئے اسلئے جب تکرار اوسکے الفاظ مین پایا جاے ضرورت متعدد معنی پیدا کرنے کی نہین ہے ۔

اب غور کرنا چاہئے کہ جب رحمت بمعنی نعمت ہو تو جسقدر نعمت زیادہ ہو گی اوسکی ناشکری کی پاداش اوسی قدر عظیم ہو جائیگی اور یہ خیال کسقدر غلط ہوگا کہ اللہ تعالی جو نکہ منعم ہے دوزخمین نہ ڈالیگا کیونکہ صاف بتلا دیا ہے کہ باوجود رحمن و رحیم ہونے کے مالک روز انصاف بھی ہے ۔ آپ اسپر نہ بھولے رہیگا کہ وہ رحمن و رحیم ہی ہے ۔

دوسرے معنی تخلیص آفات کی شرح

اب دوسرے معنی **تخلیص آفات** جسکے دوسرے الفاظ وضع شرہین اصول مذکور کے ساتھ دیکھنے چاہین ۔ اللہ تعالی نے حضرت آدم کی طینتہ کو چالیس دن تخمیر فرمایا ۔ اور حضرت آدم کو دنیا مین بھیجکر ہماری دنیا پیدا

کی اور یہ بھیجنا جیسا مذکور ہوا اسلیئے تھا کہ بلاے امتحان مین ڈالکر معلوم کیا جاے کہ کون اچھا نکلتا ہے تاکہ اوسکو نعمات عجیبہ عطا ہو سکین۔ جسکی مثال وہ حالت ہے جو جوہری کی ہیرے کی نسبت ہے۔ یا عطار کی عطریات کی نسبت ہے۔ یا باورچی کی کھانون کی نسبت ہے۔ یا سونار کی سونے کی نسبت ہے۔ ہیرا جب تک تراشا نہین جاتا چمک نہین پیدا ہوتی۔ پھول جب تک جوش نہین دیئے جاتے گلاب نہین نکلتا۔ آٹا جب تک خمیر نہین ہوتا شیرمال نہین پکتا۔ سونا جب تک کسا نہین جاتا کھوٹا کھرا نہین پہچانا جاتا نہ اوسکا زیور بنتا ہے۔ پس آفت مین ڈالنا بھی اصول رحمت سے باقی رہا آفت آنے نہ دینا اور آفت سے نجات دینا اونمین سے وہ آفات جو لازمی نتیجہ افعال کا ہون یا اسباب تغیر عالم ہون روکے نہین جاتے۔ ان دونون خصوصیت یعنی نتیجہ لازمی افعال و اسباب تغیر کے ساتھہ جن آفتون سے نجات دیجاتی ہے وہ بعض اتفاقی آفتین ہوتی ہین یا وہ بعض جو نتیجہ لازمی افعال کا نہون۔ پس اگر رحم کے یہ معنی لیے جائین تو اوسمین ایسی کثرت جس سے کوئی فرد خالی نہو ہرگز نہوگی اور اسلیئے وہ معنی داخل رحمٰن و رحیم نہونگے۔ تخلیص آفت کے لیئے اور اسمار الٰہی ہین جنمین سے بعض مین مبالغہ بھی موجود ہے جیسے یَا مُخَلِّصُ۔ یَا نَاصِرُ یَا حَافِظُ۔ یَا حَفِیْظُ

غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ لوگون کو فہم معنی آفت مین غلطی ہوتی ہے۔ آفات مین تین چیزین داخل ہین (۱) جان کا لینا (۲) نعمات کا لینا (۳) قدرت تمتع کا لینا۔

جب جان لینے سے تخلیص ہوئی ہے وہ بقار نعمت تمتع وجود جسمانی ہے۔ اور اوسپر معنی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔

جب نعمت جاتی رہنے کے بعد تخلیص ہوتی ہے تو وہ نعمت کا عود ہوتا ہے اور اوسپر ہی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ جب قدرت تمتع لیلی جاتی ہے جیسے بیماریون و عدم نصرت مین تو اوسکے دور ہونے سے قدرت تمتع کا عود ہوتا ہے اور اوسپر بھی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ اسلیے حقیقت مین تخلیص آفت ایک خاص طرح کی نعمت کا دینا خاص صورتون مین ہے۔ الگ کوئی چیز نہین ہے اور افراد نعمت مین سے ایک فرد ہے۔

پس معنی تخلیص آفت کا علیحدہ کر کے داخل رحم کرنا قلت تدبر ہے بے شک تخلیص آفت جہانتک ہے اس معنی نعمت مین رحم ہے نہ جدا معنی مین۔

اب دیکھنا چاہیے کہ تخلیصِ آفت کو اس بحث سے کیا تعلق رہا کہ اللہ رحیم ہے بہت سے بندونکو عذاب نفرمائیگا۔ کیونکہ آفتِ عذاب نتیجہ لازمی نافرمانی کا ہے۔ اوس سے تخلیص نہین ہوسکتی۔ جیسے آدمی زہر کہا کر مرجاتا ہے بچتا نہین اسی طرح گناہ سے بہی دوزخ کی سزا پاتا ہے بچتا نہین۔ دوا سے جیسے زہر اوترتا ہے استغفار سے گناہ دور ہوتے ہین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعارف کلام نقل کئے جائین جنمین شبہ ہوتا ہے کہ رحمۃ بمعنی تخلیصِ آفت کے ہے اور شرح کیجاے کہ ان سب مین بہی رحمۃ

بمعنی نعمت ہے چنانچہ ایک شعر یہ ہے ؎

فَارْحَمْ عُبَیْدًا اِلَیْکَ مَلْجَاہٗ	لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَنْتَ مَوْلَاہٗ

یعنی مین اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہون۔ ایسے حقیر بندہ پر جسکا تو ملجا ہے رحم کر۔ یعنی نعمت ہر طرح کی عطا فرما۔ ایک جملہ یہ ہے یا راحم العبرات معنی اسکے یہ ہین کہ اوسوقت جب تغیر نعمت کی وجہ سے آنسو نکل آئین وہ چیز عطا فرما جو اوس تغیر کو دور کرے۔ ایک ارشاد ہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اے اللہ میرے مان باپ پر تو اسطرح رحم کر جس طرح اونہون نے مجھپر اوسوقت کیا جب مجھے پالا تھا۔ یہ ہمہ نعمت ہے۔ اُردو مین جو رحم اشعار مین بندھا ہے یا بولا جاتا ہے جیسے۔ ؎

رحم کر رحم ترے بندہ پہ غم ہے یارب

اوسکے بھی وہی معنی ہین۔ یعنی حالت ترک بعض افراد نعمت کو جس سے غم پیدا ہوا دور کردے کیونکہ غم کا مٹ جانا ذریعہ حصول تمتع کے بحال خود پھیر دینے کا ہے۔ اسی طرح جہان لفظ رحمۃ مقابل غضب کے واقع ہوا ہے۔ وہان بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ غضب الٰہی ہے۔ اور معنی یہ ہین کہ نعمۃ سزا سے بہت زیادہ ہے کیونکہ جب یہ صفات متعلق جوارح کے نہون اسکے سوا دوسرے معنی ہونگے۔

تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کی شرح یعنی مغفرت۔

اب تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کو جو مغفرت ہے اصول ہاے مذکورہ سے دیکھنا چاہئے۔

یہ معنی ہرگز داخل رحم نہین ہین گو وجود رحمت بمعنی نعمت صفت غفرآن مین بہی ہو۔
اولاً اسلیے کہ محققین علمار کی یہ رائے ہے کہ معنی رحم کے نعمت ہین۔
ثانیاً اسلیے کہ ترک عقوبت مستحق اللہ تعالیٰ کبہی نہین فرماتا۔ توبہ واستغفار وعفو۔ ذریعہ
زوال استحقاق کا بعد قبول ہین۔ اور معنی یہ ہین کہ ترک عقوبت کبہی نہین ہوتا۔ توبہ واستغفار
وعفو کی یہ حالت ہے کہ دنیا مین ان تینون ذریعہ سے زوال استحقاق سزا نہین ہوتا عقبی
مین زوال استحقاق صور ثلاثہ معینہ مین بعد اوس نرم سزا کے ہوتا ہے جو معافی مانگنے
مین ذلت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ دنیا مین اکثر آدمیون نے معافی نہین مانگی سزا قبول
کی ہے اس سے معافی مصطلحہ مین بہی وجود ایک گونہ سزا کا ہے۔ پس جب کما بیش
سزا ہر قصور کی ہوتی ہے وہ کیسے داخل رحم ہوگا۔ اگر ترک عقوبت مستحق بذریعہ رحم کے
ہو یا وہ خود رحم ہو تو غرض اللہ تعالیٰ کی کہ کمال مہربانی سے نعمت وجود عطا کی ہے اور کمال
مہربانی سے اوسے بہتر سے بہتر بنانا چاہا ہے فوت ہوجائیگی۔ جو کوئی اس معنی کو
داخل رحم قرار دیتا ہے رقتِ قلب کو کہ جو انسانو مین ہے صفت ذات ایزدی بہی سمجہتا
ہے اور بڑی غلطی کرتا ہے۔ جو سبب باطل ہے مسبب بہی باطل ہے۔ حقیقت
مین اون علمار نے جو اسباب کے قائل ہین کہ ترک عقوبت مستحق داخل رحم ہے
غایت قلت تدبر سے تناقص اختیار کیا ہے اسلیے کہ وہ حدود شرعیہ کے قائل
ہین کہ کبہی ساقط نہین ہوتین اگر رحم ترک عقوبت ہو لازم ہوگا کہ حدود شرعیہ قابل سقوط
ہون یا خداوند عالم دنیا مین رحیم نہو۔

اگر بطریق تنزل مان لیا جاے کہ اللہ تعالیٰ ترک عقوبت مستحق بطور قلت سزا فرماتا ہے تو بہی وہ مغفرت ہوگی رحم نہوگا اسلئے کہ صفت رحمٰن مین رحم کا وجود اسقدر مبالغہ کے ساتہہ ہے کہ جب ذرا بہی قلت آجائیگی مبالغہ جاتا رہیگا اور او سپر اطلاق رحمٰن ہونے کا دشوار ہوگا۔ یہی جواب سوال سے ہے کہ رحیم ہونا خلاف دوزخ مین جلانے کے نہین ہے۔

اب جو مینے بیان کیا اوسکی سند قرآن مجید سے لیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ علاوہ برآن قرآن مجید مین بیشتر ان دونون صفتون کو ساتہہ ذکر فرمایا ہے۔ انصاف فرماے کہ معنی اونکے یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالیٰ اتنی ہی مہربانی نہین کرتا کہ گناہ کو بخشند تیا ہے بلکہ اسپر یہ اور مہربانی کرتا ہے کہ نعمت بہی دیتا ہے (کوئی دوسرا ایسا ہے کہ سزا بہی ندے اور اوسپر نعمت بہی دے) یا یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالے بخشند تیا ہے اور بخشند تیا ہے۔ شعر

اے غدا قربان احسانت شوم	این چہ احسانست قربانت شوم

اگر تواب وغفور ورحیم کے ایک معنی ہون جو اس تعریف کے اوس مین داخل کرنے سے پیدا ہوتے ہین تو کلام آلہی مین حشو کا وجود لازم آئیگا۔ وہ حکیم ہے اور اوسکا کلام جو محض حکمت ہے اس سقم سے یقیناً پاک ہے۔ پہر ارشاد فرماتا ہے وَیَغْفِرُ دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اسکے سوا جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہی بخشند تیا ہی

مطلب یہ ہوا کہ جسے نہیں چاہتا نہیں بخشتا پس رحمن ورحیم ہین وہ صفت جو کہین پائی جاے کہین نہ پائی جاے کیونکر داخل ہوسکتی ہی اور فرماتا ہی وَمِنْ وَّرَآئِہِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ فِیْ جَہَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْہَہُمُ النَّارُ وَہُمْ فِیْہَا کٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ اور اوسکے لوگون کے پیچھے برزخ ہے اوس دن تک کہ اوٹھاکر کھڑے کیے جاینگے۔ پھر جب صور پھونکا جایگا اوسدن نہ تو لوگون مین رشتہ داریان رہینگی۔ اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھینگے۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلیگا تو یہی لوگ بامراد ہونگے اور جنکا پلہ ہلکا ٹھہرے گا تو یہی لوگ ہین جنھون نے خود اپنے آپ کو برباد کرلیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ آتش اونکے منہ کو جھلسی ہوگی اور وہ وہان بڑا منہ بناے ہونگے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ وہ عادل ہے ترک عقوبت مستحق نہین کرتا اور پھر فرماتا ہے۔ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِہِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْہَدْ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

ترجمہ عورت و مرد زنا کرین تو اون دونون مین سے ہر ایک کو سَو درے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمکو اونپر ترس

دامنگیر ہو - اور اونکے سزا دیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے - یہ
ارشاد اسبات کا ہے کہ سزا مین نرمی بہی نہ کرو - اور اسطرح سزا دو کہ اورون کو عبرت
کا باعث ہو - اب دیکھئے کہ مہربانی رحم نہین ہے - یعنی جب رحم صفت الٰہی ہو
یہ سب ارشاد اسبات کا ہے اول لازم ہے کہ انسان گناہ کو گناہ جانے یہ
نہایت غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غفور یا رحیم جانکر گناہ سے اجتناب نکرے اور مہمل
طور پر معاف کرنے والا جانکر چپ ہو رہے کہ دوزخ کے لئے بہت سے
پیدا نہین ہوئے - اسلئے کہ رحمۃ اور چیز ہے غفاری دوسری چیز ہے - جناب عالی
اگر تہوڑے ہی دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہین تو آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ اون
تہوڑون مین آپکی ذات بابرکات بہی داخل ہے اور کیونکہ خداوند عالم کو آپ نے
مجبور سمجہ لیا کہ وہ ضرور آپکو بخشدیگا اور آپکی بخشش خواہ مخواہ چاہے گا - دوسرے
یہ لازم ہے کہ اعمال خیر اور نیک کرے اور اللہ سے ڈرتا اور استغفار
کرتا رہے ان باتون کا اجر باعث غفران ہوگا - الغرض یاد رکہنا چاہئے کہ ترک
عقوبت بغیر زوال استحقاق کے نہین ہو سکتا -

بیان وسعت دائرۂ رحمت و مغفرت

جب معنی رحم اور مغفرت کے معلوم ہوگئے
اب دائرۂ رحمۃ الٰہی کو غلط سمجہنا اور دائرہ مغفرت کو غلط وسعت دینے کا
بیان کیا جاتا ہے - اعجاز کلام الٰہی یہ ہے کہ جس اعتراض کا جواب ڈہونڈہتے ہے
ملجاتا ہے گو وہ بعید کا ہو - اسیطرح رحمۃ و مغفرۃ کو بہی اللہ تعالیٰ نے دو جملون

جملون مین ملاکر بیان فرمادیاہے اور یہ اعتراض جسکی بحث ہے اوٹھا دیاہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی جان لوکہ اللہ تعالی سخت عذاب کرنے والاہے اور اللہ بخشنے والا اور نعمت دینے والاہے اور اس سے صحیح معلوم ہوتاہے کہ دائرۂ رحمت کہانتک وسیع ہے اور دائرۂ مغفرت کہانتک وسیع ہے۔

وسعتِ رحمت

بیان وسعت دائرۂ رحمت آلہی کا یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی نعمت اپنی تمام مخلوق کو دیتاہے جسکے وہ سزاوار ہین اور حد اوسکی یہ ہے کہ جہانتک ذرایع دینے نعمت کے باعتبار راوہ ہین اونکو پیدا کرتا اور وسیع کرتاہے اور جہانتک موانع عطاے نعمت کے ہین اونکو دور کرکے سزاوار نعمت بناتاہے۔ جسقدر صفاتِ الٰہی اسمار حسنے مین متعلق مخلوق کے ہین اون سب مین صفت رحمتہ کی موجود ہے اور بطور علتِ غائی کے ہے۔ علیحدگی صرف یہ ہے کہ رحمٰن و رحیم بیان عام ایتار نعمت کاہے اور باقی اسمار حسنٰی مین یا ذرایع عطاے نعمت کے پیدا کرنے کا بیان ہے یا ذرایع دفع موانع رحمت کا۔ غلطی اوسمین یہ ہوتی ہے کہ جو ذرایع دفع موانع نعمت کے ہین وہ ذرایع دفع موانع کے نہین سمجھے جاتے مثال اول کی یہ ہے کہ اللہ تعالی محنت مین ڈالکر جو آفت سمجھی جاتی ہے انسان کو وہ نعمتین بعد پیدا کرنے قابلیت کے دیتاہے جو اوسی صورت مین مل سکتی ہین ورنہ وہ نعمت نہین۔ جیسے بادشاہ ہونا کسی ناقابل کا۔

مثال ثانی کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بُرے افعال کی سزا دیتا ہے اسلئے کہ وہ ذریعہ دفع موانع ایتار نعمت کا ہے۔ پس یہ دونون ذرایع نزول رحمت وعطاے نعمت کے ہین۔ یہ سمجہنا کہ دائرہ رحمت بسبب فضل یا عذاب کے تنگ ہوگیا غلطی ہے۔ اور یہی اس خیال کا سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے عذاب نکرے گا اور بہت سے آدمیونکو دوزخ کے لئے نہین بنایا۔ نعمت لا انتہا ہے اور ذرایع لا انتہا۔ اسلئے حیرت مانع ہوتی ہے کہ عقل صحیح کام کرے۔

وسعت مغفرت

بیان وسعت دائرہ مغفرت مین۔ بسط کی ضرورت ہے اسلئے اوسکے بیان مین زیادہ تفصیل کیجاتی ہے کیونکہ اسی نے بہت دہوکا دے رکہا ہے۔ اور اوس سے جب یہ بات ظاہر ہوگی کہ دفع موانع نزول رحمت مین کسقدر رحم کو کام فرمایا ہے تو ظاہر ہوگا کہ اسپر بہی اگر بہت سے دوزخ مین جائین تو نہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہے نہ حقیقت مین برا ہے الیون کو ضرور دوزخ مین جانا چاہئے گو کتنے ہی ہون۔ پہلے اون طریقونکو بیان کیا جاتا ہے جو توبہ کے قبول اور بخشش وعفو کے ارشاد ہوئے ہین[۲] پہر گناہون کی کثرت بیان کیجاتی ہے۔[۳] پہر حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔[۴] پہر گناہونین سختی ہونے کی وجہ ظاہر کرکے نرمی قواعد کی وجہ بیان کیجاتی ہے۔ اوسکے بعد عدل کو بیان کیا جاتا ہے۔ تب سمجہہ مین خود بخود آجائیگا کہ گناہ کثرت سے ہین حسنات [illegible]ندہ نہین۔ گناہ سخت ہین جو عفو ہوئے ہین اور بعد عفو نعمت ملتی ہے۔ پس دائرہ

رحم وعفو کتنا وسیع ہے۔ اور اوس سے زیادہ وسعت دینا کسقدر بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالی نے جتنون کو بخشدینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی اگر غفاری نہوتی ہرگز قابل بخشش نہ تھے۔

طرق مغفرت

طریقے عفو و قبول توبہ و مغفرت کے۔ ان طریقون کے سوچنے سے مجھے نواب انشاء اللہ خان کا شعر یاد آکر وجد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔

تصدق اپنے خدا کی انشا کہ پیار آتا ہی ہیبر جی کو		اور ہر سوا اپنے گناہ ہیم اور ہر تہ دیدی نوازش

سچ یہ ہے کہ اوسکی مہربانی پر فدا ہوجانا چاہیے اور ایسے خدا کے حکم کی تو ایک بھی نافرمانی نہ کرنی چاہیے۔ ہر وقت تلاش کرنا چاہیے کہ حکم کیا ہے اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہم وہی کرین جو اوسنے کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اے خدا۔ ہم بندہ ہین ضعیف ہین۔ اگر بھولے چوکے سے کوئی گناہ ہوا ہے یا سرکشی اور سخت باجی پن سے تو اوسے معاف فرما۔

اللہ تعالی مجبور نہین ہے لیکن اوسنے جو طریقے اپنے اوپر ارشاد سے لازم فرمائے ہین وہ بظاہر سات ہین۔ (۱) اسلام (۲) توبہ (۳) استغفار (۴) شفاعت۔ (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف یا مضاعف سے زیادہ ہوجاسکین سیات مضاعف نہونگے (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔ (۷) دوسرون کی دعا یا دوسرے کے اعمال سے نفع پہونچنا۔

اسلام (۱) اسلام اسکی وجہ سے گناہان سابق معاف ہوجاتے ہین اسکے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین مسلمہ اہل اسلام ہے - یاد رہے کہ طریق ذیل کا فائدہ بعد اسلام ہے -

توبہ (۲) توبہ معنی اوسکے باز گشتن ہین - یعنی گناہو نسے پہرنا - مقصود یہ ہے کہ ایسا قصد کرنا کہ اب مین گناہ نکرونگا - صحیح توبہ مطابق اوس قصد کے عمل کرنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے - یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی مسلمانو - اللہ کی جناب مین خالص توبہ کرو - عجب نہین کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تمسے دور کردے - اور تمکو بہشت مین لیجاکر داخل کرے جسکے تلے نہرین بہ رہی ہین اور پہر فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یعنی ہم بخشدینگے اوسکو جسنے توبہ کی ایمان لایا - نیک عمل کئے اور اوسپر قایم رہا - یہ تمام شرایط ملحوظ رہین - کسقدر غلطی ہے کہ یون سمجھا جاوے اللہ تعالی رحیم یا غفور ہے اور اوسنے دوزخ کے لئے نہین بنایا اور عذاب نکریگا -

استغفار (۳) استغفار - غفر کے معنی پوشیدن و آمرزیدن ہین یعنی چھپانا اور ڈھک دینا - جیسے مرے آدمی کو مغفور کہتے ہین کہ وہ چھپ گیا اور بخشا گیا - یہان عموماً معنی اوسکے آمرزیدن کے ہین اسلئے استغفار کے معنی کئے ہوئے گناہ سے معافی مانگنے کے ہین - اللہ تعالی فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ

اللہ سے طلب مغفرت کرو۔ اور فرماتا ہے۔ وَإِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
ضرور وہی بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے یہاں بھی یاد رہے کہ گناہ سے معافی
مانگنا اسکے بعد ہے کہ گناہ کو گناہ جانے۔ ورنہ معافی مانگنا واقع نہین ہو سکتا۔
اور ضرور وہ ذریعہ ترک گناہ کا ہوگا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی نے ہمکو دوزخ
کے لئے پیدا نہین کیا اور وہ رحیم یا غفور ہے ضرورت استغفار کی نہین ہے۔

شفاعت (۴) شفاعت یعنی سفارش سے گناہ کا معاف کرنا اور سزا سے
بچا دینا اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ وہ کون
ہے جو اوسکے پاس سفارش بغیر اوسکے حکم کے کر سکے۔ معنی یہ ہوئے کہ اجازت
سفارش کی جب ملے سفارش سے گناہ معاف ہونگے۔

اول دیکھنا چاہئے کہ یہ حکم کیون ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول
اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اس ذریعہ سے رسول اور اولوالامر کو حاکم بنایا ہے پس
اگرچہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت محض اطاعت اللہ کی ہے تاہم جب اونکو حاکم
بنایا یہ بھی اختیار دیا کہ وہ اس اطاعت کا اجر خود بھی دیسکین ورنہ وہ ایسے بے رعب
ہونگے جیسے وہ حاکم جنسے آقا خوش نہو اور اونکا کہنا نہ مانتا ہو۔ حاکم کے لئے رعب
لابد ہے اب دیکھنا چاہیے کہ شفاعت اونکی کس حالتین ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ
صرف بحالت اطاعت ہو وہ اطاعت کیا ہے اچھے کام کرنا۔ جب اطاعت
نہو سفارش ہو ہی نہین سکتی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً

حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا

ترجمہ جو شخص اچھی سفارش کرے اوسکے اجر مین سے اوسکو بھی حصہ ملے گا۔ اور جو بری سفارش کرے اوس مین وہ بھی شریک ہوگا۔

پس شفاعت کب ہوسکتی ہے۔ اوسیوقت جبکہ بہت سے امور مین اطاعت ہو بعض مین کمزوری کے مادہ کی وجہ سے نہو۔ اور یہ بھی جز اطاعت ہوگی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور جسکا پلہ اعمال نیک کا بھاری ہو وہ نجات پائیگا۔ جیسا مذکور ہوا۔ پس اوسوقت جبکہ تھوڑی سی کسر رہ جاوے سفارش سے بخشش کرا کے زوال استحقاق عقوبت کرا کے پلہ کو سفارش بھاری کرادیگی۔ یہ نہوگا کہ پلہ اعمال مین صفر ہو اور محض سفارش سے کام چل جاوے۔ مثال اسکی دنیا مین بھی موجود ہے وہ طالبعلم جنہوں نے امتحان مین بیشتر سوالات کے جوابات عمدہ دیے ہین بعض مین قلت وقت یا گھبراہٹ یا نافہمی سے قلیل غلطی کی ہے جو اونکو باعث ناکامی کا ہوسکتی تھی وہ گریس مارکس Graee marns دیکر پاس کردیے جاتے ہین۔ یہی حالت شفاعت کی ہوگی یہ بھی کسقدر بڑی مہربانی ہے کیونکہ بعد محنت کے طالبعلم اس لایق ہوسکتا ہے کہ پاس ہو۔ اس مہربانی نکرنے سے اوسکی قابلیت اور محنت دونون کا نامناسب خون ہوتا تھا اسی طرح سفارش بڑی مہربانی ہے۔

پس ظاہر ہے کہ یہ خیال کرنا کہ سفارش کے بہروسہ پر اعمال نیک کے پلہ مین زمین و آسمان کا اونچ نیچ ہو توبہی سفارش سے وزن پورا ہوگا غلطی ہے ۔ وہان سفارش بہی ہوگی ۔

ازدیاد اجر حسنات (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف ہوجاوینگے سیئات مضاعف نہونگے ۔ اوسکی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

ترجمہ ۔ اللہ ذرہ بہر بہی ظلم نہین کرتا بلکہ کوئی نیکی ہو تو اوسکو دوچند کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرما دیتا ہے ۔ یہان بہی یہ یاد رکہنا چاہیئے کہ حسنات ہونے چاہئین ۔ یہ نہین ہے کہ محض رحیم یا غفور ہونا اللہ تعالی کا بغیر حسنات کے کام آسکتا ہے ۔ اللہ اکبر ۔ کسقدر شان توابی و غفاری عظیم ہے کیا کیا طریقے عفو کے مقرر کئے ہین ۔ اور یہ بہی یاد رکہنا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے لفظ اجر ارشاد فرمایا ہے اجر بڑہانا اور چھوٹے سے کام کی بڑی مزدوری دینا اور بات ہے اور معافی گناہ بغیر وجہ اور بات ہے ۔

کفارہ صغائر (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا ۔ اوسکی بابت اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ ۝ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ۝ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا وَکَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○

ترجمہ مسلمانون ناحق ایک دوسرےکے مال خورد برد نہ کیا کرو ہان آپس کی رضامندی سے خرید فروخت ہو تو وہ ناروا نہین۔ اور اپنے ہاتھون اپنے پاؤنپر کلہاڑی نہ مارو اللہ تمہارے حال پر رحیم ہے اور جو زور و ظلم سے ایسا کریگا تو ہم اوسکو قیامت کے دن آگ مین جھونک دینگے اور یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے جن کامون سے تمکو منع کیا جاتا ہے اگر تم اونمین سے بڑے بڑے گناہون سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور محو کردین گے اور تمکو مقام عزت مین جگہ دینگے۔

تنبیہہ۔ یہان یاد رہے کہ معنی رحم کے جب نعمت ہون کسقدر چسپان ہین یعنی اللہ تعالیٰ تو تمکو نعمت دیتا ہے پھر تم پرایا مال ظلم سے کیون کہاؤ۔ یہ صورت عفو کی نسبت گناہانِ صغیرہ کے ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے یہ نہین کہ کچھہ ہی کیون نکرین دوزخ کے لئے بہت سے نہین ہین۔

کثرت ذنوب کا بیان۔ اب گناہونکی کثرت بیان کیجاتی ہے۔ شمار اونکا مثل رحمت ہماری قدرت سے باہر ہے جسطرح صرف گناہانِ متعلق عباد کے لئے سلطنت نے تعزیرات ہند تصنیف کی ہے اور وہ بطور کلیات کے ہے شریعت نے بہی اسی طرح کلیات بیان کئے ہین۔ گناہانِ متعلق ذات

جناب ایزدی اونکے علاوہ ہین جسکا مختصر بیان کثرت یہ ہے کہ آنکھہ آدمی کی گنہگار ہے۔ کان آدمی کے گنہگار ہین۔ دل آدمی کا گنہگار ہے جو تمام اعضا ر سے کام لیتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا اسلئے یہ حالت ہوتی ہے کہ آنکھہ سے نظر بد کی اور گنہگار ہوا۔ کان کو برائی کے لئے جیسے غیبت کھولا اور گنہگار ہوا۔ دل مین نیت پیدا ہوئی اور راستے سے پھرے اور گنہگار ہوئے۔ اوس نیت کے مطابق کام کیا اور گناہونکا ٹھکانا نہ رہا۔ ہاتھہ ہلایا گنہگار۔ پانون ہلایا گنہگار۔ چھو لیا گنہگار۔ چکھہ لیا گنہگار۔ سونگھہ لیا گنہگار۔ الٰہی توبہ۔ یہین تک ختم نہین ہوا۔ اسوقت کچھہ بھی نہین کیا گنہگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ کتاب ضلال کی تصنیف کی تھی۔ شراب خانہ بنایا تھا وقس علی ہذا حقوق جسین لئے تھے حقوق ادا نہ کئے تھے وقس علی ہذا الغرض کہانتک شمار کیا جاوے اتنے زیادہ ہین کہ اللہ تعالی نے اونکے لکھنے کے لئے دو فرشتے کاندہے پر بٹھلا دئے ہین۔

قلت حسنات کا بیان

اب حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔

آجکل اونکی اسقدر قلت ہے کہ بیان بھی طوالت سے نہین ہو سکتا کیونکہ اطاعت احکام الٰہی کی جو حالت ہے محتاج بیان نہین۔ پس معدوم شئے کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ نہین ہے۔ اب تک اونکا ظاہری ہونا اور قابل ترک معرض بحث مین ہے۔ تاہم جو لوگ پابندی کرنا چاہتے ہین وہ بیشتر شرائط پوری نہین کرتے مثلاً شرائط طہارت یا غصب سے اجتناب۔ اور جو اسکو بھی کرتے ہین وہ

تعمیل احکام اچھی طرح نہین کرتے۔ پس حسنات وہی رہ جاتے ہین کہ ہاتھہ پانون کے زور سے کسی بندہ کے ساتھہ بھلائی کرو۔ یا وہ احکام بجالاو جنمین بسبب اسلام کے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

گناہونکی سختی کا بیان

اب بیان کیا جاتا ہے کہ گناہونمین سختی کیون ہے

اول گناہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا وہ اسلئے سخت تر ہے (۱) کہ سخت قسم کی برائی ہے کہ جسنے پیدا کیا (کوئی نوکر بھی نافرمانی کو نہین رکھتا اللہ تعالی کیسے نافرمانی کے لئے پیدا کر سکتا ہے) اتنی نعمتین دین اور دیتا ہے اوسکو ہم نہ جانین اور اوسی سے پھرے رہین۔ (۲) اسلئے بہت ہی برا ہے کہ احکام عبادت بندون کی بہتری کے لئے ہین بلکہ جملہ احکام۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایسے احکام کا نہ ماننا سخت تر نہین اسکے بعد گناہان بنسبت عباد کے باقی رہے اونمین سختی اسلئے ہے کہ گناہ عباد مین دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک گناہِ عبد۔ ایک گناہِ آلہی۔ گناہِ عبد مین پھر دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک ضرر نفس متضرر کا۔ دوسرے ضرر عامہ خلائق کا جیسے جرایم سخت سے بدامنی کا پیدا ہونا۔ ہر گناہ بعد اسکے دو قسم پر منقسم ہوتا ہے اول وہ جنکو بقا رہے۔ دوم وہ جنکو بقا نہین۔ بعد ارتکاب ختم ہوجاتے ہین۔ گناہ الہی کی بابتہ وجوہ سختی کے بیان کئے گئے وہ سختی یہان اور زیادہ بڑھگئی۔

(۱) اسلئے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا کمال مہربانی سے نعمت وجود عنایت کی اور تمام کام اوسکی تکمیل کے لئے اختیار فرمائے تو بندون کو ضرر پہونچانا اللہ تعالی

کی نافرمانی اور مخالفت عظیم ہوئی اور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت بے ادبی و گستاخی کو نسبت مرتکب کے استحقاق خلود نار پیدا کرنا لازم ہے۔

(۲) اسلیئے کہ سب احکام بندون کی بہتری کے لیئے ہین ایسے احکام کا نہ ماننا اور بہی سخت ہے۔

(۳) یہ گناہ بغیر معاف کردینے متضرر کے معاف نہین ہوتی علی الخصوص وہ گناہ جو بسبب ضرر عامہ خلائق کے عام ہو جاتے ہین اونہین معافی قریب ناممکن کے ہوسکتی ہے کیونکہ معافی جن جن سے طلب کیجائیگی وہ معلوم نہین۔

(۴) جو گناہ بوجہ اضلال کے گمراہ نے کیئے ہین سب مضل کے ذمہ آجاتے ہین بیان یاد کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝ یعنی جو ذرہ برابر اچہا کام کریگا اوسکا بدلہ پائیگا اور جو ذرہ برابر برا کام کریگا اوسکا بدلا پاویگا۔

وجہ آسانی قواعد معافی

اب بیان کیا جاتا ہے کہ معافی مین آسانی کیون ہے

۔ اول گناہ الٰہی ۔ چونکہ وہ نافرمانی ذات عبد کی اچہا بنانے کی تہی جب آدمی بعد اسلام توبہ و استغفار کرکے ایک حالت کا بن جاے جس سے زیادہ اچہا نہ بن سکتا ہو۔ تو پہر اوسکو اتنی ضرورت سزا کی باقی نہین رہی۔ دوسرے گناہان متعلقہ عباد بندون کے لیئے بہی معافی اسی لیئے اچھی چیز ہے کہ وہ ایک بندہ کو سزا نہ دلواتا ہے جب کہ ضرورت انسداد کی باقی نہین رہی۔ دنیا مین جو معافی نہین

ہوتی اسی لئے ہے کہ ضرورت انسداد کی باقی ہے۔ جب یہ ضرورت باقی نہین
بندون کو بقدر ضرر نعمت وغیرہ معاف کر دینے کی طرف رغبت دلانا اللہ تعالی کا احسان
ہوتا ہے اور بندون کے لئے تعمیل حکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (یعنی اللہ تعالے
کے سے اخلاق اپنے بناؤ) اور احسان احسان کی بھلائی محتاج بیان نہین۔ استحسان اس
آسانی کا اس مثال سے بخوبی سمجھ مین آتا ہے کہ اگر اللہ تعالی یہ قاعدہ نہ بناتا تو
ایسی حالت ہوتی کہ کپڑا میلا یا نجس ہو گیا تو اوسکا ضایع کرنا چاہئے۔ یہ بہتر نہین۔
دہوکر پھر درست کرنا مناسب ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو کپڑا زیادہ میلا ہو جاتا ہے وہ
ایسا نہین دہلتا جیسا کم میلا صاف ہو جاتا ہے۔ کفر کی وہ حالت ہے جیسے کہانا
سڑ جاتا ہے اور اچھے مکان مین اوسے نہین لیجا سکتے۔ یا ایک رنگ چڑھ جاتا ہے
جو دہل نہین سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ نے باوجود اسکے کہ
گناہون مین طرح طرح کی سختی ہے قواعد عفو ایسے نرم بنائے ہین کہ بہت سے
گنہگار دوزخ سے نجات پائینگے۔ یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی باوجود رحیم ہونیکے
بہت سے آدمیونکو دوزخ مین ڈالتا ہے۔ حقیقت مین اللہ تعالی ایمان کے
بعد بہانہ ڈہونڈہتا ہے کہ کسی طرح سے نعمت پہونچادون اسپر بہی اگر ہم کفر و کفران
نعمت کرین اور سمجہین کہ دوزخ مین نجاونگے۔ تو صرف یہی خیال باعث خلود نار ہونا چاہئے
یہ وہی خیال ہے جسکی بحث ہے اور اس سے بچنا ضرور ہے۔

بیان عدل

اب عدل کا بیان کیا جاتا ہے۔ بیان وسعت دائرہ رحمت

مین بیان ہوچکا ہے کہ تمام صفات الٰہی جو اسماء حسنےٰ مین شامل ہین خاص خاص
صفات ہین۔ مگر بنا اور علت ہر ایک کی رحم ہے اور مختلف تدابیر رحم کے شمول
سے جو اونمین خصوصیت پیدا ہوئی ہے وہ وجہ خاص نامون یعنی جدا نامون کے
ہوجانے کی ہے۔ یہی حالت صفت غفران وعفو وقبول توبہ کی ہے۔ اونکی نسبت
رزم قاعدے تجویز کرنا بسبب رحم کے تھا۔ اگر قواعد مذکور سخت ہوتے تمو انع عطاے
نعمت کے ہوجاتے۔ یہی حالت اصل سزا کی ہے جو ذریعہ اچھا بنانے کا ہے
اور وہ بھی بسبب رحم کے ہے۔ اگر قاعدہ نہوتا یہ مطلب فوت ہوتا۔ یہی حالت
صفت عدل کی ہے۔ کیونکہ ظلم مین وہ نعمت چھین لیجاتی ہے یا اوسمین خلل اندازی
کیجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی تھی اوسکا واپس دلانا یا خلل دور کرنا یا بدلا دینا عدل
ہے اور وہ نسبت متضرر کے ایثار نعمت ہے۔ نسبت ظالم کے موانع ایثار
نعمت کا دور کرنا ہے۔ اور حقیقت مین دونون کے لئے عدل باعث رحم ہوتا
ہے یعنی دینا نعمت کا۔ چونکہ عدل مین دو پلہ کا برابر کرنا داخل ہے اور یہ ایک
تدبیر خاص ہے اور رحم مین شامل ہوگئی ہے۔ اسلئے وہ خاص صفت اور اوس
صفت کا جدا نام ہوگیا ہے یعنی عدل۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفت عدل و
رحم مین معنی رحم و عدل کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتے تھے۔ صحیح معنی کا دوسرا
بیان یہ ہے کہ رحمت نعمت دینا ہے۔ اور عدل بسبب رحمت کے دو پلون کا
برابر کردینا ہے جسمین ایک طرف متضرر ہوتا ہے اور دوسری طرف ضرر پہونچانیوالا

اور دونون کا فعل تو لگر مظلوم کو ظالم سے بدلا دلایا جاتا ہے پس مظلوم کے لئے وہ خود نعمت ہے یا ایصال راحت بعوض نعمت باندازہ فقدان نعمت۔ ظالم کے لئے رفع موانع ایتاے نعمت تاکہ بعد سزا وہ قابل ایتار نعمت دوسرے حسنات کی وجہ سے ہوسکی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رحم کی قسم عدل ہے قسیم نہین ہے۔ عدل اور انصاف واسطے اہل اسلام وایمان کے ہے کفار کے لئے صرف کفر خلود نار کا باعث ہے اوسکے لئے کسی تدبیر ایتار نعمت کی ضرورت نہین نہ اوسکو عدل سے تعلق ہے اسلئے کہ وہ تدبیر ما بین دو شخصون کے ہے یہان سواے جناب باری تعالی وکافر کے تیسرا نہین ہے۔ آیہ مذکورہ بالا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ۔ پہر جنکا پلہ بہاری نکلے گا تو یہی لوگ بامراد ہین اور جنکا پلہ ہلکا نکلے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کرلیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور آگ اونکے منہ جہلستی ہوگی اور وہ وہان برا منہ بناے پڑے ہونگے آیتہ کو پہر پڑہ لیجیے اور اوسکے عدل سے جو رحیم کا عدل ہے ہمیشہ ڈرتے رہیے۔

نتیجہ بیان بالا کا جب دونون دائرہ رحمت ومغفرت کی وسعت معلوم ہوگئی تو اب بطور تنبیہ علی البدیہیات یہ بیان کرنا باقی ہے کہ عمل نیک کے لئے دنیا بنائی گئی اور مقصود اختیار ویکر مراتب اعلی پر پہونچانا ہے اس مقصود کو فوت نہونے دینا چاہیے

دنیا مین جب آدمی ایک قسم کے درجہ کا ہوجاے تو وہ اوسی درجہ کا رہ سکتا ہے
اور اختلاف مدارج بعد شمول غفران ورحم کے ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے کوئی ذریعہ
درجہ اعلی پر پہونچانے کا اوٹھا نہین رکہا۔ اسپر بہی جو جہانتک پہونچے وہین تک رہیگا۔

در حسن صفت کوش کہ در روز جزا		حشر تو بصورت صفت خواہد بود	

اگر آجکل کے قانونی حضرات کے مذاق کے موافق گفتگو کیجاے تو یہ کہنا صحیح ہے
کہ خداوند عالم نے ADfectvie Law یعنی ضابطہ یا قانون اضافی
نہایت نرم بنایا ہے۔ مگر قانون اصلی SUBstantive سخت ہے
اور دونون کی پابندی سختی سے کیجاتی ہے جو عین عدل ہے اور سب بوجہ
رحم کے ہے۔

ذکر حیرت و جواب اصلی سوال کا

اب حیرت کی شرح کیجاتی ہے اور رفع حیرت کی
کوشش کیجاتی ہے۔ اور وہی جواب سوال ہے۔
ضرور کارخانہ آلہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ جیسے ہم ہر کارخانہ عظیم الشان کو دیکھکر ہک
دہک رہجاتے ہین سب سے زیادہ کارخانہ عالم کو دیکھنے سے متحیر ہونا چاہئے۔
لیکن جو لوگ صرف متحیر ہین سواے حیرت کے اور فائدہ نہین اوٹھاتے۔ جو لوگ
حیرت کے بعد غور کرتے ہین فائدہ اوٹھاتے ہین۔ پس ہمکو یہان بہی حتی الامکان
ایسا ہی کرنا چاہئے۔ پس جاننا چاہئے کہ جن لوگون نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالی
رحیم ہے وہ بہت سی مخلوق کو کیسے دوزخ مین جلائیگا۔ اور حیران ہو کر دائرہ رحمت

الٰہی کو جناب ملکہ معظمہ کی سلطنت سے بہی چہوٹا ہو جانا خیال فرمایا ہے ۔ اونہون
نے اللہ تعالی کی مخلوق کو صرف زمین کے کرہ مین اور زمین کے کرہ مین سے
صرف زمین کے سطح مین ۔ اور اوسمین سے بہی صرف آبادیون مین محدود کرلیا ہے
اور یہ خیال نہین کیا کہ مخلوق الٰہی ۔ ہوا ۔ پانی اور آگ مین بھی ہے اور سطح زمین و زیر
زمین و جنگل بہی اوسکی مخلوق سے خالی نہین ۔ بھرے پڑے ہین ۔ اور انسانون
کی تعداد اونکے مقابلہ مین ایسی ہے جیسے کرور مین صفر ۔ اور بالکل ایسی سمجھہ والون
کی حالت کی مثال صحیح وہ ہے جو ایک گولر کے بہنگے کی ہے ۔ ہر بہنگا جسے
گولر کے ساتھہ آدمی کہا جاے یہ خیال کرسکتا ہے کہ اللہ تعالی اگر رحیم ہوتا ہمارے
کرہ یعنی گولر کو اور ایک گولر کے سارے بہنگون کو آدمی کے مُنہ کی چکی مین نہ پیستا
اور پیٹ کے دوزخ مین نہ جلاتا ۔ اگر وہ جلاتا ہے یا رحیم نہین ہے ۔ یا آدمی کا
پیٹ ہمارا دوزخ نہین ہے ۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس سے غفلت سم قاتل
ہے ۔ ہم کیا ہین ۔ ایک کرہ کے مخلوق مین سے ایک قلیل جزو کرے استنے
ہین جنکا حصر نہین ہوسکتا ۔ اور وہ بہی اونکا جنکا دیکھنا ممکن ہے ۔ ورنہ جیسا بیان کیا
گیا گیا نظام شمسی مین جیسا یہ نظام ہے ایسے بہت سے نظامات شامل ہین جو
سب طرف Constilation Hercules
کے دورہ کر رہے ہین اور سب مین آبادی ثابت ہوچکی ہے ۔ پس اگر آدمیون
مین سے زیادہ دوزخ کے لئے اپنے قصور کی وجہ سے ہون اوس سے

ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم حد سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرین اور اپنے آپکو بے حقیقت جانین اور یہ جان لین کہ اگر ساری دنیا کے آدمی جہنمی ہون تو اوسکے رحم مین ذرا بھی بٹہ نہین لگتا اسلیئے کہ یہ ذریعہ رحم صحیح کے حصول کا ہے۔ یہ نہین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کے قواعد توڑ ڈالنے کے منصوبے گھڑا کرین۔ اور وہ ذریعہ اپنے آتش دوزخ مین جلنے کا بنا ئین۔ حقیقت مین یہ خیال اسلیئے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی سمجھہ بیشتر چھوٹی ہوتی ہے اور ایسے آدمی جلدی دہوکے مین آجاتے ہین نظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی جلشانہٗ نے جب مادہ کو خلق فرمایا اوسمین یہ طریقہ قایم کیا کہ بہت سے مادہ مین سے ایک چیز تہوڑی سی نکلے جو باعتبار خوبی نہایت اعلی درجہ کی ہو۔ چنانچہ اعضار رئیسہ انسانی مقدار مین تہوڑے اور دیگر اعضار مقدار مین زیادہ ہین۔ انسان جو کہانا کہاتا ہے فضلہ مقدار مین زیادہ خون مقدار مین کم ہوتا ہے۔ معمولی پتھر زیادہ ہین لال کم ہین۔ تہوڑا سا عطر بہت سے پہولون مین سے نکلتا ہے وقس علی ہذا چنانچہ یہ ایسا اصول مسلمہ ہے کہ کسی کو مجال انکار نہین ہو سکتی۔ یہی طریقہ خلق فضل کا ہے۔ جب انسان مادہ سے خلق ہو لازم ہے کہ اوسکے اصول خلق مین بھی یہی اصول مرعی ہو۔ چنانچہ یقیناً مرعی ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ انبیار تہوڑے غیر انبیار بہت۔ بادشاہ تہوڑے غیر بادشاہ بہت۔ حکمار مثل ارسطا طالیس محدود غیر حکمار نامحدود ہین۔ اور اون سب مین وہی مناسبت ہے جو لعل کو پتھرون سے ہے۔ یہ تفاوت حسب ضرورت سے ہے وہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر ایسا نہو تا دنیا

باقی نرہتی - پس اس اصول کے مطابق لازم آتا ہے کہ اعلی مرتبہ والے ادنی مرتبہ والون سے ہوتڑے ہون اسلیئے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو لوگ خدا پرستی کرین اور جو لوگ نکرین جو لوگ اچھے کام کرین جو لوگ نکرین سب برابر ہوجائین - نہ اونکو جزا ملے نہ اونکو سزا فرق اوٹھکر نظام عالم درہم برہم اور باطل ہوجاوے - جو اس سوال کے صحیح ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے - اعجاز کلام مجید - جسکی طرف بار بار مینے اشارہ کیا - یہ ہے کہ اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید مین موجود ہے - چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

ترجمہ — ان لوگونسے کہو کہ گندے اور ستہرے درجہ مین برابر نہین ہوسکتے اگرچہ گندی چیز کی بہتات تمکو تعجب مین ڈالے تو اے عقلمندو خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ - یہ صاف جواب اس شبہہ کا ہے اور صاف ارشاد اوس چیز کا جو باعث نفع و فلاح ہے اور عقلمندونکا کام اللہ تعالی سے ڈرنا ہے - یہ خیال ہرگز عقلمندی نہین ہے کہ اللہ رحیم ہے بُرون کو بھی دوزخ مین اگر نہ ڈالے تو وہ رحیم ہوگا - ایسے لوگون کی حالت ایک بڑہیا کی حکایت کے مطابق ہے ذیل مین نقل کیجاتی ہے - **حکایت** کسی گانون مین ایک بڑہیا رہتی تھی - ایک دفعہ اوسکو اتفاق کسی شہر مین جانے کا پڑا وہان سڑک پر اوسنے دیکھا کہ صدہا چھکڑے روئی سے لدے چلے جاتے ہین - بڑہیا چرخہ تو کیا کرتی تھی اور دن بھر مین آدہ پاؤ

روئی کات لیتی تھی۔ اوسنے جو دیکھا کہ ہزارون من روئی دنیامین ہوتی ہے تو اوسکا دل دفعتہً اس تصور کے ساتھہ اولٹ گیا کہ اے اللہ اتنی بہت سی روئی کون کاتیگا اوراس دل اولٹ جانے سے بڑہیا چپ ہوگئی اور مجنونہ معلوم ہونے لگی۔ ہرچند اوسکی دوا کیجاتی تھی آرام نہوتا تہا ہروقت چپ رہتی تھی نہ کہانے کا ہوش نہ پینے کا۔ اتفاقاً اوسکے ورثا نے ایک طبیب حاذق سے رجوع کی طبیب موصوف نے جب ابتدا اور وجہ جنون کی تفتیش کی تو ورثا بیان نہ کرسکے لیکن ایک شخص نے بیان کیا کہ بڑی بی اچھی بھلی گہر سے شہر مین گئین تہین جسوقت سے جنون شروع ہوا ہے اوسوقت بہت سے چہکڑے روئی کے لدے ہوئے سامنے سے گذر رہے تہے۔ اونکا مقابلہ اور بڑی بی کا جنون۔ یہ سنتے ہی طبیب کی سمجھہ مین آگیا کہ جنون کی یہ وجہ ہے۔ وہ طبیب بڑہیا کے مکان پر آیا اور سب لوگون کو علیحدہ کرکے اچانک بڑہیا کے سامنے گیا اور سلام کے بعد زور سے کہا کہ بڑی بی! کچھہ تمنے سنا؟ بڑہیا تعجب سے دیکھنے لگی۔ تب طبیب نے کہا۔ اوس روئی کے سب چہکڑونمین آگ لگ گئی اور وہ ساری روئی جل گئی۔ بڑہیا کو اسقدر خوشی ہوئی کہ اوسنے تعجب سے پوچہا کہ بیٹا کیا سچ کہتے ہو حکیم جی نے اوسے یقین دلایا اور مرض جاتا رہا۔ اگراس بیان سے بھی تسکین خاطر ہو تو جاننا چاہئے کہ ایک چیز عذاب کرتا ہے۔ ایک ایک چیز جنت مین بہیجتا ہے۔ ایک چیز دونون صورتون کے درمیان مین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جب تک حجت تمام نہین

کرتے عذاب نہین کرتے - پس ہمکو امرِ حق کا چھوڑنا نہ چاہیئے ہم حجت تمام ہوگئی
جن جن پر تمام نہین ہوئی ہے اونکا اختیار خداوند عالم کو ہے اونکی نسبت وہ خود
فیصلہ فرمالیگا کہ حجت تمام ہوئی یا نہین - ہم ہر معاملہ مین حجت تمام ہونے کا فیصلہ
کرنے کے قابل نہین ہین - امرِ حق ایک چیز ہے اوسکا عدم علم دوسری چیز ہے
ہمارا اعتقاد وہی ہے کہ کوئی شخص ناواقفِ قانونِ سزا سے قانون سے نہین بچتا
اور بچنا نہین چاہیئے - حکام دنیا ناواقفون کو برائے نام سزا دیتے ہین - اگر اللہ تعالٰی
بھی نرمی کرے اور صرف سزائے محرومی نعمت دے کیا بعید ہے - اوسوقت بہت
سے آدمی دوزخ کے عذاب سے بچ جاوینگے - اور اب تو ضرور حیرت دفع
ہوجانی چاہیئے - اور جب یہ دفع ہوے جان لیجیے کہ احکام و عمل اس لئے
باطل نہین ہین - نیک عملون کو جنت ملیگی اور بدعملون کو سزائے دوزخ ضرور ملیگی -

پانچوین غلطی اور اوسکا جواب

پانچوین غلطی - اسباب کی غلطی کے بیان کی اب ضرورت
نہین ہے - نفسِ غلطی کی بابت اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کا ترک خلاف احکام الٰہی ہے - اللہ تعالٰی فرماتا ہے - اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ
الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْآمِرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○
ترجمہ - توبہ کرنے والے - عبادت گذار - حمد کرنیوالے - سفر کرنیوالے - رکوع کرنیوالے سجدہ
کرنیوالے - نیک کام کی صلاح دینیوالے - اور برے کام سے منع کرنیوالے - اور اللہ نے جو حدین باندھی ہین انکی

نگاہ رکھنے والے - اور ایسے مسلمان کو خوشخبریان سناؤ و آجکل غل ہو رہا ہے
کہ ریفارمر قوم کے پیدا ہوئے ہین - تعجب سے ہے کہ ایک بزرگ ایک آدمی کا ریفارم
بہی ہونا پسند نہین فرماتا - جبکہ لوگ قوم کی خیرخواہی مین اپنے آپ کو فنا کئے ڈالتے
ہین - نماز کی بابت جسقدر تاکید سے ہے اوسقدر اور چیزون مین کمتر ہے خداوند عالم
فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝
یعنی ویل کا عذاب اون نمازیون کے لئے ہو گا جو نماز مین سہل انکاری
کرتے ہین -

ذکر پیدا ہونے اس سوال کا مذاق شرع پر اور اوسکا جواب -

بعد اس بیان کے ایک اور وجہ کا ذکر ضرور معلوم ہوتا ہے - جواب تک
بیان نہین کی گئی تہی - پہلے سے بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تہی کہ آجکل یہ شبہ (رحم
کے متعلق) اوس ذریعہ سے ہے جسکا بیان ہوا اوس وجہ سے نہین ہے
جواب بیان کیجاتی ہے - پس جاننا چاہئے کہ اسی قسم کا شبہ احادیث مرویہ کے
اعتبار سے بہی ہوتا ہے - لہذا اوسکا ذکر بہی مناسب ہے - بعض احادیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو یقین سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے وہ جنت مین جائیگا - چنانچہ
مشکواۃ شریف مین لکہا ہے فقال اذهب بنعلي هاتين فمن لقيك من
وراء هذا الحائط يشهد ان لا اله الا الله مستيقنا بها قلبه فبشره بالجنة
یعنی جناب رسولخدا صلعم نے حضرت ابوہریرہ کو حکم دیا کہ نشانی کے لئے یہہ

جوتیان لیجاؤ تاکہ تصدیق اعتبار ہو) اور جوتمکو اس دیوار سے نکل کر ملے اور یقین
کے ساتھ تصدیق کرتا ہو کہ اللہ صرف ایک ہے پس اوسکو جنت کی بشارت دو۔
دوسری روایت مین ہے۔ عن عبادۃ ابن الصامت قال سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول من شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد
رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار رواہ مسلم یعنی جو خدا کے ایک ہونے اور جناب
رسول خدا کے رسول برحق ہونے کی تصدیق کرے اوس پر آتش دوزخ حرام ہے
وجہ شبہ کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صرف کلمہ طیبہ کے کہنے سے آتش
دوزخ حرام کردے یا کلمہ اور اقرار نبوت سے تو بہی مسلمانون کا کوئی فرقہ داخل دوزخ
نہین ہوسکتا اور ضرورت تارکین صوم وصلوٰۃ کے بُرا سمجھنے کی نہین نہ تہتر فرقون
مین سے ایک فرقہ کے ناجی سمجھنے کی۔ اولاً واضح رہے کہ اس شبہہ کو شبہہ مبحوث
عنہ سے زیادہ تعلق نہین ہے اسلئے کہ یہ خوشخبری بعد اسلام کے ہے مسلمانونکی
تعداد غیر مسلمانون کے مقابلہ مین بالنسبت قلیل ہے۔ پس یہ اعتراض تب بہی
دفع نہین ہوگا کہ اکثر بہت سے دوزخ کے لئے بنائے گئے خدا رحیم نہین ہے۔
ثانیاً واضح رہے کہ معنی یہ ہین جو آدمی یقین قلب سے یہ کلمات طیبات کہے اوسوقت
جنت واجب اور آتش دوزخ حرام ہوجائیگی۔ اسکے بعد جب عذاب کا کام کریگا
عذاب لازم ہوگا۔ حرمت دوامی مراد نہین کیونکہ جو آدمی معتقد حدیث ہو لازم ہے کہ
وہ۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا مصداق نہو۔ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى بہی پڑہنا چاہیے

یعنی اور احادیث کو دیکھنا ضرور ہے۔ چنانچہ مشکواۃ شریف مین حدیث متفق علیہ یہ

بھی لکھی۔۔ قال قال رسول اللہ صلعم لا تزنی الزانی حین تزنے

وھو مؤمن۔ ولا تسرق السارق حین تسرق وھو مؤمن ولا یشرب

الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخمرہ

یعنی جب مومن زنا و سرقہ و شرب خمر کرتا ہے ایمان سے نکلجاتا ہے۔ پس صاف

معنی ہین کہ کلمہ طیبہ سے جو وجوب ہوا ساقط ہوجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ وجوب بحالت

افعال نیک باقی رہتا ہے۔

خود جناب رسول خدا نے فرمایا ہے چنانچہ صاحب ملل ونحل نے بطور جزم لکھا ہے

کہ ستفترق امتی علے سبعین وثلث فرقا کلھم فی النار الا الواحد اور یہ

اوس روایت سے موید ہے جو بعض اصحاب کے دوزخ مین جانے کے متعلق

مشہور ہے۔ مین معاذ اللہ یہ نہین کہتا کہ وہ اصحاب اصحاب مقبول تھے

جنھون نے ہمیشہ احکام خدا و رسولخدا صلعم پر عمل کیا لیکن یہ بتلاتا ہون کہ جب افعال

بد صحابہ کو صحابیت سے نکالدین تو افعال بد اور اختیار مذاہب ضلال ضرور اسلام سے

نکالدینگے۔ موید اس بیان کے وہ روایت ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام

کے پیچھے پیچھے چند آدمی آتے تھے۔ آنجناب نے سوال کیا کہ کون ہو فرمایا کہ آپکے

شیعہ۔ ارشاد ہوا کہ میرے شیعہ تو ایسے ہوتے ہین کہ خوف الٰہی سے روتے

روتے آنکھوںمین گرٹھے پڑگئے ہون۔ اور بدون دُبلے ہوگئے ہین۔ تم میرے

شیعہ نہین ہو۔ پس شیعہ ہو یا مومن سب کے لئے ضرور ہے کہ وہ اعمال نیک
کرے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی خاص کر قابل توجہ یہ امر ہے کہ
انسان لاکہون دفعہ اقرار توحید و نبوت کرتا ہے وہ حقیقت مین اقرار و تصدیق صحیح
نہین ہوتا کیونکہ مثلاً زبان پر جاری ہوا کہ ساری تعریفین اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے لئے
ہین مگر دلمین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا اور عجائب تکالیف مین
ڈالا تو یہ خاک کہنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ دلمین تو یہ ہے کہ اللہ نے دوزخ
کو پیدا کیا وہ رحیم نہین ہے زبان سے کہے جاتے ہین کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
پس اگر صحیح طور سے اللہ کی تعریف کرو صحیح طور سے اوسے رحمٰن و رحیم جانو
تو وہ صحیح کہنا ہوگا اور وہی موثر ہو سکتا ہے۔ پھر گناہ نکروگے دوسری حالت کا نہ صحیح
کہنا ہے نہ اوسمین تاثیر ہے۔ بعضے لوگونکو جو پہلے زمانہ مین تھے یہ خیال ہوا
تھا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ ایسا بڑا رحیم ہے کہ اوسنے دوزخ کو پیدا ہی نہین کیا یا اگر کیا تو
رحیم نہین ہے۔ اسکے متعلق وہ حکایت نقل کیجاتی ہے جو اہل تصوف اور شیعون
مین بہت ہی مشہور ہے۔

یعنی ایک فقیر کامل نے درگاہ ایزدی مین عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے رحیم پھر
دوزخ کو پیدا ہی کیون کیا جب تک اسکی وجہ نہ معلوم ہوگی نہ کہاؤنگا نہ پیونگا۔ فقیر
اللہ تعالیٰ کا بہت پیارا تھا جب اوسکی حالت مرگ کے قریب پہونچی تو اوسوقت
جناب پیغمبر علیہ السلام کو جو اوسوقت تھے حکم ہوا کہ جاؤ ہمارا دوست ہمسے خفا ہے

اوسکو سمجھاؤکہ ایسی صورتین بھی ہین جہان دوزخ کی سزا دینا لازم ہے - مگر فقیر کوکسی طرح تسکین نہ ہوئی اور خفگی باقی رہی اوسوقت ارشاد ہوا کہ اسکو معرکہ کربلا دکھلادو - چنانچہ بذریعہ اعجاز معرکہ کربلا دکھلایا گیا - جسوقت فقیر نے دیکھا کہ ایک شخص پیاسا شش ماہہ بچہ گود مین لیے سوال آب کرتا ہے - دونون کی پیاس کے مارے وہ حالت ہے کہ دیکھی نہین جاسکتی - گرمی کی وہ حدت ہے کہ اوٹھائی نہین جاسکتی - اوسوقت کیا دیکھتا ہے کہ ایک بے رحم نے بچہ کے تیر مارا بچہ شہید ہوگیا باپ زخمی اور پانی نہ ملا - تھوڑی دیر کے بعد اوس بزرگ کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہے قاتل سینہ پر بیٹھا خنجر سے گلا کاٹنا چاہتا ہے - فقیر اوسوقت چلا اوٹھا اور روتے روتے غش کرگیا جب غش سے افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ جہنم ایسے لوگونکی سزا نہین ہے بلکہ اس جہنم سے اور سخت جہنم ہونا چاہیے جسمین ایسے لوگونکو سزا دیجائے -



دلائل ماولین نسبت ضرورت وسعت تاویل کے -

جب تاویلون کے ضرر کا بیان ختم ہوا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اون وجوہ غیر متعلق نفس تاویل کا بیان کیا جاے جنکو ماولین زمانہ حال اصلی وجوہ اختیار تاویلات وسیعہ کے فرماتے ہین -

دلیل اول - ضرورت مقابلہ

دلیل اول آجکل تمام دنیا سے مقابلہ Competition
ہے - اور روٹی پیدا کرنا تک اس ذریعہ مین منحصر ہوگیا ہے کہ انسان کمال پیدا
کرے اور دوسرون سے مقابلہ کرکے اپنے آپکو بہتر ثابت کرے - یہ مقابلہ ان
لوگون سے ہے جو ابتک علوم فلسفہ اور صنایع مین بڑی ترقی کرچکے ہین اسلئے ضرور
ہے کہ مسلمانون کو علوم فلسفہ اور صنایع سکھلاے جاوین - علوم کا خاصہ یہ ہے
کہ دلمین ایسے جاگزین ہوتے ہین کہ جو چیز خلاف اصول علوم ہے قبول نہ کیجاے
بشیتر دین کے اصول علوم کے اصول کے خلاف ہین اسلئے علوم فلسفہ علوم دین
کو دلمین سے اوکھاڑکر الگ پھینک دیتے ہین - جب بعد ترقی کے دین دلمین سے
جاتا رہا ہم مسلمان نرہے - ترقی قومی نہین ہوئی -

جواب کہ یہ ضرورت صحیح نہین ہے

جواب اسکا یہ ہے کہ یہی تو وہ دہوکا ہے جسمین ابتدا
سے اہل اسلام گرفتار ہوئے اور اوسنے ترقی مٹا کر تنزل پیدا کیا - اس سے بچنا
ضرور ہے - میرے نزدیک اچھی طرح علوم دنیا پڑہانے کے بعد وہ ضرر نہین
ہوسکتا جسکا اندیشہ ہے - آپ خوب علوم پڑہائیے اور مسلمانون کو سب قومون کے
مقابلہ کیلئے وقف کردیجئے مگر اسلام سے نہ بولئے - اوسوقت ہمارے مسلمان ایسے
خراب نہونگے جیسے اور لوگ ہوگئے اور وہ نتیجہ نہوگا جس سے آپ ڈرتے ہین
ضرور بعض یا بہت سے عالم اور فلسفی ہوکر مسلمان نرہینگے لیکن جتنے رہینگے وہ مسلمان
رہینگے - اس تدبیر سے کوئی مسلمان نہین رہتا اگر اسلام بحالت خود رہو فلسفہ پڑہنے کے

بعد ضعف اعتقاد پیدا ہونے دیجیے جو شخص اونمین سے پھر اسلام کو دیکھیگا اور توفیق الٰہی رفیق ہوگی تو اصل دین کی طرف آجائیگا۔ آپکی تدبیر سے جسطرف آئیگا وہ طرف دین نہوگی۔ قطع نظر اسکے اب تو عالم نہین ہونے پاتے اور گمراہی شروع ہوجاتی ہے یعنی اوسوقت صرف علمار فلسفہ مین بد اعتقادی پیدا ہوگی اب تو یہ بلا اسقدر عام ہوئی ہے کہ عالم نہین ہونے پاتے بگڑ پہلے جاتے ہین حقیقت مین اسلام دنیا سے اوٹھتا جاتا ہے جو مخالف آپکی اغراض کے ہے جس مثال کی پیروی آپکو مقصود ہے اونکی حالت پر تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ عیسائیونکا اصل اصول مذہب تثلیث ہے اونکی حالت دیکھیے باوجودیکہ تثلیث خلافِ عقل ہے اور اونکے علمار دراصل اس مسئلہ کو نہین مانتے تاہم قومیت باقی ہے۔ اسلام مین اصل اصول توحید ہے پس ہمارے علمار سے بعد فلسفی ہونے کے قومیت کیونکر جاسکتی ہے۔ فرمائیے کہ مذہب مین مداخلت بالکل بیفائدہ ہے یا نہین۔ سب نے دیکھا ہے کہ بعد تکمیل علوم مروجہ اور مسلمان رہنے کے جن لوگون نے تاویلون کے دیکھنے کی طرف رجوع کیا اون سے کوئی اچھا اثر نہوا۔ بعد اس تجربہ کے بھی اگر آپ اپنی غلطی کے قابل نہون تو اسکا علاج نہین۔

> دلیل دوم۔ بغیر وسیع تاویلون کے کام نہین چل سکتا۔

دلیل دوم کہ پہلے جو تطبیق فلسفہ اور اسلام مین کیجاتی تھی وہ چل سکتی تھی۔ دلائل فلسفہ کو مسلمان توڑ سکتے تھے اسلئے کہ فلسفہ سابق محض خیال تھا۔ علاوہ اسکے اوسکا ایسا اثر جب اسلام دلین

مضبوط ہوا اور وہ اسباب سلطنت سے اور دیگر وجوہ سے مضبوط تھا) نہین ہوسکتا
تھا برخلاف اسکے اب فلسفہ اور تمدن کے اصول خلاف اسلام کے ایسے زور سے
بعض بذریعہ مشاہدات اور بعض بذریعہ بیانات واضح دکھلائے جاتے ہین اور اثر کرتے
ہین کہ اون سے انکار نہین ہوسکتا۔ کچھہ تدبیر نہین بن پڑتی۔ دوسرے اسباب
ولمین مضبوطی اسلام کے باقی نہین رہے تو اب سوائے اسکے جو ہمنے طریقہ اختیار
کیا ہے کچھہ ہو ہی نہین سکتا۔

جواب کہ یہ تسلیم اعتراضات ہے۔ **جواب اسکا یہ ہے کہ یہ دلیل اسلئے غلط ہے کہ معنی**
یہ ہین کہ ہمنے تسلیم کرلیا کہ اسلام غلط ہے۔ اگر ایسا ہے آپ چھوڑ دیجئے۔ اور باولمین
کرکے بیفائدہ کوشش اور تضیع اوقات نفرمائیے۔ اسلام غلط نہین ہے۔ اسلئے
کہ بتلایا گیا کہ اسلام کے بیانات کی حقیقت اب ہی بذریعہ تکمیل فلسفہ ہوتی ہے۔ آپ
اگر مسلمان ہین ڈھونڈیے اور سچے اسلام پر باقی رہکر تلاش فرمائیے۔ واضح بیان کرنا
سیکھئے اور کوشش کیجئے کہ جو غلطیان دوسرون کے اصول مین ہین صاف
بتلائی جاسکین۔ اپنے اصول کی خوبیان ظاہر ہوسکین۔ آپ نے کیون ہار مانلی
خدا مددگار ہے۔ آپ اہل فلسفہ کو دیکھئے کہ جب کسی امر کی وجہ سمجھہ مین نہین آتی اسمین
غور کرتے ہین اور تدبیرونمین جب ناکامی ہوتی ہے غلطیون کے ڈھونڈ نکالنے
مین کوشش کرتے ہین۔ آپ ہی کوشش کیجئے۔ آپ نے کوشش
چھوڑ دی اونکے پیچھے ہولئے سو یہ امر کم ہمتی ہے اور کچھہ نہین۔ دین نے جو باتین

بتلائی ہین یعنی متعلق قدرت اور وجود فرشتون کے اور روح اور دیگر چیزون کے آپ اونکی تحقیقات مین مثل انگریزون کے ہی متوجہ ہوجےٗ۔ مسمریزم انھون نے نکالا اور روح کی بابت دریافت مین اون ذریعون سے جو علاوہ فلسفہ کے ہین مثل کرنیل الکاٹ کے متوجہ ہین۔ سحر کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ آپ نے تو اون چیزون کو جھوٹ مان لیا اور متوجہ ہی نہین ہوئے۔ آثار قدرت اس زور سے معلوم ہو رہے ہین جیسا مینے بیان کیا اونکی بابت آپ بالکل غفلت کرتے ہین۔ اگر یہ علوم رائج ہون اور مشاہدات عام ہون تو دلائل فلسفہ سے یہ زور جاتا رہیگا۔ بجاے اسکے کہ آپ اسلام کے بدلنے مین کوشش کرین اصول اسلام کے ثبوت مین کوشش فرمائے وہ کوشش زیادہ نفع ہوگی۔ میری راے مین جوکچھہ اسوقت تک خرابی ہوئی ہے وہ اسی لیئے ہوئی ہے کہ کوشش غلط کیجاتی ہے۔

اصول ہاے اسلام کا سب سے بہتر ہونا۔

میری عقل مین اصول اسلام سب سے بہتر اصول ہین اصول تمدن ہمارے اصول سے کسی دوسرے کے ہرگز بہتر نہین ہین۔ جسکا بیان علیحدہ تصنیف مین ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدہ بات عرض کرتا ہون۔ شریعت نے سود[۱] کو منع کیا ہے۔ شراب[۲] خواری کو منع کیا ہے۔ زنا[۳] کو منع کیا ہے۔ تعدد[۴] ازواج کو جائز کہا ہے۔ مسائل[۵] وراثت خاص طور کے بنائے ہین۔ اونکی بہلائی اور برائیون پر تفصیلی نظر ڈالئے معلوم ہوگا کہ بہلائی اصول اسلام مین زیادہ ہے۔

ہے - واضح رہے کہ مقصود قوانین پر اعتراض نہین ہے اصول عامہ پر ہے جو بنار قوانین قومی ہین - یا اصول کے پیدا ہونے پر -

اصول کا اسلام نسبت سود کے بہتر ہونا -

(۱) سود کو شریعت نے منع فرمایا ہے اصل برائی سود کی یہ ہے کہ قرضہ لینا اسکے ذریعہ سے آسان ہوگیا ہے - اس آسانی سے فضول خرچی کی عادت پیدا ہوئی اور اُس سے محنت اور انتظام مصارف و خرچ جاتا رہا - اگر سود ناجائز قرار دیا ہے تجارت روپیہ کی بند ہوجائیگی اور قرضہ صرف ضرورت سخت مین لینا دینا محدود ہوجائیگا - اور یہ خرابیان نہونگین جو شخص خدا پرستی سکھلائے اور محنت سے وجہ معاش پیدا کرنا ایسی بے محنت معاش کو جائز نہین رکھہ سکتا - قرضہ لیکر ضرور آدمی بڑے بڑے کام کرسکتا ہے مگر وہ قرضہ مین منحصر نہین ہین - اب اس طریقے کو نکال کر دیکھئے اوس سے بہت زیادہ بہتر کام ہوسکتا ہے - مثلاً سود ہوتا تو بڑے کامون کے لیے جب ضرورت ہوتی حصہ دار منافع کے ہوتے اوس سے وہی کام چلتا - چنانچہ اب حصہ دار ہوتے ہین حقیقت مین سود نے ایک ایسی قوم کو مالدار کردیا ہے جنکے پاس روپیہ بے وجہ جمع ہے یہ امر کہ روپیہ کے حمل و نقل و حفاظت مین خرچ ہوتا ہے وہ مصارف اور قرضہ واپس لینے کے مصارف بغیر سود کے نہین نکل سکتے غلط دلیل ہے اسلئے کہ ایسی صورتین بعد غلط رواج سود کے پیدا ہوئی ہین -

اصول اسلام کا نسبت شراب خواری کے بہتر ہونا

(۲) شراب خواری کی برائیان اوس نظر سے

دیکھئے جو شارع علیہ السلام کی ہے۔ یعنی انسان سے مادہ تکبر اور غفلت دور ہو۔ یاد الٰہی مین مصروف ہو اپنے بس مین رہے جسکی نظر مین یہ اصول ہون ممکن نہین کہ شراب خواری کو جائز رکھے۔

اصول اسلام کا نسبت زنا کے بہتر ہونا۔

(۳) زنا اسقدر برا ہے کہ ہر مذہب و ملت و سوسائٹی و تمدن سب کے اصول کے مطابق برا جانا جاتا ہے۔ اتفاق ہے کہ وہ برا ہے۔ مگر دیکھئے کہ زنا کے انسداد کامل کی تدابیر شریعت کے سوا کسی اور نے بہی کی ہین۔

اصول اسلام کا نسبت تعداد ازواج کے بہتر ہونا۔

(۴) تعداد ازواج کے متعلق بہی ایک بڑا اعتراض ہے اور دلیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ مناکحت ایک طریقہ ہے جسمین غرض صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہین ہوتی بلکہ دنیا مین ایک ساتھی اختیار کیا جاتا ہے جو دوسرے کے مال کو اپنا سمجھے اور اسلئے ہر طرح کی خوبیون اور راحت کا باعث ہو۔ تعدد مین یہ فائدہ نہین نکل سکتا۔ یہ اعتراض اسلئے غلط ہے کہ شارع علیہ السلام نائب خدا تھے خدا کا کام خلق کرنیکا ہے پس اوسکے نبی نے اس تعدد کے ذریعہ سے زیادتی خلق ہونے کی منظور نظر رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے

تناکحوا وتناسلوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیٰمۃ ولو بالسقط

یعنی نکاح کرو اور نسل بڑہاؤ مین تمہاری کثرت سے روز قیامت اور اُمتون پر فخر کرونگا اور اگر حمل ہی گر گیا ہو گا تو اوسکو شمار مین لے لونگا پس دیکھئے کہ نظر آپکی اور

شریعت کی مخالف ہے - اب اسبات پر خیال فرمائے کہ اور قومون نے اس بابت
کیا کیا ہے اور اسلام نے کیا کیا - بعض قومون مین طلاق ناجائز ہے بعض قومون
مین ایسے دقت سے ہوتا ہے کہ قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے - بعض قومون
مین نکاح ثانی عورات کا ناجائز ہے - ان سبکو ملاکر اول اون قومونکو لیجیے جو سرد
ملک کی رہنے والی ہین اونکی بھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کو طبیعت مجبور کرتی
ہے Nature must its course
یعنی طبیعی ضرورتین ضرور بر آتی ہین - فیصدی ۹۰ غالباً مجبور ہوجاتے ہین - پھر
اون ملکون کو لیجیے جن مین حرارت ہے اور حرارت کے ساتھ قوت بڑے زور کی
ہے اوسکے ساتھ اسبات پر خیال فرمائیے کہ عورتون کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ
ہر مہینے مین پانچ سات روز بیکار ہوتی ہین دو تین برس مین کئی کئی مہینے بیکار رہتی
ہین یعنی ایام حمل مین - گرم ملک کے اوتوبار کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ ایک رات
بھی بغیر عورت کے صبر نہین کر سکتے - پس ایسا سخت قاعدہ عام مقرر کرنا جو ہر ملک
والون کے لئے مناسب نہو ایسا سخت ہے یا نہین کہ جسکی پابندی نہین ہوسکتی
اب ملاحظہ فرمائیے کہ اسلام نے کیا کام کیا - ان ضرورتون پر نظر کرکے تعدادِ ازدواج
کو جائز رکھا اور طلاق کو آسان کیا - نکاح ثانی کو عورات کے جائز رکھا اور جو برائی تمدن
کے متعلق ہوتی تھی اوسمین عدالت کی قید لگائی تاکہ وہی لوگ نکاح کرسکین جن مین ایسی
صورت ہو کہ جبر انسان پیدا ہون - پھر دیکھیے اور جان لیجیے کہ جو شریعت کا اصول ہے

سب سے بہتر ہے۔ عورتون کو اسقدر قوت جتنی اب دیگئی ہے صحیح نہین اسلئے کہ خلاف اوس بناوٹ کے ہے جسپر قدرت نے بنایا ہے کہ اسی کی غفلت سے اعتراض تعدد ازدواج ولمین مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ وہ قواعد جو اسوقت مقرر کئے گئے ہین اس اصول کے مان لینے کے بعد ہوسکتے ہین کہ اصل زنا زیادہ بڑی چیز نہین ہے جو شخص اصل زنا کو زیادہ برا سمجھے (جو فی الواقع برا ہے) ایسے قواعد جو سواے اسلام کے ہین مقرر نہین کرسکتا۔

اصول اسلام کا نسبت مسئلہ وراثت کے بہتر ہونا۔

(۵) مسئلہ تقسیم وراثت پر جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ تقسیم کے ذریعہ سے دولت ایک جگہ نہین رہتی اور ملک کا انتظام خراب ہوتا ہے اسمین یہ غلطی ہے کہ ولادت کے ذریعہ سے جب اولاد پیدا ہوا اور پرورش اونکی پیدا کرنے والے پر لازم ہو تو کوئی وجہ نہین کہ ایام حیات مورث مین پرورش لازم ہو بعد وفات لازم نہ کیجاے۔ یہ طریقہ حق دارون کے محروم کرنیکا اس خیال محض سے ہے کہ دولت ایک جگہ جمع رہے۔ یہ غریبون کی حق مین کیون جائز و برائی کا سامان ہو۔ یہ قاعدہ چند آدمیون کے لئے ہوسکتا ہے عام کے لئے بہتر نہین۔ کیونکہ مسلم ہے کہ شروع زندگی کا اچھی حالت سے دوسرا سامان پیدا کرتا ہے۔ قاعدہ بہت سے لوگون کے لئے ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہان قاعدہ بنانے کے اصول سے کتنی بڑی غفلت ہوئی ہے۔ اوس اصول سے جو نتیجہ ہوا وہ یہ ہے کہ سلطنت جمہوری ہوگی یعنی امرا کا دخل زور سے

ہوئے ہوتے وہ لوگ داخل سلطنت ہوگئے۔ یہ طریقہ اسلئے اچھا معلوم ہوتا ہے

کہ دنیا کے بادشاہون کے ذریعہ سے جو ظلم شخصی سلطنت مین ہوتا تھا جاتا رہا۔ لیکن

اب اصول دین کو دیکھئے جب خمس وزکوٰۃ واجب ہو اور دنیا کو خدا پرستی سکھلائی

جاے اور سود منع ہو تو ضرورت دولت اور روپیہ کے مجتمع ہونے کی باقی نہین رہی

جو لوگ زیادہ خدا پرست اور سمجھہ دار ہون وہ داخل شوریٰ ہونگے چنانچہ شوریٰ کا حکم

شریعت مین سخت زور کا موجود ہے خود اسلام نے ایک طرح سے سلطنت کو مثل

جمہوری قرار دیا ہے۔ خدا پرستی کے ساتھہ انتظام اوس سے بدرجہا بہتر ہوسکتا ہے

اور اگر کیا جاے ہوگا۔ بہت سے آدمی بلا محنت کے کھانے والے جمع ہی نہین

ہوسکتے۔ اگر ہون یاد الٰہی کرین اور مضر خلق ثابت نہون۔ اصل امر یہ ہے کہ مضبوطی

جو ملک کے انتظام کی سلطنت جمہوری سے ہوتی ہے اوسکی بھلائی ہمکو اسلئے نظر

آتی ہے کہ اصل اصول سے غفلت ہوئی ہے۔ دنیا مین جب اسلام پھیلانا مقصود

ہو اور ہر جگہہ اسلام کی سلطنت ہوجاے تو سلطنت واحد خود بخود مضبوط ہوگی کیونکہ

دوسرا مقابل نہوگا اور یہ ضرورت ہی مضبوطی کی باقی نہ رہیگی۔ اب دیکھئے کہ یہ اعتراض

نسبت طریقہ تقسیم وراثت کے اسلئے پیدا ہوا ہے کہ آپکی نظر مین یہ بات ہے کہ

سلطنتین مختلف ہون اور ہر سلطنت اپنی اپنی جدا سلطنت کی مضبوطی کے قواعد

بناے۔ سلطنت اسلام کو اسکی ضرورت نہین پس اوس غلطی کو جو اولاد کے عدم

مساوات سے ہوتی ہے کیونکر جائز رکھا جاتا اور اسی سلئے سود کو کیون جائز رکھا جاتا

ایسے طریقون سے اس صورت مین دولت کی ترقی کی ضرورت ہے اسلام کو نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ خیالات تاویل و تطبیق اکثر اون لوگون مین جاری ہین جنکو پوری واقفیت نہ اپنے دین سے ہے نہ فلسفہ اور صنایع سے۔ جب وہ لوگ حکمت اور فلسفہ کو بطور سیر اور تماشہ کے دیکھتے ہین پوری ماہیت تو اوس کے سمجھنے کی اور ترقی کرنے یعنی غلطی نکالنے کی ہوتی نہین حیران ہوکر فلسفہ کو صحیح اور اسلام کو غلط جان لیتے ہین۔ چونکہ آبائی طریقہ سے موانست ہے یعنی اسلام سے اسواسطے باوجود غلط مان لینے کے اوسکو صحیح کرنا چاہتے ہین۔ اصول کی بات ہے کہ جو کوشش غلط طریقہ سے ہو کبھی ثمرہ اوسکا نیک نہین ہوسکتا۔

تیسری دلیل۔ علم جب ذریعہ شناخت ماہیت ہو تو اور کیا دلیل ہوگی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ علم اور سائنس Science ذریعہ شناخت ماہیت اشیا کا ہین۔ اگر وہ کسی چیز کے ثبوت مین سے اوٹھا دیے جائین تو وہ ذریعہ ہی باقی نہین رہتا ہر کام کیسے چل سکتا ہے۔

جواب کہ ہم علم کے منکر نہین ہین۔

جواب۔ اسکا ضمناً دیا گیا ہے مگر مستقلاً بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے گو تکرار ہو۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ سائنس چند قواعد ہین جنسے ماہیت اشیا پہچانی جاتی ہے اور عمل کے طریقے منضبط ہوتے ہین۔ یہ سب متعلق اون اشیا کے ہین جو بذریعہ حواس قابلیت ادراک کی رکھتے ہین۔ پس ابتک سائنس محسوسات مین محدود ہین۔ جن جن

چیزون کا مجرد وجود عقلاً ثابت ہے مگر ماہیت کی نوعیت معلوم نہین وہ حیطہ علوم (سائنس) سے باہر ہین۔ پس اوسنے علوم محدود (سائنس) کو متعلق کرنا سخت غلط ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ بغیر سائنس کے کام نہین چلیگا سخت غلط ہے کیونکہ ہم سائنس کا انکار نہین کرتے یہ کہتے ہین کہ ہم آپ علوم دین اور قدرت آلہی جسطرح عمل کرتی ہے اوسکے سائنس سے واقف نہین ہین۔ آپ پہلے اونکے سائنس سے واقفیت اور ذرایع واقفیت حاصل فرمائے تب ایسے اعتراض فرمائے۔ جب مجرد وجود ثابت ہوا اور آثار وجود ظاہر ہون مگر ہمارے سائنس کے احاطہ سے باہر ہون اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ جو چیزین ہماری عقل باکمال مین نہین آتین اونمین اوس حکمت سے جو ہماری سمجھ مین آنے کے قابل ہے بہت زیادہ بزرگ حکمت موجود ہے۔ پس معترضین کی مثال ایسی ہے کہ چھوٹی کنجی سے بڑا قفل کھولنے کا قصد کرتے ہین مناسب ہے کہ بعض وہ کرشمے قدرت کے بیان کیے جائین جہان اسوقت تک کے ترقی شدہ علوم کے اصول درماندہ ہین۔

پہلی مثال غلبہ قدرت آلہی کی لڑائیون کی حالت سے۔

پہلی مثال لڑائیون کی حالت ہے۔ آپ لڑائیون مین اس بات پر غور فرمایے کہ گولیان ہمیشہ سامنے سے آتی ہین۔ طریقہ معانیہ کے مطابق چاہیے کہ جو سب سے آگے مقابل گولی کے ہو وہ مرجاے یا زخمی ہوکر گر پڑے۔ فوج کے لڑانے والے ہمیشہ آگے رہتے ہین۔ مگر ہمیشہ آگے کے آدمی مارے نہین جاتے۔ آگے والے زندہ رہتے اور پیچھے والے

مرے ہین - ایک سپاہی نے مجھسے تصدیق کیا کہ ٹہیک آگے والا کہڑا رہا اور بغیر فاصلہ کے ٹہیک پیچھے والا گر گیا - بڑے بڑے سردار جو آگے رہتے اور لڑتے ہین - اونمین سے ایک بونا پارٹ ہے - وہ کبھی مارا نہ گیا - اس سے ظاہر ہے کہ خدا کی قدرت باوجود ایسے قواعد کے غالب ہے - اور اوسکے سائنس زیادہ باریک اور نازک ہین جو ہماری فہم مین آنے کے قابل نہین -

دوسری مثال علیہ قدرت الٰہی کی حالات جناب ملکہ معظمہ سے -

دوسری مثال آجکل کے حالات ہین اونکو بغور ملاحظہ فرمائیے - جب یہ رسالہ مینے لکھا وہ زمانہ آگیا تہا جب جناب ملکہ معظمہ کی شصت سالہ جوبلی ہوئی اوسکی تاریخ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہوئی زمانہ بارش کا تہا اور بارش شروع ہو گئی تھی چنانچہ لوگون نے جابجا مبارکباد کے جلسون کی تیاریان کین اونمین روشنی کے لئے کاغذی محرابین قندیلین تیار کین خیمے نصب کیے اونمین جہاڑ فانوس ٹانگے - موسم کے سبب بادل آئے ہوا چلی - مگر پانی ایسا کہ نقصان پہونچاے نہ برسا نہ ایسی ہوا چلی - جب وہ وقت آیا کہ رسم مبارکباد ادا کیجاے لوگ جمع ہوئے اقبال جناب ملکہ معظمہ کا ذکر ہوا تو روڑکی مین وہان کے حاکم نے بیان کیا کہ ملک انگلستان مین پانی ہمیشہ برستا ہے اور اس موسم مین کوئی دن ہوگا جو پانی برسنے سے خالی رہتا ہو مگر جب جناب ملکہ معظمہ کے متعلق جلسے ہوتے ہین مثل سالگرہ وغیرہ کے ہرگز پانی نہین برستا یا خلل انتظام اور اوسکے سامان مین واقع نہین ہوتا چنانچہ اسیوجہ سے Queens Weather

ایک مثل ہوگئی ہے یعنی ملکہ معظمہ کا موسم ایسا ہی یہاں بھی ہوا لوگ اوسوقت صرف
خوش ہوئے لیکن راقم حروف کا ایمان تازہ ہوا مین ہمیشہ اس بات پر غور کیا کرتا تھا
کہ جس کام مین نام ملکہ معظمہ کا آجاوے وہ ہمیشہ ایسی طرح پورا ہوتا ہے جنمین اون اسباب
کو بھی دخل تام ہو جو ہماری قدرت سے باہر ہین مثلاً جب بندوبست ہوتا تھا ہمیشہ
فصلین غیر معمولی طرح پر جہان سے مینے دیکھا اچھی ہوتی تھین اور جمع بڑہانے کے ایسے
دلائل ملتے تے کہ اوٹھہ نہ سکین - بعد ختم بندوبست وہ صورت فصلون کی نہین ہوتی
تھی مین سمجھا کرتا تھا کہ خداوند عالم موجود ہے جسنے اس سلطنت کو اقبال اور مضبوطی دے
رکھی ہے - یہان خیال فرمائے کہ ہمیشہ ہمیشہ ایسا اتفاق ہونا کیسے اتفاق کہا جا سکتا
ہے کہ موسم کا نام خاص ہو جاوے - موسم جناب ملکہ معظمہ کے ہاتھہ مین نہین ہے -
آپ غور فرمائے اور قائل ہو جئے کہ اسباب کے بغیر کچھہ نہین ہوتا اگر اسباب
جمع کرنا بلا اسباب کے ایک قادر مطلق کے ہاتھہ مین ہے جسنے بادشاہونکو ذریعہ
انتظام گردانا ہے - اور وہ قادر مطلق موجود ہے فلسفی کی عقل کچھہ نہین - سوچتے
سوچتے وہ احمق ہو گیا ہے اور محض بیخبر ہے - اوسکا سائنس پر بہولنا حماقت ہے
قدرت کے عمل کا سائنس اوسے معلوم نہین -

تیسری مثال - سحر کی نوعیت سے

تیسری مثال سحر ہے اور وجود ذرایع سحر کا - اگر کوئی
غور کرے اور تحقیقات کرے تو اوسکو ماننا پڑے گا اسلئے کہ مینے خود دیکھا کہ سحر
ہوا اسا اور وہ قصہ یہ ہے کہ مقام موڑانی پور ضلع جہانسی مین جب مئو کا سب ڈویزن

میرے چارج مین تھا ایک اطلاع ہوئی کہ ایک آدمی قوم نونیان کو سحر سے اسطرح مار ڈالا کہ ایک کاچھی مسحور تھا دوسرے ساحرون نے بتلایا کہ جب تک اون خبائث کو جو اس کاچھی پر متعین ہین جان نہ ملیگی کاچھی کی جان نہ بچے گی چنانچہ وہو کہ سے یہ نونیان بلایا گیا اور ساحرون نے جلسہ کیا اور اپنے اعمال کئے تین چار گھنٹہ مین یہ نونیان مرگیا اوسوقت سے کاچھی کو صحت شروع ہوگئی۔ اوسکی نعش مینے چروائی اور یہ دیکھا کہ تمام اعضار نعش خون سے بہرے ہوئے ہین۔ دل۔ دماغ گردہ۔ معدہ۔ طحال۔ مثانہ۔ تمام اجزا نعش کے اور ہر عضو ورگ کو محنت سے دہلوایا۔ تو کوئی رگ پہٹی ہوئی نہ تہی مگر خون پیٹ مین لبالب بہرا ہوا تہا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ سبب موت کا خون کا اجتماع ان اعضار مین ہے مگر یہ امر کہ خون کہانسے اور کیونکر آیا دریافت نہین ہوا۔ معدہ کی آلایش ممتحن کیمیا کے یہان بہیجی اونہون نے لکہا کہ زہر نہین ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور مجسٹریٹ صاحب ضلع چپ رہے کہ وجہ نہین معلوم ہوئی کچھہ ہوگی۔ اوسوقت مجہے یہ خیال ہوا کہ انسان جب ایک بات دلمین ٹھہرالیتا ہے پہر دوسرے کی نہین سنتا گو کیسی ہی مضبوط ہو۔ یہ مثال موجودہ قواعد سائنس کے ٹوٹنے کی بڑی مثال ہے۔ اور اسبات کی کہ بہت سے سائنس ہین جہانتک رسائی نہین ہوئی۔

چوتہی مثال۔ سواریون کے تابعدار کرنے سے

چوتہی مثال سواریون کے تابع فرمانے کی ہے۔ خداوند عالم نے جہان اپنی قدرتون کو بیان فرمایا ہے ہر جگہہ ارشاد فرمایا

ہے کہ ہمنے یہ کیا یہ کیا - مثلاً رات دن پیدا کیے چاند سورج پیدا کیے - پانی برسایا مردہ زمین کو زندہ کیا - اور ہمنے جانور بنائے اونکو تمہارے تابع کیا - آپ غور فرمائیے کہ سواریوں کے تابع ہونیکے اسباب ہین یعنی گھوڑیکو جنگل سے پکڑ لائیے جیسے آسٹریلیا مین پکڑے جاتے ہین اور اونکو مانوس کیجیے - پہلے دیکھیے کہ اوس خالق نے جسنے گھوڑا خلق کیا اگر اس جانور مین اُنس کا مادہ پیدا نکرتا پیدا نہوتا - پھر جب وہ مانوس ہوا آپکو بذریعہ عقل سوجھا یا گیا کہ اسکے منہ مین ایسا مادہ ہے کہ وہان کوئی سخت چیز ڈالنے سے تمہارا تابع ہو کر حکم مانیگا - یہ سمجھ آپکو کسنے دی - کیونکہ ہاتھی کا منہ بھی نرم ہے مگر اوسمین یہ مادہ نہین مانئیے گا کہ اوسی خالق نے دی جسنے ہمکو پیدا کیا - پھر گھوڑی کی پشت کو عادی کرنا سکھلایا - پشت مین عادی ہونے کا مادہ پیدا کیا - پھر اوسکو طرح کا چلنا پاگون پر صاف ہو جانا سکھلایا - آپ مین سکھلانے اور گھوڑے مین سیکھنے کا مادہ کسنے پیدا کیا - آپ مین عقل ہے گھوڑے مین آپ کیسی عقل نہین ہے عقل حیوانی یکسان ہونی چاہیے کم سے کم ایک حیوان کی عقل حیوانی ایک سی ہونی چاہیے باوجود اسکے ہم دیکھتے ہین کہ بعض گھوڑے ایسے ہین کہ سیکھا سکھا کر کہنا نہین مانتے بگڑ کر سوار کو مار ڈالتے ہین - ایسی بدی سے آتے ہین جو نہین جاتی فرمائیے کہ اس سے کیا یہ نہین معلوم ہوتا کہ باوجود بتلا دینے اور دیدینے قوت تدبیر کے آپکی عقل مین اور خلق کردینے مادہ اطاعت کے سواریون مین پھر قدرت آلٰہی برقرار ہے کہ جس جانور کو چاہے - جتنی مدت کے لئے چاہے - تابع انسان کا کرے

جسکو نہ چاہے اور جب نہ چاہے نہ کرے - پس تدبیر محض سبب یکسان نتیجون کا نہیں ہے - ہاتھیونکی مثال سے یہ امر کہ اللہ مادہ اطاعت کا پیدا کرتا ہے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے - ہمنے دیکھا ہے کہ ہاتھی نے مچرکٹے کو مار ڈالا فیلبان کی اور باتو نمین اطاعت کرتا رہا جس سے ظاہر تہا کہ اپنی اور بنی نوع انسان کی قوت کو وہ ہاتھی جانتا تہا مگر باوجود اسکے اطاعت سے باہر نہ ہوتا تہا - اگر قوت و تدبیر باعث اطاعت ہوتی ہاتھی آدمی کا مطیع نہوتا ہر وقت تدبیر اطاعت کمان - پس خلق آسمان و زمین اور قدرت الہی کے عمل کا سائنس معلوم نہونا صاف ظاہر ہے -

پانچوین مثال مرضونکی حالت سے ہے کہ ایک دوا نفع کرتی ہے ایک دوا اوسی مرض مین نفع نہین کرتی یہانتک کہ دست بند ہونے کی یہ حالت ہے کہ اوسی دوا سے ایک مریض کے بند ہوئے ہین اور پھر اوسی دوا سے اوسی مریض کے بند نہین ہوتے - طبیب ڈہونڈتا ہے کہ کیا غلطی ہے - مگر اسبات کو بھی دیکھیے کہ ہمیشہ غلطی ہوتی ہے پس یہ غلطی ہے یا کوئی دوسری قوت ہے جو تدبیرونکو باطل کر رہی ہے - پانی مین دست بند کرنیکی دوا ڈالی گئی گاڑہ ہو گیا مگر معدہ کا پانی ویسا ہی رہا - اور سیر وباؤن کی حالت مین وہی ایک ہوا ایسا زہر پیدا کرتی ہے کہ لوگ مرتے چلے جاتے ہین اور دفعتہً وہی اثر ہوا کا ایسا ہو جاتا ہے کہ پھر کوئی نہین مرتا - غور فرمایے کہ یہ اثر کسنے پیدا کیا - اور آپنے جب ایک وبا مین کچھہ تدبیر سیکھی دوسری کیسے پیدا ہوئی جیسے وبا - ہیضہ اور طاعون یہ موجودہ علوم سے بالا ہے

پانچوین مثال مرضون کی حالت سے -

یا نہین - اور اوسکا سائنس دوسرا ہے یا نہین -

چوتھی دلیل - نسبت مضرت اعتقاد تقدیر - وعلم الٰہی - وتوکل ودعا کے

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسلمان چونکہ (۱) تقدیر - (۲) علم الٰہی - (۳) توکل (۴) دعا کے قائل ہین اونسے ضرر عظیم پہونچا ہے - جب تک ان تینون کا اعتقاد رہیگا عادت محنت کی پیدا نہوگی نہ علم وعمل (مطابق علم) مین ترقی ہوگی - یہ اوسی طریقہ سے جا سکتی ہے جو وسعت تاویل کا اختیار کیا گیا ہے -

جواب کہ معنی ان چیزون کے صحیح بتلانے چاہیئین -

جواب اسکا یہی ہے کہ یہ خرابی ناواقفیت کی ہے اصل اصول تقدیر وعلم الٰہی وتوکل و دعا کے نہین ہے اور اصلی ماہیت قابل اعتراض نہین ہے افسوس ہے غلطی کے دور کرنے کی کوشش نہین کیجاتی اُن چیزونسے جو اصل دین ہین انحراف کیا جاتا ہے - اسلئے تینون کی ماہیت اور وجوہ خوبی کے جدا جدا بیان کیئے جاتے ہین -

اول معنی تقدیر اور اوسکی شرح

اول - تقدیر وقضا و قدر - تقدیر اندازہ کرنے کو کہتے ہین - اوسکا وجود بیان ذیل سے صاف روشن ہے -

(۱) جب اللہ تعالیٰ ہر شخص کی عقل اور قوتون کو متفاوت پیدا کرے لازم ہوگا کہ مقدر اور اندازہ کرے کہ فلان شخص فلان مقدار قوت وعقل کا ہوگا - اُسوقت یہ بھی لازم ہوگا کہ اندازہ کرے کہ اوس قوت وعقل سے کتنے ثمرے پیدا ہونگے - مثلاً ایک شخص جو غبی ہے وہ اگر پڑھیگا اور تعلیم پائیگا تو اوسکو ایک مقدار کا علم حاصل ہوگا جو

غبی ہوگا اوسکو دوسری مقدار کا علم حاصل ہوگا اور دونون کے نتایج مختلف ہونگے
یہ امر اسقدر ظاہر ہے کہ کوئی اس سے انکار نہین کرسکتا۔ پس ذہین آدمی کے ثمرے
اور غبی آدمی کے ثمرون کا اختلاف اور نوعیت اختلاف کے ساتھ پیدا کرنا تقدیر ہے۔

(۲) جب خداوند عالم سامانِ رزق پیدا کرے بغیر اندازہ کے پیدا کرنا لغو ہوگا۔ وہی تقدیر ہے

(۳) جس مین سامان ترفہ اور ثروت بھی داخل ہین اور وہ بھی تقدیر ہے۔

(۴) امور بالا کے ساتھ اور امور کو ملاے اور مثال کے لئے تجارت پر خیال فرمائی
ایک اچھی عقل کے آدمی نے تجارت کے لئے مال لندن سے منگایا۔ وہ مال
ڈوب گیا۔ ایک کم عقل کے آدمی نے منگایا وہ نہ ڈوبا تو ثروت اور ترفہ کے
ذریعے بدل گئے۔ یہ وہی تقدیر ہے جسکے جہلا بھی قائل ہین۔

اتفاقات اتفاق نہین ہوتے تدبیرات قدرت الٰہی ہوتے ہین۔

واضح رہے کہ یہ تقدیر ہے۔ اتفاق نہین ہے۔ اسلئے
کہ اگر ان چیزون کو اتفاق مانا جاے تو دنیا مین جسقدر رہو رہا
ہے بے قاعدہ ہوجائیگا۔ اگر آپ مانتے ہین کہ حق تعالیٰ قادر ہے تو اتفاق کوئی
چیز نہین ہوسکتا۔ اتفاقات قدرت ہین بے سوچی ہوئی بات نہین ہین۔ اگر اتفاقات
بلاوجہ مانے جائین یہ معنی ہوتے ہین کہ نظم دنیا مین نہین ہے۔ حالانکہ صریحاً موجود
ہے مثلاً اگر انتظام نہوتا تو مرد اسقدر پیدا ہوتے کہ اونکو عورتین نہ ملتین۔ اور یا عورتین
اسقدر پیدا ہوتین کہ اونکو مرد نہ ملتے۔ رجسٹر فوتی و ولادت کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ولادت ہر گانون تک مین برابر کے قریب ہوتی ہے۔ تھوڑی سی کمی

بیشی بچون کی حیات اور ممات کی نظر سے ہے اور اس نظر سے کہ معاملت دوسرے
موضعون سے ہوتی ہے - بعض ملکون مین عورتین مردم شماری مین زیادہ نکلتی ہین
وہ اسلئے ہے کہ یا مرد لڑائیونمین مارے گئے یا دوسرے ملکونمین ہین - مثلاً لندن
چونکہ فوج ملکونمین ہے تعداد مردم شماری عورات زیادہ ہے - دلیل یہ ہے کہ کوئی عورت
جن ملکونمین نکاح اور طریقون سے ہوتا ہے بے نکاح کے نہین رہتی - سب کو مرد
ملجاتے ہین - مثلاً غلہ اتنا ہی پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہوجاے - اور صدہا اسکی مثالین
ہین - پس تقدیر کا مان لینا ضروری ہے - اور میرے خیال مین سوچنے والا اوس سے
انکار کرہی نہین سکتا - لیکن اس طریقے پر تقدیر کو مان لینے کے بعد ضرورت تدبیر کی
نہین جاتی - اسلئے کہ ایک چیز خلق ہونا ہے ایک چیز شے عطیہ کو جو ساتھ خلقت
کے ملی ہے کام مین لانا ہے - جو شخص قوی ہو وہ اگر ہاتھ پاون نہ ہلاے قوت جاتی
رہے گی اور عطیہ خلقت مفقود ہوکر قوی کمزور ہو جایگا - کمزور جو ہاتھ پاون ہلاے وہ
اوس قوی سے زور آور ہو جایگا - پس بعد تقدیر وہانتک پہونچنا جہانتک پہونچنا باعتبار
ہر واحد کی خلقت کے ہوسکتا ہے اپنے اختیار مین ہے - واقع مین جیسا مشیت
مین اختیار داخل ہونے کا بیان مینے جواب سوال دوم مین کیا ہے تقدیر مین بھی اختیار
داخل ہے - اور جیسے ہر چیز کا علم اللہ تعالی کو ہے یہان بھی اوسی پر خیال فرمائے -
اسباب کا بھی علم ہے کہ آپ اختیار کہانتک کام مین لائین گے - جیسا وہ سلب
اختیار نہین ہے تقدیر مانع تدبیر نہین ہے - چونکہ یہ نازک بات ہے اسلئے ہر مفہم کا

آدمی اسے نہین سمجھتا۔ غلطیان کرتا ہے اور کاہلی اوسکی مددگار ہوتی ہے۔ چنانچہ غلطی یہ ہوتی ہے کہ تدبیر حد تدبیر تک درستی اسباب مین جسکا عمل مین لانا ضرور ہے عمل مین نہین لائی جاتی۔ جب اسباب پیدا کرنے مین کاہلی ہو یہ مانا جاے کہ بلا اسباب سب کچھہ ہوتا ہے وہ تقدیر پر عمل مانا جاتا ہی جو غلط ہی۔ اسلئے کہ آپ بلا اسباب کچھہ نہین کرسکتے جو بلا اسباب ظاہر کچھہ کرتا ہے اور دوسرے اسباب پیدا کرتا ہے وہی تو خدا ہے۔ آپ مسلمانون کو اصل حقیقت سے خبر دیجئے اونکو بیدار فرمائیے۔ جب وہ اصل شئے کا اعتقاد کرین غلطی نکرینگے۔ اصل تقدیر سے انکار کو ذریعہ اونکے بیدار کرنے کا نہ گردانئے۔

دوسری علم الٰہی اور اوسکی شرح

دوسرے علم آلٰہی۔ ذکر اسکا بار بار ہوچکا ہے لیکن یہان پھر اوسکا ذکر مناسب ہے۔ واضح ہو کہ وجہ شبہ کی یہ ہے کہ حق تعالی خالق مخلوق و قوت مخلوق ہے پس اوسنے خلق اسطرح فرمایا ہے کہ اونسے وہی فعال صادر ہون جو ہو رہے ہین اور جان بوجھہ کر بنایا ہے کہ وہی افعال صادر کرین۔ یہ شبہ غلط ہے اور تمام کتاب مین بذریعہ بیان اختیار اسکا جواب دیا گیا ہے خصوصًا بحث مشیت مین۔ ضرورت اعادہ نہین۔ اللہ تعالی کی نسبت علم آثار و نتائج کا پہلے سے ہونا بظاہر علت اور سبب آثار کا معلوم ہوتا ہے۔ غلطی اوسکی یہ ہے کہ افعال خلایق بذریعہ اس علم کے پیدا نہین ہوئے خود مخلوق خالق اپنے اپنے افعال کی ہے اور نتائج آثار کا علم بطور علم خواص اشیار کے مگر اوس سے زیادہ ہے۔ یعنی وسعت علم آلٰہی سے اللہ تعالی کو معلوم ہوگیا ہے کہ اختیار دینے سے یہ آثار و نتائج

پیدا ہونگے۔ پس خلق ہونا افعال کا مخلوق مین بسبب علم کے نہین ہے۔ بسبب اختیار کے ہے۔ اور علم و تقدیر الگ چیزین ہین اور اختیار الگ چیز ہے۔ معنی یہ ہین کہ اختیار دیا جاتا ہے مگر ہمکو معلوم ہے کہ تم ایسی ہوشیاری یا حماقت کروگے کہ بطور مناسب اختیار کام مین لاؤگے یا نہ لاؤگے اور اسلئے یہ نتیجے پیدا ہونگے۔ اگر یہ علم ہوتا آخر کو بعد اختیار دینے کے عالم اللہ تعالی کے بس مین نہ رہتا۔ پس یہ دو چیزین ہین ایک تدبیر الٰہی۔ دوسرے افعال مخلوق۔ دونون کو الگ سمجھنا چاہیے ملانا نہین چاہیے ہمارا کام یہ ہے کہ جسقدر ہمکو اختیار ہے اوسکے مطابق کام کرین اللہ کا کام یہ ہے کہ بعد دینے اختیار کے اپنی تدبیرین فرمائے۔ ہمارا کام عمل ہے اوسکا کام علم ہی ہے۔ اور وہ علم سبب مجبوری کا نہین ہے۔ پس دیکھیے کہ خیال علم و تقدیر کی غلطی کے ذریعے سے جو آپ ہدایت مسلمانونکو کرتے ہین یہ بھی غلط ہے۔ اور کسقدر غلط ہے۔

آجکل کے اہل دنیا سے تقدیر کے اور علم کے مسئلہ سے اعراض اور اوسپر اعتراض سخت تعجب مین ڈالنے والی چیزین ہین۔ اسلئے کہ سلطنت ہر چیز کا بجٹ بناتی ہے۔ یعنی اندازہ کرتی ہے۔ ہر صیغہ کا بجٹ علیحدہ بنتا ہے۔ علی گڈہ کالج مین بھی بنتا ہے۔ پس کیا جناب بارتیعالی جو حکیم علیم ہے بجٹ بنانے سے غافل ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ جیسے بجٹ بنا دینا مجبوری نہین آپ سمجھ لیجیے کہ تقدیر و علم بھی ذریعہ مجبوری نہین ہے۔ بجٹ اور تقدیر ایک چیز ہین۔ چنانچہ جناب امام زین العابدین

وعار اداے دین مین ارشاد فرماتے ہین وعلمنی حسن التقدیر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ و
بہا سوزان مرانیکی اندازۂ خرچ۔ انسان جب مخلوق الہی ہو اور اوسکو دینا مقصود ہو تو نیکی
اندازۂ خرچ لازم ہوئی اور جب تک ہر مخلوق کا خرچ مقدر نہ کر لیا جاے مجموعۂ خرچ مقدر
نہین ہو سکتا۔ ارشاد اکم صاف دلیل اسبات کی ہے کہ اللہ تعالی ایسا صحیح تقدیر خرچ
کرنے والا ہے یعنی بجٹ بنانے والا کہ اوس سے سیکہنے کی خواہش ہے۔

تیسرے توکل اور اوسکی شرح

تیسرا توکل توکل کے معنی ہین اپنی عاجزی کا اقرار کرکے
دوسرے پر اعتماد کرنا۔ پس یہ عین ایمان ہے کہ ہم خدا کو خدا جانتے ہین۔ اپنے آپ کو
بندہ جانتے ہین۔ چونکہ اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے اور وہ قادر مطلق ہے ہم اوسکے
مقابلہ مین عاجز ہین۔ اسلیے اوسپر اعتماد کرتے ہین کہ جسنے ہمکو پیدا کیا وہ ضرور ہم پر
مہربان ہے۔ سواے سزا دینے کے جو ہماری برائی روکنے کے لیے ہو وہ ہمارے
ساتہہ برائی نہین کرسکتا۔ پس جو ایماندار ہے وہ ضرور اللہ کی مہربانی پر بہروسہ کریگا۔ اگر
نہ کرے اوسنے اللہ کو نہین پہچانا۔ پس توکل کمال ایمان کے بعد پیدا ہو سکتا ہے۔
توکل کی بابت جو غلطی ہے وہ یہ ہے کہ توکل مین ہماری مثال اچہے نوکر کی ہونی
چاہیے یعنی کام اچہا کرین۔ محنت سے روٹی پیدا کرین عبادت کرین۔ بہیک نہ مانگین
ہاتہہ پاؤن جو اختیار کا ذریعہ ہین انکو بیکار نہ کردین۔ اوسکے بعد بہروسہ اللہ پر کرین کہ وہ
محنت کا پہل بقدر ہماری وسعت اور اپنی مرضی کے جسکے وہ ہمکو لائق سمجہتا ہے دیگا۔
چنانچہ اب بہی جو نوکر ایسے ہوتے ہین کہ آقا پر بہروسہ کرتے ہین اون نوکرون سے

جو بھروسہ نہین کرتے کہین اچھے رہتے ہین - ہم بجاے اچھے نوکر ہونے کے
برے نوکر بن جاتے ہین - بلکہ یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ معاذ اللہ اللہ ہمارا نوکر
ہے وہ اپنے ہاتھ سے منہ مین روٹی بدون ہاتھ ہلائے ہوئے ڈالدیگا - اور ہاتھ
کی قوت کو بیکار کردیگا - ایسا نہین ہوسکتا - جو ایسا کریگا اوسکو سستی کی سزا ہوگی
وہ توکل نہین ہے اصل مین پاجی پن ہے - الغرض توکل منافی تدبیر نہین ہے
جسکے لئے آپ کوشش فرمارہے ہین کہ مسلمان کوشش سیکھین اور ترقی کی
تدبیر کرین - آپ ارشادات نبوی کو دیکھیے چنانچہ منقول ہے کہ جب آیات توکل نازل
ہوئین جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝
(یعنی جونکہ وہ) مشرق اور مغرب (یعنی تمام جہان) کا مالک ہے اور اوسکے سوا کوئی
معبود نہین تو اوسی کو اپنا کارساز سمجھو اور وکیل بناؤ - وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ -
(یعنی اللہ پر توکل والون کو توکل کرنا چاہیے) لوگون نے اپنے گدہے وغیرہ نہ
باندہے - وہ رات کو آپس مین لڑنے لگے اوسوقت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ارشاد صادر ہوا کہ پہلے گدہے باندہ لیجیے تب توکل فرمائے - اوسکے معنی
یہی ہین کہ اختیار کو ضایع نہین کیا جاتا - اور اللہ مسبب الاسباب ہے وہ اسباب کو
بلا ضرورت کے نہین توڑتا - لیکن اسباب دوسرے نتیجون کے پیدا کرتا ہے پس
توکل لازم ہے - مثلاً پانی برسنا اور زمین نرم ہوکر گدہے کہل جانا وعلی ہذا بہت سے
اسباب جو قوت بشری سے خارج ہین - الغرض کافی ہے کہ مسلمانون کو اصل

یعنی توکل کے بتلانے جو جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے ہین توکل کو بُرا نہ کہیو
اور اسلیئے ایسی چیز کو اسلام سے مفقود نہ فرمانے جو عین اسلام ہے شیخ سعدی رح
نے اسباب مین جو ایک قطعہ کہا ہے کسقدر صحیح بیان ایسے امور کا ہے۔ ؎

رزق ہر چند وبیگمان برسد		شرط عقل است جُستن از درہا	
گرچہ کس بے اجل نخواہد مُرد		تو مرو در وہان اژدرہا	

جوتہی دعا اور اوسکی شرح

چوتھی دعا۔ اب دعا کے مسئلہ پر غور فرمائے۔ اول دیکھیے کہ
دعا کیا چیز ہے۔ اور پھر دیکھیے کہ اوسکا حکم کسنے دیا۔ پھر دیکھیے کہ وہ غلط کیون مانی
جاتی ہے۔ اور غلط ماننا اوسکا صحیح ہے یا نہین۔

معنی دعا

دعا اور ندا کے لغت مین ایک معنی ہین۔ یعنی پکارنا۔ لیکن اصطلاح وعرف
مین دعا کے معنی رغبت کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف اور اوسی سے طلب رحمت کرنا بطریق
فروتنی اور حاجت مانگنا ہے۔ اور کبھی کبھی دعا کے معنی تحمید اور تقدیس کے بھی
ہوتے ہین۔ یعنی اللہ کی تعریف کرنا اور کہنا کہ وہ پاک ہے۔ تعریف کرنا بھی ایک
قسم کی طلب ہے۔

حکم دعا

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دعا کا حکم کسنے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے خود دیا ہے اور دعا کرنے کو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے اور قصے بھی بیان کئے
ہین کہ اللہ تعالیٰ نے دعائین حاجتون مخلوق کی قبول فرمائی ہین۔ بعض آیات جنمین
حکم دعا ہے نقل کرتا ہون۔ اُدْعُونِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا کرو مجھسے

استجابت کرونگا تمہارے لیئے ۔ ادعوا ربکم دعاکرو اللہ سے ۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

ترجمہ اے پیغمبر جب ہمارے بندے تمسے ہمارے بارہ مین دریافت کرین تو اونکو سمجہا دو کہ ہم اونکے پاس ہین ۔ جب کوئی ہمسے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے ہین تو اونکو چاہیے کہ ہمارے حکم (بہی) مانین اور ہمپر ایمان لائین تاکہ وہ سیدہے رستے لگین ۔ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ ۔ یعنی اللہ سے اوسکا فضل مانگتے رہو ۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دعا ہے ۔ یہ تاویل کرنا کہ معنی اسکے محض اللہ کو پکارنے کا حکم ہے جسکو اللہ سن لے گا اسلئے غلط ہے کہ اس چلانے سے اگر فائدہ نہین ہے تو حکم کیون ہے ۔ اور اگر فائدہ ہے تو یہی ہے کہ جب کسیکو دنیا مین بلانے سے مدد ملتی ہے اللہ کے بلانے ہی سے ملے گی ۔ اللہ جسکی سن لے اوسے سب کچہ ملگیا ۔ علاوہ بران دعا کے معنی حاجت مانگنا وہ معنی ہین کہ انبیاء اور اوصیاء اور تمام مسلمانون نے باستثناے بعض متشککین اور فلسفین کے سمجہے ہین ۔ ان معنون کی تائید خود خداوند عالم نے قصص ذلیل بیان کرکے فرمائی ہے ۔

قصہ قبول دعاء حضرت زکریا ع

چنانچہ سورہ مریم مین ارشاد ہوا ۔ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ۝ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ

مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ج قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ط قَالَ اٰيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

ترجمہ (اے پیغمبر اوس) مہربانی کا مذکور ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندہ زکریاؑ پر کی تھی۔ کہ جب اونہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا اور دعا کی) کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہین اور سر سفیدی سے (آگ کی طرح) چمک رہا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب مین دعا کر کے مین (کبھی) محروم نہین رہا اور مرے پیچھے مجھکو اپنے چچازاد بھائیوں سے خوف ہے۔ اور میری بی بی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھکو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما جو میرا (بھی) وارث ہو اور نسل یعقوبؑ کا (بھی) وارث ہو۔ اور اے پروردگار اوسکو

پسندیدہ کر (خدا نے فرمایا) اے زکریا ہم تمکو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہین جسکا نام یحییٰ ہوگا اور (اس سے) پہلے اس نام کا (کوئی آدمی) پیدا نہین کیا۔ (زکریا نے اقتضائے بشریت) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے یہان لڑکا کیسے ہوسکتا ہے اور حال یہ ہے کہ میری بی بی تو بانجھ ہے اور ضرور ہوپہنچ گیا ہون مین حد سے زیادہ بڑہاپے کو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمکو اس عمر مین بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے (اس سے) پہلے تمہین ہمنے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ (زکریا نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (اسبات کی کہ میرے بیٹا ہوگا) مجھے کوئی نشانی بتا۔ فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین رات (دن) لوگون سے بات نہین کروگے پھر زکریا محراب سے نکلکر اپنے لوگون کے پاس آئے تو اشارہ سے اونکو سمجھا دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح مین مصروف رہو (غرض یحییٰ پیدا ہوئے۔)

تنبیہ۔ یہ مقام ظاہر کرتا ہے کہ دعا جب ایسے نیک کام کے لئے ہو معجزہ کے طور پر بظاہر بلا اسباب قبول ہوتی ہے کیونکہ بڑہاپا اور عقر و بانجھ ہونا طبعاً مانع ولادت ہین۔

قصہ قبول دعاء حضرت نوحؑ پھر سورہ نوح مین ارشاد ہوا ہے۔ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ترجمہ اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان کافرون مین سے کوئی رہنے والا زمین پر نہ چھوڑ۔ اور سورہ مومنون مین ارشاد ہوا ہے۔ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا

وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ اسپر ہمنے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے ایک کشتی بناؤ پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اوبلنے لگے تو ناؤ مین ہر قسم کے جوڑ یسے دو دو بٹھا لو اور اونکے ساتھ اپنے لوگون کو بھی۔ مگر اونمین سے جنکی نسبت پہلے سے غرق ہونیکا حکم ہو چکا ہے اونکو نہین۔ اور جن لوگون نے نافرمانیان کی ہین اونکے بارہ مین ہمسے کچھہ گفتگو نہ کرنا کیونکہ وہ بہرحال ڈبوے جاینگے۔ پھر جب تم اور تمہارے ہمراہی سب اطمینان سے کشتی مین بیٹھ لو تو کہو کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمکو ان ظالمون سے نجات دی۔ پھر سورہ انبیا مین فرماتا ہے۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○

خلاصۂ ترجمہ۔ جب نوح نے ہمکو پکارا تو ہمنے اونکو اور اونکے اہل کو بڑے کرب سے نجات دی۔

تنبیہ۔ اس سے اثر دعا یانتک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کو منع کیا گیا کہ تم اب کسی کے بچانے کی دعا نہ کرنا۔ اور دعا سے بڑی سختی سے نجات ہوئی۔

قصہ قبول دعا حضرت موسیٰ

پہر سورہ طٰہٰ مین ارشاد ہوا ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝

ترجمہ (اب) تم فرعون کے پاس جاؤ اوسنے بہت سر اوٹھار کہا ہے (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کہولدے۔ اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر۔ اور میری زبانمین جو لکنت ہے اوسکو بہی کہولدے تاکہ لوگ میری بات سمجہین۔ اور میرے کنبہ والون مین سے میرے بہائی ہارون کو میرا وزیر کردے اور میرے کام مین اونکو شریک کر تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کرین۔ تیری یاد بہت کرین۔ تو ہی ہماری دیکہہ بہال کرنے والا ہے۔ فرمایا اے موسیٰ تمہارا سوال تمہین دیا گیا۔

تنبیہہ۔ یہان خاص لفظ سوال استعمال فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ مقام بظاہر دعا نہین معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین حاجت مانگتا ہے کیونکہ وجہ اوسکی یہ بہی فرمائی ہے کہ ہم کثرت سے تیری یاد کرینگے۔ صرف وقت کا فرق ہے۔ یعنی جب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ایک کام پر بہیجنا چاہا اونہون نے اپنی اور حاجتین

موقع پاکر مانگ لین۔

پہر سورہ انبیا مین ارشاد ہوا ہے۔ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

قصہ قبول دعا حضرت ایوب

ترجمہ

اور ایوب علیہ السلام کی وہ حالت یاد کرو) جب اونہون نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھکو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہمنے اونکی (فریاد) سُنلی اور جو دکھہ اونکو تہا اوسکو دور کر دیا۔ اور اونکو اونکے اہل (و عیال) عطا فرمائے۔ بلکہ اونکے ساتھ اوتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تہی اور اس لئے کہ عبادت کرنے والون کے لئے یہ یادگار رہو۔

پہر سورہ انبیا مین ارشاد فرماتا ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

قصہ قبول دعا حضرت یونس

ترجمہ اور ذوالنون (یعنی یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جب خفا ہوکر (اپنی قوم سے) چلدئے اور گمان یہ ہوا کہ ہم تنگی نہ کرینگے اون پر پس پکارے وہ تاریکیون

مین تیرے سوا کوئی معبود نہین تو پاک ذات ہے ضرور مین ظالمون سے تھا تو ہمنے اونکی فریاد سن لی اور اونکو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والون کو اسی طرح نجات دیتے ہین۔

تفہیم۔ یہ ترغیب ہی دعا کے لئے ہے حضرت یونس نے مچھلی سے نجات پائی تھی۔

پھر ارشاد ہوا ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمہ آیا کون ہے کہ جو سنتا ہے گھبرائے ہوئے بے بس کی جبکہ وہ پکارتا ہے اوسے اور کھول دیتا ہے اوس سے اور دور کرتا ہے مصیبت کو۔

افسوس ہے کہ منکرین دعا اتنی موٹی بات نہین سمجھتے کہ دعا سے بیٹا ملا۔ اور کسکو بانجھ اور بوڑھے کو۔ دعا سے رتبہ ملا کر سابق نبی اور وزیر ہوگیا۔ دنیا غرق ہوگئی۔ بیماریان اچھی ہوگئین مچھلی سے زندہ درگور کو نجات ملگئی۔ پس دیکھئے دعا فرض ہے یا نہین اور اوسمین اثر ہے یا نہین۔ ان مثالون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤن مین دو طرح کے اثر ہین ایک الفاظ مین۔ ایک ملا خیال الفاظ محض طلب دعا مین۔

| ثبوت الفاظ کے اثر کا۔ |

الفاظ کے اثر کا ثبوت۔ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

ترجمہ (اے پیغمبر) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اوتارتے تو تم اوسکو

دیکھہ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور ہبت پڑا ہوتا۔ تاثیر اس ارشاد سے اسلئے ثابت ہے کہ اگر پہاڑ فہم مین مثل آدمی کے ہوتا تو ضرورت اس بیان کی نہوتی۔ بلکہ یہ معنی ہین کہ ایسی تاثیر پیدا ہوتی اور الفاظ قرانی سے کہ انسان بوجہ اختیار ایسا ہے کہ اوسکا یہ حال نہین ہوتا اوسمین ڈر کا مادہ پیدا ہوکر وہ مادہ اوسے پھاڑ دیتا۔ علاوہ اسکے اثر الفاظ کا ثبوت یہ ہے کہ ہر مطلب کے لئے علیحدہ الفاظ کی دعا منقول ہے چنانچہ کتابین اسکے لئے تدوین ہو چکی ہین۔ صحیفہ علویہ و صحیفہ کاملہ منہج الدعوات وحصن حصین وسفینۃ النجاۃ اور بہت سی کتابون کو دیکھئے۔ اگر ایسا نہوتا یہ نوبت نہ آتی۔ خواص سورہ ہاے قرانی جو تفاسیر مین منقول ہین وہ بھی ثبوت اثر کا ہین۔ اس سے بھی قطع نظر کلام مین تاثیر کی نسبت ہر شخص کچھہ نہ کچھہ قائل ہے۔ ایک بیان کو بری طرح سے کیجئے اوسکو اچھی طرح سے کیجئے اثر دوسرا ہوگا بعض آثار جو بیان مین مثالون کے لکھے گئے ہین اون سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض کلام لغو مین تاثیر خاص ہے اور سحر اوسی سے نکلا ہے۔ جب ایسے کلامو مین تاثیر ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے کلام مین ہماری فائدون کے لئے تاثیر نہو۔

محض طلب کا اثر ارشاد مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب مضطر ہوکر دعا کرتے ہو تو کون برائی دور کرتا ہے۔ یہ علی العموم عنایت اور کمال شفقت ہے اور یہ صرف مانگنے سے ملجاتا ہے۔

خدشات متعلق دعا	اب دیکھئے کہ دعا غلط کیون مانی جاتی ہے۔ اوسمین دو طرح

کے خدشات پیدا ہوتے ہین - اول دین کے مذاق پر - دوسرے اہل دنیا کے مذاق پر -

جواب مذاق دین پر - اہل دین کے مذاق پر اعتراض اور جواب مناسب ہوگا کہ کلام علماء دین سے نقل کیا جائے - سیر سید علی خانصاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے - بعض متکلمین جو محض ظاہر پر عمل کرتے ہین اونکو یہ وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ دعا مین کچھہ فائدہ نہین - اسلئے کہ اگر مطلوب ایسا ہے کہ ضرور ہوگا اور اللہ تعالے کے علم مین اوسکا ہونا گذر چکا ہے اور حکم قضا و قدر جاری ہو کر قلم نے لکھہ دیا ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ تو ضرور ہوگا - اگر ایسا نہین ہے نہین ہوگا - پس دعا سے اوسمین کمی اور بیشی نہین ہو سکتی - علاوہ اسکے اگر دعا نیک کام کے واسطے ہے جس مین بندون کی مصلحت اور بہتری ہے تو اللہ جوّاد ہے یعنی سخی وہ بخل نہین کر سکتا اس سے ہی قطع نظر عمدہ بندون کے لئے ایک مقام مقام رضا ہے - یعنی اللہ تعالے کے احکام پر راضی رہنا - اور نفس کشی کرنا جسمین لذتونکا کم کرنا چاہیئے دعا مین مصروف ہونا اسکے خلاف ہے - یہ گمان نہایت فاسد اور نہایت سخیف ہے اوسکو وہی شخص کریگا جو اصول حقائق سے بے خبر ہے - نظر اوسکی صحیح نہین - اسلئے کہ دعا وہ چیز ہے جو قضا کا مقابلہ کرتی ہے (یعنی حکم آلہی کا) یہ مقابلہ اس حیثیت سے کہ وہ فعل بندہ کا ہے نہین ہے - اس حیثیت سے تو قضا رحاکم ہے - اگر حکم ہوتا دعا ہوتی پس وہ مقابلہ حیثیت فعل آلہی سے ہے - یعنی اللہ نے حکم دیا ہے کہ دعا کرو مین قبول

کرونگا۔ اور اپنے پروردگار سے مانگو۔ پس اس حیثیت سے دعا جسطرح پیدا
ہوتی ہے قضا اور حکم اوسیطرح پیدا ہوتا ہے۔ اور اسلئے قضا کو غلبہ دعا پر نہین ہے
کیا معنی کہ دونون اللہ کیجانب سے ہین اور دعا اور وہ حالت جو وقت دعا پیدا ہوتی ہے
بطور رجحان کے ہوتی ہے۔ کیونکہ دعا خود تو انسان نے کی ہی نہین۔ اللہ کے حکم
سے کی ہے۔ جو شخص کسیکے حکم سے کوئی کام کرے اوسکا کرنا خود حاکم کا کرنا ہوتا ہے مثال اوسکی
یہ ہے کہ بادشاہ کسی نوکر کو حکم دے کہ اوسکے بیٹون مین سے کسی ایک کو مار دے پس
یہ ہاتھ نوکر کا اوسوقت بادشاہ کا ہاتھ سمجھا جائیگا۔ اگر وہ ہاتھ اوسوقت بھی نوکر کا ہاتھ سمجھا
جاوے تو بھلا خادم اور نوکر کی مجال ہوسکتی ہے کہ بادشاہ کے بیٹے پر دست درازی
کرے۔ بلکہ ہاتھ جہان ہے وہین رہ جائیگا۔ آپ جانتے ہین کہ دعا ہمارے اوپر
حکم ہے اللہ پر نہین ہے اللہ کا حکم سب پر غالب ہے پس جب دعا کو اس حیثیت
سے دیکھیگا اور وہ قضا کی برابر ہوگی تو قضا اور دعا دونون ایک دوسرے کا علاج
ہونگی اور حکم الٰہی جنکی مدد کریگا وہی غالب ہوجائیگی۔ یہ بیان بعض اہل تحقیق کا ہے۔
نظام نیشاپوری نے تفسیر آیہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ مین ارشاد فرمایا ہے
کہ تمام عقلا کے نزدیک دعا اعظم مقامات عبودیت مین سے ہے اور قرآن اوسپر
ناطق ہے کہ دعا صحیح ہے اور صدیقین کی ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور احادیث
وادعیہ ماثورہ اس سے بھری پڑی ہوئی ہین۔ اسقدر کثرت ہے کہ انکار اور تاویل
نہین ہوسکتی۔ سبب عقلی اوسمین اور کیفیت دعا مین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم مین

جو کچھہ گذرا ہے اور جو اوسنے حکم دیا ہے بشر کو معلوم نہین عقل سے پوشیدہ ہے حکمت الٰہی اسکے مقتضی ہوئی ہے کہ بندہ خوف اور رجا یعنی امید وبیم مین معلق رہے ایک طرف نہ ہو جاوے - کیونکہ بندہ ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے اور نکیں بندہ ہونے کی یہی ہے اسی طریقہ سے مسئلہ تکلیف صحیح ہوتا ہے یعنی اوسپر سے اعتراض اوٹھہ جاتا ہے کیونکہ وہان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھہ ہوتا ہے اور اوسکے قضا وقدر جاری ہین باوجود اسکے تکلیف دی گئی ہے یعنی بندہ کو مکلف بنایا ہے کہ وہ کام کرے بدلا پاوے - چنانچہ اسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ سراقہ ابن مالک حضور اقدس جناب رسالت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دین کی توضیح فرمائے - گویا ہم آج پیدا ہوئے ہین پس کس چیز مین عمل کرینگے جو اللہ تعالیٰ نے لکھہ دیا ہے اور پہلے سے مقدر کر دیا ہے - ؟ یا وہ کرینگے جو آیندہ ہوگا ؟ جواب مین ارشاد ہوا کہ وہی جو اللہ نے پہلے سے مقدر کر دیا اور لکھہ دیا ہے - سراقہ نے عرض کیا کہ پس عمل کیون کرین - جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے - وہ چیز کہ جسکے لئے وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الٰہی کے عمل کریگا - اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے دونون امر مین بندہ کو معلق ظاہر فرمایا ہے پہلے ڈرایا ہے کہ خدا نے پہلے سے مقدر کر دیا ہے - پھر رغبت دلائی ہے کہ عمل کرو - اور دونون باتون مین سے ایک کو بھی ترک نہین

فرمایا۔ اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین دنیا مین انسان کو میسر آتی
ہین وہ بحالت زندگی بسبب عمل کے میسر ہوتی ہین اور اسلیئے میسر آتی ہین کہ اللہ تعالے
نے قبل خلق انسان اونکو مقدر کر دیا ہے اور انکا میسر آنا بسبب عمل کے ہوتا ہے۔
لیکن ضرور ہے کہ میسر اور مسخر مین فرق کیا جاوے تاکہ آدمی گرداب قضا و قدر مین
ہلاک نہو جاوے پھر نظام کہتے ہین کہ اسیطرح رزق اور کسب یعنی کمانے مین
بحث ہو سکتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ اسباب اور ذریعے اور طریقے ہر امر
مین لازمی چیز ہین اس عالم مین بغیر اسباب کے کچھہ نہین ہو سکتا۔ لیکن جہان بہت
سے اسباب ہین جنکے سبب سے حاجتین پوری ہوتی ہین ایک سبب دعا مانگنا اور
اللہ سے التماس کرنا ہے۔ جیساکہ دیکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ کی دعا کو
سبب بعض حاجتون کے بر آنے کا گردانا ہے۔ اور جب یہہ ضرور ہے کہ
انسان دعا کرے۔ اور اوسکے ذریعہ سے مطلوب تک پہونچے اور یہ امر قانون
قضا و قدر کے خلاف نہین ہے۔ نہ اوس سے لازم آتا ہے کہ جو کچھہ لکھا گیا ہے
بدلا گیا ہے جناب ابو القاسم نیشاپوری نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دعا غیر معقول ہے
تو عبادت بھی غیر معقول ہو گی۔ بلکہ طاعت اور عبادت کی بعض
صورتون مین مسئلت اور مانگنا شامل نہین ہوتے۔ لیکن دعا اور مسئلت مین ہمیشہ طاعت
اور عبادت موجود ہوتی ہین۔ کیونکہ دعا کے ساتھہ لازم ہے کہ آدمی اقرار اپنی ذلت
اور نقص اور اضطرار اور بیچارگی کا ہر طرح یعنی عقل سے۔ زبان سے۔ صورت سے

کرے - اگر ایسا نکریگا تو معنی یہ ہین کہ وہ دعا نہین کرتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ حاجت
سوائے اپنے آقا کے اور کوئی نہین دیسکتا - بہتری اور کسی جگہ سے نہوگی - کیونکہ
جب انسان قول سے اور دل سے ایسا کرتا ہے تب اوسکی زبان مین طرح
طرح کی گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے - اعضا مین مختلف حرکات پیدا ہوتے ہین -
آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھ جاتے ہین - چنانچہ حضرت امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہ
سے منقول ہے کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو رغبت اللہ کی طرف اسکو
کہتے ہین - اور حضرت نے ہاتھ بڑہائے اور ہتھیلیون کی طرف سے آسمان کی
جانب بلند کئے - پھر فرمایا کہ رہبت یعنی ڈرنا اللہ سے یون ہوتا ہے - اور دونون
ہاتھ پشت دست کی طرف سے آسمان کی طرف بلند کئے - پھر فرمایا کہ تضرع اسے
کہتے ہین اور انگلیون کو داہنے بائین جانب حرکت دی - پھر فرمایا کہ تبتل یعنی خدا
کی طرف منقطع رہنا یون ہوتا ہے اور انگلیان کبھی اونچی کین کبھی نیچی کین - پھر فرمایا
کہ ابتہال اسے کہتے ہین یعنی زاری کرنا - مُنہ کے سامنے دونون ہاتھ قبلہ کی طرف
بلند فرمائے آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور آنکھین کبھی کھولین کبھی بند کین - غور
فرمائے کہ اخلاص عبادت کیا ان صورتون سے زیادہ اور کسی صورت مین ہوسکتا ہے
پس دعا اشرف عبادت ہوئی - کیونکہ عبادت سے شرف انسانی تمام ہوتا ہے
اور جو خالص غرض اللہ کی انسان کے پیدا کرنے سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے
کہ ہمنے جن و انس کو عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے حاصل ہوتی ہے - ہر چند

کہ اللہ تعالی کی رحمت کا ظہور اور اجرا سوال اور مانگنے ہی سے نہین ہوتا لیکن باوجودیکہ اللہ تعالی جواد ہے اور رحمت اوسکی ہمیشہ نازل ہوتی ہے تاہم دعا قبول کرنے مین جو مہربانی ہے جس سے اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ فضل کرنے والا ہے اور بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ قبول کریگا اور اسلئے بندہ جانتا ہے کہ مینے جب اللہ سے دعا کی اونے قبول کی وہ دوسری چیز ہے یعنی دعا زیادہ اسباب نزول رحمت کا جمع کرتا ہوتا ہے یہ مرتبہ طاعت اور عبادت سے بہی بلند ہے یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے دعا کی اپنے مصاحبین کو تاکید فرمائی ۔ بلکہ خود اپنے حق مین دعا کرنے کو فرمایا باقی رہا یہ امر کہ اشتغال دعا مین یعنی مصروف دعا رہنا رضا کے رتبہ کے خلاف و منافی ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ منافات اوسوقت لازم آتی ہے ۔ جب دعا خواہش نفسانی کے لئے ہو ۔ اگر دعا مانگنے والا یہ بات جانتا ہو کہ اللہ کچہہ نہین کرتا بجز اسکے کہ اوسکو مناسب معلوم ہو اور اوسکی تعمیل حکم مین دعا کرے اور وہ دعا حظ نفس کی نہو تو دعا و رضا مین کچہہ منافات نہ ہوگی ۔

راقم اس سب تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے اوسنے حکم دعا دیا ہے اور اوسکو سبب برآنے حاجات کا مقرر کیا ہے جیسے دنیا مین اور اسباب ہین یہ بہی سبب ہے اور چونکہ یہ اللہ سے مانگتا ہے اور اوس سے مانگنا بغیر اوسکی شناخت کامل کے نہین ہوسکتا عین ایمان ہے اور چونکہ تعمیل حکم ہے اوسمین ثواب ہے ۔ تقدیر کے مخالف اسلئے نہین کہ جب اسباب داخل تقدیر

ہین یہ بھی سبب ہے اور داخل تقدیر ہے - قضا اور دعا مین بیر اور منافات نہین اسلئے کہ دونون احکام آلہی ہین -

جواب مذاق اہل دنیا پر

اہل دنیا کے مذاق پر جو اعتراضات ہین وہ زیادہ تر عدم اجابت کے متعلق ہین بعض کہتے ہین کہ بہلا دعا کیجئے کہ بیرنا آتا ہو بالی ہین گرے دیکھین دعا کرکے کیسے بچ جاتے ہین - آگ مین کود پڑئے دیکھین دعا کیسے بچاتی ہے - دعا کیجئے کہ آپکو بادشاہت مل جائے دیکھین کیسے ملجاتی ہے - ایسے ہی بعضون نے اچھی باتون کے لئے دعا کی - قبول نہین ہوئی اگر دعا مین ایسا اثر ہوتا جیسا دوا مین ہے ضرور قبول ہوتی - توضیح اسکی یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی مذکورہ صدر سے اور نیز احادیث مرویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے لئے شرائط ہین وہ شرائط تقدیر اور توکل اور خدا کی قدرت کے سب سے مافوق ہونے کو اور مشیت کے اجزا کو ملاکر دیکھنے سے سمجھہ مین آتے ہین -

پہلی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا کرنے والے مین قابلیت ہو - چنانچہ ایسی دعائین جو مثل معجزات قبول ہوئی ہین اونہین لوگون کی ہین جو بڑے برگزیدہ تھے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آگ مین ڈال دئے گئے - آگ نے اونکو نہ جلایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی نے نہ غرق کیا - پس یہ تاثیر آب و آتش کا توڑنا معجزہ تہا ایسی قبولیت ہم لوگون کے لئے نہین ہوسکتی مثال اوسکی یہ ہے کہ خوب کلان بخار مین نافع ہے اور سنکھیا مگر دونون کے اثر کی قوت مین فرق ہے - دعا چونکہ

زبان سے پیدا ہوتی ہے اور کلام ہوتا ہے اوسکی تاثیر مین قوت اور ضعف متکلم کو دخل ہے - اللہ تعالیٰ نے ہم بندون کو جو گنہگار ہین جب دعا کا حکم دیا ہے پہلے استغفار کو ساتھ لگا دیا ہے - جیسے بغیر مسہل کے دوا کا اثر نہین ہوتا یا کم ہوتا ہے بہت سی صورتون مین دوا کچھ کام نہین دیتی بہت سی صورتون مین دعا بھی کچھ کام نہین دیتی جیسے مرض موت مین دوا بیکار ہے جب مشیت آلہی ضرور تا خلاف مراد ہو اوسوقت دعا بھی بیکار محض ہوگی - افسوس ہے کہ آپ دوا کے لئے بڑا اثر ہی ہے اوسکے اثر پر معترض نہین ہوتے دعا کی بے اثری سے اوسکے اثر پر جو معلوم اور ثابت ہے معترض ہوتے ہین —

دعاؤن کا قبول ہونا مین نے دیکھا ہے اور حکایتین جو کہانیان نہین ہین کتابون مین ہزار ہا مسطور ہین مثلاً دعاؤن سے پانی برسنا - دعاؤن سے امراض مین شفا ہونا - دعاؤن سے ہر قسم کی حاجتون کا ملجانا کہ اسباب پورے ہی ہو جائین - آپکے معتقدہ اتفاق نہ پڑین -

دوسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا ایسی نہو کہ آدمی جس کام کے لئے خلق ہوا ہے اوسکے خلاف مانگے - کیونکہ اللہ نے عقول کو متفاوت پیدا کیا ہے - اور ہر ہر شخص کو جدا جدا کام کے لئے پیدا کیا ہے پس جو شخص کھیتی کرنے کو پیدا ہوا ہو وہ چاہے کہ بادشاہ ہو جاؤن تو یہ دعا غلط ہوگی - اوسکی ایسی مثال ہوگی کہ آدمی مانگے کہ میرے پر لگ جائین - اگر وہ پردار ہو جاے دنیا کی بے ستری لازم ہوگی - اسی طرح اگر

بادشاہت مانگے جب نہ کرنی آتی ہو۔ خود مارا جائیگا۔ اوسکا قبول کرلینا خلاف رحمت ہے۔

تیسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا متعلق کشف سو یعنی بدی اور برائی دور کرنے کی ہو۔ ایسی دعا نہو کہ وہ فی نفسہ بدی ہو۔ یا ایسا ترفہ نہو جو بے ضرورت ہو اکثر وہی دعائین مقبول ہوتی ہین جو متعلق بدی دور کرنے کے ہوتی ہین۔ باقی اللہ تعالے تو منعم حقیقی خود ہے۔

چوتھی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا مین ضرورت کی وجہ سے اضطراب ہو ہر مثال مین جو نقل کئے گئے ہین اضطراب کا وجود ہے۔

پانچوین شرط یہ ہے کہ اللہ سے مانگے۔ امتحان لینا اور بات بنانا جسکی مثالین ابہی دین ہین دعا نہین ہے۔ یہ بہی نہین چاہئے کہ اللہ کو تابعدار جانے کہ وہ دیگا اسلئے کہ وعدہ کرلیا ہے۔ وعدون مین اللہ تعالی نے اجابت کا لفظ استعمال فرمایا ہے جسکا مادہ جواب دینا ہے۔ یعنی جب اللہ کہے کہ مین جواب دونگا۔ چونکہ وہ حکم اور ترغیب دیتا ہے یہ معنی تو نہین ہو سکتے کہ وہ جواب سو کہا انکار ہوگا۔ مگر یہ اوس رتبہ کا بہی جواب نہین ہے کہ ایسا وعدہ ہر دعا کے قبول کا ہو جسپر اللہ تعالی کی نسبت خلف وعدہ لازم آئے۔ اسپر بہی حدیث مین آیا ہے کہ مومن کی دعا رد نہین ہوتی۔ اگر یہان قبول کرنا اوسکا مصلحت نہین ہوتا وہان یعنی عقبی مین اوسکا عوض دیا جائیگا۔ مگر اسبات سے یہ امر کسی طرح لازم نہین آتا کہ دعا سے حاجت نہین

ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ اجب دعا ئ معقول کرو اور شرائط دعا موجود ہون حسب وعدہ اون پر حکم مناسب دیتا ہے اور جب قبول مناسب ہو ضرور قبول کرتا ہے۔

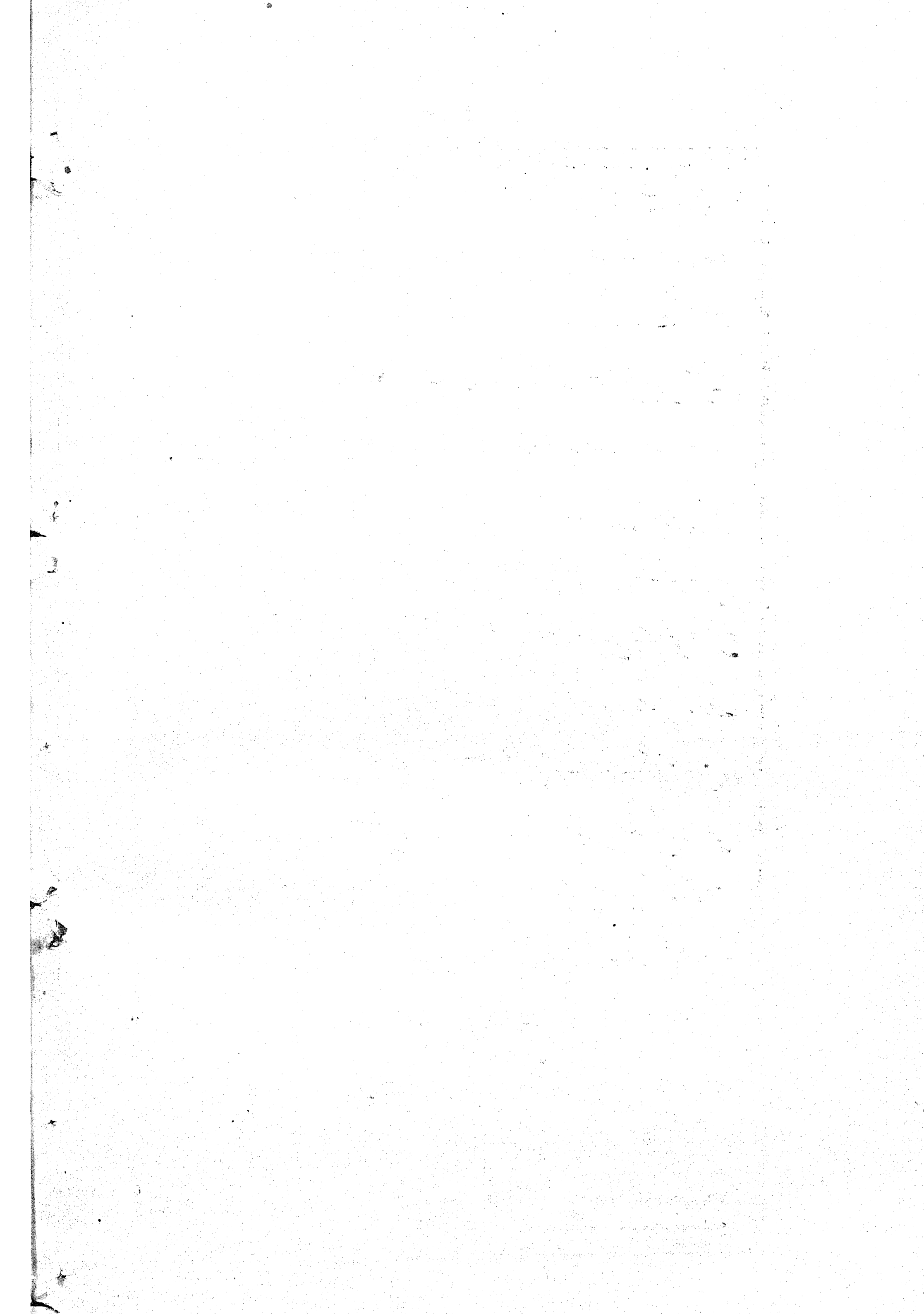
پس عدم قبول کے اسباب پر غور کرنا چاہیے ایسے لغو اعتراض جو خلاف ایمان ہین نہین کرنے چاہئین۔ بالکل ایسی مثال ہے جیسے آجکل حکام وقت کی سے بڑا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ تم درخواست کرو ہم غور کرینگے مینے ایک دعا دیکھی جو جناب سید الساجدین نے اپنی اولاد کے لئے فرمائی اوسمین اور دیگر دعاؤن مین فرماتے ہین کہ وہ گناہ عفو فرمادے جو دعا کو روکتے ہین اسکے معنی صاف یہ ہین کہ بسبب گناہون کے دعا زبان اور قلب سے آگے بڑہتی ہی نہین اور جب بڑہتی نہین دعا ہوئی۔ اس حالت مین دعا کی عدم قبول کی نسبت کوئی اعتراض نہین ہو سکتا اور استجابت کا وعدہ یعنی قبول صحیح ہوتا ہے۔ اب غور فرمائیے کہ ایسی دعا اور ایسا مانگنا جو عبادت ہے کیونکر عائدۂ اسلام پر باعثِ طعن ہو سکتا ہے۔ آپ اس ڈر کے مارے کہ دعا پر بہروسے سے تدبیر کرنے کی عادت جاتی ہے دعا کو کیون باطل کر کے قاصر مانین کہ وہ محض طلب مغفرت ہے دنیا کے متعلق نہین۔ کیا دُنیا مین اللہ کے سوا اور کوئی دینے والا ہے۔ پہر اوسی سے کیون نہ مانگین۔ ہم تو جب آدمی آدمی سے مانگتے ہین سمجھتے ہین کہ اللہ چاہیگا تو اوسکے دلمین ڈالدیگا کہ وہ دیدے وہ دیدیگا نہین تو نہین دیگا پس حقیقی دینے والا اللہ ہے۔

آخر مین یہ عرض کرتا ہون کہ باوجود ان شرائط اور سارے نکات کے الخ

تعالیٰ کی عجب قدرت ہے کہ وہ ہم سے گناہگارون کی بہی دعایئن قبول کرلیتا ہے
اور ظاہر طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا کا اثر ہے مینے اسکو خود اپنے معاملات
مین دیکہا ہے اور روز روز دیکہتا ہون - اور مجہے تعجب ہوتا ہے کہ مجہسے گناہگار
کی دعا بہی قبول ہوگئی - وہ اتفاق نہین تہا جیسے بیان ہوا کہ اتفاق ڈسیل جول آدمیونکا
نہین - coincidence کوئی چیز نہین ہے - غلط ہے -

چونکہ اوس عجیب و غریب مالک ذوالجلال والاکرام نے میری دعایئن قبول
کی ہین خاص معتقد دعا اور اوس کے اثر کا ہون باوجود اس کے پوری
محنت اپنے کامون مین کرتا ہون اور وہ اعتقاد ہارج کام کا نہین ہوتا اسی طرح
مین جانتا ہون کہ دعا اور تقدیر اور علم الٰہی اور توکل ہارج نہین ہین - نہ ضرورت
تاویل کی ہے البتہ ضرورت تشریح کی ہے - جو کیجاتی ہے - اب آخر مین مین
یہ دعا کرتا ہون کہ جیسے تونے میرے عیوب ڈہکے - نیکیان مشہور کین اسی
طرح اس رسالہ کے عیوب کو ڈہک لے - اور مقبول خلایق کر کے خود
قبول فرمالے تونے بلا وجہ ہزارون دعایئن قبول فرمائی ہین اے اللہ تجہے اپنے
نبی پاک کا صدقہ اونکی آل پاک کا صدقہ اپنے ائمہ طاہرین کا صدقہ - خون ناحق جناب
سیدالشہدا اور اونکے ساتہیون کا صدقہ - اور اپنی خلاقی اور قاضی الحاجات ہونے کا
صدقہ اسے بہی قبول فرما - **آمین آمین - ثم آمین**

تمام شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظات

تقریظ اول عالیجناب سید محمد مرتضیٰ صاحب المتخلص بہ بیان ویزدانی

ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھہ کی طبع وقاد اور لیاقت خداداد کا نتیجہ ہے
جسکو اونہون نے پائین باغ بیان کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ یہ بزرگ
مصنف کتاب کے عزیز اور ایسی شخص ہین کہ ہمارے زمانہ کو اونکی ذات بابرکات سے
فخر ہے۔ اونکی دونون تحریرین نظم و نثر کی مثل آفتاب دلیل بدیہی اون کے کمالات
کی ہین۔

قصیدہ کی زبان۔ اوسکی بندش۔ اوسکے معانی بلند۔ تبلا رہے ہین کہ حضرت بیان
ویزدانی کو فخر انوری و خاقانی کہین تو بیجا نہوگا۔ بلکہ اونکو خسرو ثانی کہنا بجا ہوگا
ناظرینِ سخن سنج یہ بات اس قصیدہ مین پائینگے کہ وہ متاخرین کے مضامین محض خیالی
و تکلفی سے پاک ہے۔ مگر پختگی مین کسی متقدم یا متاخر سے کم نہین۔

نثر مین آیات کلام مجید کا نظم اپنی عبارت مین کسی طرح نعمت خانِ عالی سے کم نہین
ہے مگر بیان مین زور اس قدر ہے کہ خان صاحب کے یہان نہین ہے۔ لفظی خوبیون
کے بعد جب معانی کی خوبیون پر نظر فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ کتاب کی جن جن خوبیون
کا ذکر کیا ہے وہ بہی ایسی نہین ہین کہ ہر شخص اون تک پہونچ سکے اس سے ظاہر ہے

کہ حضرت یزدانی جہان شاعر باکمال ہین عالم بیمثال اور حقایق آگاہ حکیم بے ہمال

بہی ہین - اونکے قصیدہ کے بعد نثر پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہون نے

قصیدہ مین تعریف شاعرانہ کی ہے جسمین مبالغہ کے بغیر لطف نہین آتا - مگر جن

خوبیون اور ضرورتون کو نثر مین بیان کیا ہے اونکے الفاظ مین شاید اغراق ہے

مگر جس بات کو لکہا ہے اصل مضمون نہایت صحیح اور لاجواب ہے - اوسکے بعد جو

دوسری تقریظ اور قطعات تاریخ ہین وہ بہی جناب سید محمد مرتضی صاحب کے

بہائیون کے ہین اور اونکو دیکہکر ہم کہہ سکتے ہین - کہ این خانہ تمام آفتاب ست -

یہان سے حضرت بیان کا بیان ہے -

قصیدۂ غرا و جریدۂ مطرا

در تمہید تقریظ کتاب مستطاب - و صحیفہ لاجواب - گلوے عقائد اہل ایمان را

رشک عواقید الجمان - و گردن اخلاص ارباب ایقان را غیرت قلائد العقیان - نسخہ

شفائے آلام ارواح وادیان - دارونامہ استقام دل و جان معشر جن وانسان - اعنی

کتاب **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف تاج تارک عظماے

ثغور و دہور - طرہ اکلیل کبراے سنین و شہور - مرجع کبار عز و جلال - مجمع بحار فضل و کمال

بدر کامل اوج حکمت و حکومت ذیشان - مطمح انظار عواطف سبحان و سلطان سمی اللہ حضرت

خلیفۃ الرحمان امام مہدی دین - صاحب العصر والزمان - عالیجناب مولوی سید مہدی علیخان

ڈپٹی کلکٹر وایڈیشنل جج عدالت مطالبہ جقیقہ رڑکی ضلع سہارنپور - ادام اللہ ظلال جلالہ الی یوم النشور -

مطلع اوّل

بہترین ڈپٹی کلکٹر حاکمِ جم اقتدار
مولوی مہدی علیخان سیدِ والاتبار

در طلسم آباد رڑکی جلوۂ کرسی زند
چو دو دستش بحرِ زیرِ جوے و جوبر آبشار [۵۱]

آسمانِ سربلند آفتابِ عز و شان
آفتابِ نور پاشش آسمانِ اقتدار

در ممالک بختیار و در مسالک رہنما
در معارج شاہباز و در معارک شہسوار

داورِ عادل بہ نوشروان ایران ہمقرین
سید جید زسلطانِ خراسان یادگار

مہربان صدرے کہ اندر کیش او کین شد حرام
قہرمان بدرے کہ اندر دورِ او ظلم است خوار

از فروغِ عدل او در صیت کسری اکسرہا
واز علوے جاہ او در شان دارا صد شنار

شمع حسنِ صورتش بر طارمِ عیسی است نور
نور شمع معنیش در وادی موسی است نار

روے او در جاہ و مکنت مہ بود در نیم ماہ
راے او در ملک و ملت مہر در نصف النہار

از کفِ جودش مساکین در مساکن میوہ چین
گوئیا دستش بود از نخل طوبی شاخسار

با کفش گر قحطِ آب افتد در اقلیم سحاب
بار بار اے ابر احسان ابر گوید بار بار

در کنار دامنش احسان چو گوہر گوشہ گیر
گر چہ باشد دامنِ جودش محیطِ بےکنار

[۵۱] معنی یہ ہیں کہ جیسے رڑکی میں نہر اوپر ندی نیچے ہے اور نہر نیچے ندی اوپر ہے اور طلسم معلوم ہوتا ہے یہی حالت ممدوح کے ہاتھ کی جود کے ساتھ ہے ۱۲ منہ

زله کش از خوان احسانش رفیع و هم وضیع
خوشه چین از خرمن جودش صغار و هم کبار

در سرای عقل و علم و حکمت افلاطون پناه
بر سریر عز و شان و حکم اسکندر وقار

بر سپهر فرهی صاحبقران صد سعود
در بسیطِ آگهی مجموعهٔ چندین بحار

در زمانش عقل افلاطون دروغ بی فروغ
با نوالش جود حاتم قصهٔ پار و پرار

در لسان یثرب و بطحی لسانش گل فشان
در زبان برطن کبری زبانش دُر نثار

در علوم خاک مغرب روکشش بدر الظلام
در فنونِ ملک مشرق همسر شمس النهار

نکته ها زیر لبش چون آبِ باران بی حساب
جلوه ها در سینه اش چون سلکِ انجم بیشمار

خوض فکرش در حقایق موسی دریا شگاف
غور طبعش در دقایق یونسِ ماهی شکار

از فروغ رای تابانش نپیچد سر کسی
کافتابش جلوه زد بر سمتِ راس روزگار

خامه اش در کار دین و دولت و ایقان و شک
گاه کلک و گاه سیف و گه عصا و گاه مار

حمله زد ثعبان کلکش تا سر میدانِ دین
رنگ و ریو دیو شد چون سحر فرعون تارمار

در جهاد خامه وار دزیر منجوق لواش
شاه مردان شیر یزدان قوت پروردگار

نعره زد یا بانگِ صریر کلک او در حرب دیو
لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

در صف تحقیق حق باشد زبانش تیغ زن
وز پی ابطال باطل کلک تندش نیزه دار

شمع پیدا میکند ابلیس وا و تیر شهاب
او حدف می سازد و این ناوکِ سندان گزار

ناصر دین است و گفتارش شهاب ثاقبی
دیو را آتش زند در عرصهٔ شبهای تار

بسکه سر تا سر وکارش بفقه دین بود
شد ز سر کارِ علومش منکشف صد سرِّ کار

تار و پود مکر شیطانی چو نسج عنکبوت
از خدنگ کلک دشمن دوز او شد تار مار

قدسیان را آنکه پیر مسند تعلیم بود
کودن آمد در جلال و کرد چون کودک فرار

قول او در احسن تقویم شد صورت پذیر
گشت ایدون دفتر پیشینیان تقویم پار

ان محقق حق که بهر کشف اسرار کلام
همچو رومی فخر رازی راند اندر راز دار

بسکه تنقیح ملل فرمود تنقید نحل
شد زروے فضل شهرستانیان را شهریار

سد باب مکر شیطانی معطل بود و بس
مرد میدانی برون آمد ز غیب کردگار

نزد آدم کے بود ابلیس را فر و فروغ
پیش مهدی کے بود دجال را عز و وقار

جلوه ریزد مطلع ثانی سر بزم حضور
تا کند چون صبح ملک هند را لامع دو بار

مطلع ثانی

اے تو چون کشور کشایان در بسیط روزگار
کامیاب و کامجوی و کامبخش و کامگار

در شهامت قیصر هندوستان را اعتماد
در شریعت خسرو ملک عرب را اعتبار

از درون سو آفتاب و از برون سو ماهتاب
شمع خلوت خانهٔ دل نور پا شد در عذار

از پئے یک زینت اسلام صد زحمت کشید
شاهد جهدت ز خون دل همی بندد نگار

خامه ات چون سد ذو القرنین در ملک یقین
بست محکم رخنه ها کانداخت شیطان در حصار

فره دین داری و فرمان دنیا نیز هم
در دو مرجع یک ضمیرت را نباشد انتشار

عدل تو تا در جهان کوس تن آسانی زند
ناخن ضیغم کشد از پائے آهو نوک خار

بسکہ گلہا برفشانی در افاضاتِ نکات — بزمِ تو گلزارِ خلد و خلقِ تو بادِ بہار

ایکہ گفتارت کمندِ گردنِ دلہا بود — صورتِ فتراک در تارِ نفس بندی شکار

کلکِ سر تیزت عدو اسد را گردن برید — وہ کہ تیغ از چوب بود و کرد کارِ ذوالفقار

ہمچو موسیٰ کردہ دریاے وقت را دو نیم — خود برون جستی و شیطان غرق شد فرعون وار

در فضاے شرعِ گل بانگِ صریرِ کلکِ تو — لحنِ مرغِ زیرکے باشد درونِ مرغزار

انچہ حق پوشیدہ در استارِ فرقانِ حمید — کردہ حسن سعی تفسیرت چو بیضا آشکار

در شفایت نوشِ جانِ دردمندانِ شکوک — دارد اما پور سینا سینہ از رشکش فگار

خشک و تر ہموار اندر عالمِ علمِ کتاب — طبعِ مواجبت گہے چون خضر و گہ الیاس وار

جندِ شیطان را سر کلکت چو سیفِ صف شگاف — راندہ از پیشِ حریمِ حرمتِ پروردگار

اوجِ فکرت مایہ از کوہِ شکوہِ آسمان — ہم بیارد چون سحاب و ہم ببارد ابر وار

حکمتِ خلاق بے ہمتا دو مہدی آفرید — اولین پنہان ز چشمِ خلق دیگر آشکار

اولین چون آفتاب از نورِ سبحان مستنیر — وین دگر ضوگیر از وے ہمچو مہ در روزگار

وین بر بسترِ فیضان او چون شیرِ حق — اولین چون احمدِ محمود در جلبابِ غار

آن یکے فرمان روائے وین یکے چون رسول — وین دگر نائبِ مناصبش چون امامِ ذی وقار

تا مور نامت چو معراجِ محمد سربلند — کاخِ والاے حیاتت ہمچو مہدی استوار

حصرِ اوصافت کجا در حیطۂ یزدانی است — بر کنند دستِ مناجاتے ز روے اختصار

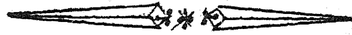
در کفِ عمرت بود سر رشتۂ عہدِ دوام — مر ترا روزِ نخستین باد ختمِ روزگار

تا جہان در سایہ ات بنشیند و چینند ثمر	باد یارب تا قیامت نخل جودش پائدار

تقریظ (پائین باغ بیان)

رباعی

این نسخہ بود شفائے دلہائے خراب	فضلی است ز باب فیض رب الارباب
در مہد دہد جواب شافی چو مسیح	فرزند آمد بخانۂ ام الکتاب



بسم اللہ الرحمن الرحیم	تیر شہابست بدیو رجیم

اقلام سے تعالیٰ شانہ کے بلند نام کا اونچا نشان اوٹھانے والی۔ اوراق سے توحید رب مجید کے جہان کشا پھریرے اوڑنیوالی۔ براہین ساطعہ سے اللہ متم نورہ کی کوندتی ہوئی بجلیان چمکانے والی۔ حجج قاطعہ سے تائید دین محمدی کے لیے ان شانئک ھو الابتر کی چمکتی ہوئی تلوارون کے جوہر دکھانے والی۔ دلائل باہرہ سے آوارگان وادئے وسواس کو جادۂ اھدنا الصراط المستقیم پر لانے والی معانی زاہرہ سے خرمن شبہات ابلیس پر برق شہاب گرانے والی۔ نکات پرجوش سے دریائے حقیقت کو کوزہ مین بند کرنے والی۔ عبارات پرخروش سے کلمۃ اللہ ھی العلیا کے گران گوشون کے لیے ومن یھدی اللہ فما لہ من مضل کے نعرے بلند کرنے والی۔ سوختگان آتش شکوک کو یا نار کونی بردا و سلامًا کی

بشارت پہنچانے والی۔ فالج زدگان سرد مہری اعتقادات سخیفہ کے رگ وپے مین تاثیر مضامین گرم سے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے صاعقے دوڑانے والی۔ مضامین سربلند سے نوبت کدہ اسلام مین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا کے ڈنکے بجانے والی۔ تفسیر غوامض فرقانی سے بے بصران ظلمت نفسانی کے دیدۂ باطن مین ذالک الکتاب لاریب فیہ کا سرمہ لگانے والی۔ انکشاف سرائر قرآنی سے خوابیدگان فرش غفلت کی بالین پر ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق کے صور کا شور مچانے والی۔ ایجاد مضامین متین سے ماہران مناہر علوم کی مغرور گردنین سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا کے ادب آموز محراب مین جھکانے والی۔ اظہار عجز علماے متقدمین سے فضلاے متاخرین کو ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء کا سبق پڑھانے والی۔ شرح دقایق غریبہ سے مجامع علماے امت محمدی مین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا اقرار لینے والی۔ استحکام اقوال عجیبہ سے مدعیان علم تفاسیر کو الراسخون فی العلم کی تعلیم دینے والی۔ افتادگان بستر ضعیف الاعتقادی کے دلون کو مقولات برجستہ سے ہاتون اوچھالنے والی۔ فریب خوردگان غولان بادیہ مذبذبین بین ذالک کو مسلک سواء السبیل پر ڈالنے والی گم گشتگان صحراے حیرانی کے لیے صواعق روشن بیانی سے چراغ ہدایت جلانے والی۔ تشنہ لبان ریگستان شرک وبدعت کے سوکھے ہوئے گلوے اطمینان مین آب زندگی ٹپکانے والی۔ متکلمین فرق مختلفہ کے دہان تقریر پر جادلھم بالتی ھی احسن

ــــے مہرسکوت لگانیوالی - معترضین ملل متباینہ کے سینہ پر کینہ مین شجات انك لعلی خلق عظیم سے نار حسد کے شعلہ بجھانیوالی - حسن بیانات شافیہ کی دلفریبیون سے ان من البیان لسحرا کا رنگ جمانیوالی - عقلی استدلالات کافیہ کے ثبوت حقیت سے جاء الحق وزھق الباطل کی سکہ بٹھانیوالی - تکمیل جبر نقصانات عظیمہ وساوس شیطانی سے جوامع ایمانی مین الیوم اکملت لکم دینکم کی صدا دینے والی - اظہار نزول فیوض ربانی سے مجامع عرفانی مین اتممت علیکم نعمتی کی صلا دینے والی - یعنی کتاب انتخاب صحیفہ لاجواب - مشحون بہ الہامات رب دوجہان - المسمیٰ بہ **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف شریف اعلیحضرت - قبلہ دوجہانی - منتہی نشین مراتب انسانی برگزیدہ بزرگ نشان - دودہ حضرت ابوالبشر - مسیح امراض الجبر والاختیار والخیر والشر - المجدد لفن الکلام علی راس المائۃ الرابع عشر ملائک عادات - سید السادات نقاوہ اکوان - خلاصہ بنی نوع انسان عالیجناب مولوی سید مہدی **علیخان** لازالت شموس افاضاتہ بازغۃ وبدور افاداتہ لامعۃ -

نظم

دار ظلمت بود این دیرِ خراب	آفتاب ست آفتاب ست این کتاب
یافت صد ہا نکتۂ باریک را	کرد روشن عالم تاریک را
یوسفے آمد برون از مصر ما	مہدئ آمد برون در عصر ما

آن جمالِ دینِ حق آراستہ	وین نہالِ دینِ حق پیراستہ
لوحِ حسنِ یوسفِ مصری ست این	خوش ہدایت نامۂ مہدیست این
او سفیر و این کتابِ صاحب است	زانکہ صاحب را بعالم نائب است
نورِ آیاتِ منیفہ است این کتاب	زانکہ قرآن را خلیفہ است این کتاب
این کتابِ بےنظیر و بے شبیہ	بعد قرآن مبین لاریب فیہ

اعلیٰ حضرت مصنف کی قدرت قدسیہ کی اعجاز نمائیان پکار رہی ہین کہ طاقت انسانی بدون القاے ربانی ایسا زور کلام نہین دکھا سکتی۔ اور ابلیس ایسے پرانے معلم الملکوت کو شکست فاش دنیا بدون کرشمہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ظہور مین نہین آسکتا۔ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے کرامت رقم قلم کو کوئی جبروتی قوت زور دے رہی ہے اور کوئی لاہوتی کمک معجز نگار ہاتھ کی پیشدستیان کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے طائر فکر کی بلند پروازیان کنگرہاے عرش کو سر انگشت ہاے دست رقم سمجھے ہوئے ہین۔ اور ذہن فلک رسا کی رسائیان ملکوت سماوات کے کفِ دست میدان کو کفِ دست خیال کر رہی ہین۔ نظم

اے قلم اے پاے جولانت روان	سر زمین تست گوئی آسمان
نکتہا روشن نوشتی در کتاب	در پئے شیطان زدی تیر شہاب

مضامین بلند کا اوج موج پکار رہا ہے کہ الحق یعلوا ولا یُعلیٰ اسے کہتے ہین۔ ہمت عالی کی اولوالعزمیان علےٰ رؤس الاشہاد کہہ رہی ہین کہ آیہ انتم الاعلون

کے گویا یہی معنی ہین - ہم دیکہتے ہین کہ اعلیٰ حضرت مصنف کا بتحرِ دل اک اوبلتے
ہوئے چشمہ کیتہ جوش کی طرح بڑے زور شور کے ساتہ موج مار رہا ہے - اور فیض
آلہی کا دریا سے روان سر انگشت محمدی کیطرح نوکِ قلم سے بڑے جوش و خروش
کیساتہ جاری ہوتا ہے - میرے نزدیک اگر دستِ قدرت ازلی ایسے افتخار
عالم علوم کی تخمیر وجود باوجود کیطرف متعلق ہنوتا تو وہ دہوکے کی ٹٹیان جو ابلیس پُر
تلبیس نے سوالات کے پردہ مین کوتاہ نظر بنی آدم کے آنکہون کے سامنے استادہ
کی تہین لزلزلۂ اذا السّماءُ انشقّت کے بعد بہی قایم رہتین - اور وہ جادو کے چراغ
جسکے تلے تیرہ و تاریک وسوسونکا عالم آشوب اندہیرا رہتا تہا غلغلہ وَاِذا النجوم
انکدرت کے بعد بہی کسی انقلاب ہوا سے گل نہوتے مصرع

چنین کنند بزرگان چو کرد باید کار

عالم ایک ایسا بیمار خانہ ہے جسمین موسمون کے تبدل اور طبیعتون کے اختلاف
سے ہر زمانہ مین نئے نئے جسمانی امراض کیساتہ روحانی اسقام بہی پیدا ہوتے
رہتے ہین - جس طرح ہر حصہ دنیا مین ایک طبیب اجسام کی ضرورت پڑتی ہے -
اسی طرح ایک حکیم ارواح کا بہی زمانہ محتاج رہتا ہے - حضرت موسیٰ کے زمانہ مین
دینی فساوات کا علاج آپ سے متعلق تہا تو بدنی خرابیون کا معالج افلاطون یونانی تہا -
جس طرح اپنے عہد مین حضرت مسیحؑ روحانی طبیب تہے اسی طرح بطلیموس جسمانی
چارہ فرما تہا - اس زمانہ مین قدیم طب کی خرابیان ڈاکٹرون نے دور کین لیکن

پورا نئے خیالات و رسیتو نکی ضرورت مندر ہے۔ اسلیئے حال کے قومی حکمار
نے ایمان وایقان کو علیل اور اعتقادات کو ضعیف پاکر روحانی تندرستیون کے
لئے نسخے لکھنے شروع کئے۔ اور دعویٰ کیا کہ ہم اسلام کے نیم بسمل تن بدن کی پوری
پوری اصلاح کرینگے۔ مگر جو دوائین تجویز کین تہین۔ اونسے شلہ برگشت کا عالم ہوا۔ اور
زمانیکی ضرورت رفع نہو سکی۔ استنے مین دن سے حضرت غدر آپہنچے اور قیامت
بپا کردی پہر تو دنیا بالکل کایہ پلیٹ ہوگئی اور تغیراتِ عظیم سے جدید خیالات نے خروج
کیا۔ عام جاہلیت نے جس طرح سطوتِ سلطان پر حملہ کیا اسی طرح شریعت سبحان
کو بہی صدمہ پہونچایا۔ اس حملہ آور فوج کی نشان بردار جہالت تہی اور مقدمۃ الجیش دونو نکی
بہکانیوالی مذہبی احکام سے ناواقفیت۔ امراض کے اسباب پائے گئے اور
علامات کا ظہور ہو چکا تو حال کے رفارمرون نے دینی حفاظت اور دنیوی تعلیم مین
سعی شروع کی۔ غرض تعلیم ترک مفاسد اور استحصال مراحم خسروی تہی۔ حفظان مذہب
اسلیئے ضروری ہوا کہ علوم جدیدہ کی ترقی اصول دین پر تیشہ زنی کریگی حالانکہ اسلام
مافوق فلسفہ ہے۔ کسی حکیم شاعر نے کیا اچہا کہا ہے۔ شعر۔

صوفی وفقیہ وعارف ودانشمند | | این جملہ شدی ولے مسلمان نشدی

اور سپر العلم حجاب الاکبر کی صدا بہی دیر سے کانو مین گونج رہی تہی۔ اس خوف
سے کوشش کی رگو نمین اور خون دوڑنے لگا کہ ایسا نہو تازہ علوم سے مسلمان
ڈگمگا جائین۔ کیونکہ فلسفہ واسلام مین ہمیشہ سے جنگ ٹہنی چلی آتی ہے ناچار جرأی

شاہ راہ سے پلٹ کر دوسری طرف بڑہے ۔ فی الحقیقت ٹہیک ڈگر پر آ گئے تہے
اور مناسب اصول پر پیش قدمی کی تہی مگر افسوس ہے کہ راستہ مین ٹیڑہی چال سے چلے
اور طریق عمل کے لئے مفید انجام نہ سوچا اس غلط فہمی سے لشکر موسیٰ کی طرح آلیس مین
پہوٹ پڑ گئی اور اسلام کا سواد اعظم اون فوائد سے محروم رہا جنکا حاصل ہونا ضرور تہا ۔ سوال
ہے کہ نیک کوشش سے بدنتیجہ کسطرح پیدا ہوا ۔ جواب یہ ہے کہ تاویلات
کو اسقدر پہیلا دیا کہ فلسفہ و اسلام کے تطابق کی غرض پوری ہو سکی ۔ یہان اوہوری سمجھ
نے دہوکا کہایا اور یہ سمجہا یا کہ معجزات اور ملائکہ اور دیگر ارواح مخفیہ سے نکر جانا ضرور ہے
اسلئے کہ نئی حکمت شہودی دیکہے بغیر کسی امر کو تسلیم نکریگی اور خلافِ عادت کسی شئے
کی قایل ہوگی تو اسلامی دنیا مین تزلزل پیدا ہو گا ۔ یہ راے بظاہر دین کی موئد معلوم
ہوتی ہے لیکن جمہور کے تخالف نے مسلمانون کو بہڑکا دیا اور تکبیر کی جگہہ تکفیر کے نعرے
بلند ہوئے ۔ اس نقصان سے وہ امور جو دولت کے پاون سے راہ چلتے ٹہٹک
رہے اور ضرورتین اپاہج پڑی رہگئین ۔ ایسے سقم عظیم کے سمجہنے والے کہان ؟
اور ایسے نازک معاملہ کے سلجہانیوالے کدہر ۔ مگر حقتعالیٰ اپنے نور کا تمام کرنیوالا
ہے تاکہ جزا و سزا کے لئے حجت تمام ہو لہذا آخر کار اوسنے اعلیٰ حضرت مصنف
کے ذات مقدس سے زمانہ کو زینت دی آپکی جامعیت کمال اور واقفیت اسرار اور
حدتِ ذہن اور حدتِ خیال نے اس کتاب مین انتہائی قوت دکہائی اور اربابِ
عقول کو بتا دیا کہ صحیح طریق یہ تہا اور کوشش اس رنگ ڈہنگ سے ہوتی الحق ع

مہدی از غیب برون آید و کارے بکند

ہم کسی قرابتِ قریبہ یا کسی غرض نفسانی سے آپکی مدح و ثنا نہین کرتے بلکہ یہ وحید العصر
کتاب جو کچھہ اپنے منہ سے بول رہی ہے۔ زبان بیان اوسکا ترجمہ کر رہی ہے شعر

وصفِ انداز جمالت نہ ز من می آید	بلکہ خود شوخیٔ حسنت بسخن می آید

یہانتک مجمل بیان ہوا اب مین قلت فرصت اور تطفل مقام کے سبب تھوڑی سی
تفصیل کرتا ہون۔ یہ ہوا کہ فلسفہ حال کی بنا محسوسات پر دیکھکر مدبران وقت نے معجزات
و ملائکہ کے ساتھہ وجود شیطان اور مسئلۂ تقدیر سے بھی انکار کرنا لازم سمجھا اور پکار دیا کہ
بن ہاتھہ پیر ہلائے کوئی شے دستیاب نہین ہوتی۔ آدمی خود مختار ہے مجبور نہین ہے
تدبیر کے بل پر تقدیر کے منکر بن بیٹھے۔ چونکہ ہمیشہ سے مسلمانون کا تکیہ تقدیر پر ہے
اسلئے ایسے کلمات راس نہ آئے اور برہمی پھیلگئی۔ یہ وہی مثل ہوئی۔ تدبیر کند بندہ
تقدیر زند خندہ۔ اعلیٰ حضرت مصنف نے دونون مسئلون پر زور دیا اور ثابت کر دکھایا
کہ معجزات اور فرشتے اور شیطان وجود حقیقی رکھتے ہین اور جبر و اختیار کے گورکھہ دہندے
کی گتھیان کہولکر ایسا صاف و شفاف کر دیا کہ انسانی عقلین دنگ رہگئین۔ تقدیر و توکل
و دعا کے مسئلون کو ایسا صاف بیان کیا کہ تدبیر و تقدیر دونون کی صحت مین کوئی
شک نہین ہوسکتا ۵

آنکار کنی کہ کس نیارد انکار	وانجا برسی کہ بعد ازان جا نبود

سبحان اللہ کس انوکھی تمہید سے ان پر پیچ مسائل کو چھیڑا کہ کسی سے آجتک نہوا نہو گا

یعنی شیطان کے مشہور سوالات کو کتاب کا موضوع ٹھیرایا اور اوسی پر مطالب کتاب
کی بنیاد رکھی - یہان بڑے بڑے گران ڈیل مصنفون نے قلم کی طرح ماتے ٹیک
دئے تھے اور عجز کا اعتراف کیا تہا بعض نے کچہہ ریزش کی لیکن شکوک کی بیماریان
رفع نکر سکے - گویا قلم قدرت نے لوحِ تقدیر مین شافی جوابات اسی نسخہ شفا کے لیے محفوظ
رکھے تھے - انشاء اللہ تعالیٰ اب سے دنیا کی آیندہ نسلون مین جبر و اختیار کے
خیالات رویہ سے کسیکو اختلاج قلب کا عارضہ پیدا نہو گا -
دعا ہے کہ اس نیک ذریعہ سے باہمی اختلافات اوٹھ جائین - رعیت بادشاہ کو پیاری
ہو دین کے ساتھ دنیا کے فوائد بہی حاصل ہون -
اس معجز نما کتاب مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مصنف نے بیان مقاصد کا
سلسلہ عجیب اختیار کیا - یعنی آغاز مین کتاب و سنت سے کہین استدلال نہین کیا
دلائل کی وتین بیان فرما کر ایک ایسا حیرت ناک اثر دکھلایا ہے کہ حال کے رفارمر
اپنے ادراک واجتہاد کی فاش غلطیان سمجھکر متحیر و مبہوت رہجائین - پہر اوس تحیر کو قدرت
الٰہی اور آسان پیش پا افتادہ روزمرہ کی باتون سے رفع کیا ہے - اور ثابت کر دیا
ہے کہ وجود شیطان کا اعتقاد صحیح بلکہ ضروری ہے - پہر اونہین مضامین کا کلام آلٰہی
سے پورا پورا ثبوت دیا ہے - اسی طرح یہ ہے کہ کہین تفسیر بالرائے نہین بالانہمہ
عقلی مضامین کو نقل سے ایسا مستحکم کیا ہے کہ باید و شاید - اس کتاب مین ایک اور
تعجب انگیز لطف یہ پیدا ہوا ہے کہ آدمی جب اون سوالات کو دیکھے حیران ہو پہر تمہید

پڑہکر وہ حیرت بالکل مضمحل ہوجاے پہر باب اول سے تسکین شروع ہواور اطمینان قلب بڑہتا چلے یہانتک کہ باب پنجم مین اوس کی تکمیل ہواور وہ انتہائی یقین آجاے کہ دل باغ باغ ہوکر بول اوٹہے کہ دین حق ہے اور بیاناتِ دین لاریب فیہ صحیح ہین اور اوسکے ساتہہ قانون سلطنت کی اطاعت کوبہی مستحسن مان لے۔

اعلیٰحضرت مصنف نے جن مسائل مشکلہ کو ایسا حل کیا ہے کہ سواے اعلیٰحضرت مصنف کے دوسرے کا کام نہ تہا اب ہم اونمین سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہین۔

مثلاً زمانہ حال مین وجہ انکار وجود شیطان یہ ہے کہ دین مین شیطان کا مادہ خلق آگ کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور تحقیقاتِ حال کے موافق آگ کوئی عنصر نہین ثابت ہوئی۔ تو مادہ خلق کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس مقام کو اس طرح صاف اور روشن کیا ہے کہ اذعان کلی ہوجاتا ہے کہ اسوجہ کی بنا پر انکار کسقدر غلط تہا۔

مثلاً یہ شبہ تہا کہ رحم وعدل دونون ایک جگہہ جمع نہین ہوسکتے اس گرہ کو اس طرح کہولا ہے کہ کسی عاقل کو صفاتِ رحم وعدل کا یکجا ہونا تسلیم کئے بغیر نہ بن پڑے۔

مثلاً جبر واختیار مین یہ شبہ تہا کہ باہم متناقص ہین اور اجتماع نقیضین محال ہے۔ یہان ایسی معجز نمائی کی ہے کہ تناقص کا شبہ یک قلم جاتا رہا۔

مثلاً لوگون کے دلونمین یہ شبہ تہا کہ حقتعالی رحیم ہے زیادہ مخلوق کو عذاب نہ فرمایگا اس شبہ کو ایسا دور کیا ہے کہ اعلیٰحضرت مصنف کے جوہر دماغ کی قابلیت پر سخت تعجب آتا ہے ؏ ایسے ہی بشر ہوتے ہین قدرت ہے خدا کی۔

مثلاً۔ تاویل کی بحث ایسی لکہی ہے کہ ماولین کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ وسعت تاویل کا طریقہ ایسا ناکارہ اختیار کیا گیا تہا کہ اوس سے زیادہ ترکوئی خرابی نہ تہی۔

مثلاً وجود شیطان کو دلائل عقلی سے ثابت کیا ہے وہ مضمون تو ایسا ہے کہ ہم اوس معجز کی داد دینے سے عاجز ہین۔

مثلاً غرض ایجاد عالم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آجتک کسی عالم کے فرشتونکا وہم وخیال بہی وہانتک نہین پہنچا تہا۔

الغرض جس مسئلہ کو لیا ہے اس خوبی سے بیان کیا ہے اور اسقدر اوسمین نئی باتین نکالی ہین کہ ہماری عقل حیران ہے کہ کس بلا کا ذہن ہے۔ شعر

بجودتِ توکسے کمتر آفرید خدا		تراکشیدہ دودست از قلم کشید خدا

اور ایک خوبی اس تصنیف مین یہ ہے کہ سنی شیعہ کی بحث کو دخل نہین دیا اور یہ بہی نہین کیا کہ صرف شیعون کی کتابون سے استدلال ہو یا صرف اہل سنت کی کتابون سے بلکہ ہرجگہ تحقیقِ حق پیش نظر رکہی ہے جیسی مخالفت راے امام فخرالدین

رازی سے کی ہے ویسی ہی قاضی نور اللہ شوستری سے بھی - جہان واقعۂ شہادت
جناب سید الشہدا کو بیان کیا ہے وہان بھی اس طرح لکھا ہے کہ دونون مذہب والے
اختلاف نہین کر سکتے - عبارت مین یہ حسن ہے کہ مضامین کو آسان سے آسان
لفظون مین ادا کیا ہے - اولاً عربی الفاظ کم استعمال ہوئے ہین - مگر جب بڑھتے بڑھتے
لیاقت بڑہجاوے اور ناظر بلند نظر ہو تو عربی لفظون سے چندان احتراز بھی نہین کیا
تاکہ فصاحت کی چاشنی باقی رہے اور عبارت بھدی اور پھیکی ہونے پائے - اعلی
حضرت مصنف نے جہان جہان اپنا حال بیان کیا ہے وہ ایسا عبرت خیز ہے کہ اگر
آدمی اور کتاب کو نہ دیکھے دیباچہ اور متفرق مقامات مین وہی مضمون دیکھ لے اور ذرا
غور طبیعت کو بھی کارفرما ہو تو وہین سے راہ راست کا سر ملجائے اور ایصال الی المقصود
مین کوئی وقت واقع نہو -

اب ہم قطعات تاریخ طبع کتاب سے اپنے پائین باغ کو زیب و زینت دیتے ہین

قطعۂ تاریخ طبع بحساب سال ہجری

[illegible]ب با صواب لاجواب	ہست در دوران شہابے ثاقبے
خرق عادت مین کہ خیز داز زمین	اندرین آوان شہابے ثاقبے
این چنین نادیدہ از روز ازل	دیدہ بوالعجان شہابے ثاقبے

گشت دیو آتشین خاک سیاه	سوختش سامان شهابے ثاقبے
نار و لہا رفتہ از نور شفاش	تا شد افروزان شہابے ثاقبے
سال طبعش را بیان ناچار گفت	از پئے شیطان شہابے ثاقبے

قطعہ تاریخ طبع بحساب سال عیسوی

مرحبا دافع علل ز ملل	حبّذا النسخہ شفائے جنان
زین کتاب مبین مبارکباد	فتح آدم ہزیمتِ شیطان
کس ندیدش وگر بخواہد دید	در ہزاران ہزار جزو زمان
از عبارات روشنش پیدا	ہست سحر حلال حسن بیان
عربست و عجم ولے اُردو	برد گوئے سبق ازین و ازان
نہ از عرب این چنین کتاب رسید	نہ از عجم عالمے نوشتہ چنان
پئے تاریخ سال عیسویش	رفتہ بر عروج عرش فکر بیان
قبلہ مہدی علی مصنف او	شد سمی خلیفۃ الرحمان
جہل را سر فرو فگند و بگفت	شدہ تامش خلیفۃ القرآن
	۹۹ ۶ ۱۸

داخلہ نمبر	۲ ۸ س ۸
فہرست نمبر	[illegible] ۲۵

تقریظ - ریختۂ قلم حقایق شیم تقدس مآب - رونق افزاے ممبر و محراب - عالیجناب مولوی سید اصغر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مین نے اس کتاب کے اکثر مقامات کو خود حضرت مصنف مدظلہ العالی کی زبانی سنا - مین اپنے حق الیقین کے بہروسہ پر سچائی کے ساتہہ کہتا ہون کہ میرے پاس ایسے وسیع الفاظ نہین ہین کہ اس لاجواب کتاب کی ایک سطر کا بہی پورے پورے طور سے ریویو کرسکون - ہان اسقدر کہنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ ابتدائی آفرینش اسلام سے محمدن پبلک نے آجتک ایسی کتاب نہ دیکہی ہوگی - پہر اپنے سچے کانشنس کی صادقہ شہادت کی روسے گواہی دیتا ہون کہ اس کتاب کی ایک ایک حرف سے قادر مطلق خداتیعالی کی معرفت اور اوسکے مبنی بمصالح احکام کی تصدیق اسقدر بڑہتی ہے جس طرح علم حساب مین ایک سیاہی کے نقطہ سے جسے صفر کہتے ہین مراتب اعداد فی الحقیقت یہ کتاب اس زمانہ کے لئے ایسی ضروری ہے جیسے ایک مرے ہوے بوسیدہ پیکر کے لئے حضرت مسیح کی زندگی بخش انفاس - انگلستان کے حکیم سر اسحاق نیوٹن نے اشیار کی کشش کو مراکز کی طرف دریافت کیا اور اوس سے ہزارہا مفیدہ نتائج استنباط کئے - لیکن

شیطانی شبہات کی طرف ضعیف الاعتقاد قلوب کی کشش کا دریافت کرنا اور اوسکے نقصانات عظیمہ کے آثار کو روکنا حکیم نیوطن سے بدرجہا زیادہ ترکام تہا۔ شکر ہے کہ وہ فیاض برحق (خدا) نے ہمارے قبلہ وکعبہ مولوی سید مہدیعلی خان صاحب کا حصہ فرمایا۔ اور آپکے مبارک ہاتھ سے اسلامی دنیا کے ہرایک سلیم العقل باشندے کو بڑا فائدہ رسان بہرہ پہونچایا۔ آخر مین میری عام رائے اس قیمتی کتاب کی بابت یہی ہے کہ یہ مستطاب صحیفہ آیات الٰہی سے ایک تعجب انگیز آیتہ ہے اور معجزات محمدی سے ایک تحیر خیز معجزہ اللہ تعالی ایسے بزرگون کو ملک کے سر پر ایک مکلل تاج کی طرح قایم رکھے۔ اور ہماری دعائین قبول فرمائے۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطیبین الی یوم الدین۔ آمین

عالیجناب منشی سید حسین صاحب تحصیلدار منجن پور ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھ نے جب اس تصنیف کو ملاحظہ فرمایا ایک قطعہ بطور تقریظ وتاریخ لکھا۔

وہو ہذا

قبلۂ کونین نے لکھی شفا	نسخہ شافی پئے اہل جہان
دافع اوہام ومزیلِ شکوک	چارہ گر قلب ومسیحائے جان

رد کیا شیطان کے سوالات کو فکر ہوئی جب پئے تاریخ طبع اے شرف از روے بداہت لکھو	فتح ہوا معرکہ امتحان ہاتف غیبی نے کہا ناگہان نسخۂ نامی بہ شفائے جنان سنہ ۱۸۹۹ع

تمام شد بالخیر

اشتہار